لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب ما کان حدیثاً یفتری

سلسلۂ وزراء اسلام

کی

پہلی جلد

البرامکہ

یعنی خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے نامور وزرا یحییٰ، فضل، و جعفر برمکی کی

مفصل سوانح عمری

کا

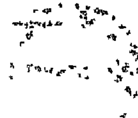
پہلا، دوسرا اور تیسرا حصہ

اس کتاب کے پہلے حصہ مین یحییٰ، دوسرے مین فضل، تیسرے مین جعفر برمکی کی سوانح عمری اور اُن مراتب کی تفصیل ہے جو اسباب زوال برامکہ اور حضرت عباسہ کی شادی کے غلط واقعہ کی تحقیقات سے متعلق ہین

مؤلفہ

خاکسار محمد عبد الرزاق کانپوری

محمد رحمت اللہ رعد کے نامی پریس کانپور مین چھپکر شائع ہوا







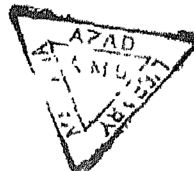
یا فتّاحُ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

مقدور ہمین کب ترے وصفونکی رقم کا | حقا کہ خداوند ہے تو لوح وقلم کا

دیباچہ

نَحمدہٗ وَنَستَعِینُہٗ وَنُصَلّی عَلیٰ رَسُولِہِ الکَرِیمِ اما بعد خاکسار مؤلف بکمال ادب معزز ناظرین کی خدمت مین گزارش پرداز ہے کہ عموماً تصنیف وتالیف کی راہین نہایت سخت اور خطرناک ہین خصوصاً علم تاریخ اور اوسکے متعلق سیرت یا لائف یہ وہ سنگلاخ گھاٹی ہی کہ جسمین قلم کا مسافر بھی (باوجودیکہ پتھر کی چھاتی اور لوہے کا کلیجہ رکھتا ہے) ہر ہر قدم پر ٹھوکرین کھاتا ہی۔ بہ ہزار دشواری اگر "مَن صَنَّفَ فَقَدِ استَهدَفَ" کے سرا ورسینہ توڑ تیرون کی زد سے بچکر نکل گیا تو پھر راستہ صاف ہی۔ لیکن اب یہ بات فیصلہ طلب ہی کہ وہ کون بلند حوصلہ، صاحب ہمت، عالی طبیعت ہین؟ جو ان راستون کے چلنے والے ہین۔ بقول بعض دانشمندون کے "وہ لوگ ہین جو خانقاہون یا مدرسون مین علم وحکمت



کی مسندین بچھا کر بیٹھے ہین۔ اور جنکے حلقۂ درس مین مختلف ملک و دیار کے طلبہ زانوے ادب تہہ کیے ہوے **دینیات۔ معقول۔ منقول۔ حکمت۔ فلسفہ** وغیرہ کی تکمیل مین مشغول ہین" اور سچ یہ ہی کہ خزانہ تاریخ کی کنجیان بھی اسی مقدس گروہ کے ہاتھ مین ہین لیکن اسکا فیصلہ کون کرسکتا ہے۔ اور کیا بھی جاوے۔ تو تسلیم کون کریگا؟ کہ قوم کے حق مین یہ علم مفید ہی اور وہ غیر مفید یا یہ کام نفع رسان ہے اور وہ مضرت انگیز کیونکہ بانسری بجانیوالا اپنی لے کو اور ستار باز اپنی گت کو تمام دنیا کے مشغلوں سے اچھا جانتا ہے۔ "وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشَقُونَ مَذَاهِبُ" لہذا اس مقدس گروہ کا بھی علم تاریخ پر متوجہ نہونا تعجب انگیز نہین ہے۔ کیونکہ بقول ایک فلسفی مؤرخ کے یہ سادہ مزاج گروہ ابتک صحراے عرب اور بہارستان فارس کا خواب دیکھ رہا ہی" لیکن موجودہ زمانہ مین جو ترقی تاریخ اور سوانح عمریونکی ہو رہی ہی اس سے یقین ہی کہ ابتک جو اسکی کمی تھی وہ آئندہ پوری ہو جاویگی میری استعداد علمی اور معلومات تاریخی ایک مبتدی سے زیادہ نہین ہی اسلیے اگر میدان تاریخ کے سوار مجھ پیادہ کی دوڑ پر خندہ زنی کرین تو مین اسکا مستوجب ہو سکتا ہون۔ کیونکہ تاریخ کی تصنیف و تالیف اُس شخص کا حصّہ ہی کہ جو علاوہ دیگر علوم کے **علم ادب۔ علم اللسان علم الرجال** کا ماہر ہو۔ اور فن تاریخ کے اُن اُصول اور فروع کو جانتا ہو۔ جنسے تاریخی نتایج مستنبط ہوتے ہین۔ لیکن صرف اس خیال سے مین نے جسارت کی ہی کہ جسطرح سے ہر شخص پر ملک اور گورنمنٹ کے حقوق ہوتے ہین۔ اسی طرح اپنی ملکی زبان کا بھی ہر شخص پر حق ہی۔ اور مسلمانون کی یہ خاصیت ہی کہ وہ تمام حقوق کو جانتے ہین اور نہ صرف جانتے ہی ہین بلکہ

اقلیم سبعہ کے حالات معلوم کر سکتا ہے۔ اور اُنسے ویسا ہی تجربہ پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ ذاتی مشاہدے سے۔ علاوہ ان صفات کے قدرتی طور پر بھی انسان کو تاریخ سے مناسبت خاص ہے۔ کیونکہ جسطرح آنکھون کو حسن منظور نظر ہے۔ ویسے ہی کانون کو اچھی خبرین مرغوب ہین۔ چنانچہ عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ "لا تشبع العین من نظر و لا السمع من خبر و لا الارض من مطر" اور اگر بلحاظ تقدس مذہبی کے غور کیا جائے تو علم تفسیر، فقہ، حدیث کے بعد تاریخ کا درجہ ہے۔ کیونکہ انبیائے کرام، خلفائے عظام، بزرگان دین، اور سلاطین کے اخبار و آثار اسی علم سے معلوم ہوتے ہین۔ بادشاہون کے ادبار و اقبال کے فوٹو، انبیائے مرسلین کی سیرت و بعثت کی تصویر، مورخون ہی کے قلم سے کھینچی جاتی ہے۔ اور غالباً اسی شرافت کا اثر ہے کہ یہ علم ہمیشہ انھین بزرگون مین رہا ہے۔ جو باعتبار اپنے علمی کمالات کے زمانہ مین مشہور عام رہے ہین۔ اور کبھی ایسا نہین ہوا۔ کہ کوئی بازاری یا ادنے درجہ کا آدمی مورخ ہوا ہو۔ اور نہ اس قسم کا آدمی کبھی تاریخ سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے کیونکہ تاریخ حقیقت مین اُن لوگون کے محامد و مناقب کا ایک مجموعہ ہے۔ جنکو بارگاہ عالم مین خداوند تعالے نے درجۂ خاص کی کرسی مرحمت فرمائی تھی اور چونکہ کوئی مواد رزالت کا اُنمین شامل نہین ہے اس وجہ سے بہ سبب نہونے جنسیت کے اُسپر عمل نہین ہوتا ہے۔ اور ایک بڑی فضیلت علم تاریخ کی یہ ہے کہ تمام کتب سماویہ مین جو حقیقت مین خدا کا کلام ہے انبیا علیہم السلام کے معاملات، اور اُنکی عہد زندگی کے حالات،

سلہ آنکھ کا دیکھنے سے۔ کان کا سُننے سے۔ زمین کا پانی سے کبھی پیٹ نہین بھرتا ہے۔

اور نیز پچھلے بادشاہون کے قہر و جلال کے اخبار، جو بنی آدم پر حکمران رہے ہین۔ درج ہین۔ اور یہی تعریف تاریخ کی ہے اور ائمہ حدیث کے قول کے مطابق کہ "اَلحَدِیثُ وَ عِلمُ النَّاسِ یَحتَاجُ اِلیٰ زَمَانِ" تاریخ کی فضیلت بہت بڑھجاتی ہے۔ اور اسمین کوئی شک بھی نہین ہے کہ رواۃ کی جانچ، اور روایت کی صحت، معاملات جنگ وجہاد وغیرہ کی تحقیقات، تاریخ ہی سے وابستہ ہین۔ کیونکہ اگر کوئی محدث، مورخ نہو اور اُسکو رسول اللہ صلعم وصحابہ کرام کے معاملات کی (جو ارکان رواۃ احادیث کے ہین) خبر نہو، اور اُنکی دوستی، سچائی، خالص محبت، اور منافقین وغیرہ کی عداوت کا علم نہو، اُسوقت تک کسی حدیث کا سچا حال نہین ظاہر ہوسکتا ہے۔ اور نہ روایت کا حق ادا ہوسکتا ہے۔ علاوہ اسکے وہ مفصل تذکرے اور اسلامی واقعات جو قرن نبوت یا قرن صحابہ سے متعلق ہین تاریخ ہی سے معلوم ہوسکتے ہین۔ ارسطاطالیس اور بزرجمہر کا قول ہے کہ "جو لوگ رائے صائب رکھتے ہین۔ تاریخ اُنکی ہروقت مددگار رہے" اور مورخ کو جو سانحہ پیش آتا ہے اُسکے انسداد کی تدبیرین، موجودہ حالت، اور گزشتہ واقعات سے بہت جلد کرتا ہے۔ اور مشکلات مین دل کو صبر اور اطمینان ہو جاتا ہے کیونکہ امم سابقہ کے حالات یاد آجانے سے اپنی حالت کو بھول جاتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے انسان مین راستی اور سچائی پیدا ہوتی ہے۔ اور نیکوکاری کے ثمرات اور بدکاری کے نتائج معلوم ہو جاتے ہین۔ اور ہر قسم کا تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ بس یہی اصل اصول علم تاریخ کا ہے۔

سوانح عمری کے فوائد

اور ایک شعبہ تاریخ کا تذکرہ ہے۔ جسکو یونانی مین بیوگرفی، اور انگریزی مین لائف، اور ہماری زبان مین سوانح عمری کہتے ہین۔ اگرچہ تذکرہ لکھنے کا دستور قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ لیکن یہودیون، یونانیون، رومیون کے بعد جنھون نے ابتدائً اس فن مین ترقی کی تھی، یہ خاص فخر دانشمندان یورپ کو ہے۔ جنھون نے سترھوین صدی مین بیوگرفی کے اصول و فروع پر کافی غور کیا اور اُسکے مطالب اور اغراض مین تبدل و تغیر کرکے ایک جداگانہ مفید فلسفہ اور عظیم الشان علم بنا دیا۔ کیونکہ عیسائی گزشتہ دو صدی سے پہلے بیوگرفی مین مذہبی ہیروز کے افسانے لکھا کرتے تھے بلکہ مذہبی لٹریچر کا یہی بڑا عنصر تھا۔ لیکن موجودہ تہذیب اخلاق کے زمانہ مین بیوگرفی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ جسکی تعریف معمولی الفاظ مین نہین ہوسکتی ہے۔ جیسا فخر یورپ کو موجودہ زمانہ کی سوانح عمریون کے طرز تحریر پہ ہے ویسا ہی کمال و افتخار مسلمانون کو زمانہ متوسط مین تھا اور اُس عہد کے تذکرے سب سے زیادہ قابل وقعت ہین لیکن اگر افسوس ہے تو اسقدر، کہ یہ تحقیق و تدقیق صرف اسماء الرجال تک محدود ہے۔ باقی ایمۂ فن اور مجتہدین علوم کے تذکرے ہین جسمین صرف روایت[1] کی جھلک ہے اور درایت کو کچھ دخل نہین ہی۔ برخلاف اُسکے

نوٹ [1] روایت۔ اور درایت یہ دو معمولی لفظ ہین جو تاریخ یا تذکرے مین اکثر آتے ہین۔ لیکن جن وسیع معنون مین ان لفظون کا استعمال ہوتا ہی اُس سے ہر شخص واقف نہین ہے لہذا حسب ذیل تصریح کیجاتی ہے تاکہ کتاب کے دیگر محل پر اُسکے معنی سمجھنے مین دقت نہو وہو ہذا۔ واقعات تاریخی کے ثابت کرنیکے دو طریقے ہین۔ روایت و درایت۔ روایت سے یہ مطلب ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے اُسکی سند اُس شخص تک پہونچائی جاے جو خود اُس واقعہ مین موجود رہا ہو۔ عرب کی تمام مستند تاریخین اسی اصول پر لکھی گئی ہین اور یہی وجہ ہے کہ اسمین اَخبَرَنَا وَحَدَّثَنَا کے ذریعہ سے سند کا تمام سلسلہ مذکور کیا جاتا ہے اور اُن تمام راویونکا نام لیا جاتا ہے جنکے ذریعہ سے واقعہ کی سند اُس شخص تک پہنچتی ہی جو خود

اس زمانہ مین تمام مشہور مصنفین کی جداگانہ لائف موجود ہے، جسمین بات بات پر جرح کی گئی ہے، اور اُسکی زندگی کا کوئی ایسا کارنامہ نہین ہے، جسپر منطقی دلائل سے کوئی نتیجہ نہ نکالا گیا ہو۔ بیوگرفی کے فوائد کم وبیش ہر قوم کے حکمانے قلمبند کیے ہین۔ لیکن حکمای یورپ نے خاصکر اس مضمون مین زیادہ حصہ لیا ہے۔ مسٹر کارلائل ایک موقع پر لکھتے ہین کہ "معزز طبقہ کے اسلاف کی ہسٹری بہ نسبت دنیاوی تاریخ کے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ قومی زندگی کا طرز معاشرت اُس سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے۔ گو انکا عمل اُسی زمانہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن جو مجموعہ مفید خیالات کا ہے وہ اُنھین کے دماغ کا ترتیب دیا ہوا ہے" ڈاکٹر اسمائلس مصنف سلف ہیلپ کا مقولہ ہے کہ "مشہور آدمیون کی لائف نوع انسان کی ترقی کا مفید ذریعہ ہے۔ جس طرح کہ پہاڑی پر چارونطرف روشنی پھیل جاتی ہے۔ اُسی طرح انکی روحانی روشنی آیندہ نسلون کے واسطے اپنی چمک جاری رکھتی ہے" اور ہمارے زمانہ کا مشہور ومعروف قومی شاعر۔ حیات سعدی کے دیباچہ مین بیوگرفی کی تعریف مین لکھتا ہے کہ "بیوگرفی اُن بزرگون کی ایک لازوال یادگار ہے۔ جنھون نے اپنی نمایان کوششون سے دنیا مین کمالات اور نیکیان پھیلائی ہین۔ اور جو انسان کہ آیندہ نسلون کے لیے اپنے

بقیہ نوٹ اس واقعہ مین شریک تھا۔ یہ چوتھی صدی تک اسلامی تاریخونکا یہی طرز رہا اور گو زمانہ مابعد مین اسکا رواج کم ہوچلا لیکن گزشتہ تین صدیونکی واقعات مین ابتک اسکا لحاظ ہے یعنی اُس زمانہ کے اُنھین واقعات کا اعتبار کیا جاتا ہے جو سلسلہ سند کے ساتھ ثابت ہون۔ درایت سے یہ غرض ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے اُسپر اس لحاظ سے غور کیا جاوے کہ وہ طبیعت انسانی کے اقتضا، زمانہ کی خصوصیتون، منسوب الیہ کے حالات، اور اسی قسم کے اور قرائن کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا نہین۔ اگر وہ واقعہ اس معیار پر پورا نہین اُترتا تو اُسکی صحت مشتبہ ہوگی یعنی احتمال ہوگا کہ روایت کے تغیرات نے واقعہ کی صورت بدل دی ہے۔ از رسالہ اسکت۔ پروفیسر شبلی نعمانی"

مساعی جمیلہ کے عمدہ کارنامے چھوڑ گئے ہین۔ خصوصاً جو قومین علمی ترقیات کے بعد پستی اور تنزل کے درجہ کو پہنچ جاتی ہین اُنکے لیے بیوگرفی ایک تازیانہ ہے جو اُنکو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ جب وہ اپنے اکابر و اسلاف کی زندگی کے حالات اور اُنکے کمالات دریافت کرتے ہین تو اُنکی غیرت کی رگ حرکت مین آتی ہے۔ اور اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنیکا خیال اُنکے دلون مین پیدا ہوتا ہے۔ دنیا مین اکثر لوگ ایسے گزرے ہین جنھون نے بڑے بڑے آدمیون کی زندگی کے حالات صرف کتابون مین پڑھ پڑھ کر اپنے تئین انسانیت کے اعلی درجہ پر پہنچایا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ لوتھر[1] کے دل مین جو ایک غیر معمولی تحریک پیدا ہوئی۔ اور بنجمن فرینکلن[2] نے نہایت پست حالت سے اعلی درجہ کی ترقی اور شہرت حاصل کی اسکا بڑا سبب یہی بیوگرفی کا مطالعہ تھا۔[3] انگلستان کے ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ "بیوگرفی چلا چلا کر اور سمندر کے طوفان کی طرح غل مچا کر یہ آواز دیتی ہے کہ جاؤ اور تم بھی ایسے ہی کام کرو"

بہرحال اسمین کوئی شک نہین ہے کہ اکابر قوم کے تذکرے آیندہ نسلون کے واسطے ایسے ہی لازمی ہین جیسے جسم کو روح یا آنکھ کو نور۔ اسلیے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ

نوٹ۔ [1] لوتھر جرمن کا رہنے والا عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصلح اور تمام یورپ کو پوپ کے پنجہ سے نجات دینے والا ہے۔ ۱۴۸۳ء مین پیدا ہوا ۱۵۴۶ء مین فوت ہوا۔

[2] بنجمن امریکا کا ایک مشہور فاضل ہے جسنے سب سے اول علم برق کے اصول دریافت کیے ہین۔ ۱۷۰۶ء مین بمقام بوسٹن پیدا ہوا اور ۱۷۹۰ء مین فوت ہوا۔

[3] صفحہ ۴۔ ۵۔ حیات سعدی مصنفہ ملک الشعرا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی مدظلہ العالی۔

بزرگون کی سوانح عمری سے فائدہ اُٹھادے-اور اُنکے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے-اور بیوگرفی کے اس سبق کو نہ بھولے کہ "ہمکو کیا کرنا چاہیے"-اور کیا ہونا چاہیے" کیونکہ کسی فلسفی کا یہ مقولہ ہے کہ "تم وہی ہو جو ہونا چاہو"

بلحاظ نتائج مذکورۂ بالا کے مین نے بھی بیوگرفی پر قلم اُٹھایا ہے-اور اس مقصد کیواسطے خاندان برامکہ انتخاب کیا ہے-جو خاص فضائل سے منسوب تھا-برامکہ کے جود وکرم کے افسانے اور اُنکے علمی کارنامے بطور ضرب المثل کے آجتک تاریخون مین یادگار رہین-

چنانچہ ماثر محمودی[1] مین امام قفال تحریر فرماتے ہین کہ "مین سلطان محمود غزنوی کی خدمت مین اکثر حاضر ہوا کرتا تھا-ایک دن اثنائے کلام مین دنیا کے مشہور اور فیاض لوگون کا تذکرہ شروع ہوا-مین نے برامکہ کا ذکر چھیڑا اور عرض کیا کہ فیاضی اس خاندان کے حصہ مین تھی" سلطان نے ارشاد فرمایا کہ "معجزات انبیا وکرامات اولیا کے بعد مجکو فیاض لوگون کے حالات سننے کا کمال شوق ہے"، مین نے عرض کیا کہ "یہ خیال سلطان کی نیکی پر دلالت کرتا ہے"، پھر سلطان نے فرمایا کہ مین نے برامکہ کا واقعہ سُنا ہے-مجھے اُنسے محبت اور ہمدردی ہے-معلوم نہین[2]؟ کہ خلیفہ ہرون الرشید نے کیون ایسے فیاض خاندان کو ہلاک کر دیا-قیام زمانہ تک اُنکے ماثر ومناقب کتابون مین باقی رہین گے"،

چونکہ برامکہ کے حالات سے ایک خاص دلچسپی لوگون کو زمانہ دراز سے ہے-اسلیے مین نے

نوٹ ۱؎ تاریخ ضیاء برنی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳-

۲؎ محمود غزنوی برامکہ کی ہلاکت سے آگاہ تھا-لیکن اُسکو اسباب ہلاکت معلوم نہین تھے-

مناسب جانا کہ برامکہ کے مفصل حالات جسقدر دستیاب ہوسکین اُنکو بطور تذکرے کے
ترتیب وار لکھون تاکہ انکا نام دنیا مین زندہ ہو اور اُنکے فضائل اور کمالات سے قوم
مین ایک عمدہ تحریک پیدا ہو - اس کتاب کے پڑھنے سے یہ اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے
کہ فیاضی حقیقت مین کیا چیز ہے - اور عوام اور خواص کو اُس سے کیا نفع پہنچ سکتا ہے -
خیر یہ صفت تو مشترک ہے لیکن ارکان سلطنت کو بڑے تجربہ کی یہ بات معلوم ہوگی
کہ شخصی سلطنتون مین جب کوئی وزیر یا امیر اپنا درجہ بادشاہ سے بڑھانا چاہتا ہی تو اُسوقت
غیرت یا مصلحت ملکی سے بادشاہ اُس خاندان کے ساتھ کیا کرتے ہین - اور کس طرح پر
ایک چشم زدن مین اُسکو مٹا دیتے ہین - جسطرح خلیفہ ہرون الرشید نے جعفر وزیر السلطنۃ
کو جبکہ اُسکی قوت سلطنت سے بڑھگئی تو ہلاک کرا دیا - اور سارے خاندان کو اوج حشم سے گرا دیا
جسطرح پر اس خاندان کے ابتدائی ترقی کے حالات قابل تقلید ہین ویسے ہی اُسکی تنزل
اور ادبار کی تاریخ قابل عبرت ہے - ولید بن عبد الملک کے زمانہ سے تاریخ مین
برامکہ کا ذکر شروع ہوتا ہے - لیکن اُنکے عروج اور زوال کی اصلی تاریخ خلافت عباسیہ سے وابستہ ہے
ہرون الرشید عباسی کے عہد سلطنت مین برامکہ کا ستارہ فلک اقبال پر چمکا - لیکن چند ہی
سال کی گردشون مین ڈوب گیا - مورخین کے نزدیک ہرون الرشید کے عہد حکومت
مین اگر کوئی داغ ہے تو وہ برامکہ کا قتل ہے - شمس العلما مولانا شبلی نعمانی المامون
مین تحریر فرماتے ہین "حق یہ ہے کہ اگر اُسکا (ہرون الرشید) دامن انصاف برامکہ کے خون
سے رنگین نہوتا تو ہم اُسکے ہوتے عباسیون مین کسی فرمانروا کو انتخاب کی نگاہ سے

نہ دیکھ سکتے،، چونکہ برامکہ کی سوانح عمری نہایت دلچسپ تھی۔ اور اسوقت تک اردو زبان مین تحریر نہین ہوے تھے۔ اسلیے قوم کے سامنے یہ تالیف پیش کیجاتی ہے اور برامکہ کی مناسبت سے "البرامکہ" نام ہے۔ برامکہ کی مستقل تاریخین عربی مین دو مشہور ہین ایک المسالک فی احوال البرامک۔ دوسری اخبار البرامکہ۔ المسالک کی نسبت تحقیق نہین ہوا کہ کس سنہ مین تصنیف ہوئی اور کون اُسکا مصنف ہے۔ البتہ اخبار البرامکہ علامہ مرزبانی کی تصنیف ہے جو ابن ندیم محمد بن اسحاق (مصنف الفہرست) کا معاصر ہے اور الفہرست ۳۷۷ھ ہجری مین تصنیف ہوئی ہے۔ لہذا کم و بیش یہی زمانہ اخبار البرامکہ کی تصنیف کا ہے۔ مرزبانی نے یہ کتاب ابتدائی خاندان سے زوال برامکہ تک پانچسو ورق مین لکھی ہے۔ علاوہ اسکے ابو الفرج علامہ اصفہانی مصنف اغانی نے بھی ایک بسیط تاریخ موسومہ اخبار البرامکہ لکھی ہو مگر وہ بھی نایاب ہے۔ البرامکہ کی تالیف کے زمانہ مین مین نے بے انتہا کوشش کی کہ کوئی ایک نسخہ دستیاب ہو جاوے لیکن بدنصیبی سے ہندوستان کے کسی کتبخانہ مین پتہ نہین لگا۔ بلکہ مختلف تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ ممالک اسلامی کے کتبخانے بھی ان کتابون سے خالی ہین۔ تب مجبور ہو کر فارسی اور عربی کی بسیط تاریخین بنظر انتخاب دیکھنا شروع کین۔ خیال تھا کہ روضۃ الصفا مین بہت کچھ حالات ملین گے۔ لیکن اسمین بھی چار ورق سے زیادہ میٹریل نہ تھا۔ اسلیے عربی علم ادب۔ اور تاریخون کی ورق گردانی شروع کی۔ کم و بیش حالات جن مستند تاریخون سے لیے گئے ہین وہ حسب ذیل ہین۔ علاوہ اسکی اخبارات اور علمی رسالے ہین جنکے نام بہ سبب طوالت کے فہرست سے خارج کردیے ہین

اور وہ تمام کتابیں بھی اس فہرست سے خارج ہیں جنکو اول سے آخر تک دیکھا لیکن متعلق برامکہ کے ایک واقعہ بھی نہیں ملا۔

فہرست کُتب جنسے البرامکہ ماخوذ ہے

[1] طبری کبیر۔ [2] ابن خلدون۔ [3] کامل ابن الاثیر جزری۔ [4] مروج الذہب ومعادن الجوہر مسعودی۔
[5] تاریخ ابن خلکان۔ [6] تاریخ الخلفاء سیوطی۔ [7] کتاب الفہرست ابن الندیم۔ [8] تاریخ ابو الفدا
[9] کتاب الاغانی علامہ اصفہانی۔ [10] عیون الانباء فی طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ۔ [11] مرآۃ الجنان یافعی
[12] لقطۃ العجلان مما تمس الی معرفۃ حاجۃ الانسان۔ [13] روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر
[14] اخبار الاول فیمن تصرف فی مصر من ارباب الدول۔ [15] تحفۃ الناظرین فیمن ولی مصر من الولاۃ والسلاطین
[16] اعلام الناس بما وقع للبرامکۃ مع بنی عباس۔ [17] کتاب المعارف ابن قتیبہ مسلم۔ [18] قلائد العقیان۔
[19] کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام۔ [20] جغرافیہ ابن حوقل۔ [21] خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب ابن الوردی
[22] سفرنامہ ابن جبیر۔ [23] کشف الظنون۔ [24] آثار الاول فی الترتیب الدول۔ [25] التبر المسبوک فی نصائح الملوک امام غزالی
[26] کتاب الاذکیا ابن جوزی۔ [27] عقد الفرید ابن عبد ربہ۔ [28] ثمرۃ الاوراق۔ [29] المستطرف فی کل فن مستظرف
[30] زہر الادب علامہ ابو اسحق۔ [31] نزہۃ الالباء فی طبقات الادباء ابن الانباری۔
[32] شرح مقامات حریری ابو العباس احمد شریشی۔ [33] رنات المثالث والمثانی فی روایات الاغانی
[34] حیوۃ الحیوان دمیری۔ [35] ربیع الابرار زمخشری۔ [36] تاج العروس شرح القاموس۔
[37] دیوان ابو نواس۔ [38] دیوان ابو العتاہیہ۔ علاوہ [39] حبیب السیر و [40] روضۃ الصفا کے فارسی

اردو کی حسب ذیل تاریخون سے بھی انتخاب کیا گیا ہے - تاریخ[41] نزہتہ القلوب حمد اللہ مستوفی
تاریخ[42] نگارستان محمد بن احمد کوفی - جامع[43] الحکایات المشہور بفرج بعد الشدۃ -
زہر[44] الربیع سید نعمت اللہ جزائری - ترجمہ[45] تاریخ عبد اللہ بن محمد اثری المشہور بہ تاریخ ضیاء برنی
تاریخ[46] ماوراء النہر معتمد السلطان محمد تقی خان - تاریخ[47] بغداد - جغرافیہ[48] جام جم شہزادہ فرہاد میرزا
المامون[49] - گزشتہ[50] تعلیم مسلمانان - رسالہ[51] اسکندریہ - سنین[52] الاسلام ڈاکٹر لیٹنر -
حیات[53] سعدی - یہ وہ تاریخین ہین جنسے زیادہ جامع اور معتبر ہونا مشکل ہے اور بعض
بعض تاریخین مثلاً طبری - مسعودی - کامل - ابن خلدون دس دس جلدون سے
بھی زیادہ ضخیم ہین - لیکن ان تمام کتابون مین متفرق طور پر برامکہ کا ذکر آیا ہے - اور
کوئی واقعہ تاریخی ترتیب سے منضبط نہین ہے - اس لحاظ سے آلبرامکہ تمام مذکورۂ بالا
عربی فارسی تاریخون کا ایسا جامع ومانع انتخاب ہے کہ جس سے زیادہ فراہم کرنا امکانی
اختیار سے باہر تھا - جعفر اول سے لیکر جو مورث اور ابو الآبا خاندان برامکہ کا تھا جعفر ثانی
تک جو عہد خلافت ہرون الرشید مین قتل ہوا - ہر ایک کے حالات اُس طرز پر
قلمبند کیے گئے ہین کہ جسکی آجکل ضرورت ہے - اور اول سے آخر تک اسکا لحاظ رکھا
گیا ہے کہ جو بات لکھی جاوے مستند کتابون سے لکھی جاوے - اسلیے ہر ایک روایت کا
ماخذ فٹ نوٹ مین لکھدیا گیا ہے - حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولی
ونعم النصیر - ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

لفظ برمک کی تحقیقات اور خاندان برامکہ کی وجہ تسمیہ

برمک کی جمع برامکہ اور برامک آتی ہے۔ اسلیے یہ شبہہ ہوتا ہی کہ برمک عربی لفظ ہے۔ لیکن تحقیقات سے معلوم ہوا کہ علم اللسان نے اپنے اصول کے موافق فارسی سے اس لفظ کو عربی سانچے مین ڈھالا ہے۔ لیکن اس لفظ کی اصلیت ظاہر کرنے سے پہلے کہ ابتدائً کیا تھا اور پھر کس طرح پر تبدیل ہوا۔ ارباب لغت کا قول نقل کیا جاتا ہی جس سے اندازہ ہوسکیگا کہ ہماری تحقیقات کہانتک صحیح ہے۔ مصنف برہان قاطع بحوالہ رشیدی ولطائف لکھتا ہے کہ "برمک نام جائے وولایتے ست ولقب جعفر پدر خالد کہ دراوئل حال مجوس بود ومتولی شدانیہ کہ از موقوفات نوبہار کہ آن تبخانہ وآتشکدۂ بلخ است وہرکہ متولی آنجا شدے برمک گفتندے"، چونکہ لغت کا ایک ایک حرف صحیح سمجھا جاتا ہے اسلیے عوام کو یقین ہوگا کہ بیشک برمک کسی شہر کا نام ہے لیکن مجھے خوف ہی کہ اگر مین بھی برمک کو شہر تسلیم کرون تو اس زمانہ مین کہ جسمین علم جغرافیہ کا ستارہ نصف النہار پر پہنچ گیا ہے۔ یہ ثابت کرنا پڑیگا کہ برمک کرۂ ارض کے فلان اقلیم مین ہے۔ اور ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ یا امریکہ کے نقشجات مین فلان شہر یا جزیرہ کے متصل واقع ہی لیکن کسی اٹلس مین برمک کا پتہ نہین ہے۔ اسلیے یہ اسم فرضی قابل اعتبار نہین ہے۔ البتہ دوسرا حصّہ صحیح ہے کہ آتشکدۂ نوبہار کے متولی کو برمک کہتے تھے۔ لیکن پھر بھی یہ نہین لکھا کہ متولی آتشکدہ کو برمک کہتے کیون تھے۔ اورجب تک یہ ثابت نہ کیا جاوے تعریف

ناقص ہے۔ دوسری غلطی متعلق علم جغرافیہ کے ارباب لغت نے یہ کی ہی کہ سدانہ کو منجملہ اُن مواضعات کے قرار دیا ہے جو اخراجات آتشکدہ کے واسطے وقف تھے۔ حالانکہ سدانۃ عربی لفظ[1] ہے۔ جسکے معنی جاگیرا ورجاگیردار کے ہین اور مجاورخانہ کعبہ وبتخانہ کو بھی کہتے ہین۔ لیکن حقیقتاً سدانیہ کسی موضع کا نام نہین ہے۔ بلکہ غلطی سے اُسی عربی لفظ کو بعینہ فارسی مین لیلیا ہے۔ اور قیاساً گانون سمجھکر وقف قرار دیا ہی۔ لیکن انصاف یہ ہی کہ برمک کی وجہ تسمیہ لکھنے مین فارسی اور عربی دونون تصنیفات یکسان ہین۔ اور قرین قیاس تعریف کسی مین نہین ہے۔ چنانچہ علامہ زمخشری آتشکدہ نوبہار کی حالات مین لکھتے ہین کہ "یہ بتخانہ[2] مکہ معظمہ کے جواب مین بنایا گیا تھا۔ اور جسطرح پر کعبہ کا لوگ حج کرتے تھے ویسے ہی نوبہار کا طواف کرتے تھے۔ اور جو متولی اُسکا ہوتا تھا وہ "برمکا" یعنی والی مکہ کہلاتا تھا" یہ وجہ تسمیہ اسوجہ سے خلاف قیاس ہے کہ قدیم عجم[3] نے اسلام سے پہلے

نوٹ [1] معلم بطرس البستانی نے جو عربی کا لغت لکھا ہے اسمین سدن اور سدانۃ کے یہ معنی لکھے ہین "سدن الرجل یسدن سدنا وسدانۃ خدم الکعبۃ او بیت الصنم وعمل الحجابۃ" محیط المحیط جلد اول صفحہ ۹۳۳ سطر ۲۸

[2] "بیت بناہ احد اجداد خالد بن برمک عارضوا بہ الکعبۃ المشرفۃ وکانوا یطوفون بہ ویحج الیہ اھل مملکتھم ویکسونہ الحریر وکان بیتا عظیما حولہ الا روقۃ وثلث مائۃ وستون مقصورۃ یسکنھا خدامہ وقوامہ وکان من یلیہ یسمی برمکا یعنی والی مکہ وانتھت البرمکۃ الی خالد بن برمک واسلم علی سیدنا عثمان رض وسماہ عبد اللہ" ربیع الابرار زمخشری۔

[3] فردوسی طوسی باوجودیکہ مسلمان تھا لیکن عجمی الاصل ہونے کی وجہ سے مسلمانون سے ہنوز تعصب باقی تھا چنانچہ شاہنامہ مین لکھتا ہے کہ "ز شیر شتر خوردن سوسمار + عرب را بجائے رسید ست کار + کہ تاج کیان راکنند آرزو + تفو بر تو اے چرخ گردان تفو +" اگرچہ فردوسی دوسرے شخص کی زبان سے ایک واقعہ بیان کررہا ہے لیکن اس سے قومی خیال کی ایک جھلک پائی جاتی ہے۔

بھی عرب کو عزت کی نگاہ سے نہین دیکھا ہے۔نہ کعبہ کی کچھ عزت کی ہے۔اسلیے یہ کہنا کہ
مجمیون نے کعبہ کی شہرت اور عزت کے مقابلہ مین اپنے بتکدہ یا اُسکے متولی کا نام برمکا
رکھا تھا محض غلط ہے۔لیکن لغت کی بناوٹ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ لفظ برمک
اصل مین بُرمُغ ہے۔کیونکہ عرب نے مُغ کی لفظ مین عجیب عجیب تصرفات کیئے ہین چنانچہ
مجوسی۔ و مجوس بھی اسی لفظ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔اسلیئے بُرمُغ سے بُرمُک بنایا
گیا ہے۔اور پھر تخفیف کے لیئے ضمہ فتحہ سے تبدیل ہوکر بُرمک ہوگیا۔ضمہ کا فتحہ تو یون
ہوا۔اب باقی رہا غین کا کاف سے بدلنا یہ ایک معمولی بات ہے۔کیونکہ اول غین جیم
سے بدلا گیا جیسے ارغوان سے ارجوان پھر جیم کاف ہوگئی اور غین براہ راست بھی
کاف سے بدل جاتا ہے جیسے الاغوخان کو عربون نے ہلاکو خان کر لیا ہے
اب اگر لفظی ترکیب پر خیال کیا جاے تو بمقابلہ برمکا کے برمغ زیادہ قرین قیاس ہے
کیونکہ مُغ آتش پرست کو کہتے ہین۔فارسی قاعدے سے لفظ بر اضافہ ہونے سے برمغ
سے وہ شخص مراد ہوا جو مغون کا ہیڈ ہو۔اور اگر برمغ ایک لفظ مفرد
قرار دیا جادے جیسے برجیس و برمخ و برمعناز تو بھی کوئی ہرج نہین
ہے۔کیونکہ فارسی مین بکثرت ایسے لغت موجود ہین جن مین بر بطور جزو لاینفک
کے ہے۔لیکن مذکورۂ بالا بحث صرف اُن لوگون کی تسکین خاطر کے واسطے لکھی
گئی ہے جو عربی تصرفات سے ناواقف ہین ورنہ محض برمغ لکھدینا کافی تھا۔کیونکہ
عربی مین بکثرت ایسے لغت موجود ہین جنکی نسبت یہ شبہہ بھی نہین ہوسکتا ہے کہ وہ

معرب ہین مثلاً منجنیق[1] کہ اصل مین میکانک تھا یا بیدق و خندق کہ اصل مین پیادہ و کندہ تھا یہ یونانی و فارسی الفاظ ہین جو عربی سانچے کے ڈھلے ہوے ہین۔ اور ناواقف جانتا ہے کہ خالص عربی الفاظ ہین۔ بہرحال اسمین کوئی شک شبہہ نہین ہے کہ برمک صرف وہی ایک خاندان ہے جسکو آتشکدۂ نوبہار کی تولیت حاصل تھی اور بسبب سرداری و مرجع خلائق ہونے کے نوبہار کا متولی مغون کا افسر بالادست سمجھا جاتا تھا۔ جسے اہل فارس برمغ اور اہل عرب برمک کہتے تھے۔ اور تمام کتابون مین جہان کہین برامکہ کا ذکر آیا ہے اُس سے یہی خاندان سمجھا جاتا ہی۔ کیونکہ لغت کی شہادت کے ماسوا تمام مستند مورخین کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ علامہ مسعودی تاریخ مروج الذہب[2] ومعادن الجوہر مین دنیا کے مشہور آتشکدون اور بتخانون کے حالات مین تحریر فرماتے ہین

والبیت الرابع ہو النوبہار الذی بناہ منوشہر بمدینۃ بلخ من خراسان علی اسم القمر وکان من یلی سدانتہ تعظمہ الملوک فی ذلک البقع وتنقاد الی امرہ وترجع الی حکمہ وتحمل الیہ الاموال	دو مشہور آتشکدون مین چوتھا نوبہار ہے جسکو فارس کے بادشاہ منوچہر نے ماہتاب کے نام پر صوبہ خراسان کے شہر بلخ مین تعمیر کیا تھا۔ تمام عجم کے بادشاہ متولی آتشکدہ کی تعظیم اور حکم کی فرمانبرداری کرتے تھے

نوٹ [1] بطور نمونہ کے عربی تصرفات کی روزمرہ کی مثالین لکھی گئی ہین اگر ناظرین کو تحقیقات کا شوق ہو تو فرائد اللغت مطبوعہ بیروت ملاحظہ فرمائین جسمین ۱۹۰ لفظ جو غیر زبانون سے معرب کیے گئے ہین بطور مثال کے درج ہین۔

[2] صفحہ ۶ جلد ۵ حاشیۂ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر

وکانت علیہ وقوف وکان المتوکل لہا انہ یدعی البرموک وہو سمة عامة لکل سدنة ومن اجل ذلك سمیت البرامکہ لان خالد بن برمك کان من ولد من کان علی ہذا البیت الخ

بڑے بڑے چڑھاوے اُسپر چڑھاتے تھے۔ اور جاگیرین مصارف کیواسطے وقف تھین جو متولی ہوتا تھا وہ برموک[1] کہلاتا تھا۔ اور یہ ایک عام لقب تھا جو ہر متولی نوبہار کو دیا جاتا تھا یہی وجہ تسمیہ برامکہ کی ہی کیونکہ خالد بن (جعفر) برمک اسی آتشکدہ کے متولی کا بیٹا تھا۔

یہی قول ابو القاسم عبد الملک بن بدرون کا ہے چنانچہ مصنف اعلام[2] الناس بحوالہ شرح قصیدہ[3] عبد المجید بن عبدون لکھتا ہے۔

"فالبرمك ہو الذی یخدم بیت النار وکان برمك من مجوس بلخ وکان عظیم القدر فیہم وولدہ خالد"

کہ برمک آتشکدہ بلخ کا متولی تھا۔ اور مجوسیون مین اسکا بڑا درجہ تھا۔ خالد اُسی برمک کا بیٹا ہے"

یہی رائے[4] ابن خلکان کی ہے۔ لیکن فارسی تاریخون[5] مین برمک کی ایک وجہ تسمیہ اور بھی لکھی ہو جسکی ارباب لغت نے نہایت زور سے تائید کی ہو۔ اسلیے ہم بھی اُس وجہ تسمیہ کو مع اپنی رائے کے لکھتے ہین امید ہے کہ ناظرین اس لطیفہ سے بہت خوش ہونگے۔ اور چونکہ لغت اور تاریخ کے قریبًا ایک ہی الفاظ ہین لہذا برہان[6] قاطع سے

نوٹ [1] علامہ مسعودی نے برمک کو برموک لکھا ہے لیکن یہ تغیر صرف لہجہ کا ہے کیونکہ بصیغہ جمع برامکہ لکھا ہے [2] صفحہ ۱۴۸ اعلام الناس مطبوعہ بمبئی مطبع فتح الکریم [3] یہ شرح میسر نہین ہوئی لیکن قلائد العقیان مین وہ پورا قصیدہ موجود ہے جسکا مطلع یہ ہے ؎ الدہر یفجع بعد العین بالاثر ٭ فما البکاء علی الاشباح والصور [4] وفیات الاعیان لابن خلکان جلد دوم صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مصر [5] دیکھو روضة الصفا و تاریخ برمکی وغیرہ [6] تشریح برمک صفحہ ۱۱ مطبوعہ دار السلطنة کلکتہ

بقیہ عبارت متعلق لفظ برمک لکھی جاتی ہے کہ "چون جمال حالش (یعنی جعفر بن جاماس کہ پدر خالد برمکی) بزیور اسلام آراستہ گردید باعیال و اطفال بجانب دمشق کہ دار الملک حکام بنی امیہ بود توجہ نمود۔ بعد از چند روز ببارگاہ سلیمان بن عبد الملک آمد۔ چون چشم سلیمان بر جعفر افتاد رنگش متغیر شد۔ اشارہ فرمود تا اورا از مجلس بیرون بردند خواص و ندمای مجلس از صدور این حکم تعجب نمودہ از سبب آن پرسیدند۔ سلیمان گفت این شخص زہر ہمراہ دارد۔ گفتند چون معلوم خداوند شد؟ گفت دو مہرہ بر بازوی من بستہ است کہ ہرگاہ زہر یا طعام و شراب زہردار بمجلس درآورند۔ آنہا بحسب خاصیت حرکتی عنیف میکنند۔ حضار کیفیت حال از جعفر پرسیدند جواب داد بلے قدری زہر در زیر نگین انگشتری دارم بجہت آنکہ در ہنگام شدت الم بر مکم واز مذلت برہم لہذا اورا برمک و اولاد او برمکی ملقب و مشہور شدند"

یہی مضمون بادنےٰ تغیر صاحب روضۃ الصفا و علامہ ضیا برنی نے لکھا ہے۔ صرف اسقدر اختلاف ہے کہ مؤرخین کے نزدیک یہ واقعہ عہد سلطنت خلیفہ ولید بن عبد الملک کا ہے۔ اس موقع پر ہمکو اس تحقیقات کی ضرورت نہین ہے کہ جعفر بن جاماس دمشق مین کس خلیفہ کے عہد حکومت مین آیا۔ البتہ یہ تحقیق کرنا ضرور ہے کہ یہ وجہ تسمیہ کہانتک موزون ہے۔ ہمارے نزدیک عبارت مذکورہ بالا محض ایک لطیفہ ہے یا شاعرانہ خیال جسکو تحقیقات سے کچھ بھی تعلق نہین ہے۔ کیونکہ دربار خلافت مین آنے سے پہلے جعفر برمک کے لقب سے مشہور ہو چکا تھا۔ علاوہ برین دمشق مین آنے کی وجہ یہ بیان کیجاتی ہے

گردش فلکی اور افلاس جعفر کو بلخ سے دمشق مین کھینچ لایا تھا - اور یہ بھی مورخین کو تسلیم ہے کہ جعفر علاوہ فنون کے علم انشا اور شاعری مین فرزانہ روزگار اور اپنے زمانہ مین ایک دانشمند اور ضرب المثل شخص تھا - جب ہم جعفر کا یہ کمال تسلیم کرتے ہین تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جعفر ایسا شخص عرب کی زبان سے واقف نہو گا جو دربار کی زبان تھی ؟ کیونکہ **ولید بن عبدالملک** فارسی نہین جانتا تھا[1] لیکن ہمارے اس شبہہ پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کوئی ضرورت جعفر کو عربی زباندانی کی نہین تھی - کیونکہ گفتگو ترجمان کے ذریعہ سے ہوئی ہوگی - بالفرض اگر ایسا ہوا تو یہ وجہ تسمیہ جو لفظ برمکم سے ماخوذ ہے بالکل بیکار ہو جاتی ہے - کیونکہ دعوی یہ ہے کہ جسوقت جعفر کی زبان سے برمکم نکلا اسوقت سے اُسکا برمک لقب ہو گیا" یہ وجہ تسمیہ بناوٹ سے خالی نہین ہی سیدھی بات یہ ہے کہ جعفر برمکی کا یہ ابتدائی[2] واقعہ جب عربی سے فارسی تاریخون مین نقل ہوا تو مترجمین نے اس عربی لفظ کا جو اپنے موقع پر جعفر نے استعمال کیا ہوگا - بجاے تجورم یا اسی قسم کے دوسرے الفاظ کے اپنے فصیح محاورہ مین برمکم ترجمہ کیا اور انصاف یہ ہے کہ پورا حق ترجمہ کا ادا کیا ہے کیونکہ برمکم نہ تو کوئی نیا لغت ہے - نہ اسمین کوئی ندرت ہی - ہان یہ ضرور ہی کہ قلیل الاستعمال ہے - اور نثر کے علاوہ نظم مین بھی شعرا نے بک[3] اور برمک

نوٹ [1] جعفر کا دربار مین پیش ہونا واقعہ تاریخی ہے - باقی افسانہ ہے - اسلیے لفظ برمکم کی تشریح باعتبار لغت فارسی کے ہے جسکو واقعہ تاریخی سے کوئی تعلق نہین ہے اور نہ بحیثیت تاریخ ہم اسکو تسلیم کرتے ہین چنانچہ آیندہ وہ غلط قصہ بھی جو مشہور عوام ہے لکھا جائیگا -

[2] دیکھو نوادر المصادر مصنفہ منشی ٹیک چند بہار مصنف لغت بہار عجم (تحقیقات مصادر فارسی مین یہ ایک بےنظیر کتاب ہے)

(دکمیدن کے مشتقات ہین) لکھا ہے۔ چنانچہ مک کو بمعنی مکندہ حکیم سوزنی نے جو مشہور شاعر ہے اسطرح پر باندھا ہے ؎

یا بدزتو جواب نعم سائلِ نعم
از پیر سالخوردہ۔ تا طفل شیر مک

ایک دوسرا شاعر خاندان برامکہ کے زوال کا پر اثر سین دکھلا کر ارباب زمانہ کو یون نصیحت کرتا ہے۔

ای طفل دہر! اگر تو زپستان حرص وآز
روزے دو شیر۔ دولت و اقبال برمکی (فعل)
در مہد عمر غنسدہ مشو! از کمالِ خویش
یاد آور از زمانِ بزرگانِ برمکی (اسم)

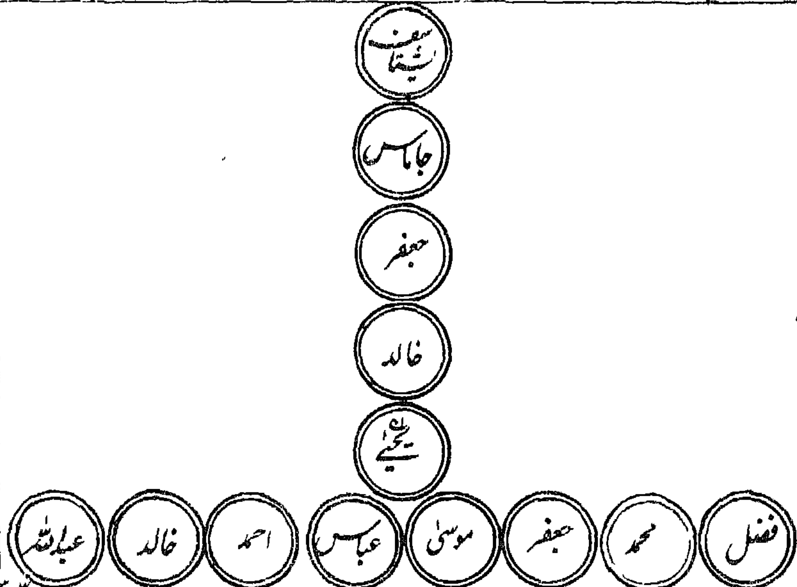
جو سند ہمنے پیش کی ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ جعفر نے جو کچھ کہا ہوگا وہ عربی مین کہا ہوگا۔ اور فارسی کے جس لفظ مین ترجمہ کیا گیا ہے وہ صرف ایک محاورہ ہے جسمین کسی تاویل اور معنی آفرینی کی ضرورت ہی نہین ہے۔

خاندان برامکہ کی ابتدائی حالت

روز ازل سے جسکی قسمت مین برمک اعظم ہونا لکھا تھا، وہ مشہور حکیم جاماس کا بیٹا، اور فیشاسف کا پوتا تھا جسکا نام جعفر برمکی ہے۔

جاماس اور شیتاسف کے حالات زندگی بالکل تاریکی مین ہین - اسلیے ہماری تاریخ بھی جعفر بن جاماس سے شروع ہوتی ہے - برامکہ کی لائف مین یہ بھی ایک عجیب و غریب بات ہے کہ جسطرح خاندانی عروج و اقبال جعفر کے نام سے شروع ہوا تھا ویسا ہی اُسکا ادبار اور زوال جعفر کے نام پر ختم ہوگیا - خاندان برامکہ سے عوام مین سب سے زیادہ جسکا نام مشہور و معروف ہے وہ جعفر بن یحییٰ ہے اور الف لیلہ مین جا بجا اسی کے عہد وزارت کے افسانے لکھے ہوئے ہین - چنانچہ ذیل کے شجرہ سے خاندان کی ترتیب معلوم ہوگی

شجرۃُ النسب آلِ برمکُ



(۱) یحییٰ کے نامور فرزند نو ہین جنمین سے اول چار مشہور ہین - اور انمین بھی جعفر کو سب پر فوق ہو - نوین لڑکے کا نام اسوقت تک با وجود تحقیقات کے معلوم نہین ہو

جعفر بن جاماس

جعفر بن جاماس جو خاندان برامکہ کی تیسری پشت مین ہے اسکے واقعات زندگی بھی اسقدر جمعدود ہین، کہ ہم جو مشہو[illegible]
اُسکی لائف کا پورا خاکا نہین کھینچ سکتے ہین۔ لیکن تاہم آتشکدۂ نوبہار کی تولیت کے سبب سے جو مختصر حالات معلوم ہوئے ہین وہ لکھے جاتے ہین۔ اور برامکہ کی ابتدائی تاریخ مین اس سے زیادہ مہتم بالشان، اور کوئی واقعہ بھی نہین ہے کہ نوبہار کی افسری کا تاج سب سے پہلے جعفر کے سر پر رکھا گیا۔ اور سب سے پہلے یہی جعفر بن جاماس ہے جو برمک کے لقب سے پکارا گیا۔ اگرچہ اس خاندان کا مورث اعلی اور ابوالآبا ئیشتاسف ہے لیکن تمام مورخین نے برامکہ کی تاریخ کی ابتدا عموماً جعفر سے کی ہے۔ بلکہ شہرت عام نے جعفر کا نام بھی مٹا دیا ہے۔ اور صرف برمک اول بجاے جعفر برمک کے لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ حمداللہ[۱] مستوفی نے اپنی مشہور تاریخ نزہت القلوب مین اسلام کے ابتدائی واقعات لکھتے ہوے برامکہ کے متعلق یہ ریمارک کیا ہے کہ "در سنہ ۹۷ھ[۲] سبع وتسعین آغاز دولت برامکہ بود۔ واول شان جعفر برمکی کہ بہ جعفر بلخی مشہور بود۔ از تخم گودرز۔ دستور اردشیر[۳] بابکان ست۔ ونود سال دولت وزارت درانخاندان بود از ایشان پنج کس وزارت کرد وجہان کرم وکریم جہان بودند" اس تحریر سے یہ معلوم ہوا کہ جعفر برمکی جو اپنے

نوٹ ۔ سلہ نزہت القلوب صفحہ ۲۹ مطبوعہ بمبئی۔

سلہ ولید بن عبدالملک کی حکومت کا خاتمہ ہوچکا تھا اور سلیمان بن عبدالملک سلطنت پر بیٹھا تھا۔

سلہ اردشیر بن بابک بن ساسان عجم کا مشہور بادشاہ ہے۔

شہر بلخ[1] کی وجہ سے دنیا مین مشہور تھا۔ گودرز وزیر اردشیر بابکان کی نسل مین تھا
وزارت اسکا موروثی ترکہ تھا۔ چنانچہ اس عزت سے وہ خود بھی ممتاز ہوا۔ اور اُسکی
نسل مین سے چار شخصون کو شرف وزارت حاصل ہوا۔ اور نوّے برس تک
ملک مین وزارت قائم رہی۔

حسب ونسب

جعفر نسباً ومذہباً آتش پرست تھا۔ دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدس
مین اس سے زیادہ اور کیا درجہ ہو سکتا ہے، کہ آتشکدہ نوبہار کا
متولی تھا۔ جسکے سامنے سلاطین کی گردنین جھک جاتی تھین۔ اور تمام قوم اور ملک
مین جعفر برمکی کا اعزاز صرف نوبہار کے صدقے مین تھا۔ چونکہ برامکہ کی شہرت اس
آتشکدہ سے وابستہ ہے لہذا مختصر کیفیت نوبہار کی بھی لکھی جاتی ہے جس سے جعفر برمکی کی
وقعت کا ناظرین خاص اندازہ کرسکین۔

نوٹ [1] منوچہر بن ایرج بن فریدون نے اس شہر کو آباد کیا تھا۔ صوبہ خراسان مین یہ اول درجہ کا شہر تھا۔ اور بہ سبب نوبہار کے مقدس سمجھا جاتا تھا۔ یونانی اسکو بکٹریہ کہتے ہین۔ عربون نے یہان کے موسم گرما کی بڑی تعریف لکھی ہے۔ مسلمانون نے خلیفۂ سوم کے زمانہ مین یہ شہر فتح کیا تھا۔ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اس شہر کے مشہور ومعروف لوگ ہین۔ چنگیز خان نے ۱۲۲۱ عیسوی (۶۱۸ھ) مین اسپر قبضہ کیا تھا۔ اُسوقت سے آجتک برابر تنزل کی حالت مین ہے۔ اب اس شہر مین ۴۶۰ گانون ہین۔ افغان۔ ازبک۔ تنجت۔ اور پہاڑی جسمین آباد ہین۔ جس زمانہ مین اسلام کی عملداری تھی اُسوقت شہر وقصبات ملاکر ۱۲۰۰ مسجد ونمین صرف جمعہ کی نماز ہوتی تھی آثار قدیمہ مین سے سلطان سنجر کی ٹوٹی پھوٹی مسجد ابتک موجود ہے۔ ماخوذ از تاریخ ماوراء النہر آثار الاول وجغرافیۂ جام جم وفریدۃ الغرائب۔

آتشکدۂ نوبہار

دنیا مین جسقدر مشہور و معروف آتشکدے تھے منجملہ اُنکے نوبہار[1] بھی بلخ کا آتشکدہ
تاریخی یادگار ہے۔ اور مؤرخین نے بلحاظ عظمت و شہرت کے نوبہار کا چوتھا نمبر لکھا
اور چونکہ[2] ہر آتشکدہ کسی نہ کسی دیوتا کے نام سے منسوب ہوتا تھا اسلیئے منوچہر بادشاہ فا

نوٹ [1] دیکھو نوٹ صفحہ ۳۳ و تاریخ مسعودی جلد پنجم حاشیہ کامل اثیر صفحہ ۱ ۔ حالات بیوت النیران۔
[2] عہد فریدون سے آتشکدونکی بنیاد پڑی ہی۔ کیونکہ اہل فارس آگ کو نور مجسم سمجھکر اُسکی پرستش کرتے تھے۔ اور سمجھتے
کہ خالق اور مخلوق مین آگ ایک واسطہ ہے اور تمام دنیا کی ابتدا آگ سے ہوئی ہے۔ اور مجوسی آتشکدونمین اعتکاف کیا کر
چنانچہ اصول مذہب کی روسے فریدون نے اول خراسان مین ایک آتشکدہ بنایا۔ بعدہٗ سجستان اور رَے مین بنائے گئے۔
زردشت مجوسی کے ظہور سے قبل دس آتشکدے مختلف مقامات مین موجود تھے۔ اور اسکے ظہور کے بعد تو وہ کثرت ہو
جسکا شمار نہین ہو سکتا ہی۔ چنانچہ بعض بعض آتشکدے بہت مدت تک قائم رہے۔ اور چوتھی صدی تک فارس مین جس
آتشکدے تھے اُسکی نسبت ابن حوقل بغدادی اپنے جغرافیہ مین لکھتا ہے کہ "وہ اس کثرت سے ہین۔ اور بے شمار کہ
سرکاری کاغذات کے کوئی شخص انکا احصا نہین کرسکتا" اور اس کثرت کی نسبت علامہ مسعودی کا یہ خیال ہے کہ
نے زیادہ ترقی شروع کی تو مجوسیون نے اس خیال سے متفرق مقامات مین آتشکدے قائم کرنا شروع کردیے کہ
برباد ہو جائیگا تو دوسرا ضرور باقی رہیگا۔ چنانچہ عہد قدیم کے خاص خاص آتشکدے حسب ذیل مقامات مین تھے

نام مقام	نام تعمیر کنندہ
سابور	دارا بن دارا۔
جور	اردشیر بن بابک۔ اس آتشکدہ کا نام برباَل تھا۔ دوسرا آتشکدہ خلیج قسطنطنیہ مین بنایا تھا جو عہد خلیفہ مہدی عباسی
توس	عہد فریدون مین تعمیر ہوا کوسجہ نام تھا۔
جبل اصفہان	گشتاسف بادشاہ۔ اس آتشکدہ کا نام مارس تھا۔ پہلے یہ صنم خانہ تھا۔
صنعاء	ضحاک۔ اس آتشکدہ کا نام غمدان تھا۔ عہد خلیفہ سوم مین توڑا گیا۔ ایک برج اسکا آج تک موجود ہے۔
ارض عراق	تعمیر کردۂ بوران بنت کسرے۔
اصطخر	قدیم آتشکدہ تعمیر کردہ ہما دختر بہمن۔ اسکے علاوہ کرمان۔ طبرستان۔ الجبال آذربیجان۔ ہند و سندھ مین بکثرت آتشکدے تھے

ب کے نام پر یہ آتشکدہ بنایا تھا - اسکی عمارت نہایت مضبوط - اور رفیع الشان تھی
چھت پر بلند نیزے گڑے ہوئے تھے جنپر حریر سبز کے پھریرے اُڑا کرتے تھے - اور
یک پھریرہ طول مین سو گز ہوتا تھا - چنانچہ شدت ہوا سے جب کبھی نیزے سے کوئی
یرہ الگ ہو جاتا تھا - تو کئی کئی میل کے فاصلہ پر جا کر ٹھہرتا تھا - مجاوروں کے رہنے
داسطے تین سو ساٹھ حجرے بنے ہوئے تھے - اور اکثر چڑھاوے مین علاوہ بڑی بڑی
ون کے اہل ملک حریر سبز کے پھریرے چڑھاتے تھے جسکا یہ اثر تھا کہ ایک ایک
ولی خادم اس آتشکدہ کا امیر کبیر بنا ہوا تھا - اور جعفر برمکی جسکو پیر مغان کہنا مناسب
ہے اُسکی دولت و ثروت کا اندازہ کون کرسکتا ہے ؟ - لیکن نوبہار کی عمر طبعی ہو چکی تھی
لیے اب اُسکی خزان کا وقت آیا - اور سنہ ۳۱ ہجری مین خراسان فتح ہوا - اور حکومت اسلام
م اطراف مین پھیل گئی - اُسوقت یہ آتشکدہ بھی سرد ہو گیا - اور جو آگ عہد منوچہر سے جلتی
ی آتی تھی - وہ چشم زدن مین راکھ ہو کر اُڑ گئی[1] - اور خاندان برامکہ پر بھی مصیبت کا لشکر

نوٹ [1] علامہ زمخشری نے ربیع الابرار مین لکھا ہے کہ خالد برمکی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
نے مسلمان کیا تھا - اور اُسکا نام عبد اللہ رکھا تھا - اور تاریخ ماوراء النہر کا مصنف لکھتا ہے کہ جب بلخ
فتح ہوا ہے اُسوقت متولی برمک (نام نہین لکھا ہے) مسلمان ہو گیا - اور چونکہ بلخ کی حکومت پہلے سے برمک
کے قبضہ اقتدار مین تھی - اسوجہ سے ادائے خراج کی ذمہ داری پر خلیفہ سوم نے بدستور برمک کی سپرد کی
رکھا - صفحہ ۳۰ تاریخ ماوراء النہر مصنفہ معتمد السلطان محمد تقیخان - زمخشری کی روایت مین
خالد کا نام ہے اسواسطے روایت کا دوسرا جزو بھی ضعیف معلوم ہوتا ہے کیونکہ خالد سنہ ۹۰ ہجری مین
تھا - اور اُسوقت بلخ فتح ہوئے انسٹھ ۵۹ برس ہو چکے تھے اور تفویض حکومت بلخ کا واقعہ بجز اس تاریخ
کسی تاریخ مین نہین ملا - وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ -

ٹوٹ پڑا اور انکا جاہ وجلال جاتا رہا کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اسلام پورے عروج
اور ممالک مفتوحہ کے بڑے بڑے خاندان اسلام قبول کرتے جاتے تھے لیکن مس
شہادت کی روسے یہ کہنا مشکل ہے کہ خاندان برامکہ مین اسلام کب آیا اور فتح خر
کے بعد اس خاندان پر کیا کیا انقلاب آئے۔ مگر اسمین شک نہین ہے کہ ایک ز
تک جعفر نے اپنے وطن کو نہین چھوڑا۔ لیکن آخر کار امید منفعت یا شوق سیاحت
جعفر برمکی کو بھی بلخ سے ہمیشہ کے لیے خیرباد کہنے پر مجبور کیا اور وطن سے دمشق مین

جعفر کی قابلیت

جعفر علاوہ حسن صورت کے علم وفضل مین خاص امتیا
رکھتا تھا۔ علم ادب، انشاپردازی۔ شاعری مین ضرب المثل
غرضکہ دنیاوی اعزاز کے واسطے کوئی ایسی صفت نتھی جو فیاض ازل نے جعفر سے در
رکھی ہو۔ اور غالباً یہی کمال جعفر کو بلخ سے دمشق مین لایا تھا۔ کیونکہ اس عہد مین دربار
کے سوا اظہار کمالات کا کوئی دوسرا موقع اہل علم کے حق مین نتھا۔ جب جعفر دمشق پہنچا ہے تھے

عہد خلافت ولید ابن عبد الملک

خاندان امیہ کا ساتوان تاجدار ولید بن عبد الملک[1] تخت
سلطنت پر جلوہ افروز تھا۔ یہ خلیفہ سنہ ۸۶ھ مین اگرچہ
تخت نشین ہوا۔ اور سنہ ۹۶ھ مین فوت ہوگیا۔ لیکن اس عرصہ مین فتوحات کی نہایت
ترقی ہوئی۔ ہندوستان پر فوجکشی ہوئی۔ دیبل (ٹھٹھہ) فتح ہوا۔ خوارزم۔ و سمرقند
وکابل و فرغانہ پر اسلامی نشان اُڑتا تھا۔ علاوہ اسکے حدود اسلامی کے دائرہ مین

نوٹ۔ [1] صفحہ ۲۰۸۔ تاریخ سیوطی مطبوعہ مصر حالات الولید بن عبد الملک۔

ے جا ... ام داسپین اور تمام افریقہ کا رقبہ داخل تھا۔ اور خاص دارالخلافہ دمشق کی شان شوکت و
عظمت کا کیا پوچھنا ہے۔ چنانچہ پایۂ تخت کی عظمت و جلال دیکھکر جعفر حیرت زدہ رہگیا۔ اَب
جعفر کو یہ فکر ہوئی کہ کسی حیلہ سے دربار کا داخلہ میسر ہو۔ اور حقیقت مین غریب مسافر کیلیے
... ایک مشکل موقع تھا۔ مگر اپنے مطلب مین کامیاب ہونے کے واسطے جعفر نے یہ تدبیر
... نکالی کہ اول امرای دربار اور ارکین سلطنت سے ملنا شروع کیا۔ چونکہ جعفر ایک مشہور
... آتشکدہ کا متولی اور رئیس اعظم تھا (عام اس سے کہ وہ مسلمان ہوچکا تھا یا اسلام کیجانب
... مائل تھا) اسلیے تمام اسلامی سوسائیٹون مین اسکی عزت ہوتی تھی۔ اور قطع نظر اس
... خصوصیت کے جعفر کی شیرین کلامی اور فصاحت و بلاغت کا جادو عبدالملک کے
... ہر ندیم پر اپنا اثر کرچکا تھا۔ اسلیے دمشق[1] کے ہر گلی کوچہ مین جعفر کی نکتہ سنجی کی داد دیجاتی
تھی۔ ارکین سلطنت نے جب ہر طرح پر جعفر کی قابلیت کا اندازہ کرلیا اُسوقت بسبیل
تذکرہ خلیفہ ولید سے جعفر کے مفصل حالات بیان کیے۔ خلیفہ نے جعفر کے حالات سُنکر

ٹ [1] اقلیم چہارم مین یہ شہر بہت قدیم ہے۔ اور شام کے تمام شہرون سے بڑا ہے۔ چار ہزار برس سے زیادہ
عرصہ گذرا جب ارم بن سام بن نوحؑ نے اسکو آباد کیا تھا۔ آٹھ میل کے دور مین آباد ہے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ باغ ارم
اسی شہر مین تھا جسکو شداد عاد نے عمارت بناکر وسیع کردیا تھا۔ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ اسی کی صفت ہے
ابتدائے زمانہ سے آجتک مختلف خاندانون مین اسکی حکومت رہی ہے۔ اور اسکے فتح کرنے مین ہر قوم کا قریبًا حصہ ہے
چنانچہ اول شاہان بابل و فارس نے اسپر قبضہ کیا۔ اور چار سو برس تک اُنکا ماتحت رہا۔ بعدہٗ ڈھائی سو برس تک
یونان کا فرمانبردار رہا۔ جب یونان کا زوال ہوا تو رومیون کے سایہ مین چلا گیا۔ ساڑھے سات سو برس کے بعد رومیون سے
... نے چھین لیا۔ اور ساڑھے چار سو برس اُسپر حکمران رہے ۳۳۲ برس قبل حضرت عیسیٰ کے سکندر اعظم نے
... اور ... ع مین ایرانیون نے بالکل تباہ کردیا۔ لیکن ۱۳ھ ۶۳۴ع مین خلیفۂ اول کے اخیر عہد مین مسلمانون کے
... آیا۔ اور ۴۲ھ ۶۶۲ع مین امیر معاویہ نے اپنا دارالخلافہ بنایا۔ چنانچہ اُسوقت سے دمشق ترقی کرتا گیا اور جسوقت

یہ خیال کیا کہ اگر فی نفسہ جعفر جامع صفات نہوتا توکسی کو اُسکے فضائل بیان کرنے میرے حضور مین جسارت نہوتی۔ اور خود اہل دربار کا جعفر کو پیش کرنا اسپر دلیل ہے کہ وہ گرانمایہ جوہر ہے۔ کیونکہ اہل دربار کو یہ اندیشہ توضرور ہی ہوا ہوگا۔ کہ جعفر کی شہرت مجھ تک توضرور پہنچ جاویگی۔ اسلیے خود ہی انھون نے تمام حالات عرض کر دیے چنانچہ ولید ابن عبدالملک نے دل ہی دل مین یہ فیصلہ کرکے حکم کر دیا کہ اچھا جعفر دربار عام مین پیش کرو۔ چنانچہ جعفر خلیفہ کے روبرو حاضر لایا گیا۔ لیکن خلیفہ نے اُسکی شکل دیکھتے ہی چوبدار کو یہ حکم دیا کہ جعفر کو سزا دیجاے"۔ خلیفہ کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور وہ بھی اس سختی سے کہ جعفر کھڑے سے گرپڑا اور گرتے ہی بیہوش ہوگیا۔ جعفر اسی خون آلودہ، دربار سے باہر بھیجدیا گیا۔ اہل دربار کے واسطے جعفر کی سزا ایک پہلی تقریر

بقیہ نوٹ جعفر یہان پہونچا ہے یہ اُوسکے عروج کا زمانہ تھا۔ بعدہ سلطنت عباسیہ۔ فاطمیہ سلجوقیہ کے قبضہ میں رہا۔ ۱۲۶۰ء و ۱۳۰۰ء کے کروسیڈ کے بعد پندرھوین صدی مین تیمور نے قبضہ کرکے برباد کیا۔ لیکن ۱۵۱۶ء یعنی ۹۲۲ھ سے سلیم اول سے ترکون کے قبضہ مین ہی۔ اور اب غازی عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہ کی تلوار کے نیچے سر جھکائے ہے۔ قدامت کے ہزارہا منظر اس شہر مین ہین۔ چنانچہ ولید بن عبدالملک کی بنوائی ہوئی مسجد جسمین ۵ کرور ۲۳ لاکھ روپیہ صرف ہوا تمام دنیا مین بےنظیر تھی اول یہ مسجد ایک ہیکل عظیمہ تھی جو مشتری کے نام پر بنائی گئی تھی۔ جب یونانیون سے عیسائیون کے قبضہ مین آئی توکنیسہ ہوئی جب مسلمانون نے لیا تو مسجد بنا دیا۔ اور دنیا کی مشہور سیرگاہون یعنی صغد سمرقند۔ شعب بوان۔ ابلہ بصرہ کے بعد غوطہ دمشق ہی۔ بقول ابن حوقل سیاح کے آٹھ دن تک مسافر اس سیرگاہ کی حد مین سفر کرسکتا ہی اور اُسکو سایہ دار درخت باغستان جانفزا۔ اور خوشگوار پانی کے چشمے ملتے ہین"۔ ماخوذ از جغرافیہ جام جسیم وسفرنامہ ابن جبیر۔ وجغرافیہ یاقوت۔ وتاریخ نزہتہ القلوب وفریدۃ العجائب ابن الوردی۔ وتاریخ مسعودی وغیرہ۔

ٹ اس جگہ سے تاریخ نے ناول کی صورت اختیار کی ہے اور تمام عجمی مؤرخون نے خوب خوب اس واقعہ کو رنگا ہے۔ صرف بلحاظ شہرت عام ہمنے بھی لکھدیا ہے تاکہ ناظرین کو اُسکی اصلی حالت معلوم ہوجاوے اور مغالطہ مین نرہین۔

کا بوجھنا مشکل تھا۔ اکثر اہل دربار نے چاہا کہ اس معمے کو حل کرین۔ لیکن جلال شاہی سے
وقت کسی کو جرأت نہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے۔ اور سب حیرت زدہ رہگئے
لیکن اپنے کیے ہوے فعل سے خجل تھے۔ کہ ناحق ہمنے غریب جعفر کو سر دربار رسوا کیا،، اس
واقعہ کے بعد ایک عرصہ تک دربار مین جعفر کا تذکرہ نہین ہوا۔ پھر چند احباب جعفر کی عیادت
کو گئے۔ دیکھا تو سقیم الحال پایا۔ ضعف اور ناتوانی نے جعفر کو نڈھال کر دیا تھا۔ سب کو
اسکی شکستہ حالی اور غریب الوطنی پر ترس آگیا۔ اور مختلف طور پر سب نے خدمت کی۔
جعفر نے احباب کا شکریہ ادا کیا۔ اور چلتے وقت نہایت عاجزانہ لہجہ مین یہ درخواست کی
کہ جسطرح ممکن ہو۔ براہ مہربانی خلیفہ سے یہ دریافت کیجیے کہ آخر میری سزا کا باعث کیا تھا؟،،
سب نے اقرار کیا اور وقت کے منتظر رہے۔ ایکدن خلیفہ کو بشاش دیکھکر عرض کیا کہ "اگر
امام والا کو معلوم ہو کہ جعفر برمکی کا یہ قصور تھا۔ تو جہانتک ممکن ہو اُس کام سے پرہیز کیا جائے،،
اُسوقت خلیفہ نے اپنے مصاحبون کے جواب مین یہ ارشاد فرمایا کہ "جعفر کو دربار مین حاضر
ہونیکا کچھ بھی شعور نہین ہے۔ جب وہ میرے حضور مین آیا تو اُسکے پاس زہر موجود تھا۔
بس یہی اُسکا قصور تھا۔ جسکی سزا دیگئی۔ کیونکہ بادشاہون کے حضور مین جانا اور اپنے
پاس زہر رکھنا کونسے سلیقہ کی بات ہے؟ خصوصًا ایسے شخص کے لیے کہ جو بادشاہون
کی منادمت کا امیدوار ہے۔ میرے نزدیک اُسکا یہ فعل نہایت ہی قابل نفرت ہے۔ اور
حال مجھے اسطرح معلوم ہوا کہ میرے بازو پر دو مہرے بندھے ہین۔ اُنکی یہ خاصیت ہے
کہ جسوقت زہر کی بو اُنکے پاس پہنچ جاتی ہے تو اُنمین حرکت ہوتی ہے۔ چنانچہ جعفر

جسوقت میرے سامنے آیا ہے اُسوقت اُن دونون مہرون مین سخت حرکت ہوئی
جس سے مجھے معلوم ہوگیا کہ جعفر کے پاس زہر ہے" جعفر نے یہ خبر سنی تو اُسکا اعتراف
کیا - اور کہا کہ "حقیقت مین اُسوقت میرے پاس زہر موجود تھا" اور یہ میری محض گستاخی
بے ادبی تھی کہ مین دربار مین زہر لیکر حاضر ہوا" جعفر کا یہ واقعہ عبداللہ اثری کی تاریخ مین
موجود ہے - اور بعض اور تاریخون مین بھی اسکا ذکر ہے - لیکن مستند مورخین[۱] نے اس قصہ

نوٹ[۱] مین نے تاریخ اسحاقی مشہور باخبار الاول مین بھی یہ قصہ پڑھا ہے اور وہ اسطرح پر کہ ایکدن منصور عباسی
کے دربار مین خالد برمکی حاضر ہوا لیکن خلیفہ نے خالد کو بیٹھنے کی اجازت نہین دی اور کہا کہ "تمھارے پاس زہر ہے"
خالد نے تسلیم کیا اور کہا کہ "بیشک میری انگوٹھی مین نگینہ کے نیچے زہر ہے - اور وہ اسلیے ہو کہ درباریون کے دشمن بہت
ہوتے ہین معلوم نہین کہ کسوقت زندگی سے دل سیر ہو جاے اور موت کی آرزو ہو - چنانچہ اس غرض سے مین زہر
رکھتا ہون کہ وقت ضرورت کے کھالون اور رسوائی سے محفوظ رہون،، (جعفر کی وجہ تسمیہ مین اسی فقرہ پر استدلال کیا
ہے کہ دم ہنگام شدت الم برکم واز مذلت برہم) چنانچہ یہ عذر خلیفہ نے تسلیم کیا - باقی افسانہ مہرونکی لڑائی کا بجنسہ ہے
لیکن تاہم بہت مختصر ہے - فارسی تاریخون مین طول دیکر فسانہ عجائب بنا دیا گیا ہے - چنانچہ ضیاء برنی نے اسکے ثبوت مین
ایک نظیر بھی پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ شاہ طبرستان کے پاس ایک طلائی مچھلی تھی - اور وہ دریا سے پھینکی ہوئی
انگوٹھیان ڈھونڈھکر نکال لاتی تھی اور سطح دریا کے کنارے پہنچکر مُنہ سے انگوٹھی اوگل دیتی تھی جسکا تجربہ خود اسی
جعفر نے کیا تھا اور صاحب نگارستان بحوالہ تاریخ حبیب السیر لکھتا ہے کہ "خلیفہ ولید نے یہ مچھلی طبرستان سے منگا کر خود
تجربہ کیا تھا" بلکہ اس مچھلی کے مقابلہ مین اُنھون نے ایک قمری کو پیش کیا ہے - یعنی سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان
کسی راجہ نے ایک قمری بھیجی تھی - اور اُسمین یہ صفت تھی کہ جب دسترخوان پر مسموم طعام آتا تو قمری کی آنکھون سے
آنسو جاری ہو جاتے تھے - اور جو قطرہ ٹپکتا تھا وہ مثل پتھر کے ٹکڑے کے ہو جاتا تھا - اور زخمون پر
لگانے سے مرہم کا کام دیتا تھا" علاوہ حبیب السیر وغیرہ کے نظام الملک وزیر ملک شاہ سلجوقی
نے بھی نہایت عمدہ الفاظ مین جعفر کا یہ قصہ لکھا ہے - ناظرین اگر مفصل دیکھنا چاہین تو کتاب
سیاست نامہ نوشتہ نظام الملک صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۶ مطبوعہ پیرس (دار السلطنہ فرانس) ۱۸۹۱ع
ملاحظہ فرمائین -

...ہ غلط سمجھا ہے اور ایسے واقعہ نگارون کو سادہ دل اور عجائب پرست قرار دیا ہی - اور
...بقت مین یہ واقعہ بالکل لغو اور مہمل ہے - بلکہ منجملہ اُن عجیب و غریب قصہ کہانیون کے ہی
...با دشاہون کے دربار مین قصہ گو بیان کیا کرتے ہین - جسکو تاریخ سے کوئی واسطہ اور
...ق نہین ہوتا ہے - چنانچہ بطور نمونہ ہمنے بھی جعفر کا یہ قصّہ لکھا ہے ورنہ فی نفسہ یہ کوئی
...نہین ہے واللہ د .ما قال سے اگلے وقتون کے ہین یہ لوگ انھین کچھ نہ کہو + جو کہ
...ون کو صحیح اور بجا کہتے ہین + بہر حال تاریخی حیثیت سے یہ ثابت نہین ہے کہ ولید بن
...الملک کے دربار مین جعفر اول مرتبہ کس تقریب سے پیش ہوا - اور پھر اسنے کسطرح پر ولید
...بنا گرویدہ بنا لیا - لیکن یہ ضرور ثابت ہے کہ ولید بن عبد الملک نے جعفر کو درجہ کتابت [2]
...پہنچا دیا تھا - لیکن جعفر نے چندہی سال مین اپنی خداداد قابلیت سے سلیمان بن عبد الملک
...عہد مین کتابت سے وزارت کا معزز عہدہ حاصل کر لیا تھا - اس سے زیادہ کوئی اور
...رنامہ جعفر کا ایسا نہین ہے جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جاوے - البتہ دو امر قابل اظہار
...ن ایک یہ کہ خلیفہ ولید کے فیض صحبت سے جعفر مسلمان [3] ہوا - اور پھر تمام خاندان مین اسلام
...قی رہا - بلکہ بہ حیثیت اسلامی جو کارنامے کیے ہین وہ زمانہ مین یادگار ہین - دوسرے
یہ کہ اسی مبارک زمانہ مین جعفر کے ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام خالد ہے - اور یہی بلند اقبال

نوٹ سلہ دیکھو تاریخ ضیاء برنی ؛ ہفت قلزم جلد ۲ صفحہ ۱۸ -

سلہ ؛ زمانہ حال کی اصطلاح مین کتابت کا عہدہ چیف سکرٹری کے معنے مین ہے -

سلہ عربی تاریخون مین جعفر کے اسلام کی کوئی صراحت نہین ہے لیکن یہ قرین قیاس ہے کہ جعفر اسی زمانہ مین مسلمان ہوا ہے - جیسا کہ ضیاء برنی نے لکھا ہے -

لڑکا ہے جو دراصل خاندان برمک کی شہرت عام کا ذریعہ ہوا ہے۔اب ہم جعفر بن جا[ماسپ]
کے حالات کو ختم کرتے ہین کیونکہ تاریخ کے صفحات پہ آگے اندھیرا چھایا ہی جو چند واقع[ات]
تحریر ہو چکے ہین ناظرین اسی کو غنیمت سمجھین۔اب خالد برمکی کے حالات لکھے جاتے ہین

خالد بن جعفر برمکی

خالد کی ولادت

جعفر برمکی کا یہ ہونہار، اور بلند اقبال لڑکا خلیفہ ولید بن عبد الملک کے زمانے مین پیدا ہوا۔ابن[1] عساکر نے تاریخ دمشق مین خالد کا سنہ ولادت سنہ ۹۰ھ لکھا ہے۔لیکن مؤرخین کا اسمین اختلاف ہے کہ دراصل خالد جعفر برمکی کا لڑکا تھا یا نہین۔تاریخ[2] طبری کبیر۔ابن[3] خلدون۔و کامل ابن[4] الاثیر کی تحریر کا یہ خلاصہ ہے کہ سنہ ۸۶ھ مین قتیبہ بن مسلم حجاج[5] کیطرف سے خراسان مین گورنر ہو کر آیا۔اور کثیر التعداد فوج جمع کر کے مرو پہ فوجکشی کی طیاری کی۔جہاد کے جوش مین بلخ کی اطراف و جوانب

نوٹ [1] ابن خلکان صفحہ ۱۳۲۔جلد ۲ [2] طبری جلد سوم [3] ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۵۹۔
[4] کامل اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱۔ [5] یہ حجاج بن یوسف ثقفی ہے۔جو خلیفہ عبد الملک کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔اسکا ظلم حاتم کی سخاوت سے کم مشہور نہین ہے۔حجاج کی سفاکیان زیادہ تر ائمہ مذہب اور پیشوایان دین متقین صحابہ کرام اور عامہ مسلمین کی تعداد جو حجاج نے قتل کرائی ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔اسکے ظلم کی انتہائی تعریف یہ ہے کہ جو حضرت عمر بن عبد العزیز (نوین خلیفہ خاندان امیہ) نے کی ہے کہ "اگر اور پیغمبرون کی امتین سب ملکر اپنے اپنے زمانے کے بدکارون کو پیش کرین اور ہم صرف حجاج کو مقابلہ مین لا دین تو واللہ ہمارا پلہ بھاری رہیگا"۔بے سقف قیدخانہ اسی کا ایجاد ہے۔مرد و عورت سبکو ایک زنجیر مین اسی نے قید کیا۔صحرانشین لوگون کے ہاتھو نپر انکے اور انکی ولادت گاہ کے نام گدوائے۔عرب کی کشتیون پر رال کا روغن لگایا۔سب سے پہلے جسکے دربار مین ہزار خوان کھانے کے اہل مجلس کے سامنے رکھے گئے وہ یہی حجاج ہے۔

...ے جاتے تھے چنانچہ صالح بن مسلم کی سپہ سالاری مین بمعیت

... عبداللہ بن عمرو، علی الخراج و عثمان بن العدی، برکش

...روں کے مرو پر لشکر روانہ ہوا۔ اور صالح اس مہم مین کامیاب ہوگیا۔ لیکن

... کا صلح پر ہوا۔ اس لڑائی مین جو لونڈیان گرفتار ہوکر آئین اُنمین برمک اصغر

... جو آتشکدہ نوبہار سے گرفتار ہوکر آئی تھی۔ موجود تھی۔ جب غنیمت تقسیم ہوئی

... عبداللہ بن مسلم کے حصہ مین آئی چند روز بعد صلح ہوئی تو قتیبہ کے حکم سے

... بھی واپس ہوئین۔ تب مجبوراً عبداللہ کو بھی یہ عورت واپس کرنا پڑی۔ اُسوقت

... نے کہا کہ "اے عرب! مجھے تیرا حمل رہگیا ہے" لیکن مطابق صلح کے یہ لونڈی

... کر دی گئی۔ مگر یہ طے پایا کہ "اگر بیٹا ہو تو ہمارا ہے" چنانچہ اُس عورت سے خالد

...ا" بہر حال خالد خواہ عبداللہ بن مسلم ہی کا بیٹا کیون نہو۔ مگر سلسلہ نسب مین

... طور پر جو تاریخی شہرت ہے وہ جعفر کے نام سے ہے اور خالد بن جعفر برمکی مشہور ہے

... اسکا اعتراف تو ہر مؤرخ کو ہے کہ خالد کی پرورش جعفر برمکی کے سایہ عاطفت مین ہوئی ہے

تعلیم و تربیت

لیکن تعلیم و تربیت کے مزید حالات مین ہماری واقفیت محدود ہے

البتہ تاج العروس[۲] سے صرف اسقدر پتہ معلوم ہوا ہے کہ

... کشمیر کے پہاڑون مین خالد کی تعلیم ہوئی تھی۔ چونکہ یہ زمانہ علوم و فنون کی بہار کا

... اور تمام اطراف ہندوستان علمی خزانون سے معمور تھے۔ اسلیے تعجب نہین کہ دمشق سے

ط ۱ یحیی کے دادا جعفر برمک کا لقب برمک اصغر اور دادا اس کا برمک اکبر تھا۔ تاج العروس جلد ۷ صفحہ ۱۰۹۔ ۲ تاج العروس جلد ۷ صفحہ ۱۰۹

مزید تجربہ اور حصول علم کے لیے خالد کشمیر بھیجا گیا ہو۔ اور چونکہ جعفر خود بھی فرزانہ روزگ

اسلیے یہ صحیح سمجھنا چاہیے کہ خالد بھی اعلے تعلیم و تربیت کا ایک عمدہ نمونہ تھا۔

جس طرح تاریخون سے یہ ثابت نہین ہوا کہ جعفر برمکی نے خلافت امیہ مین کیا کیا کا

کیے۔ بجنسہ یہی حالت خالد کی ہے۔ اور کوئی واقعہ ایسا نہین ہے جو ہشام بن عبدالم

کے عہد تک قابل تحریر ہو۔ کیونکہ ہشام[1] کے زمانہ تک جعفر بن جاماس بھی زندہ تھا۔

خالد کی شہرت عام اور اُسکی تمام کارگزاریان خلافت عباسیہ سے وابستہ ہین۔ لیک

خلافت عباسیہ کے ابتدائی دور مین خالد نے آل عباس کے ساتھ کیا کیا اور اُسکی

نے آیندہ خلفا کو کس عروج پر پہنچا دیا؟ اس مسئلے کے سمجھنے کیواسطے چند سطرین

جاتی ہین۔ جس سے خلافت کا اجمالی سلسلہ اور بنوامیہ کی سلطنت اور دولت

کے آغاز کا حال معلوم ہوگا۔

بنواُمیہ کی سلطنت کا زوال اور دولت عباسیہ کا آغاز

دولت بنی اُمیّہ کا زوال اور آل عباس کا ظہور اقب

کیونکر ہوا۔ یہ ایک وسیع مضمون ہے جسکی تفصیل کا یہ

نہین ہے۔ ناظرین تاریخ المامون ملاحظہ فرمائین۔

نوٹ [1] ہشام بن عبدالملک سنہ ۱۰۵ھ مین تخت نشین ہوا اور سنہ ۱۲۵ھ مین فوت ہوگیا۔ اسکے عہد مین زید بن علی بن حسین نے اہل کوفہ سے بیعت کی۔ مگر جب ہشام کیطرف سے فوج آئی تو تخمیناً ۵۰۰ آدمیون نے امام کا ساتھ دیا۔ آخر امام شہید ہوے۔ خاندان عباسیہ کی سلسلہ جنبانی پہلے پہل اسی کے عہد مین ہوئی۔ اور اسلامی ترقی یورپ مین فرانس تک پہنچکر رک گئی۔ مثنوی صبح امید مین پروفیسر شبلی نے اسی مضمون کیطرف اشارہ کیا ہے۔ ؎

وہ نیزۂ خونفشان کہ جس کر * ٹھہرا تھا فرانس کے جگر پر

اور مروان حمار پر خلافت امیہ کا خاتمہ ہوگیا۔ جو سنہ ۱۲۷ھ مین تخت پر بیٹھا تھا۔

ں مختصر یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے عرب کے اصلی جاہ و جلال کا گھر قریش کا قبیلہ
اور پھر قریش کی تقسیم شدہ جرگون مین ہاشم اور امیہ دو برابر کے حریف تھے
ن انہین بھی ملکی اقتدار مین بنو امیہ بنو ہاشم سے بڑھکر تھا - پھر آنحضرت صلعم کے انتقال کے
خلیفہ سوم کے دور مین بنی امیہ کا ستارہ اور بھی چمک گیا تھا - حتی کہ امیر معاویہ کی ڈالی
ی بنیاد مین مروان بن حکم کی کوششون سے عہد ہشام تک آسمان سے باتین
نے لگی تھین - اور خلافت امیہ ایک عظیم الشان درجہ پر پہنچی ہوئی تھی - یہ ترقی کے سین
ہاشم کے پیش نظر تھے - مگر ولید وغیرہ کی پولٹیکل چالون اور پرزور کوششون نے
فت کو سنبھالے رکھا - اور بنی ہاشم کی کوششین رائگان گئین - لیکن جب امیہ
ان کے اُلوالعزم بہادر دنیا سے کوچ کر گئے اور خلافت کا جاہ و جلال جاتا رہا -
وقت سادات اور علوئین کے مقابلہ مین ایک اور گروہ اُٹھا - جو آل عباس کے نام
ے مشہور رہے - کیونکہ علوئین مین سے حضرت عبد اللہ (محمد بن حنفیہ کے بیٹے اور حضرت علی
کے پوتے) کو زہر دیدیا گیا تھا - اور خراسان و ایران کے حدود مین جو شورش تھی وہ
ی رہی تھی - اب سادات مین کوئی با اثر باقی نہین تھا - اور حضرت عبد اللہ لاولد فوت
ہوے تھے - اسلیے محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس (عم بزرگوار رسول اللہ صلعم) جانشین
ہوے - اور محض اس سجادہ نشینی کا یہ اثر ہوا کہ علوئین کی مجتمعہ قوت خاندان عباسیہ مین
قل ہوگئی - اور تمام ملک عراق و خراسان مین آل عباس کے نقیب اپنی منادی کرنے
ہ چونکہ عام نقیبون کا اثر ملک مین پھیل چکا تھا - اسلیے علوئین کو پھر اُبھرنے کا موقع

نہین ملا اگرچہ ۱۲۱ھ مین زید بن علی و ۱۲۵ھ مین یحییٰ بن زید اپنی بہادری کے جوش مین علم خلافت لیکر اُٹھے۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ دل کی آرزو دل مین رہی اور میدان کارزار مین مارے گئے۔ اور خلافت کی امیدون کے ساتھ فوجی طاقت بھی تشریف لے گئی۔ اور عباسیون کے واسطے میدان صاف ہوگیا۔ ۱۲۶ہجری مین محمد بن علی نے انتقال فرمایا اور اُنکے بیٹے ابراہیم جانشین ہوے۔ اور پبلک سے امامت کا مفرزہ خطاب حاصل کیا۔ امام ابراہیم سب سے زیادہ خوش نصیب تھے کہ اُنکو ۱۲۷ہجری مین ابومسلم خراسانی (گودرز گیانی یا بزرجمہر کی اولاد مین تھا) ایک ایسا بہادر اُلوالعزم اور تجربہ کار شخص ہاتھ آگیا جس نے اپنی ان تھک کوششون سے خلافت کو بلند درجہ پہ پہنچا دیا اور نقیب آل محمد اور اوریانی دولت عباسیہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ ۱۳۲ہجری مین لڑائیون کے بعد امام ابراہیم مروان الحمار کی قید مین مارے گئے۔ اسلیے جمعہ کے دن ۱۲۔ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو مقام کوفہ بھائی کی جگہہ پر سفاح خلیفہ بنایا گیا۔ اور سب سے پہلا خلیفہ خلافت عباسیہ کا ہوا۔ ادھر ابومسلم کے زور بازو سے سمرقند، طوس، رے، جرجان، ہمدان، وہناوند، وغیرہ فتح ہوچکا تھا۔ چنانچہ شمس العلما شبلی نعمانی المامون[1] مین تحریر فرماتے ہین۔ کہ شہرزور پر خود مروان کے بیٹے عبداللہ سے مقابلہ ہوا۔ ابوعون نے جو ابومسلم کا ایک فوجی افسر تھا۔ عبداللہ کو شکست فاش دی۔ یہ خبر سنکر مروان ایک فوج عظیم کے ساتھ جو تعداد مین لاکھ سے زیادہ تھی اور جسمین بنوامیہ کا تمام خاندان شاہی

نوٹ [1] صفحہ ۱۸ المامون۔

شریک تھا۔ ابوعون کے مقابلہ کو بڑھا ادھر سفاح نے محمد بن علی اپنے چچا کو ابوعون کی مدد کو بھیجا مروان نے شکست کھائی۔ اور مصر کو روانہ ہوا چندروز بھاگتا پھرا اور آخر ۲۸ ذیحجہ ۱۳۲ھ ہجری کو بوصیر (مصر کا ایک شہر ہے) کے ایک گرجے مین محصور ہوکر مارا گیا۔ اور اُسکے قتل کے ساتھ مروانی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا،، نتیجہ اس تمہید کا یہ ہے کہ یہ فوجی بہادر جسکا نام مصنف المامون نے نہین لکھا ہے اور صرف کنیت پر اکتفا کیا ہے یہ عبدالملک بن یزید الازدی تھا جسکے حسن تدبیر اور زور بازو نے خلافت امیّہ کا خاتمہ کردیا۔ اور فتحمندی کا جھنڈا اُسکے ہاتھ رہا اس آخری لڑائی مین جیسی شہرت عبدالملک نے پائی ہے۔ اُس سے زیادہ آل عباس کی حمایت مین خالد برمکی نے کوششین کی ہین۔ لیکن افسوس ہے کہ مؤرخین نے اسکو مفصل نہین لکھا ہے۔ بلکہ ابتدائی لڑائیون مین جابجا یہ لکھدیا ہے کہ اس لڑائی مین خالد برمکی بھی شریک تھا لیکن شارحِ قاموس کی تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خالد نے دولت عباسیہ کے استحکام اور قیام سلطنت مین بڑی بڑی کوششین کی ہین اور ابوعون اوّل سے یہ ابوعون بھی کچھ کم نہین ہے چنانچہ تاج العروس سے وہ عبارت نقل کیجاتی ہے" خالد کی کنیت[1] ابوعون اور ابوالعباس تھی۔ عبدالحمید کاتب سے روایت ہی کہ دعوت بنی عباس کے واسطے جو لوگ منتخب ہوے تھے منجملہ اُنکے ایک خالد بھی تھا۔ اور ابن العدیم نے بروایت ابن الازرق تاریخ حلب مین لکھا ہے کہ جعفر برمکی ہشام بن عبدالملک کے

نوٹ [1] تاج العروس شرح قاموس جلد ۷ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ خیریہ پریس مصر۔

در دولت پر حاضر تھا۔ کہ وہان محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تشریف لائے چنانچہ
جعفر انکا جاہ و جلال دیکھکر تعجب مین رہگیا اور حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ آپ خاندان
رسالت سے ہین۔ تب جعفر نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ برخوردار من! یہ اہلبیت رسالت
ہین۔ اور ہر طرح پر یہی خلافت کے مستحق ہین جہانتک تمسے ہوسکے انکی مدد کرو کہ یہ بڑی
یادگار رہیگی۔ چنانچہ خالد نے باپ کی نصیحت پر دل سے عمل کیا۔ اور جب آل عباس نے
علم خلافت بلند کیا اُسوقت خالد بھی منجملہ دیگر اشخاص کے ایک پرجوش ممبر تھا۔
حقیقت مین خالد برمکی نے جو کوشش ابتدائی زمانہ مین سفاح کی استحکام سلطنت
مین کی وہ آل برمک کے واسطے فخر تھی۔ اور خالد کی اس کوشش کا صلہ خلفاے
عباسیہ سے جو کچھ یحیٰی وغیرہ کو ملتا وہ تھوڑا تھا۔ اور آل برمک نے جو جو احسان خلافت
عباسیہ سے کیے ہین اُن سب مین خالد کا یہ کارنامہ فوق رکھتا ہے۔ بہرحال اس محنت
اور خیرخواہی کا صلہ بھی خالد کو جلد ملگیا۔ کیونکہ ابو سلمہ حفص الخلال وزیر آل محمد کی
سفارش سے جو سفاح کا وزیر اعظم تھا۔ ملیٹری ڈیپارٹمنٹ سے سول سروس مین خالد
منتقل کیا گیا۔ اور چونکہ اقبال یاور تھا۔ اسلیے ملکی مصلحتون سے سفاح نے ابو سلمہ کو قتل
کرا دیا۔ اور بجاے اُسکے خالد کو وزیر مقرر کر دیا۔ اس واقعہ سے بھی یہ امر ثابت ہے کہ
سفاح نے پیشتر خالد کی قابلیت کا اندازہ کر لیا ہوگا اور ہر طرح پر جانچ لیا ہوگا تب

نوٹ [۱] کامل اثیر صفحہ ۱۴۹ جلد ۵ ذکر قتل عامر بن ضبارہ۔
[۲] اعلام الناس صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ بمبئی۔
[۳] صفحہ ۱۶۳ جلد ۵ کامل اثیر [۴] صفحہ ۳۲۱۔ ابن خلکان جلد ۲۔

وزارت سپرد کی ہوگی - کیونکہ بغیر خاص اسباب کے کوئی بادشاہ یکایک کسی شخص کو
وزارت کا عہدہ نہین دیتا ہے خلافت عباسیہ مین یہ پہلا وزیر تھا - جو آل برمک سے
وزارت کے ممتاز عہدے پر مقرر ہوا - چنانچہ سفاح کے مرنے تک خالد نے وزارت کی
بعد انتقال سفاح کے سنہ ۱۳۶ھ مین المنصور ابو جعفر عبد اللہ دوانیقی بھائی کی جگہ پر
تخت نشین ہوا - چنانچہ اس عہد مین بھی خالد نے ایک سال ایک مہینہ تک وزارت
کی - لیکن ابو ایوب الموریانی نے ایک حکمت عملی سے خالد کو موصل بھیجدیا - تب
منصور نے بجاے خالد کے ابو ایوب کو وزیر مقرر کیا - خالد نے موصل پہنچکر معقول
انتظام کیا - اور اکرادنے جو شور وغل مچا رکھا تھا - اسکو رفع کر دیا - لیکن وزارت
بدستور ابو ایوب کے قبضے مین رہی اور خالد کو دیوان الخراج[۲] کا دفتر سپرد کیا گیا
جسکو نہایت دیانت اور قابلیت سے خالد نے انجام دیا اور چونکہ خلیفہ منصور کو
خالد کے کامون پر بہت اعتبار تھا اسلیے کوئی ملکی معاملہ ایسا نہ تھا کہ جو بغیر مشورہ
خالد کے کیا جاوے - لیکن افسوس ہے کہ برامکہ کے ملکی انتظامات کو مورخین نے بالکل
قلم انداز کر دیا ہے اور اگر سچ پوچھیے تو ارکان سلطنت کی لائف مین یہی ایک چیز ہے

نوٹ [۱] صفحہ ۱۳۲ جلد ۲ - ابن خلکان حالات جعفر برمکی

[۲] دیوان الخراج کا دفتر - تحصیل مالگزاری کا دفتر تھا - لیکن اُس وسیع پیمانے پر جیسا کہ زمانہ حال مین "بورڈ آف ریوینیو" ہے یہ عہدہ دار وصول مالگزاری اور وصول جزیہ کا خاصکر ذمہ دار ہوتا تھا علاوہ اسکے اور بھی بہت سے ذمہ داری کے کام سپرد ہوتے تھے - دیانت عدالت کے سوا علم حساب اور علم مساحت جاننا لازمی تھا - دیکھو آثار الاول فی ترتیب الدول صفحہ ۸ مطبوعہ مصر حاشیہ تاریخ الخلفاے سیوطی -

جو اسکی جان ہوتی ہے۔ اسلیے پولٹیکل معاملات کے نظائر سے ہماری تاریخ بھی خالی ہے۔
البتہ ایک واقعہ خالد کی اصابت رائے کا تعمیر بغداد ہے جسکو مستند مؤرخین نے لکھا ہے
اسلیے ہم بھی اجمالاً اسکو لکھتے ہین۔

ذکر آبادی بغداد[1]

عبداللہ ابو العباس سفاح[2] نے (اپنے عہد خلافت مین) کوفہ کے نواح مین ایک مختصر آبادی کی بنیاد ڈالی تھی اور اُسکا نام ہاشمیہ رکھا تھا۔ اب تک یہی مقام دار الخلافت تھا۔ لیکن ابو جعفر منصور کی حکومت کیواسطے یہ مختصر مقام کافی نتھا۔ علاوہ برین راوندیہ کی بغاوت۔ اور کوفہ کا قرب، بھی منصور کو ناپسند تھا۔ اسلیے پرفضا اور وسیع اراضی کی تلاش ہوئی۔ ملک کے گوشہ نشین بطریق[3] اور راہب دریافت حال کے لیے بلائے اور اُنسے مشورہ کیا۔ گرمی، سردی، بارش، اور حشرات الارض کے حالات دریافت کیے۔ چنانچہ تمام اہل الرائے کے مشورہ کے بعد نوشیروان عادل کا باغ[4] داد جسکا مختصر نام

نوٹ [1] یہ مضمون حسب ذیل تاریخون سے ماخوذ ہے۔ صفحہ ۱۹۶ جلد ۳۔ ابن خلدون صفحہ ۲۰۰ جلد ۵ کامل اثیر ذکر بنائے بغداد۔ صفحہ ۳۰۷ جلد ۳ روضۃ الصفا۔ صفحہ ۱۴ تاریخ برنی۔ صفحہ ۱۴ نزہت القلوب حمداللہ مستوفی۔ جغرافیہ جام جم۔ و جغرافیہ خریدۃ العجائب والمامون۔ و تاریخ بغداد متفرق مقامات۔

[2] یہ خلیفہ چونکہ طبیعت کا خونریز تھا اسلیے سفاح لقب ہوا لیکن باوجود خونریزی کے زرریز تھا۔

[3] بطریق روم کا پوپ جسکی ماتحتی مین دس ہزار آدمی ہون اسکے بعد دوسرا نمبر طرخان کا ہے اور تیسرا قومس کا اور کم دبیش نصاری مین اسکے بعد جاثلیق اور مطران واسقف کا درجہ ہے از فرائد اللغۃ صفحہ ۳۲ و ۳۳ مطبوعہ بیروت۔

[4] بغداد کی وجہ تسمیہ مین سب سے زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ مختصر آبادی جو دار الخلافت کیواسطے تجویز ہوئی تھی اسکے قریب نوشیروان کا باغ تھا۔ جہان وہ مقدمات فیصل کیا کرتا تھا۔ اور اسیوجہ سے وہ باغ داد کہلاتا تھا (انصاف کا باغ)

بغداد مشہور تھا۔ انتخاب ہوا۔ باعتبار اعتدال آب و ہوا، اور پولٹیکل مصلحتون، کے بھی
یہ جگہ نہایت موزون تھی اور چارونطرف نہایت زرخیز صوبے واقع تھے۔ دریاے دجلہ
اور فرات کا اتصال، شام، رقہ، مصر، مغرب، چین، ہند، بصرہ، واسط، دیاربکر، روم
اور موصل ممالک اسلامی کی تجارت کے واسطے دساور (منڈی یا مشترک تجارتگاہ)
ہوسکتا تھا۔ چنانچہ منصور نے بھی اسی جگہ کو پسند کیا۔ اور خود واسطے ملاحظہ کے موقع پر
گیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جسوقت منصور بغداد کے ملاحظہ کو جارہا تھا اُسوقت راہبون نے
خاص خاص پیشین گوئی کین۔ منجملہ اُنکے ایک یہ تھی۔ کہ بانی عمارت کا لقب مقلاص[۵۱] ہوگا۔
منصور نے سُنا تو تصدیق کی اور کہا کہ "خدا کی قسم میرا ہی لقب مقلاص ہے" اور بہت خوش
ہوا اور فوراً منتخب شدہ اراضی بقیمت مناسب راہبون سے خرید کر لیگئی۔ اور فرامین
بھیجکر شام، موصل، کوفہ، واسط، کوہستان، جبل، اور بصرہ سے صناع اور کاریگر طلب
کیے گئے۔ طبیعت مین چونکہ بخل از حد تھا۔ اور اسی وجہ سے دوانیقی کہلاتا تھا۔ اسلیے عام
نگرانی اور اکونٹینٹی کے واسطے نہایت امانت اور دیانت کے لوگ جمع کیے گئے۔ امام ابوحنیفہ[۵۲]
صاحب کو خشت شماری کا ذلیل کام سپرد کیا گیا، اور تعمیر کی خدمت نامی انجنیرون کو
سپرد کی گئی۔ ایسے بڑے دارالحکومت کی تیاری مین چونکہ کرورون روپیہ کا صرف تھا

نوٹ [۵۱] تاریخ بغداد اور کامل اثیر مین مقلاص کا قصہ لکھا ہوا ہے۔ اور یہ ایک بڑے عالم راہب کی پیشین گوئی کہی جاتی ہے
لیکن کیا عجب ہے کہ اُس راہب کو منصور کا یہ نام خارجاً معلوم ہوگیا ہو۔ [۵۲] امام صاحب سے جو سختی کی گئی اسکا
خاص سبب یہ تھا کہ منصور نے کئی بار امام ابوحنیفہ کو عہدۂ قضا کیواسطے نامزد کیا لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ "مین اس منصب کے
قابل نہین ہون" منصور نے غیظ مین کہا کہ "تم جھوٹ کہتے ہو" امام صاحب نے جوابدیا کہ "میرا دعوی سچا ہے کیونکہ جھوٹا شخص قاضی نہین مقرر ہوسکتا"

اسلیے کفایت شعاری کا خیال پیدا ہوا۔ اُسوقت خلیفہ منصور کی یہ راے ہوئی کہ نوشیروان عادل کے شاہی محلات جو مدائن[1] مین موجود ہین اور خاصکر ایوان کسریٰ جو نہایت وسیع عمارت ہے اُسکو مسمار کرکے اُسی اینٹ۔ چونہ اور لکڑی سے بغداد کی تعمیر شروع کیجاے چنانچہ تائید کلام کے واسطے خالد برمکی سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن منصور کی امید کے خلاف خالد نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ "امیرالمومنین! آپ کا یہ خیال نہایت پست ہے۔ خزانہ مین کس چیز کی کمی ہے کہ آپ شاہان عجم کی عمارت کو جو زمانہ مین یادگار ہے مٹانا چاہتے ہین (عرفی کا یہ شعر اسکا مصداق ہے از مولف)

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدید ست صنادید عجم را

اور قطع نظر اسکے باعتبار فتوحات اسلام کے بھی ایوان کسریٰ آثار اسلام سے ہے جسکے دیکھنے سے ابتدائی زمانہ رسالت مآب کا یاد آتا ہے اور آپ کے ایک معجزہ کی تصدیق ہوتی ہے جو وقت ولادت باسعادت کے ہوا تھا (جیسا سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے از مولف)

چو صیتش در افواہ دنیا فتاد
تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

نوٹ [1] مدائن ارض بابل مین قدیم شہر تھا اور سب سے بڑا اور اسمین ایوان کسریٰ واقع تھا۔ جسکا ارتفاع اور استحکام کی تاریخ مین مثال دیجاتی ہے جسکی نسبت ایک شاعر لکھتا ہے ؎ جزای حسن عمل بین کہ روزگار ہنوز بہ خراب نکند بارگاہ کسریٰ را۔ اسوقت یہ ویران پڑا ہوا ہے۔ اور شہر حلہ کے پرگنہ مین شمار ہوتا ہے۔ اور وہ مشہور و معروف کنوان بھی اسمین ہے جسمین بیان کیا جاتا ہے کہ ہاروت و ماروت قید ہین

اور حضرت امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا مصلی تو ابتک موجود ہی۔ علاوہ
اس مذہبی تقدس کے نوشیروان اور خسرو پرویز نے ایوان کو ایسا مستحکم بنایا ہے کہ اُسکی
ایک اینٹ بھی مسلّم اپنے محل سے الگ نہوگی اور جسقدر رقم مسماری مین صرف ہوگی اُتنی ہی
مین جدید عمارت تیار ہوجاویگی۔ اور امیرالمؤمنین کا یہ خیال بادشاہون کی نظر مین حقارت
سے دیکھا جاویگا اسلیے مین آپ کی اس راے کا مخالف ہون،، افسوس کہ منصور نے
خالد کی اس بلاتعصب اور عاقلانہ مشورہ کا کچھ بھی خیال نہین کیا اور خالد کے جواب
مین کہا کہ "تیرے آبا و اجداد خاندان کسریٰ کے نمکخوار تھے اسلیے ابتک اُنکی محبت تیرے
دل مین جاگزین ہے اور تو نہین چاہتا ہے کہ آتش پرستون کے آثار دنیا سے مٹائے
جاوین،، خالد یہ سُنکر بمقتضاے ادب خاموش ہو رہا لیکن منصور نے اپنی خودرائی سے
حکم دیدیا کہ اول ایوان کسرے کا ایک چھوٹا ٹکڑہ جو قصر ابیض (سفید کوٹھی) کے نام سے
مشہور ہے توڑا جاوے۔ چنانچہ کام جاری کر دیا گیا۔ لیکن چندروز کے حساب دیکھنے پر
معلوم ہوا کہ جسقدر ڈھلائی اینٹون کی دیگئی ہے وہ اُس لاگت سے زیادہ ہی جس سے
نئی اینٹین تیار ہوسکتی تھین۔ تب منصور نے اپنی غلط فہمی کا اعتراف کیا اور قصر ابیض
کا توڑا جانا ملتوی کر دیا اور خالد سے کہا کہ "اب میرا ارادہ ایوان کسریٰ کے مسمار کرنیکا نہین ہے"
اُسوقت خالد نے عرض کیا کہ "مین آپکی اس راے کا بھی مخالف ہون کام بدستور جاری
رہنا چاہیے اور کل ایوان مسمار کرا دیا جاوے" یہ سُنکر منصور جھلّا اُٹھا اور غضبناک ہو کر
کہا کہ تیری یہ راے بھی غلط ہے۔ میری سمجھ مین نہین آتا ہے کہ تو کیا کہتا ہے؟ تب خالد نے

عرض کیا کہ "امیرالمومنین! خدا کی قسم میری دونون رائین نصیحت اور خیرخواہی کی تھین۔ مین نے اول انہدام ایوان سے اسلیے منع کیا تھا کہ ایوان ملوک عجم[1] کی یادگار ہے جنکی سلطنت تو زائل ہو چکی ہے۔ لیکن اُنکی ہیبت و شوکت کی مثال موجود ہے۔ اور یہ عمارت زبان حال سے آنیوالی نسلون کو بتاتی ہے۔ کہ باوجودیکہ ملوک فارس نہایت زبردست تھے۔ لیکن جس قوم نے اسپر فتوحات حاصل کین وہ اُس سے زیادہ قوی تھی اس سے اسلام کی عظمت و شان معلوم ہوتی ہے۔ جسنے عجم کو تہ و بالا کر ڈالا ہے۔ اور اب جو مین کہتا ہون کہ ایوان مسمار کرا دیا جاوے۔ اسمین یہ حکمت ہے کہ جب آیندہ نسلین بنی ہوئی عمارت کے بعض حصّے کو ٹوٹا پھوٹا دیکھین گی تو کہین گی کہ ایک وہ قوم تھی جسنے ایسی مستحکم عمارت بنائی اور دوسری وہ تھی کہ بنی ہوئی عمارت کو توڑ بھی نہ سکی" (حالانکہ بنانے سے عمارت کا توڑنا سہل ہے) اب اگر یہ ایوان مسمار نکیا جاویگا تو ملوک فارس کی تعظیم اور شاہان اسلام کی توہین ہوگی بلکہ لوگون کو یہ کہنے کا موقع ملیگا کہ بسبب بخل کے خلیفہ اس عمارت کو مسمار بھی نکر سکا۔ لیکن منصور نے اسبات پر کچھ خیال نہین کیا اور قصر ابیض کو ٹوٹا پھوٹا اپنے حال پر چھوڑ دیا۔[2] اور جدید عمارت کی تیاری کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ جب بنیادی پتھر رکھنے کا وقت آگیا

نوٹ [1] اینٹ و چونہ کی جیسی یہ عمارت تھی تمام دنیا مین ویسی عالیشان عمارت کسی نے نہین بنائی۔ صرف مکان کا اندرونی صحن ۱۵۰ گز مربع تھا۔ جسمین ۴۲ گز طول ۲۵ گز عرض ۴۰ گز ارتفاع کا ایک خوبصورت چبوترہ بنا ہوا تھا۔ نزہت القلوب مستوفی۔

[2] جسطرح خالد نے منصور سے ایوان کسریٰ کے انہدام پر مخالفت کی تھی۔ ویسی ہی ایک موقع پر یحییٰ برمکی نے ہٰرون سے اختلاف کیا تھا کہ ایوان کا کوئی حصہ مسمار نکرایا جاوے۔

تو نوبخت مجوسی منجم کو (یہ منجم منصور کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا) حکم دیا کہ مطابق احکام نجوم کے زائچہ تیار کرو (کیونکہ خلفای عباسیہ مین منصور کو نجوم پر زیادہ اعتقاد تھا) اور مزید اطمینان کے لیے خالد برمکی، حجاج بن ارطاہ، ابراہیم الفرازی و علی بن عیسی منجمین کو زائچہ دکھایا جاوے۔ چنانچہ بہ تعمیل حکم تمام منجمین نے حسب ضابطہ زائچہ تیار کر کے پیش کیا باعتبار مصطلح معنون کے خانہ طالع مین قوس تھا۔ نوبخت نے صاف الفاظ مین حکم لگا دیا کہ "یہ جگہ مبارک ہے اور زمانہ دراز تک عمارت قائم رہیگی۔ خلائق کی کثرت سے ملک آباد رہیگا اور سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ حکم لکھا کہ "دارالخلافت مین کوئی تخت نشین فوت نہو گا" (اتفاق سے ایسا ہی ہوا بھی ہے) منصور نے یہ احکام سُنے تو خوش ہوا اور ہنسکر کہا کہ "الحمد للہ علی ذلک"، جب سب مرحلے طے ہوگئے تو ۱۴۵ھ (۷۶۲ء) مین خود اپنے ہاتھ سے بنیاد کا پتھر رکھا اور اُسوقت قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ۔ یعنی کل زمین خدا کی ہے اپنے بندوںمین سے جسے چاہتا ہے اُسکو عنایت کرتا ہے لائق انجنیروں نے اپنا کام شروع کیا۔ اصول ہندسہ کے مطابق تمام عمارت تعمیر کرائی گئی پچاس ہاتھ چوڑی بنیاد رکھی گئی۔ لیکن سطح خاک کے برابر پہنچکر صرف بیس ہاتھ کا عرض رکھا ایوان شاہی وسط مین تیار کرایا گیا علاوہ اسکے قصر الخلد، قصر الذہب، قبۃ الخضرا، مسجد جامع، بے نظیر عمارتین تیار ہوئین، اور ان سب عمارات کی تیاری مین دو کرور درہم یعنے پچاس لاکھ مطابق سکہ انگریزی کے صرف ہوے اور پانچ برس کی محنت مین

نوٹ [۱] عمارہ بن عقیل نے اسی مضمون کیطرف اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتا ہے قفی ربھا ان لا یموت خلیفۃ بہا و بحا قد شاملی خلقہ

(سنہ ۱۴۹ ہجری ۷۶۶ء مین) تعمیر کا کام ختم ہوگیا۔ بجای بغداد کی اسلامی نام مدینۃ السلام رکھا گیا۔ جو تصنیفات مین ابتک باقی ہے۔ شعرانے فصیح و بلیغ قصائد فارسی و عربی مین بغداد کی تعریف مین لکھے ہین جنمین سے حکیم انوری[1] کا قصیدہ نہایت دلچسپ ہے۔ جسمین بغداد[2] کی خوشگوار اور لطیف آب و ہوا اور دجلہ[3] کی روانی اور باغون کی فضاؤن کا بیان بہت خوبصورتی سے کیا ہے لہذا ہم بھی اُسکو چند اشعار پڑھکر بغداد سے رخصت ہوتے ہین۔

اشعار منتخب قصیدۂ حکیم انوری[4]

خوشا نواحیِ بغداد جاے فضل و ہنر — کہ کس نشان ندہد درجہان چنان کشور

نوٹ۔ [1] انوری بڑے رتبہ کا شاعر اور نجومی تھا ۵۴۷ھ مین مقام بلخ فوت ہوگیا۔ سلطان سنجر کی مدح مین اسکے قصائد قابل تعریف ہین۔ از تذکرہ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۴۲۔ [2] جس بغداد کی تمام دنیا مین دھوم تھی افسوس ہے کہ اب وہ ایک معمولی شہر رہگیا ہے۔ مصنف جام جم اسکی موجودہ حالت لکھتا ہے کہ اب تخمیناً اسّی ہزار کی مردم شماری ہے۔ خلیفہ ہرون الرشید کے عہد سلطنت مین جب برامکہ کی وزارت تھی بغداد کی شان وشوکت بہت بڑھگئی تھی۔ تاریخ الفی کا مصنف لکھتا ہے کہ "صرف شہر مین عام حمام ساٹھ ہزار تھے۔ اور ہر حمام مین کم از کم سات خدمتگار ہوتے تھے۔ تیس ہزار مسجدین تھین اور امام و موذن کو مستثنےٰ کرکے پانچ چھ آدمیون کی جماعت سے نماز ہوتی تھی۔ کُل شہر سولہ دروازون پر تقسیم تھا اور مابین ہر دروازہ کے آٹھ میل کی مسافت تھی قریب دس لاکھ کے خاص شہر کی مردم شماری تھی" اگر مساجد و حمام کی تعداد زمانہ حال مین مبالغہ سمجھی جاوے تو چہارم تعداد مین توکوئی شک و شبہہ نہین ہوسکتا ہے [3] دریاے دجلہ آرمینیہ کے پہاڑون سے نکلا ہے عراق عرب کے حق مین یہ دریا رحمت ہے۔ بڑی تیزی سے بہتا ہے ۳۰۰ فرسنگ طولاً اسکا بہاؤ ہے یعنی ۶۳۰۰۰ ہزار گز انگریزی زندہ رود۔ اربل رود۔ اروند رود۔ بھی کہتے ہین ہر زمانہ مین اسکے کنارہ پر بڑے بڑے شہر آباد ہوے ہین مثلاً نینوہ۔ سلیوشیہ۔ طیسفون۔ بغداد۔ موصل۔ دیار بکر وغیرہ۔ یہ دریا سال مین دو مرتبہ طغیانی پر آتا ہے اول اپریل بعدہٗ نومبر اور یہ طغیانی بسبب پگھلنے برف اور شدت بارش کے ہوتی ہے۔

[4] حکیم انوری کے علاوہ دیگر شعرا نے بھی قصائد و رباعیات لکھی ہین اور عربی قصائد بھی بکثرت ہین لیکن بطور نمونہ کے صرف ایک رباعی پر اکتفا کیا جاتا ہے ؎ بغداد خوش ست لیکن از بہر کسی + کورا بمراد دل بود دسترسی + با ہمنفسی بسر برد عمر عزیز + ضائع نگزارد از جوانی نفسے +

سواد او بشکل چون سپہر مینا رنگ — ہواے او بصفت چون نسیم جان پرور
کنار دجلہ ز ترکان سیمتن خلخ — میان رحبہ زخوبان ماہ رخ کشمر
ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب — بران صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر
بہ شبہ باغ شود۔ آسمان بوقت غروب — بہ شکل چرخ شود بوستان بوقت سحر
بوقت شام ہمی این بآن سپارد گل — بگاہ بام ہمی آن باین دہد اختر
شگفتہ نرگس بویا۔ بطرف لالہ ستان — چنانکہ در قدح گوہرین مے اصفر
بخاصیت ہمہ سنگش عقیق لولوبار — بہ منفعت ہمہ خاکش عبیر غالیہ بر
صبا سرشتہ بخاکش طراوت طوبی — ہوا نہفتہ در آبش حلاوت کوثر
نواے طوطی و بلبل۔ خروش عکہ وسار — ہمین کنند تجمل لحنہاے خنیا گر

خلیفہ منصور کو خالد کی ذہانت۔ تجربہ اور اصابت راے کا چونکہ کامل یقین ہوگیا تھا۔ اسلیے تعمیر بغداد کے بعد کوئی ایسا معاملہ نہین ہوا کہ جسمین خالد کی مفید مشورہ کی مطابق عملدرآمد نکیا گیا ہو۔ اسلیے بیعت مہدی کی معاملہ مین بھی منصور نے خالد کو اپنا ہمراز بنایا اور تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے

بیعت مہدی و خلع عیسے بن موسیٰ

کہ سنہ ۱۴۷ ہجری مین خلیفہ منصور نے اپنے بھتیجے عیسی بن موسے کو جو عہد سفاح سے ابتک کوفہ کا گورنر تھا معزول اور ولیعہدی سے خارج کرکے شہزادہ مہدی کے لیے بیعت لینا چاہی چنانچہ خالد برمکی معزز ارکان سلطنت کو (جو تعداد مین تیس تھے) اپنے ہمراہ لیکر کوفہ روانہ ہوا۔ اور عیسیٰ کو بیعت مہدی پر آمادہ کیا۔ لیکن عیسیٰ نے کسی کا کہنا نہین مانا اور اپنے

دعوؤن پر مستقل رہا۔ تب خالد نے منصور کے روبرو بموجودگی ممبران ڈیپوٹیشن یہ شہادت دی کہ "حقیقت مین عیسیٰ نقض بیعت پر آمادہ ہے" چنانچہ اس شہادت پر منصور نے عیسیٰ کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے محمد بن سلیمان بن علی کو مقرر کر دیا۔ اور علی رؤس الاشہاد خالد نے شہزادہ مہدی کے واسطے بیعت لینا شروع کی۔ اس کارگزاری کے صلہ مین علاوہ انعام کثیر کے منصور نے خالد اور اُسکی اولاد کے حق مین عمدہ سلوک کیے اور سب سے بڑھکر یہ قدردانی کی کہ مہدی کا اتالیق خالد کو مقرر کر دیا۔ اور خالد کو یہ ہدایت کی گئی کہ "ہر جگہ خواہ بزم ہو یا رزم مہدی کے ساتھ ساتھ رہے" اور حصول

خالد اتالیق مہدی عباسی

تجربہ کے لیے رے[۵۲] اور طبرستان کی حکومت مہدی کے سپرد کر کے خالد کو ہمراہ کر دیا اور وقت رخصت کے خالد کو پھر سمجھایا کہ "ہمیشہ مہدی کے پاس رہنا" چونکہ مہدی کا عالم شباب تھا اسلیے دار الحکومت مین پہنچکر عیش و طرب کے جلسون مین پڑ گیا دن کو سیر و شکار اور رات کو بے تکلفی کے جلسون سے دل بہلایا کرتا تھا۔ خالد نے مہدی کا یہ رنگ دیکھکر سمجھایا کہ "شہزادۂ عالم! امیر المومنین نے آپ کو ولیعہد سلطنت

نوٹ ۵۱ کامل ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵ و ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۹۷۔

۵۲ ارض طبرستان اور ارض رے عراق عجم کے دو مشہور صوبے ہین۔ اور انکی دار السلطنتہ بھی اسی نام سے مشہور ہین۔ لیکن رے بہت قدیم ہے چنانچہ بلحاظ قدامت کے عرب رے کو ام البلاد و شیخ البلاد کہتے ہین۔ حضرت شیث علیہ السلام نے اسکی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن عہد ہوشنگ۔ منوچہر۔ اور فریدون مین دن بدن ترقی ہوتی رہی۔ اور بعد زوال حکومت فارس کے عہد اسلام مین مہدی عباسی نے اسکو خوب آباد کیا تھا۔ اب ویران ہے اور اسکے شمالی حصہ مین طہران آباد ہے۔ طغرل سلجوقی کا گنبد آثار قدیمہ مین سے آجتک باقی ہے۔ از جام جم۔ و نزہت القلوب۔

خالد کی حکیمانہ نصیحت

کیا ہے۔آپ کے حاسد، دشمن، اور برابری کے دعویدار بہت ہین اور اس مقام کے بھیجے جانے سے بھی امیرالمؤمنین کا یہ مقصد ہے کہ پولیٹیکل امور مین کامل دستگاہ حاصل ہو اطراف عالم مین بلند اقبالی اور ملک گیری کی شہرت ہو۔دشمنون کی نظرون مین عزت و وقار ہو۔کیونکہ یہی عمر کام کرنیکی ہے۔اگر اسوقت شہرت نہوئی تو آیندہ قوم و ملک مین کیا اعتبار رہوگا۔میری یہ عرض ہی کہ شہزادۂ عالم فوج بھرتی کرین اور مالگزاری اور ملک کی آمدنی کا بڑا حصہ فوج پر صرف کیا جاے۔مالگزاری کے اصول مستقل طور پر بنائے جاوین۔رعایا کے مقدمات مین عدل وانصاف سے تجاوز نہو۔سرحدی مقامات پر دشمنون کی آمد کا انسداد کیا جاوے اور جو راستے خطرناک ہین اُنپر حفاظت کے لیے بہ تعداد مناسب فوج رہے۔ دشمن کے عام حالات سے ہر وقت خبردار رہنا چاہیے۔اور تمام مُلکی معاملات کی امیرالمؤمنین کو رپورٹ کرنا چاہیے۔یہ بادشاہون کے فرائض ہین۔جب ان کامون سے فرصت ملے تو سیر و شکار کا بھی مضائقہ نہین،، چونکہ خالد کی تقریر دلسوزی اور حکمت آمیز مقولون سے بھری ہوئی تھی اسلیے مہدی پر اُسکا اچھا اثر پڑا۔شکار کا جانا بھی کم ہوگیا اور امور سلطنت مین دلچسپی پیدا ہوگئی۔

خالد کی اصابت رای کا ایک واقعہ

ایکدن کا واقعہ ہے کہ مہدی مع مختصر فوج کے ایک جنگل مین شکار کھیل رہا تھا۔خالد ہمراہ رکاب تھا۔کہ دور سے ایک قلعہ کی بلندی معلوم ہوئی۔مہدی نے قلعہ کے اوپر جا کر

نظارہ کرنا چاہا چنانچہ مع اپنی باڈیگارڈ کے قلعہ کے اندر داخل ہوا - اور اُسکے بلند حصہ پر
چڑھگیا - ناگاہ شمال کیجانب سے گرد اُڑتی ہوئی نظر آئی خالد نے مہدی سے کہا کہ "یہ غبار
خالی از علت نہین ہے - کیا تعجب ہے کہ دشمن کے لشکر کی گرد ہو - کیونکہ آندھی کی یہ علامت
نہین ہے - اور ہوا کی معمولی رفتار مین کچھ اضافہ نہین ہوا ہے - یہ غبار ضرور کسی لشکر کا ہے
اسلیے ہمکو ہوشیار رہنا چاہیے" مہدی کو خالد کی باتین تعجب انگیز معلوم ہوئین - لیکن بزرگ
ناصح کے کہنے سے روانہ ہوا ایک فرسنگ طے کیا ہوگا کہ گورخر، ہرن، اور صحرائی جانور بھاگتے
ہوے نظر آئے - خالد نے کہا کہ "لشکر حریف کے بھگائے ہوے معلوم ہوتے ہین - آگے چلو"
تھوڑی دور پہنچنے پر معلوم ہوا کہ لشکر دیالمہ لڑائی کے ارادے سے آرہا ہے - مہدی نے واپس
جانا غنیمت سمجھا - خالد نے بڑھکر رکاب تھامی اور عرض کیا کہ "یہی تو لڑائی کا موقع ہے -
دشمن کی فوج منزل مارے ہوسے آرہی ہے - ہر ایک سپاہی تھکا، ماندہ، بھوکا، پیاسا،
ہے - ہماری فوج اگرچہ حریف کے مقابلہ مین کم ہے - لیکن تازہ دم، اور دھاوے کی قابل ہے
صف کو درست کر کے حملہ کر دینا چاہیے - فتح ہمارے ساتھ ہے - اور بغیر مقابلہ واپس چلنے مین
علاوہ بدنامی کے غنیم کو جرأت ہوگی - اور اگر تھوڑا سا بھی وقفہ ملگیا تو پھر اُنسے مقابلہ مشکل
ہوگا[1]" مہدی نے حسب مشورۂ خالد حملہ کر دیا - میدان مین تلوارین چمکنے لگین - تھوڑی دیر
مین دیالمہ کو شکست ہوئی اکثر ہلاک ہوے اور کسیقدر گرفتار - میدان مہدی کی ہاتھ رہا -

نوٹ [1] خالد برمکی کا یہ واقعہ ابن خلکان کی جلد دوم صفحہ ۲۳۲ مین بھی تحریر ہے - صرف اسقدر
اختلاف ہے کہ ابن خلکان کے نزدیک یہ واقعہ اُسوقت کا ہے - جب ابو مسلم خراسانی و قحطبہ بن شبیب الطائی نے
یزید بن عمر بن ہبیرۃ الفرازی عامل عراقین پر حملہ کیا تھا"

اور بیشمار غنیمت ہاتھ لگی جسمین سے سب سے عمدہ اور منتخب چیزین خالد کو عطا کی گئین۔ اور امیر المومنین منصور کے حضور مین اس واقعہ کی ایک عرضداشت مہدی نے اپنے قلم سے لکھکر روانہ کی۔ اس معرکہ کے بعد سے خاندان عباسیہ کو آل برمک سے خاص محبت ہوگئی تھی۔ اور خالد برمکی منصور و مہدی کی نظرون مین معزز و ممتاز ہوتا جاتا تھا بلکہ تاریخی شہادت سے پایا جاتا ہی کہ آئندہ استحکام اور دوام خاندان برامکہ کا باعث یہی مہدی عباسی ہے۔ چونکہ خلیفہ منصور خالد کی عاقلانہ کارروائیون سے نہایت خوش تھا۔ اسلیے سنہ ۱۴۸[1] ہجری مین

موصل کی حکومت

خالد کو نہایت ذمہ داری کا کام یعنی موصل کی گورنری مرحمت ہوئی کیونکہ اس صوبہ مین اکراد[2] نے نہایت شورش پھیلا رکھی تھی چنانچہ خالد نے اپنی عاقلانہ کوشش سے کل انتظام کر دیا اور بعد انتظام کے واپس آیا چونکہ قائم مقامی کی کارروائی مین خالد نے نیکنامی حاصل کی تھی اسوجہ سے منصور کو خالد کا خیال تھا۔ سنہ ۱۵۸ھ مین جب موسیٰ بن کعب گورنر موصل نے سرکشی کی تو خلیفہ نے اسکی معزولی کا حکم صادر فرمایا۔ اور شہزادہ مہدی کو حکم دیا کہ تم رقہ کو موصل ہوکر روانہ ہو اور موسیٰ کو گرفتار کرکے اسکی معزولی کا اعلان کرو مگر عام طور پر یہ شہرت ہو۔ اور بظاہر بیت المقدس کی روانگی معلوم ہو"۔ چنانچہ مہدی نے ایسا ہی کیا۔ اور کل احکام کی تعمیل کرکے واپس آیا لیکن اکراد کی شرارتون کی متواتر خبرین پہنچ رہی تھین اسلیے اب ایک عاقل اور منتظم حاکم کی ضرورت تھی منصور نے ارکان سلطنت سے پوچھا کہ موصل کی گورنری کے قابل

فٹ نوٹ [1] کامل اثیر صفحہ ۲۱۷ جلد ۵ [2] صفحہ ۵ جلد ۶ کامل اثیر

کون شخص ہے مسیب بن زہیر نے کہا کہ میرے نزدیک خالد برمکی سے بڑھکر کون ہوسکتا ہے"
منصور نے کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ مین خالد کو مقرر کرون کیونکہ ابھی ایک معاملہ مین وہ ماخوذ
ہے۔ اور تیس[1] لاکھ درہم اُسکے ذمہ واجب الادا ہین اور جسکی میعاد صرف تین یوم ہین
اگر اندر میعاد داخل نہوا تو وہ قتل کیا جائیگا" لیکن مسیب نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ مین
خالد کی ضمانت کرتا ہون۔ تب دوسرے دن خالد منصور کے سامنے پیش ہوا۔ اور یحیی
بن خالد کی کوشش و عمارہ بن حمزہ کی فیاضی سے کل روپیہ بھی داخل خزانہ ہوگیا۔
اور بقیہ تین لاکھ خلیفہ نے معاف کر دیا۔ اور موصل کی گورنری کا فرمان خالد کو ملگیا۔
چنانچہ خالد نے پہنچتے ہی تمام فساد اور ہنگامے رفع کر دیے۔ اور ملک کو اپنے احسانات اور
انتظامات سے فرمانبردار بنالیا۔ اسوقت سے منصور کی وفات تک برابر خالد موصل کی
گورنری[2] پر مقرر رہا۔ اور خلیفہ منصور کا یہ حُسن سلوک صرف خالد تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اُسکے
فرزند یحیی برمکی کو بھی بڑے بڑے صلے اور انعام ملا کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ مُلکی عہدے
ملنے لگے۔ چنانچہ آذربیجان[3] کی گورنری نے یحیی کے مُلکی اقتدار کو اور بھی بڑھا دیا۔ بلکہ یہ کہنا
چاہیے کہ یحیی کی آیندہ ترقی اور شہرت عام کا یہ پہلا زینہ تھا۔

خالد کا علم و فضل و مُلکی اقتدار

خالد کے فضل و کمال، علم و راے، تدبیر و شجاعت
شوکت و ہیبت کی جسقدر بھی تعریف کیجاے وہ کم ہے

نوٹ [1] کامل مین اسکی کوئی صراحت نہین ہے۔ لیکن اور تاریخون سے پایا جاتا ہے موصل کی گورنری پر[2] سنہ ۱۵۵ھ تک
خالد مقرر رہا ہے۔ اور خزانہ شاہی کی تیس لاکھ کی رقم خالد نے صرف کر ڈالی تھی جسکا الزام اُسپر تھا[3] کامل اثیر صفحہ ۵
جلد ۶ و ابن خلدون جلد ۳۔ صفحہ ۲۰۱۔ سنہ ۱۵۳ھ کامل اثیر صفحہ ۵ جلد ۶

کیونکہ خاندان برامکہ مین کوئی بھی ایسا نہین ہوا کہ جسمین وہ تمام کمالات ہوتے جو تنہا خالد مین موجود تھے۔ جس شخص نے خلافت عباسیہ مین اپنی آیندہ نسلون کے واسطے امارت و وزارت بلکہ سلطنت کا اعزاز قائم کیا وہ یہی خالد برمکی ہے۔ خالد کی خداداد قابلیت کا اندازہ صرف اسی سے نہین ہوسکتا ہے کہ وہ بڑی بڑی جاگیرون کا والئی تھا۔ بلکہ اپنے خاندان اور اولاد کو اپنے ہی دور حکومت مین معزز عہدون پر پہنچا دیا تھا۔ جسطرح خود مہدی عباسی کا اتالیق تھا اُسی طرح انتظاماً ہٰرون الرشید کے واسطے اپنے بیٹے یحییٰ کو اتالیق مقرر کرا دیا تھا۔ کیونکہ یہی شہزادہ آگے چلکر تاج و تخت کا وارث ہونیوالا تھا۔ چنانچہ اس خیال کا نتیجہ یحییٰ کے حق مین نہایت ہی مفید ہوا۔

طرز حکومت

حکومت مین خالد کا طرز عمل منصفانہ تھا۔ جور و ظلم یا جبر و ستم مزاج مین پاس نہ آتا تھا۔ باوجود اسکے حکومت مین شان و شوکت کا جلوہ نظر آتا تھا۔ احمد[1] بن محمد سوار الموصلی کا قول ہے کہ "مین نے خالد سے زیادہ کسیکو ہیبت والا نہین دیکھا۔ کوئی ایسا نہ تھا کہ جسکے دل مین خالد کی ہیبت نہو"۔ ابن[2] خلکان نے بروایت ابوالحسن مسعودی لکھا ہے کہ "یحییٰ عقل و راے مین فضل[3] فیاضی مین جعفر[3] کتابت و فصاحت مین محمد[3] عیش پسندی و ہمت مین۔ موسیٰ[3] شجاعت و ہیبت مین مشہور تھا۔ لیکن تمام محاسن کے لحاظ سے کوئی بھی خالد کی برابری کا دعوے نہین کرسکتا ہے"۔

نوٹ [1] ابن خلدون صفحہ ۲۲۳ جلد ۳ [2] کامل اثیر صفحہ ۵ جلد ۶۔
[3] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ حالات یحییٰ برمکی۔

منصور عباسی کا علمی زمانہ

یحیی اور جعفر برمکی کے حالات مین وہ علمی ترقیان دکھلائی جائینگی جو عہد خلافت ہرون الرشید مین ہوئی ہین۔ لیکن عہد ہرون مین جو محکمہ ترجمہ قائم ہوا۔ اسکی بنیاد منصور کے زمانہ مین ڈالی گئی تھی۔ اسلیے خالد برمکی کے حالات مین منصور عباسی کا علمی کارنامہ لکھنا ضرور ہے کیونکہ یہ علمی ترقی بھی خالد کی روشنضمیری کا نتیجہ[1] ہے جو منصور کے نام سے منسوب ہے۔ اور خاندان برامکہ کو سب سے زیادہ جس چیز نے تاریخ مین بقاے دوام کا اعزاز بخشا ہے وہ یہی علمی کارنامے ہین۔ بلکہ یہ کہنا واقعہ نفس الامری ہے کہ خلافت عباسیہ کو علمی حیثیت سے جو ترجیح دولت بنی اُمیّہ پر ہے وہ برامکہ کے طفیل مین ہے۔ خلفاے عباسیہ مین ابو جعفر منصور دوانیقی بخل مین ضرب المثل تھا۔ لیکن اہل علم کے ساتھ ہمیشہ فیاضی کیا کرتا تھا۔ جسکا ایک یہ بھی سبب ہے کہ سلاطین یورپ سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اسلیے علوم وفنون کی ترویج پر خاصکر متوجہ ہوا۔ اور حوصلۂ شاہانہ سے کام لیا۔ اور قیصر روم[2] سے کتب علمیہ کے عربی ترجمے

نوٹ [1] وزارت کے اعلی درجہ کے کام اکثر بادشاہ وقت کے نام سے مشہور ہوا کرتے ہین جسطرح اکبر بادشاہ کی سلطنت ابوالفضل کے کارنامون سے آجتک مشہور ہے۔ [2] روم کے نام سے باستثناے خواص کے عوام ناواقف ہین اور وہ روم سے ہمیشہ قسطنطنیہ مراد لیا کرتے ہین اسلیے لکھا جاتا ہے کہ اصلی روم ممالک اطالیہ مین ہے جو ۷۵۳ برس قبل حضرت عیسی کے آباد ہوا تھا اور جن ممالک مین لاطینی زبان بولی جاتی تھی یہ اُنکا دارالسلطنۃ تھا۔ جب سلطنت جمہوری شکست ہوئی تو بادشاہ کا لقب قیصر ہوا یہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ اور سلطنت کا وہ جاہ وجلال تھا۔ کہ تمام دنیا اُسوقت کے جغرافیہ کے روسے ماتحت تھی اور مثل یونانی کے اس ملک کی زبان بھی علوم وفنون کی مخزن تھی۔ ۳۲۸ء مین قسطنطین اعظم بادشاہ روم نے شہر بیزنٹیس یا بزنطائن (یونان کا ایک شہر تھا) کو زیادہ وسیع کرکے اپنے نام سے آباد کیا اور اسکا قسطنطنیہ نام رکھا۔ لیکن شاہی توجہ سے یہ شہر بھی روم کہلانے لگا۔ اُس زمانہ تک یہان کی رعایا عیسوی مذہب رکھتی تھی۔ لیکن الپ ارسلان سلجوقی کی فتوحات کے بعد

سنگائے۔کیونکہ اُسوقت دارالخلافت مین کوئی ایسا زباندان نہ تھا جو ان فلسفہ کی کتابون سے واقف ہو۔چنانچہ قیصر نے اقلیدس[ل] اور بعض کتابین فلسفہ کی تراجمہ کراکر بھیجدین جنکو پڑھکر علماے اسلام اور زیادہ مشتاق ہوے[ع] اور خلیفہ کی صرف اسقدر دلچسپی کا یہ نتیجہ ہوا کہ دربار خلافت مین دور و دراز ممالک سے علما و حکما آنا شروع ہوگئے۔اور بقول عیسائی مؤرخین کے منصور کے ذوق علمی سے بغداد ایسا مشہور ہوگیا کہ جیسے سکندر کا اسکندریہ یہ حکما عیسائی اور مجوسی نسل سے تھے۔کیونکہ وہ فنون فلسفہ جنکے ترجمے کی ضرورت تھی وہ یونانی وسریانی زبان مین تھے۔اور علماے اسلام مین اسوقت صرف چند اشخاص ان زبانون کے ماہر تھے لیکن جب علمی مذاق عام طور پر پھیلنا شروع ہوا تو علماے اسلام مین بھی تحریکی قوت کا برقی اثر پہنچ گیا۔مذہبی مسائل، علمی کارنامے، تواریخی حالات، جو ابتک زبانی بیان ہوا کرتے تھے یا جانوران صحرائی کی کھال اور درختونکی چھال یا پتونپر تحریر کیے جاتے تھے، یہ سلسلہ بند ہوا۔اسلامی علوم کی تدوین پر خاص توجہ شروع ہوئی۔چنانچہ سنہ ۱۴۳ ہجری سے اس مبارک کام کا آغاز ہوا۔اور

بقیہ نوٹ قسطنطنیہ کے مشرق مین اسلامی حکومت بڑھنے لگی حتی کہ سنہ ۱۴۵۳ء مین محمد خان ثانی نے قسطنطنیہ فتح کرلیا جو اُسوقت سے آجتک ترکون کے قبضہ مین ہے۔اسلیے روم قدیم سے دارالسلطنۃ اٹلی مراد ہے جسکو رومیۃ کبرےٰ یا مغربی روم کہتے ہین اور روم جدید سے قسطنطنیہ جسکو روم مشرقی کہتے ہین۔استنبول اسکا وہ حصہ ہے جو مشرقی جانب ہے۔ سلہ تاریخ سیوطی صفحہ ۱۰۱ و ۲۰۲ مطبوعہ مصر و تاریخ کامل و مقدمہ ابن خلدون۔

سلہ بعث ابوجعفر المنصور الی ملک الروم ان یبعث الیہ بکتب التعالیم مترجمۃ فبعث الیہ باقلیدس وبعض کتب الطبیعات وقرأہا المسلمون واطلعوا علی ما فیہا وازدادوا حرصا علی الظفر بما بقی منہا۔

کشف الظنون جلد ۳ صفحہ ۹۱۔

زمانہ کی رفتار کے ساتھ ترقی کرتا گیا۔ تاریخ مین جن بزرگون کو اس اولیت کا فخر ہے وہ خاص خاص ائمہ ہین۔ چنانچہ ابنِ جریج (عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج متوفی ۱۵۰ھ ہجری) نے مکہ مین۔ امام مالک (ابو عبداللہ مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ ہجری) نے مدینہ مین۔ اوزاعی (عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی الفقیہ متوفی ۱۵۷ھ) نے شام مین۔ ابن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۶ھ) اور حماد بن سلمہ (متوفی ۱۶۷ھ) وغیرہ نے بصرہ مین۔ معمر بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۳ھ) نے یمن مین سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) نے کوفہ مین حدیث اور تفسیر کی کتابین لکھین۔ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی (نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ) نے دلائل کے ساتھ فقہ کو ترتیب دیا۔ محمد بن اسحٰق بن یسار (متوفی ۱۵۱ھ) نے کتاب السیر والمغازی سے تاریخ شروع کی۔ علی ہذالقیاس علم ہیئت۔ طب وغیرہ مین بھی تصنیفات ہونے لگین۔ خالد برمکی نے بھی فیاضی اور توجہ سے کام لیا۔ اور ایرانی کتابونکا خاصکر ترجمہ کرایا۔ کیونکہ فارسی تصنیفات سے بہ سبب فارسی النسل ہونے کے خالد کو نہایت شیفتگی تھی چنانچہ شمس العلما مولوی شبلی نعمانی ایک آرٹیکل مین (اسلامی کتب خانے) تحریر فرماتے ہین کہ وہ خلیفہ منصور نے غیر زبانون کی سیکڑون کتابین عربی مین ترجمہ کرائین۔ ایک طرف تو امام مالک کو بلاکر حدیثون کے جمع کرنے اور ایک کتاب مستقل لکھنے کی ہدایت کی۔ دوسری طرف ایرانیون کی سب سے قدیم اور مفصل تاریخ جسکا نام بکلیکین تھا اور جو فارسیون کے نزدیک ایسی ہی عزت رکھتی تھی جیسے کہ ہندوٗن کے نزدیک مہابھارت ترجمہ کرایا۔ ہندوستان کے

نوٹ لہ از محمڈن نیشنل میگزین نمبر ۲ صفحہ ۱ جلد اول ۱۸۹۳ء مطبوعہ سیالکوٹ پنجاب۔

علوم وفنون کے ساتھ بھی کچھ کم اعتنا نہین کیا گیا - بلکہ اُسی زمانہ سے ہندو علما بغداد کے دربار مین جمع ہونے شروع ہوے - یہانتک کہ خاندان برامکہ نے ایک ہندو طبیب کو اپنے ہسپتال کا مہتمم اور افسر مقرر کیا - اُن علما کی بدولت اور نیز اُن مسلمانون کی وجہ سے جنھون نے تحقیقات علمی کے لیے ہندوستان کا سفر کیا - سنسکرت کی اکثر عمدہ تصنیفات بغداد کے کتبخانون مین جمع ہوئین - اور اُنہین سے باکھر[1] - راجہ[2] - سکھہ[3] - واہر[4] - انکر[5] - رنکل[6] - جہبر[7] - اندہی[8] - جاری[9] - مانک[10] - سالی[11] - نوکسل[12] - روسا[13] - راے[14] - کیل[15] اور براہمر[16] کی تصنیفات کا ترجمہ عربی زبان مین ہوا[1] چنانچہ اس عہد کے مشہور مترجمین عبد المسیح ابن عبد اللہ الحمصی مشہور با بن ناعمہ - وسلام الابرش و عبد اللہ اہوازی ہین جنکے اہتمام سے یونانی اور فارسی زبان کی بہت سی کتابین ترجمہ ہوئین - عہد منصور عباسی مین (۱۳۷ سے ۱۵۸ ہجری تک) جسقدر علمی ترقی ہوئی - بمقابلہ عہد ہرون کے اگرچہ وہ بہت ہی کم ہے لیکن چونکہ یہ ابتدائی زمانہ تھا اسلیے جسقدر اس عہد مین ہوا وہ بھی بے انتہا قابل سپاس گزاری ہے - جن حکما نے یونانی، سریانی، فارسی سے عربی مین ترجمہ کیا ہے - اب ہم صرف اُنکے نامون پر اکتفا کرتے ہین - اور مزید حالات ناظرین طبقات الاطبا ابن ابی اصیبعہ و کشف الظنون وغیرہ مین ملاحظہ فرمائین -

جارجیس[1] بن جبرئیل - فرات[2] بن سحناثا - عیسی[3] بن ماسرجیس - البطریق[4] - یہ سب

نوٹ[1] ان حکما کے نامون کی صحت کرنا اُس فاضل کا کام ہے جو علوم عربی و سنسکرت مین کمال رکھتا ہو - لیکن یہ جاننا چاہیے کہ عربی خط پر چڑھنے سے اصل نامون مین ضرور تغیر ہو گیا ہے -

[2] اطباے یونانی مین جارجیس نہایت مشہور ہے - جندی سابور کے شفا خانہ کا مہتمم اور معالج تھا - یونانی زبان کا بہت بڑا

عیسائی عالم تھے۔ عبداللہ بن المقفع۔ و فضل بن نوبخت۔ و اسمٰعیل بن ابوسہل بن نوبخت (یہ مجوسی عالم تھے)۔

کتب فلسفہ، طب، اور اخلاق کے ترجمون کے علاوہ علم ریاضی کی بھی عہد منصور مین بہت کچھ ترقی ہوئی، چنانچہ ۱۵۶ھ ہجری مین ہندوستان کا ایک بڑا ریاضی دان ہند و عالم منصور کے پایہ شناسی کا شہرہ سنکر دارالخلافت مین داخل ہوا۔ اسنے ایک نہایت عمدہ زیج جسکو اُسنے ایک عمدہ اور جامع تصنیف ہے جو ہند کے ایک مہاراجہ مسمّٰی بہ بیگر کیطرف منسوب ہے خلاصہ کیا تھا منصور کی خدمت مین پیش کی۔ محمد بن ابراہیم فزاری جو ریاضی دانون مین [illegible] نے منصور کے حکمسے سندہند کے [illegible] مشہور ہے۔ مامون الرشید کے زمانہ تک اعمال کواکب مین اسی زیج پر اعتماد کیا جاتا تھا۔

خلیفہ منصور کی خلافت مین یا یون کہنا چاہیے کہ خالد برمکی کے عہد امارت و وزارت مین جو علمی ترقی ہوئی اسکا مختصر بیان لکھا جا چکا ہے۔ اس سے زیادہ تشریح کی اس موقع پر ضرورت نہین ہے۔ انشاء اللہ اپنے موقع پر مفصل بیان ہوگا۔ خالد کی سوانح عمری مین بجز اُسکی موت کے اور کچھ باقی نہین ہے لہذا اب ہم ختم کرتے ہین۔ بقول ابن القادسی (یہی روایت معتبر ہے) ۱۶۳ھ ہجری مین اور بقول ابن عساکر ۱۶۵ھ ہجری مین اس نامور ہیرو نے دنیا سے سفر آخرت قبول کیا۔

بقیہ نوٹ ماہر تھا۔ اور طبابت مین تمام اطبا پر فوق رکھتا تھا ۱۴۸ھ مین خلیفہ منصور کی علاج کیواسطے طلب ہوکر بغداد مین آیا تھا حنین بن اسحاق نے اسی کی قرابادین کا عربی مین ترجمہ کیا تھا۔ جو شفاخانون کے استعمال کے لیے سریانی زبان مین لکھی گئی تھی۔ طبقات الاطبا جلد اول صفحہ ۱۲۳ سلہ گزشتہ تعلیم مسلمانان پروفیسر شبلی نعمانی صفحہ ۱۰ مطبوعہ لکھنؤ۔

ابوالفضل یحییٰ بن خالد برمکی

ولادت

خالد برمکی کا نامور، اور بلند اقبال بیٹا، یحییٰ برمکی، ہشام بن عبدالملک کے عہد سلطنت مین اخیر سنہ ۱۱۹ ہجری یا شروع سنہ ۱۲۰ ہجری مین پیدا ہوا[1] جس زمانہ مین یہ خوش تقدیر لڑکا پیدا ہوا اُسوقت باپ کی کیا حالت تھی یہ ظاہر کرنا مشکل ہے، کیونکہ ابوالعباس سفاح عباسی کے دربار مین خالد برمکی کا زمانہ سنہ ۱۳۲ ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اور ولید بن عبدالملک کا عہد حکومت جسمین یحییٰ کا دادا جعفر برمکی دمشق مین آیا تھا سنہ ۹۶ھ مین ختم ہو جاتا ہے۔ اسلیے یحییٰ کا زمانہ طفولیت معمولی حالت مین گزرا ہوگا۔

طفولیت

کیونکہ خاندان برامکہ کو اسلامی حکومت سے کوئی حصہ اس زمانہ مین نہین ملا تھا لیکن ۱۲- یا ۱۳ برس بعد کا زمانہ یحییٰ کے حق مین نہایت مبارک تھا۔ کیونکہ ابوسلمۃ الخلال کے قتل کے بعد خالد سفاح کا وزیر مقرر ہو چکا تھا۔ اور خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ مین ابتداءً وزارت اعظم بعدہٗ وزیر الخراج (بورڈ آف ریونیو) و گورنری صوبجات کے ممتاز عہدے کیا کم تھے۔

نوٹ [1] یحییٰ برمکی کا سن ولادت مجھکو کسی تاریخ سے نہین معلوم ہوا لیکن تمام مستند مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ ۳ محرم سنہ ۱۹۰ ہجری کو ستر برس کی عمر مین یحییٰ نے انتقال کیا اور یہ بھی تحقیق ہے کہ سنہ ۱۶۳ ہجری مین خالد کا انتقال ہوا۔ اس حساب سے وقت انتقال خالد کے یحییٰ کی عمر ۴۳ برس کی تھی۔ اور جبکہ سنہ ۱۹۰ ہجری مین خود یحییٰ اس جہان سے رخصت ہو گیا تو خالد کے زمانہ سے ۲۷ برس کا فرق نکلا ۴۳- اور ۲۷ کا مجموعہ ستر برس ہوتا ہے۔ اور وقت انتقال کے یحییٰ کی عمر ٹھیک ستر برس کی تھی اسلیے سنہ ولادت اخیر سنہ ۱۱۹ھ یا شروع سنہ ۱۲۰ھ سمجھنا چاہیے جو حسابی قاعدے سے صحیح ہے۔

تعلیم و تربیت

یحیی کے اساتذۂ فن کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہے۔ تاہم نہایت دعوی سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ علمی روشنی اس زمانہ مین پھیل گئی تھی۔ دربار خلافت مین علما اور مجتہدین فن موجود تھے۔ اسلیے یحیی کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی ہوگی۔ کیونکہ یحیی کے جسقدر حالات معلوم ہوے ہین اُنسے ثابت ہوتا ہے کہ خالد برمکی نے جمیع علوم و فنون مین اپنے نامور بیٹے کی عمدہ تعلیم کی تھی۔ علم ادب، فصاحت، بلاغت مین یحیی کا کمال مورخین کو تسلیم ہے۔ اسلیے اسمین کوئی شک نہین ہے کہ یحیی برمکی دنیا کے ممتاز اور مشہور اہل کمال مین سے تھا۔

یحیی کا سن رشد ملکی اعزاز

جب یحیی کے شباب کا زمانہ ہوا اُسوقت خالد برمکی حکومت عباسیہ مین کمال اقتدار رکھتا تھا۔ کیونکہ ابو جعفر منصور نے خالد کی کارگزاریان دیکھکر اُسکو موصل کا گورنر کر دیا تھا۔ ایسے معزز عہدہ دار کو اسلامی سلطنت مین یہ مشکل نہ تھی کہ اپنے لڑکے کیواسطے وہ کوئی صورت ملازمت کی نہ نکال سکتا۔ چنانچہ منصور نے خالد کے استحقاق پر نظر کرکے یحیی کو بھی ۱۵۸ھ مین آذربیجان کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ پہلا عہدہ تھا کہ جو یحیی برمکی کو دیا گیا تھا۔ عہد منصور مین تو صرف اسیقدر ترقی ہوئی لیکن ابو عبداللہ مہدی عباسی کا عہد حکومت یحیی کے حق مین بہت مبارک تھا۔ کیونکہ مہدی تمام امور سلطنت مین خالد کی راے پر چلتا تھا۔ اسلیے خالد نے کمال دوراندیشی سے یہ حکمت[1] کی کہ یحیی کو شہزادۂ ہرون الرشید کا اتالیق مقرر کرا دیا۔ کیونکہ ہرون کی طرز عمل سے

نوٹ [1] کامل اثیر جلد ۵ صفحہ ۵ مطبوعہ مصر۔ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۰۱۔

خالد سمجھ گیا تھا کہ بعد مہدی کے ہرون تخت و تاج کا مالک ہوگا اور یحیی کی یہ اتالیقی خاندان
برامکہ کے آیندہ عروج اور استحکام کی بنیاد ہوگئی اور خلافت عباسیہ مین برامکہ کی اتالیقی اب
موروثی کے درجہ پر پہونچنے والی تھی۔ کیونکہ مہدی عباسی کا اتالیق خلیفہ منصور نے خالد کو
مقرر کیا تھا۔ اُسی طرح مہدی نے یحیی کو ہرون کا اتالیق مقرر کیا۔

یحیی اتالیق ہرون الرشید

ہرون چونکہ بچپن سے یحیی کی گود مین پلا بھی تھا۔ اسلیے یحیی سے
بہتر دوسرا اتالیق ہونا مشکل تھا۔ اور ہرون کی قابلیت
علمی کا اصلی سبب بھی یہی تھا کہ اُسنے یحیی کی نگرانی مین تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اور خلافت
عباسیہ مین منصور سے ہرون الرشید تک جو ممتاز خلیفہ ہین اُنکی اولاد کی عام نگرانی اور اتالیقی
برامکہ کے سپرد تھی۔ خلفای بنی امیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے لڑکون کو قبائل عرب مین بھیجدیتے
تھے۔ تب اُنکو برجستہ گوئی، فصاحت و بلاغت، آتی تھی۔ لیکن یہ برامکہ کی کمال فصاحت و بلاغت
کا نتیجہ ہے۔ کہ ہرون اور اُسکے بیٹے مامون و امین گھر بیٹھے فصیح و بلیغ بنگئے تھے۔ یحیی برمکی
ہرون کا ایسا اتالیق تھا کہ خواہ بزم ہو یا رزم کبھی جدا نہوتا تھا مجلسون مین بٹھیتا تو ادب
لڑائی مین جاتا تو فنون جنگ سکھلاتا۔ جب ۱۶۳ھ (۷۷۹ع) مین مہدی نے روم[2] پر جہاد کیا تو ہرون کو
فوج کا سپہ سالار کرکے بھیجا۔ اگرچہ اُسوقت ہرون کا پندرہ برس کا سن تھا، مگر بہادرانہ
لشکر کشی کی اور لڑتا بھڑتا خلیج قسطنطنیہ تک پہنچگیا[3] اس لڑائی مین اس قدر لوٹ ہاتھ آئی
کہ گھوڑا ایک ایک درہم کو بک گیا۔ یحیی برمکی ہمراہ رکاب تھا۔ اور جب حدود مغرب، آذربیجان

نوٹ [1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ [2] کامل اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۰ مطبوعہ مصر ۱۳۰۳ھ [3] ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۱۱ مطبوعہ مصر

وارمینیہ کی حکومت باپ نے ہرون کے سپرد کی تو خاص خاص آدمی ہمراہ کیے۔ انہین بھی یحییٰ برمکی تھا۔ غرضکہ کوئی ایسی تعلیم نہ تھی کہ جو یحییٰ نے ہرون سے دریغ رکھی ہو۔

یحییٰ کے عام اخلاق و عادات شاہانہ فیاضی اہل علم کی قدردانی

خاندان برامکہ مین جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر اور باعث بقائے دوام ہے، وہ اُسکی عام فیاضیان علمی کارنامے، اور ملکی انتظامات ہین، لیکن کتب تاریخ، اخلاق، اور علم ادب کی کتابون مین فیاضی کے افسانے جستہ جستہ مذکور ہین۔ چنانچہ اس مقام پر بعض واقعات جسکو مستند مورخین نے یحییٰ کے حالات مین بیان کیے ہین ہم بھی لکھتے ہین۔ لیکن پولٹیکل معاملات کی نسبت ایک واقعہ بھی لکھنا مشکل ہے کیونکہ قدمانے عام معمولی اور جزئی واقعات سمجھکر نظرانداز کردیا ہے۔ اسلیے امید ہے کہ ناظرین بھی اسکا الزام نہ دینگے کہ ہمنے کوئی ملکی واقعہ یحییٰ کے حالات مین تحریر نہین کیا۔

یحییٰ برمکی کی نسبت مورخین کے متفقہ الفاظ یہ ہین کہ "تمام خاندان مین یحییٰ سے زیادہ کوئی صائب رائے، بردبار، عالی حوصلہ، خوش اخلاق، شجاع، فصیح و بلیغ، عقیل، اور فیاض نہین ہوا" اور خاصکر فیاضی کے اسقدر واقعات ہین کہ اگر فیصدی پانچ کا انتخاب کیا جاسے تو بھی البرامکہ کی وسعت اُسکے واسطے کافی نہین ہے۔ تاہم چندروایات لکھی جاتی ہین جو دلچسپی سے

نوٹ [۱] خلیفہ منصور عباسی نے یحییٰ کی قابلیت پر جو مختصر ریمارک کیا ہے اُسکے یہ الفاظ ہین "للہ الاباء ابناء وولد خالد بن برمک اباء" کتاب الاذکیا ابن جوزی حالات وزرا صفحہ ۳۴ مطبوعہ مصر۔

خالی نہین ہین۔ اور علاوہ فیاضی کے خاص خاص خوبیان یحییٰ برمکی کی اسسے ظاہر ہوتی ہین یحییٰ کا قول ہے کہ جب زمانہ موافق ہو اُسوقت بھی خوب فیاضی کرنا چاہیے کیونکہ جود و کرم سے خزانہ ہین کمی نہین ہوتی ہے۔ اور جب ادبار ہو اُسوقت بھی فیاضی سے ہاتھ نہ روکنا چاہیے کیونکہ دولت روکنے سے اُسوقت رُکے گی (کیونکہ دولت آنے جانے والی چیز ہے)۔
حسن بن سہل نے سُنا تو اُنکو بہت تعجب ہوا اور اسی مضمون کو یحییٰ نے نظم کرنے کا حکم دیا تو ایک شاعر نے اسطور پر نظم کیا۔

لا تبخلن بدنيا وهي مقبلة	فليس ينقصها التبذير والسّرف
جب دنیا تیری طرف متوجہ ہو تو بخالت نکر	کیونکہ خرچ اُسکو گھٹا نہین سکتی
فان تولت فاحرى ان تجود بها	فليس تبقى ولكن شكرها خلف
اور جب دنیا مُنھ موڑلے تو سخاوت کرنا اور بھی مناسب ہے	کیونکہ دنیا اگر نہین رہی تو اُسکا شکر تو رہجائیگا

جسطرح خود فیاض تھا ویسے ہی ہمیشہ اپنے بیٹون کو نصیحت کیا کرتا تھا کہ جب تک ہو سکے بھلائی اور احسان کرو چنانچہ جعفر سے یحییٰ کہا کرتا تھا کہ "یا بني ما دام قلمك يرعد فامطره معروفا"۔

فیاضی پر شعرا کا ریمارک

یحییٰ کے دروازے پر ہمیشہ عام سائلون کے علاوہ ایک گروہ شعرا کا موجود رہتا تھا۔ جنکو مختلف موقعون پر گرانبہا خلعت اور انعام ملا کرتے تھے۔ اور انھین انعامات کا باعث ہے کہ جس زور شور سے یحییٰ کی صفت

نوٹ ۱؎ مستطرف جلد اول صفحہ ۱۴۵ مطبوعہ مصر۔

مین قصائد لکھے گئے ہین اگر بادشاہ وقت کی بھی تعریف مین لکھے جاتے تو غالبًا اس سے زیادہ نہوتی کسی نے اسحٰق[1] موصلی سے پوچھا کہ یحیےٰ کی فیاضی کا کیا حال ہے تو اُسنے یہ اشعار پڑھے۔

سألت الندی هل انت حرفقال لا — ولکننی عبد لیحیی بن خالد

مین نے سخاوت سے پوچھا کہ کیا تو آزاد ہو؟ اُسنے کہا "نہین" — بلکہ مین یحییٰ بن خالد کی کنیز ہون۔

فقلت شراءً قال لا بل وراثةً — توارثنی من والد بعد والد

مینے کہا کیا اُسنے تجھکو خرید تھا۔ اُسنے کہا "نہین" — بلکہ باپ دادا سے مجکو وراثت مین پایا ہے۔[2]

مصنف[3] عقد الفرید لکھتا ہے کہ جس شاعر نے یہ شعر یحییٰ کی مدح مین لکھے تھے اُسکو دس ہزار دینار صلہ مین مرحمت ہوئے تھے" شاعر کا یہ قول بظاہر مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت مین یہ خاندان حد سے زیادہ فیاض تھا جسقدر شعرا نے لکھا ہے اسمین کچھ بھی مبالغہ

نوٹ [1] ابو محمد اسحٰق بن ابراہیم الموصلی۔ وہ مشہور شخص ہے کہ جسنے موسیقی کو معراج کمال تک پہونچا دیا تھا۔ اپنے ہمعصرون مین باعتبار شہرت مقبولیت اور کمالات موسیقی کے سب پر فائق تھا۔ اسحٰق نے علاماء اصمعی۔ ابو عبیدہ کسائی۔ فرّا سے فن ادب۔ انساب۔ روایات۔ فقہ۔ نحو۔ حاصل کیا تھا۔ اور ان تمام علوم مین مجتہدانہ کمال رکھتا تھا۔ لیکن یہ عبرت کا مقام ہے کہ موسیقی کے انتساب نے اسکو نہ تو فقیہ مشہور ہونے دیا۔ نہ ادیب۔ اور صرف مغنی کے حقیقی لقب سے تمام دنیا مین اسکی شہرت ہوئی جسکو باوجود کوشش کے سلطنت بھی نہ مٹا سکی۔ عود بجانا زلزل سے سیکھا تھا۔ اور تمام راگنیان اپنے باپ ابراہیم اور شہدہ سے سیکھی تھین۔ خلیفہ مامون الرشید اسکی اسقدر عزت کرتا تھا کہ اسکو ندیمون کے زمرہ مین جگہ دیتا تھا۔ اور دربار مین فقہا کا لباس پہنکر آنے کی اجازت تھی۔ خلیفہ معتصم باللہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اسحٰق جب گاتا ہے تو مجھے جوش مسرت مین یہ خیال ہوتا ہے کہ میری سلطنت مین کوئی نیا ملک اضافہ ہو گیا۔ ۲۳۵ھ مین خلیفہ المتوکل علی اللہ کے زمانہ مین فوت ہوا۔

[2] دیکھو دیوان ابو نواس باب الاول فی المدیح صفحہ ۱۴ مطبوعہ بیروت مطبع جمعیۃ الفنون۔

[3] اعلام الناس صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ بمبئی۔ عقد الفرید جلد اول صفحہ ۶۷ مطبوعہ مصر

اور عبارت آرائی نہین ہے بلکہ برامکہ کی فیاضی کے اصلی واقعات ہین۔ایک اور شاعر فیاضی کے عام جوشین لکھتا ہے۔

ولو کنت من بغداد فی الف فرسخ		شممت نسیم الجود من آل برمک
گومین بغداد سے ہزار میل کے فاصلہ پر ہون		تب بھی خاندان برمک کی سخاوت کی خوشبو میرے دماغ مین آئیگی

برامکہ کا اوصاف۔ ابونواس جو خلافت عباسیہ کا مشہور شاعر ہے برامکہ کی مدح مین اسطرح لکھتا ہے۔

ان البرامکۃ الذین تعلموا		فعل الملوک وعلموہ الناسا
برامکہ وہ ہین جنھون نے بادشاہانہ کام خود سیکھے		اور لوگون کو سکھلایا
کانوا اذا غرسوا سقوا واذا بنوا		لم یہدموا لبنائھم ما ساسا
جب وہ کوئی پودا لگاتے تھے تو اُسکی جڑمین پانی دیتے تھے		اور جب کوئی عمارت بناتے تھے تو اُسکو ڈھاتے نہ تھے
واذا ھم صنعوا الصنیعۃ فی الوری		جعلوا لھا طول البقاء لباسا
اور جب وہ لوگون کے لیے کچھ کام کرتے تھے		تو اُسکو بقاے دوام کا لباس پہناتے تھے

عام خاندانی حیثیت سے قطع نظر کرکے علٰحدہ علٰحدہ بھی یحییٰ، فضل، جعفر کی مدح مین شعرا نے پرزور قصائد لکھے ہین۔لیکن انکا مع ترجمہ کے اس موقع پر لکھنا تکلف سے خالی نہین ہے جو علم ادب کے شائق ہین وہ دیوان ابونواس وغیرہ ملاحظہ کرین۔

ایک شاعر کی فی البدیہ اشعار کا صلہ[۱] اسحٰق موصلی راوی ہے کہ یحییٰ کا دستور تھا کہ جب گھوڑے پر سوار ہوتا تو اُس شخص کو جو سب سے پہلے سامنے

نوٹ [۱] ابن خلکان حالات یحییٰ برمکی جلد ۲ صفحہ ۲۲۳۔

آجاتا دوسو درہم[1] دیا کرتا تھا ایکدن روانگی کے وقت ایک شاعر سامنے آگیا اور اُسنے برجستہ یہ اشعار پڑھے۔

یا سمی الحصور یحیی اتیحت	لک من فضل ربنا جنتان
اے حضرت یحیی کے ہمنام تیرے لیے	خدا کی مہربانی سے دو بہشتین مقرر ہو چکی ہین
کل من مر فی الطریق علیکم	فلہ من نوالکم مائتان
جو شخص راہ مین تمھارے سامنے آجاتا ہے	اُسکو تمھاری فیاضی سے دوسو درہم مقرر ہین
مائتا درہم لمثلی قلیل	هی منکم للقابس العجلان
دوسو درہم مجھ جیسے کے لیے تھوڑے ہین	یہ تعداد تو اُسکی ہے جسکو اتنی جلدی ہو۔ کہ گویا آگ لینے آیا تھا

یحیی نے سنکر کہا کہ "ہان سچ ہے اور حکم دیا کہ اس شخص کو ٹھہراؤ" جب دربار سے واپس آیا تو اُس شاعر کو بُلایا۔ حال پوچھا تب اُسنے بیان کیا کہ "مین نے نکاح کیا ہے جسکی تین شرطین ہین اوّل یہ کہ چار ہزار دین مہر ادا کرون۔ اگر نہ ادا کرسکون تو عورت کو طلاق دون۔ تیسری یہ کہ تمام سامان خانہ داری مہیا کرون" یحیی نے سنا تو فوراً چار ہزار مہر ادا کیا۔ اور چار ہزار درہم خرید مکان اور چار ہزار ضروری سامان کے واسطے دیے۔ علاوہ اسکے چار ہزار اور بھی دیے کہ بالکل اطمینان ہو جاوے۔ چنانچہ تین شعر کے صلہ مین ۱۶ ہزار دینار دیا اور رخصت کر دیا۔

(۲) فیاضی کا خاص طریقہ

اسحق موصلی اپنے باپ ابراہیم کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ایکدن یحیی کے پاس گیا اور اپنی تنگدستی کی شکایت کی۔ سُنکر افسوس کیا

نوٹ [1] درہم چار آنہ کا۔ اور دینار پانچ روپیہ کا ہوتا ہے۔

اور کہا کہ مین کیا کرون اسوقت میرے پاس کچھ موجود نہین ہے۔ مگر ایک تدبیر بتلاتا ہون اور وہ یہ ہے کہ خلیفہ مصر کا ایک وکیل مجکو تحفہ دینا چاہتا ہے۔ مین نے بہت انکار کیا ہے لیکن وہ اصرار کرتا ہے اور مین نے سُنا ہے کہ تمھاری ایک کنیز بکاؤ ہے جسکے تیس ہزار درہم فلان شخص دیتا ہے اور یہ کنیز ہدیہ کے قابل بھی ہے۔ فوراً اوس وکیل کو خبر کرو۔ جب اُسکی طرف سے ہدیہ پیش ہوگا تو وہ لونڈی تمھاری ہوگی۔ لیکن قیمت تیس ہزار سے نہ گھٹانا" اتنے مین ایک شخص میرے پاس آیا اور اس کنیز کا بھاؤ کرنے لگا۔ مین نے کہا کہ تیس ہزار سے کم پر نہ فروخت کرونگا۔ لیکن بیس ہزار پر توڑ ہوگیا۔ یعنی اسقدر رقم کثیر سُنکر مجھسے انکار نہو سکا۔ اور قیمت وصول کرلی۔ بعدہٗ یحیی کے پاس حاضر ہوا اور سارا قصّہ بیان کیا۔ جب یحیی نے سنا کہ بیس ہزار کو فروخت کردی تو کہا کہ بڑے سستے داموں بیچ ڈالا" اور وہ لونڈی میرے حوالے کردی جو ہدیہ مین آئی تھی اور اسیطرح وکیل فارس کے ذریعہ سے تیس ہزار دینار وصول ہوئے۔ یحیی کی فیاضی کا یہ ایک ادنے نمونہ ہے کہ صرف ایک اشارہ سے پچاس ہزار دینار وصول ہوگئے۔ ٭٭

(۳) علم موسیقی کی کمال قدردانی

یحییٰ برمکی نے اسحٰق موصلی کے ساتھ جو فیاضی کی ہے اُسکا حال نہایت ہی دلچسپ ہے۔ جسکو خود اسحٰق نے اسطرح روایت کیا ہے کہ میرے پاس ایک نہایت خوبصورت گانیوالی کنیز تھی، جسکے

نوٹ ١؎ خلکان جلد ٢ صفحہ ٣٢٢ و ٣٢٣ و کتاب الاذکیا ابن جوزی صفحہ ٢٤۔ ٢؎ دیکھو منیا ربنی صفحہ ٦٨ لغایت مطبوعہ بمبئی۔ وحدیقۃ الاقالیم۔ اقلیم سوم صفحہ ٢١٤۔ ٭٭ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ یحیی کا عمل اس حدیث شریف پر تھا کہ "الدال علی الخیر کفاعلہ" یعنی جو شخص نیکی کی راہ بتاتا ہو وہ بھی مثل نیکی کرنیوالے کے ہے۔

حسن وجمال پر مین فریفتہ تھا۔اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔عبداللہ بن مالک خزاعی کو جو دربار
مین ایک مقتدر امیر تھا۔جب اسکی خبر ہوئی تو ایک رقعہ میری طلبی مین لکھا اور دس ہزار درہم
تہنیت مین اُس رقعہ کے ساتھ بھیجے۔مین حسب الطلب چلا گیا۔دیکھتا ہون تو عبداللہ
نشہ کے عالم مین جھوم رہا ہے۔اور رات کے نشہ کا ابتک خمار باقی ہے۔مجھے دیکھکر کہا کہ"
اسحق! اسوقت ساز چھیڑو۔اور اس لئے سے کوئی چیز سناؤ۔کہ میری موجودہ حالت مین اضافہ
ہو جائے"۔ چونکہ اس قسم کے خلاف تہذیب کلمات مین نے ابتک عبداللہ سے نہین سنے
تھے۔اسلیے مین نے سمجھا کہ غالباً یہ اُسی دس ہزار درہم کا سبب ہے۔ورنہ مین ندیم اور
مغنی خلیفہ ہرون الرشید کا ہون! اس تحکّم سے کوئی شخص مجھسے فرمایش نہین کر سکتا ہے؟
لیکن تاہم مصلحت وقت سمجھکر مین نے کچھ گانا شروع کیا۔مگر بیدلی کے ساتھ۔چونکہ اسوقت
کی راگنی سے مجھے خود مسرت نہ تھی اور دل اُچاٹ ہو رہا تھا۔اسلیے عبداللہ کا بھی جی نہ لگا
اور دو تین بار اپنے مصاحبون سے مخاطب ہو کر کہا کہ"اسحق تو کچھ برامکہ ہی کی مجلس مین
خوب گلے بازیان کرتا ہے۔ہمارے یہان کیون جی لگا کر گانے لگا؟ اور یہ برامکہ حقیقت
مین نسل مجوسیون سے ہین اور معمولی آدمی ہین۔امیرالمؤمنین منصور نے خالد کو عروج
پر پہنچا دیا تھا۔اور ہم نسل عرب سے ہین۔اہل نسب ہمکو خوب جانتے ہین۔پھر برمکی ہم سے
کیونکر افضل، اور فیاضی مین کیسے ہمارے برابر ہو سکتے ہین"؟ عبداللہ کی یہ باتین سنکر
مجھسے ضبط نہو سکا اور نہایت ہی صدمہ ہوا۔چونکہ مین پہلے سے بھرا بیٹھا تھا، اسلیے یہ چھیڑ
چھاڑ اور بھی غضب ہو گئی اور اُسی مجلس مین بول اُٹھا کہ جناب کو اس قسم کی گفتگو مناسب

نہین ہے۔ جو فیاضیان کہ برامکہ نے کی ہین وہ دوسرے سے ہو ہی نہین سکتی ہین۔ ہان یہ سچ ہے کہ وہ بھی انسان ہین۔ لیکن مروت وسخاوت مین کوئی شخص عرب وعجم مین اُنکا مقابل نہین ہے اگر ارشاد ہو تو صرف ایک اپنا واقعہ بطور مثال کے عرض کردون۔ میرے یہ الفاظ عبداللہ کو بہت ہی تلخ گزرے۔ اور سب نشہ کافور ہوگیا۔ سنبھل بیٹھا، اور کہا کہ "ہان جو کہنا ہے کہو" مین نے کہا کہ "ایکدن یحیٰی برمکی نے علی الصباح مجھکو بلایا۔ اُس زمانہ مین میرا مکان ایک محدود رقبہ مین تھا۔ یہانتک کہ گھوڑا دہلیز کے اندر باندھا جاتا تھا۔ دن رات یہی پریشانی تھی۔ اور مین بہت چاہتا تھا کہ اگر کوئی ہمسایہ اپنا مکان فروخت کرے تو لیکر مکان کو وسیع کرون۔ اتفاقاً اُسی وقت ایک شخص آیا اور مجھسے کہا کہ مجھے ایک ضرورت درپیش ہے اپنا مکان بیچتا ہون اگر خریداری منظور ہے تو بسم اللہ انقد دام دلوایئے۔ اور دربار وزیر کا جانا آج ملتوی کردیجیے۔ یحیٰی کے انعامات اور صلے کی طمع سے تو یہی جی چاہتا تھا کہ فوراً چلا جاؤن لیکن مجبوری اور جدید عمارت کے شوق سے بھی اُسوقت نہ جا سکا۔ لین دین کے جھگڑون مین ایک پہر دن چڑھ گیا تھا۔ لیکن مین اُسی وقت دربار مین پہنچا۔ یحیٰی نہایت بشاش اور خوش وخرم بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھکر ہنسا۔ اور کہا کہ "واہ صاحب! جلسۂ صبوحی کی تو خوب رعایت کی اور اچھے وقت پر آئے" مین قدمون پر گر پڑا۔ اور معذرت کے ساتھ، دیر تک وجہ توقف، اور خریداری مکان کا راگ گاتا رہا۔ میرا حال سنکر یحیٰی کو پسینا آگیا اور کہا کہ "افسوس!! تمھارے حال سے مین اسقدر بیخبر ہون۔ یہ سراسر میرا قصور ہے۔ مین نے معذرت کی اور مجلس کے حسب حال گانا شروع کیا۔ راگنی وقت کے مناسب تھی خوب ہی سمان بندھا

یحییٰ کو وجد کی حالت طاری تھی۔ بعد فراغ جلسہ کے نہایت قیمتی خلعت، ایک راس اسپ مطوق، اور ایک لاکھ درہم انعام دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک وکیل کو بُلایا اور حکم دیا کہ اسحٰق کے مکان مین جاکر بالا خانہ سے دیکھو جسقدر مکانات گرد وپیش مین نظر آوین، اُنکو خرید کرو قیمت کی کچھ پروا نہین ہے۔ دوچند سہ چند یا جس قیمت پر اُنکے مالک راضی ہون تمام مکانات خرید کرکے سلسلہ تعمیر جاری کرو تاکہ شاہی طرز کی عمارت بہت جلد بنکر تیار ہوجائے ہم سب کی اُس جدید مکان مین اسحٰق دعوت کریگا" وزیر السلطنت کا یہ حکم سنکر مین جامہ مین پھولا نہ سماتا تھا۔ دوسرے دن سورج نکلنے سے پہلے خواجہ حامد وکیل میرے مکان پر پہنچ گیا۔ اور محل کی چھت پر بیٹھکر مجھے حکم دیا کہ "روپیہ کی تھیلیان میرے ساتھ مین اپنے ہمسایہ کے لوگون کو بلاو۔ تاکہ منتخب شدہ مکانات کا معاوضہ دیدیا جاوے" مین نے تیرہ قطعہ مکانات منتخب کیے۔ مالکان نے یحییٰ برمکی کی خریداری سمجھکر اصلی لاگت سے دوچند سہ چند قیمت مانگنا شروع کی اور آخر کو مُنھ سے مانگے ہوے دام لیکر دعائین دیتے ہوے چلدیے۔ اُسی روز سے عمارت کا سلسلہ شروع ہوگیا اور کاریگرون کو سخت تاکید کی گئی کہ بہت جلد عمارت تیار ہوجاے۔ تیسرے دن مین نے چاہا کہ اور مکانات خرید کرون تو معلوم ہوا کہ ابو نصر احمد اصفہانی اُن مکانات کو جو خواجہ حامد طے کرچکا تھا دوچند قیمت پر خرید کررہا ہے اور جو صناع ابتک اس عمارت مین کام کرتے تھے اُنکو بھی زیادہ اجرت دیکر ہمسے چھین لیا۔ اور اپنی عمارت کی تیاری شروع کردی باعتبار نقش ونگار اور مطلا کامون کے بغداد مین یہ عمارت بہت ہی اعلیٰ درجہ کی سمجھی جاتی تھی جو دیکھتا تھا حیران رہجاتا تھا

کہ سبحان اللہ کیا ہی عجیب و غریب عمارت ہے ایہ کرشمے مین بھی اپنی آنکھون سے دیکھتا تھا
مگر چپ تھا۔ جب خواجہ حامد کی نگرانی مین میرے مکان تیار ہوگئے اور ابونصر احمد
کے مکانات بھی بنگئے تو ہمارے وکیل نے یحیی برمکی سے اطلاع کی حکم صادر ہوا کہ شاہانہ
طریقے سے مکانات آراستہ کیے جائین۔ ہر قسم کے ظروف نقرئی۔ شیشہ آلات اور زربفت
کے پردے اور اسقدر لونڈی غلام جو خدمت مہمانان کیواسطے کافی ہون بھیجدیے جائین
خوبصورت صاحب جمال، مغنیہ کنیزین بھی بھیجی جاوین۔ غرضکہ ہر قسم کے سازوسامان سے
میرے مکانات نمونۂ فردوس بنگئے اور علاوہ فرنیچر کے ایک لاکھ درہم ضروری اخراجات
دعوت کیواسطے بھیجدیا۔ جب تمام سامان مرتب ہوگیا تب یحیی نے کہا کہ "اب وہ وقت
قریب ہے کہ اسحق ہماری دعوت کریگا" مین نے نہایت ادب سے سر جھکا کر عرض کیا کہ
"بسم اللہ تشریف لیچلیے۔ جو کچھ ہے وہ بندگان وزیر کا عطیہ ہے" چنانچہ وقت مقررہ پر
اپنی مہربانی اور بندہ نوازی سے یحیی مع صاحبزادون فضل و جعفر اور تمام ندیمون کے
میرے مکان پر آگیا۔ اور مجلس عیش و طرب کی گرم ہوئی۔ اسوقت کی خوشی کوئی میرے
دل سے پوچھے! بار بار یہی جی چاہتا تھا کہ یحیی اور اُسکے فرزندون پر قربان ہوجاؤن
تھوڑی دیر تک یحیی نیچے کے درجہ مین مشغول عیش و نشاط رہا۔ پھر بالاخانہ کا قصد کیا۔
وہان بھی عمدہ مجلس مرتب تھی۔ کچھ دیر تک وہان بھی اسی قسم کی صحبت رہی۔ سامنے سے
ابونصر احمد کے عالیشان محل نظر آرہے تھے اُنکو دیکھکر مجھسے پوچھا کہ اسحق! تمھارے
پڑوس مین یہ خوشنما عمارت کسکی ہے؟ مین نے عرض کیا کہ ابونصر احمد کی! اور ساتھ ہی



وہ تمام زیادتیاں جو ابتک پیش آئی تھین کہہ گزرا۔ لیکن میری امید کے خلاف یحییٰ نے
ابونصر کو کچھ بھی نہ کہا۔ بلکہ میری باتون پر خوب قہقہے لگائے تب تو مجھے بہت ہی ندامت ہوئی
کہ مین نے ناحق اسقدر کہا سُنا۔ تھوڑی دیر بعد حکم دیا کہ ابونصر کے مکان کی ایک دیوار
(جو میرے مکان سے متصل تھی) درمیان سے شق کر دیجاوے۔ چنانچہ فوراً اُسکی تعمیل
ہوگئی۔ اور یحییٰ مع رفقا کے میرے مکان سے اُٹھکر جدید دروازے سے وہان چلا گیا
مین اپنے دل مین کہتا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ تو وزیر کا صریحی ظلم ہے کہ ابونصر کے مکان
مین بلا حصول اجازت چلا گیا ہے۔ اور تنہا بھی نہین بلکہ مع مصاحبین کے اور اُسپر طرہ یہ ہے
کہ ساز و نغمہ بھی چھیڑ دیا ہے۔ ان خیالات کا سلسلہ میرے دل مین بڑھتا جاتا تھا۔ لیکن کسی سے
ابتک مین نے اسکا اظہار نہین کیا تھا۔ سب کے ہمراہ مین بھی ابونصر کے مکان مین داخل
ہوا۔ یحییٰ نے اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا کہ اول وقت ہم تمھارے مہمان تھے۔ دوسرے وقت
ایسے معزز شخص کے مہمان ہین جسنے شاہانہ طرز پر دعوت کا سامان کیا ہی مکان آراستہ ہے
عطر کی خوشبوئین آرہی ہین۔ غلام، کنیز، طعام، شراب، اور سب سامان ہمارے لائق
مہیا ہے۔ پھر دسترخوان چنا گیا چاندی سونے کے خوبصورت ظروف سے تمام محل جگمگا رہا تھا
پر تکلف زربفت کے دسترخوان سب کے سامنے بچھے ہوے تھے۔ بعد از فراغ طعام۔
یحییٰ نے مجھے بلا کر کہا کہ "اسحق! ابونصر کی شکایتین اور سختیان تمھاری زبانی سُنکر مجھے
ہنسی آگئی۔ اسپر تمکو تعجب ہوا ہوگا۔ پھر مکان کی دیوار توڑ کر اس مکان مین آنا اور بھی برہمی
اور استعجاب کا باعث تھا" مین نے عرض کیا کہ "بیشک میرے ایسے ہی خیالات تھے" یحییٰ نے

جواب دیا "حقیقت یہ ہے کہ ابو نصر بھی میرا ہی وکیل ہے۔ یہ کل محل اور عمارات مع اسباب کے سب تمھارے واسطے ہین۔ مین نے جو کچھ کیا اُسمین یہ حکمت تھی کہ تمکو شادی مرگ نہو جاے اور قصدًا ابو نصر کے ذریعے سے تکلیف دی گئی۔" مین نے وزیر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر جعفر اور فضل سے مخاطب ہو کر کہا کہ اسحٰق کے واسطے کیا ہدیہ لائے ہو! صاحبزادون نے عرض کیا کہ جو ارشاد عالی ہو تعمیل کیجائے۔ یحیٰی نے کہا کہ اچھا تم دونون ملکر بیس ہزار دینار دو تاکہ کچھ دنون اسحٰق امیرانہ بسر کرے اور کسی کا محتاج نہو۔" برامکہ کی یہ فیاضی دیکھکر مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یا الٰہی! یہ فرشتے ہین جو آسمان سے اُترے ہین یا آدمی زاد ہین کہ اسقدر غیر متعارف فیاضی میرے ساتھ کر گزرے ہین۔ پھر وہ جلسہ ختم ہو گیا۔ اور تمام مکانات مع سازو سامان کے میرے سپرد کر دیے گئے۔ علاوہ اس خاص مہربانی کے روزمرہ انعامات اور صلے اسقدر ملے ہین کہ آجتک عیش مین گزرتی ہے۔ کیا اسکے مقابلہ مین آپکی فیاضی کی مثال پیش کر سکتے ہین؟ جب مین کہہ چکا تو عبداللہ نے کہا کہ میرے سامنے پھر کبھی برامکہ کی فیاضیان نہ بیان کرنا کیونکہ مین اُنکا ذکر سُننا نہین چاہتا ہون۔" چنانچہ اسحٰق روایت کرتا ہے کہ عبداللہ کا اور میرا اکثر جگہ سامنا ہو گیا لیکن وہ میری شکل سے ہمیشہ بیزار رہا۔[1]

(۴) مخارق[1] (مشہور مغنی ہی) راوی ہی کہ ایکدن مین علی الصباح اپنے اُستاد ابراہیم[2] موصلی کے

نوٹ [1] ماخوذ از رنات جلد اول صفحہ ۱۲ مطبوعہ بیروت۔ [2] ابراہیم الموصلی۔ فن موسیقی کا مشہور اُستاد تھا۔ خلیفہ ہرون الرشید کی دربار مین اپنی خدمت پر دس ہزار درہم (دو ہزار پانسو روپیہ) ماہوار کا نوکر تھا۔ ابن جامع سہمی۔ زلزل عمرو بن بانہ۔ غزال۔ علویہ۔ اسکے ہمعصر تھے لیکن جو لطف اسکے گانے مین تھا وہ دوسرون مین نتھا۔ ہرون الرشید نے ایکمرتبہ برصوما سے سوال کیا کہ ابراہیم کی نسبت تمھارا کیا خیال ہے؟ اسنے جواب دیا کہ امیر المومنین وہ ایک ایسا باغ ہی جسمین ہر قسم کے پھول اور پھل ہین" ابراہیم بہت سی راگنیونکا موجد ہی اور اسحٰق موصلی اسی ابراہیم کا بیٹا ہی۔ از عقد الفرید حالات مغنیین۔

مکان پر گیا - دربان سے مین نے پوچھا کہ آج اُستاذ کس شغل مین ہین؟ تو اُسنے کچھہ جواب نہ دیا اور کہا کہ "اندر تشریف لیجائیے" جب مین مکان مین داخل ہوا تو دیکھا کہ ابراہیم تنہا بیٹھا ہوا ہے اور جام و صراحی سامنے دھری ہوئی ہے لیکن اگلی سی چہل پہل نہین ہے - بلکہ چار و نظرف سناٹا ہو رہا ہے - مین نے اسکا سبب پوچھا تو کہا "آج صبح سے متفکر ہون - کیونکہ مکان کے قریب ایک زمین فروخت ہونیوالی ہے - جسکی مجھے ایک عرصہ سے خواہش ہی لیکن قیمت اُسکی ایک لاکھ درہم ہے" مین نے کہا ایک لاکھ قیمت ہونا تردد کا سبب نہین ہوسکتا - کیونکہ خداوندکریم نے اپنی مہربانی سے زمین کی قیمت سے بہت زیادہ آپکو دولت وثروت دے رکھی ہے" کہا ہان یہ تو سچ ہی لیکن میرا دل اسکو گوارا نہین کرتا ہے کہ اتنی بڑی رقم خزانہ سے نکالکر باہر ڈالدون - مین نے کہا پھر کیا تدبیر خریداری کی آپ نے سوچی ہی؟ کیونکہ امیرالمومنین ہرون الرشید سے بھی یہ امید نہین ہے کہ اتنی بڑی رقم دیدین - اور ونکا تو کیا ذکر ہی - ابراہیم نے کہا کہ "تم اسکی فکر نہ کرو مین نے ایک تدبیر کامیابی کی نکالی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمکو ایک راگنی سکھاتا ہون - یہ چند شعر[1] جو یحییٰ برمکی کی مدح مین ہین اسکو یاد کرلو اور میرے لہجہ مین جاکر سناؤ" چنانچہ جب مین وہ اشعار یاد کرچکا تو کہا کہ "اُسوقت یحییٰ برمکی کے در دولت پر حاضر ہو - آنیوالے برابر آرہے ہونگے - اور ہنوز دربار عام شروع نہوا ہوگا - لہذا سب سے پہلے پہنچکر اپنی اطلاع کرانا اور جب یحییٰ کا سامنا ہوا ور تمہارے آنیکا سبب پوچھے تو عرض کرنا کہ فقط سلام کی غرض سے حاضر ہوا ہون - پھر باتون ہی باتون مین میرا حال بیان کرجانا -

نوٹ [1] اشعار ہر موقع کے چھوڑ دیے گئے ہین -

بعدہٗ یہ کہنا کہ آج میرے اُستاذ ابراہیم موصلی نے مجکو ایک نیا راگ سکھلایا ہے اور وہ اس قابل ہے
کہ حضور کی فلان کنیز کو سکھلایا جاوے۔ چونکہ یحییٰ نئی راگنیونکا ازحد شائق ہے وہ فوراً کنیز کو
بلائیگا اور تجھے حکم دیگا کہ اسی وقت یہ راگنی کنیز کو سکھا دے'' چنانچہ مطابق ہدایت کے مین
یحییٰ کے در دولت پر حاضر ہوا اور وہ تمام واقعات پیش آئے جیسا کہ ابراہیم نے کہا تھا جب
مین کنیز کو تعلیم کر چکا تو مجھسے یحییٰ نے پوچھا کہ مخارق تم آج گھر جانا چاہتے ہو یا میرے پاس
رہنا پسند کرتے ہو؟ مین نے دعا دیکر عرض کیا کہ ضرورتاً جانا چاہتا ہون۔ تب ایک غلام کو
حکم دیا کہ "دس ہزار درہم مخارق کو دیدو اور ایک لاکھ درہم ابراہیم کے مکان پر بھیجدو کہ وہ
زمین خرید کرلے'' مین تو انعام لیکر مکان کو چلا گیا۔ اور اپنے دوستونمین خوشیان منانے
لگا۔ اور صبح کو ابراہیم کی خدمت مین حاضر ہوا۔ میرا خیال تھا کہ وزیر کے انعام سے خوش و خرم
ہوگا۔ لیکن دیکھا تو اگلی حالت پر پایا۔ مین نے بہت سی تیرین کین کہ ہنسنے بولے مگر وہ خوش
نہوا۔ پھر مین نے پوچھا کہ عطیہ وزیر پہنچا ہے کہا۔ "ہان" لیکن میرا مطلب اسوقت تک نہین
ہوا ہے۔ کیونکہ وہ روپیہ بھی داخل خزانہ ہو چکا ہے۔ اور مین جیسا تخیل پہلے تھا ویسا ہی اب
بھی ہون۔ ابراہیم کی گفتگو سے مجھے بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ اب کیا ہوگا؟ تب مجھسے کہا
کہ آج تھین دوسری راگنی سکھاتا ہون۔ یہ کل والی راگنی سے بڑھکر ہے۔ مین نے سُنا تو
حقیقت مین اُسکا طرز بالکل جدید تھا۔ جب مین یاد کر چکا تو کہا کہ آج فضل بن یحییٰ کے
یہان جاؤ بیٹے کی ولادت کی خوشی مین فضل ایک مجلس عیش مرتب کرنیوالا ہے۔ لیکن
یہ جلسہ خاص ہوگا۔ جب فضل سے ملاقات ہو تو میرا قصہ اور یحییٰ برمکی کی فیاضی کا حال

کہدینا۔ پھر اُس راگنی کا ذکر کرنا جو تمکو آج سکھائی ہے"۔ چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا۔ فضل نے
ابراہیم کا حال سُنا تو اُسکی بخالت پر لعنت ملامت کرتا رہا۔ لیکن چونکہ ابراہیم کی جدید
راگنیون پر یہ بھی شیدا تھا۔ اپنی ایک کنیز کو بلا کر میرے سپرد کیا۔ مین نے تعلیم شروع کردی
ہنوز پورے طور پر کنیز کو بتا بھی نہین چکا تھا کہ فضل جوش مسرت سے بول اُٹھا کہ "خدا کی قسم
تو اور تیرا اُستاذ دونون کامل ہین اور خوش ہو کر حکم دیا کہ بیس ہزار درہم مخارق کو اور
دو لاکھ درہم ابراہیم کو دیے جاوین"۔ مین تو اپنے حصہ کا انعام لیکر چلدیا اور سارا دن
عیش و طرب مین گزارا۔ اور صبح کو اُستاذ کی خدمت مین حاضر ہوا لیکن یہان آج بھی وہی
رنگ ڈھنگ تھا فضل کا عطیہ بھی "ہرچہ درکان نمک رفت نمک شد" کا مصداق ہو چکا تھا
اسلیے مین نے کہا کہ جس شخص کو ایسی دولت بیدریغ ملے۔ اور پھر بھی وہ اپنے نفس پر جبر کرے
اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوسکتا ہے؟ لیکن ابراہیم نے اسکا کچھ جواب نہین دیا۔
اور مجھے آج ایک اور راگنی سکھائی۔ جو گزشتہ دونون سے زیادہ دلکش تھی۔ اور بعد یاد کرانے
اشعار کے حکم دیا کہ "آج جعفر برمکی کے یہان جاؤ۔ اور پچھلے حالات بیان کرو"۔ چنانچہ جعفر
نے بھی مثل اپنے بزرگون کے کنیز کو وہ اشعار یاد کرائے اور ابراہیم کے انداز مین سُنکر
خوش ہوا۔ اور وقت رخصت کے تیس ہزار درہم مجکو اور تین لاکھ درہم ابراہیم کو دیے۔
مین شادان و فرحان اپنے گھر کو گیا۔ اور جب صبح کو مین ابراہیم سے ملا وہ نہایت
خوش تھا۔ مین نے حال پوچھا تو تکیہ کے نیچے سے ایک دستاویز نکالکر مجھے دی۔ بائع اُسکا
بغداد کا رہنے والا تھا۔ اور مشتری یحییٰ برمکی تھا۔ اور قبالہ کے ساتھ ایک رقعہ بھی تھا۔

جسکا یہ مضمون تھا۔ کہ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اگر تمام دنیا کی دولت ابراہیم کو ملجا دے تو بھی وہ زمین نہین خرید کریگا۔ اسلیے مین اپنے داموں سے خرید کرکے قبالہ بھیجتا ہوں،، جب مین کاغذات پڑھ چکا تو ابراہیم نے کہا کہ مخارق! دنیا مین ایسے ہی لوگون کے ساتھ معاشرت کرنا چاہیے۔ کیونکہ ساٹھ ہزار درہم تجھے ملے۔ اور چھ لاکھ نقد اور ایک لاکھ کی جائداد مجھے ملی۔ حالانکہ مین نے گھر سے باہر ایک قدم بھی نہین نکالا۔ پھر اُنکی عدیم المثال فیاضی کا خیال کرکے رونے لگا کہ جب یہ نہونگے تو کون ہماری ایسی قدر کریگا۔ اور کون ایسے بڑے صلے دیگا؟

اہل علم کی قدردانی (۵)

خطیبؒ بغدادی نے تاریخ بغداد مین علامہ ابو عبداللہ محمد بن عمر الواقدی کے ترجمے مین لکھا ہے کہ علامہ مذکور مدینہ مین گندم کی تجارت کیا کرتے تھے۔ لیکن تجارت مین جو روپیہ لگا ہوا تھا۔ وہ اور لوگون کا تھا۔ اتفاق سے راس المال کے ایک لاکھ درہم تلف ہوگئے۔ تب یحیی برمکی کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ خدام اور حاجب نے جسوقت دسترخوان بچھایا گیا یحیی کو پیش کیا کیونکہ یہ صلاے عام کا وقت تھا۔ سب کے ساتھ خوان پر بیٹھ گئے۔ ابو عبداللہ کا بیان ہے کہ بعد فراغ طعام کے یحیی نے میرا حال پوچھا مین نے سارا قصہ بیان کیا۔ اور رخصت ہو کر مین بھی چلا گیا۔ میرے مکان پر ایک خادم پہنچا اور ایک تھیلی ہزار دینار کی پیش کی۔ اور پیام دیا کہ یحیی نے سلام کہا ہے اسکو قبول فرمائیے۔ اور کل پھر تشریف لائیگا" مین نے وہ نذرانہ قبول کیا۔ چنانچہ متواتر چار روز تک یہی ہوتا رہا۔ تب مین نے جانا بند کر دیا۔ رخصت کے وقت دو لاکھ درہم اور ایک مکان

نوٹ سلہ ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ مصر۔

مع تمام سامان کے مرحمت فرمایا اور درخواست کی کہ میرے پاس سکونت اختیار کیجیے میں نے دعا دی اور وعدہ کیا کہ بعد واپسی مدینہ کے حاضر ہونگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور تمام عمر بغداد میں بسر کر دی۔

(۶) سادہ مزاجی

حسن بن سہل کی روایت ہے کہ کاتب یحیی نے اپنے بیٹے کا ختنہ کیا تمام امرا ے دربار نے تحفے بھیجے۔ منجملہ احباب کے ایک دوست نے بھی جو اُس وقت پریشان حال تھا نمک اور اُشنان کی دو تھیلیان نذر بھیجین اور ایک رقعہ بھی اُسکے ساتھ لکھا جسمین بعد معذرت کے یہ لکھا تھا "مجھے خوف ہو کہ اہل کرم کی فہرست بند ہو جاے اور اُسمین میرا نام نہو۔ نمک اور اُشنان کی دو تھیلیان تحفہ مین بھیجتا ہون۔ نمک کی برکت اور اشنان کی لطافت میرے دعوے کے لیے کافی ہے اور رقعہ کے خاتمہ پر قرآن مجید کی یہ آیت لکھی لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ"، دعوت ولیمہ مین جب یحیی شریک ہوا۔ تو کاتب نے تمام ہدایا اور تحائف پیش کیے۔ اور وہ دونون تھیلیان بھی پیش کین یحیی نے رقعہ کا مضمون پڑھا تو حکم دیا "دونون تھیلیان واپس کر دی جاوین" چنانچہ چار ہزار دینار دونون مین بھر کر تھیلیان واپس کر دی گئین۔

(۷) اطبا کی قدردانی۔

ابو القاسم محمد طائفی بروایت فرخ مولائی جعفر برمکی روایت کرتا ہو

نوٹ لہ ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۲۲۵ علامہ سیوطی نے اپنی تاریخ مین بجنسہ اسی قسم کا واقعہ حالات مامون مین لکھا ہے کہ ایک مفلس آدمی نے بعد شادی بوران کے دو تھیلیان پیش کی تھین دیکھو سیوطی صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ مصر سلہ تاریخ ضیا برنی صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ بمبی۔ سلہ پارۂ دہم (واعلموا) سورہ توبہ۔ رکوع ۱۷۔ آیت ۳

کہ یحییٰ کو درد شکم کا عارضہ تھا اکثر طبیبون نے علاج کیا۔مگر کسی سے کامل نفع نہین ہوا۔فضل و جعفر کو سخت صدمہ تھا۔ہر وقت علاج کی فکر مین رہتے تھے۔ایکدن بر سبیل تذکرہ معلوم ہوا کہ مُلک فارس مین ایک مجوسی طبیب اپنے فن مین کامل دستگاہ رکھتا ہے۔چنانچہ اُسی وقت والی فارس کو پروانہ لکھا گیا کہ "طبیب کو بلا توقف درگاہ خلافت کو روانہ کرو" حاکم فارس نے ایک ہزار دینار سفر خرچ دیکر طبیب کو بغداد روانہ کیا۔یحییٰ نے طبیب کی بڑی خاطر کی اور عزت و تعظیم کے ساتھ اُسکو اپنا مہمان کیا۔اور طبیب کے دربار عام مین پیشی کے واسطے ایک تاریخ مقرر کرکے اپنے خاص ندیمون کو حکم دیا کہ "ہر ایک اپنا اپنا قارورہ ملاحظہ کیواسطے پیش کرے" دربار کا ایک ظریف جو ہمیشہ یحییٰ کے سامنے اپنے عیش و طرب کے جلسون اور مردانہ کوششون کا ذکر کیا کرتا تھا اُسکو بھی حکم دیا جب سب درباری جمع ہوگئے تو طبیب فارس طلب کیا گیا۔لیکن طبیب کے آنے سے قبل امتحان کی غرض سے یہ کارروائی کیگئی کہ ہر ایک کے قارورہ کی شیشی باہم تبدیل کردی گئین۔اوّل یحییٰ نے قارورہ دکھایا طبیب نے مزاج کے موافق نسخہ لکھا اور جو غذا مناسب تھی وہ تجویز کی۔پھر ندیمون کی طرف متوجہ ہوا۔شیشیان غور سے دیکھکر یحییٰ سے اجازت چاہی کہ "آپ مصاحبون کو حکم دیجیے کہ اپنا اپنا قارورہ ملاحظہ کراوین کیونکہ شیشیان تبدیل ہوگئی ہین اسصورت مین علاج ممکن نہین ہے" حاضرین مجلس کو طبیب کی حذاقت و مہارت پر تعجب ہوا۔سب سے اخیر مین ظریف کی باری آئی۔طبیب نے کہا کہ یہ شخص رجولیت سے محروم ہے۔اسپر یحییٰ کو بہت تعجب ہوا۔اور سرِ دربار پردہ فاش ہونے پر ظریف بہت ہی نادم ہوا۔اور دو ہفتہ کے علاج مین یحییٰ کو

کامل صحت ہوگئی۔ غسل صحت کے دن ظروف نقرہ۔ جامہاے قیمتی۔ اسپان مطوق۔ زر و جواہر و نقدی ملا کر تیس ہزار دینار صلہ مین یحییٰ نے طبیب[۱] کو مرحمت کیے علاوہ اسکے دو ہزار درہم اور خلعت فضل نے اور ایک لاکھ درہم مع تحائف کے جعفر نے طبیب کو انعام دیے۔ اور برامکہ کی ایک فیاضی سے تمام عمر کیواسطے طبیب فارس دولتمند ہوگیا۔ سچ یہ ہے کہ خاندان برامکہ اہل کمال کا شایق تھا۔ ہر فن کے کامل آدمی دربار مین جمع تھے علامہ[۲] ابن اصیبعہ نے عیون الانبا مین جبرئیل بن بختیشوع حکیم کی سالانہ آمدنی کا ایک نقشہ دیا ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سالانہ وظیفہ جبرئیل کو جو صرف برامکہ سے ملتا تھا وہ حسب ذیل ہے۔ یحییٰ بن خالد برمکی چھ لاکھ درہم۔ جعفر بن یحییٰ بارہ لاکھ درہم۔ فضل بن یحییٰ چھ لاکھ درہم۔ یہ رقم تو خاص تھی اور مختلف موقعونپر غسل صحت کے وقت جو دیا جاتا تھا۔ وہ رقومات خارج از حساب ہین۔

(۸) حسن مکافات

علی[۳] بن حسین بن داؤد نے یحییٰ بن خاقان بن حسن بن سہل وزیر مامون الرشید سے روایت کی ہے۔ کہ ایکدن ہرون الرشید نے یحییٰ کو ایک ضروری کام کے واسطے بلا بھیجا۔ دروازہ پر حاجتمندون کا ایک گروہ موجود تھا حاجب نے اطلاع کی کہ امیدوار حاضر ہین۔ یحییٰ نے کہا کہ "مجھے آج فرصت نہین ہے سب سے میرا سلام کہو کہ کل صبح کو تشریف لائین"۔ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔ سب سے اخیر مین ایک

نوٹ[۱] اس طبیب کا نام منویل تھا۔ دیکھو حالات بیماری جعفر برمکی صفحہ ۴۷ ضیاء ہرای۔
[۲] طبقات الاطبا ابن ابی اصیبعہ جلد اول صفحہ ۱۲۷۔ مطبوعہ مصر[۳] کتاب المستطرف فی کل فن مستظرف جلد اول صفحہ ۲۱۵۔ مطبوعہ مصر علاوہ اسکے دیگر مورخین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔

گروہ سائلین کا اور آیا اُنمین اخیر درجہ پر احمد بن خالد احول بھی کھڑا ہوا تھا۔ یحییٰ نے
احمد کو دیکھا تو فضل کیطرف متوجہ ہوکر کہا کہ "ای جان پدر! میرے ساتھ اس جوان کو باپ کا
ایک واقعہ ہے۔ جب مین اس کام سے فارغ ہو جاؤن تو یاد دلانا"۔ یحییٰ واپس آیا تو فضل
نے کہا کہ اب خالد احول کا قصہ بیان فرمائیے۔ یحییٰ نے کہا کہ "مہدی عباسی کے زمانہ مین
جب مین عراق سے آیا۔ تو میری حالت نہایت ابتر تھی۔ بالکل محتاج تھا کوئی چیز پاس
نہ تھی۔ یہانتک کہ تین دن کا فاقہ ہوچکا تھا۔ مین اسی سوچ اور فکر مین بہت رویا۔ اور حیران
تھا کہ کیا کرون چنانچہ یاد آگیا کہ گھر مین ایک مندیل موجود ہے۔ مکان مین دریافت کیا
تو معلوم ہوا کہ ابتک باقی ہے۔ چنانچہ اُسکو ایک شخص کے ذریعہ سے فروخت کر ڈالا۔ کل
ستّرہ درہم اُسکی قیمت آئی۔ مین نے گھر مین لاکر دیدیے۔ اور کہا کہ جب تک خدا کسی اور
جگہ سے ہمارا رزق نبھیجے اُسوقت تک تو اسکو صرف کرو پھر علی الصباح مین خالد احول
کے دروازہ پر حاضر ہوا کیونکہ اسوقت مہدی عباسی کا وزیر اعظم تھا (بعض کا قول ہے
کہ ابو عبداللہ بن عباس ہاشمی وزیر تھا) دروازہ پر لوگونکا مجمع تھا۔ اور وزیر کے برآمد
ہونیکا سب کو انتظار تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر مین آمد آمد شروع ہوئی مجمع عام مین مجھے
خالد نے دیکھکر سلام کیا اور مزاج پوچھا۔ مین نے کہا کہ "ای خالد اُسکا حال کیا پوچھتے ہو؟
جسنے اپنے گھر سے کل ستّرہ درہم کو مندیل فروخت کی ہو۔ یہ کلمہ تاسف سُنکر مجھے بغور دیکھا
اور کچھ جواب ندیا۔ مین گھر کو لوٹ آیا۔ اور جو واقعہ خالد سے گزرا تھا وہ کہہ سُنایا"۔ سب نے
کہا کہ "بُرا کیا خدا کی قسم خالد کوئی بڑی خدمت سپرد کرتا۔ لیکن اپنے حال سے تمنے مطلع کردیا

خالد نے کوئی چھوٹے درجہ کا شخص سمجھا ہوگا۔ کیونکہ تمھاری عزت بڑے شخص کے برابر تھی
اب وہ ہمیشہ اسی نظر سے دیکھے گا" گھر والون کی باتین سُنکر مین نے کہا خیر جو کچھ ہونا تھا
وہ ہوگیا۔ اسکے بعد پھر صبح کو مین خلیفہ کے دروازے پر حاضر ہوا۔ جسوقت وہان پہنچا ایک
شخص نے بڑھکر مجھسے کہا کہ "ابھی اس جگہ پر تمھارا ذکر ہو رہا تھا" مین نے اُسکی بات پر
کچھ التفات نہین کیا۔ بعدہٗ ایک دوسرا شخص ملا اُسنے بھی یہی کہا۔ پھر حاجب (خالد) سے
ملاقات ہوئی اُسنے پوچھا کہ آپ کہان تھے وزیر نے حکم دیا ہے کہ "دربار سے واپسی تک
میرا انتظار کرو" چنانچہ خالد کے آنے تک مین بیٹھا رہا۔ مجھے دیکھکر بلایا۔ اور سواری کا حکم دیا
مین بھی سوار ہوکر خالد کے مکان تک ساتھ گیا۔ جب مکان پر پہنچا تو حکم دیا کہ "حمید اور زاہد
کو جو گندم کی تجارت کرتے ہین میرے پاس حاضر کرو" جب وہ آگئے تو اُنسے پوچھا کہ مین نے
تمھارے ہاتھ دیہات کا غلہ ایک لاکھ اسی ہزار دینار کو فروخت کیا ہے؟ اُنھون نے
اقرار کیا تو پھر سوال کیا کہ مین نے یہ شرط بھی کی تھی کہ اُسمین ایک اور شخص بھی شریک
ہے۔ اور جسکے واسطے کہا تھا وہ یہی ہے۔ اور مجھسے کہا کہ انکے ہمراہ جاؤ۔ چنانچہ مین اُن
سوداگرون کے ساتھ ہولیا۔ وہان سے چلا تو اُنھون نے کہا کہ "تھوڑی دیر کے واسطے اس
مسجد مین تشریف لے چلیے کچھ گفتگو کرنا ہے اور آپ کے حق مین مفید ہے" مین اُنکے
ساتھ چلا گیا۔ تب اُنھون نے کہا کہ "اس تجارت مین دلال، ڈنڈی دار، وغیرہ کی آپکو
ضرورت ہوگی اور ناپنے تولنے کے بھی جھگڑے ہین۔ تب کہین منافع ہوگا۔ اسلیے بہتر ہے
کہ آپ اپنا حصہ ہمارے ہاتھ نقد داموں پر بیچ ڈالین۔ اس صورت مین بہت سی تکلیف

اور جھگڑون سے آپ کو نجات ملجاویگی" مین نے پوچھا کہ اچھا کتنے پر سودا کرتے ہو؟ اُنھون
نے کہا کہ ایک لاکھ درہم۔ مین نے یہ نامنظور کیا۔ لیکن اخیر مین تین لاکھ پر توڑ ہو گیا۔
تب مین نے خالد سے مشورہ کر کے اپنا حصّہ بیچ ڈالا۔ اور نقدی کو اپنے قبضہ مین کیا۔
بعدہٗ میرے سب کام درست ہو گئے۔ اس بیان کے بعد فضل سے مخاطب ہو کر کہا بتاؤ!
تم اُس شخص کے بیٹے سے جسنے تمھارے باپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا کیا احسان
کر سکتے ہو؟ فضل نے کہا "خدا کی قسم کوئی بدلہ اس سے زیادہ نہین ہو سکتا ہے کہ مین اپنی
جگہ پر احمد بن خالد کو درجہ وزارت پر مقرر کراؤن۔ چنانچہ فضل نے احمد کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ بھائی
وزارت کی تمام تنخواہ اور جاگیرات کے آج سے تم مالک ہو جو وزارت کی خدمتین دربار مین
میرے متعلق ہین مین اُنکو انجام دیا کرونگا۔ لیکن اُسکے تمام منافع کے مالک تم ہی ہو گے
باوجود اسکے بھی مین اُس حق سے جو میرے والد بزرگوار پر ہین ادا نہین ہو سکتا ہون"
فضل کی تقریر سُنکر احمد سے سوائے اسکے اور کچھ نہو سکا کہ یحییٰ کے پاؤن پر گر پڑا اور کہا
کہ "حقیقت یہ ہے کہ جو حق میرے باپ کا آپ نے ادا کیا ہے ویسا نہ کسی نے کیا ہے نہ ہو سکتا ہے"
اور محمد بن عبدوس نے کتاب الوزرا مین بروایت یحییٰ بن خاقان یون لکھا ہے کہ "جب
یہ واقعہ مین سن چکا تو مین نے یحییٰ بن خاقان سے پوچھا کہ یحییٰ برمکی نے احمد سے کیا سلوک
کیا تو یحییٰ نے کہا کہ احمد برامکہ کے عہد دولت مین بڑے ممتاز درجہ پر تھا۔ بلکہ دولت وعزت
مین برامکہ کے برابر تھا۔ چنانچہ احمد کی روایت ہے کہ جب خلیفہ ہرون الرشید برامکہ سے
ناراض ہوا ہے اُسوقت مین اردن (ملک شام) مین تھا کیونکہ یحییٰ نے مجکو ایک عہدہ پر

مقرر کرکے بھیجا تھا۔ اور جب وہان سے واپس آیا ہون اُسوقت یحییٰ برمکی جیل کی مصیبتین جھیل رہا تھا۔ چنانچہ مین یحییٰ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور چھہ ہزار دینار نذر کیے۔ لیکن بڑے اصرار سے صرف تین ہزار قبول کیے۔

امین و مامون کی مخالفت پر یحییٰ کی پیشین گوئی

اور مجھسے کہا کہ اے فرزند! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہرون الرشید عنقریب اس دنیا سے کوچ کرنیوالا ہے۔ اور خاندان خلافت مین سخت نزاع ہوکر مامون الرشید تخت نشین ہوگا۔ مین ایک رقعہ تمکو دیتا ہون اسکو اپنے پاس رکھو۔ جب انقلاب حکومت ہو اُسوقت تم اس رقعہ کو فضل بن سہل کے پاس لیجانا کیا عجب ہے کہ تمھارے حق مین مفید نتیجہ پیدا ہو" چنانچہ رقعہ کے دو ٹکڑے کرکے ایک مجھے دیدیا اور دوسرا مصلے کے نیچے رکھ لیا۔ چنانچہ مین وہ رقعہ لیکر رخصت ہوا۔ تھوڑے زمانہ کے بعد خلیفہ ہرون الرشید نے انتقال کیا۔ اور امین الرشید ولیعہد سلطنت اور مامون الرشید مین لڑائی شروع ہوگئی آخرکار امین قتل ہوا اور طاہر نے بغداد فتح کرلیا۔ اور مامون الرشید مستقل خلیفہ قرار پایا۔ اُسوقت مین بیکار، خانہ نشین، اور محض مفلس تھا۔ ایکدن رات کے وقت کسی نے دروازہ پر آکر دستک دی۔ افلاس نے لونڈی غلامون کو اوّل ہی آزاد کردیا تھا کوئی جواب دینے والا نہین تھا۔ مین نے بی بی سے کہا دیکھو کون آیا ہے ؟ لیکن بغیر میری اطلاع کے دروازہ نہ کھولنا۔ بی بی نے واپس آکر کہا کہ چند سپاہی نظر آتے ہین۔ مجھے بہت سے شبہے ہوے لیکن گھر سے باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ طاہر نے بلایا ہے۔ سواری دروازہ پر موجود تھی سوار

ہوکر روانہ ہوگیا۔ طاہر نے میری بڑی خاطر کی اور عزت سے بٹھایا اور فضل بن سہل کا لکھا ہوا
ایک پروانہ دکھایا جسکا یہ مضمون تھا کہ "امیرالمومنین مامون کا حکم ہے کہ احمد بن خالد کو جہان
کہین وہ ملے اول اپنے پاس بلاؤ اور پچاس ہزار درہم اور بیس گھوڑے اُسکو دیکر نہایت
اعزاز سے ہمارے پاس خراسان بھیجدو"۔ پروانے کا مضمون پڑھتے ہی مجھ مین جان آگئی
اور سامان سفر کے واسطے دو روز کی مہلت طلب کی۔ چنانچہ طاہر نے منظور کیا پھر صلہ دیکر
رخصت کیا اور حکم دیا کہ فوراً خراسان روانہ ہو۔ مین نے وہ نصف رقعہ جو یحییٰ نے دیا تھا
اوراب تک مثل تعویذ کے میرے پاس تھا لیکر بغداد سے کوچ کر دیا۔ ہر ہر منزل پر بموجب حکم
شاہی میرا خیر مقدم ہوتا تھا چنانچہ مین نے مرو پہنچکر فضل بن سہل کو اپنی حاضری کی اطلاع
دی۔ وزیر نے فوراً مجکو بلایا اور پوچھا کہ "احمد بن خالد آپ ہی ہین؟ مین نے عرض کیا کہ
ہان یہی خادم ہے۔ اس سے زیادہ مجھ سے کچھ نہین پوچھا۔ اور کہا کہ "تکان سفر نے خستہ
کر دیا ہوگا۔ اب آرام کرو"۔ چنانچہ تین دن تک مین نے آرام کیا۔ چوتھے دن صبح کو سیاہ لباس
پہنکر ذوالریاستین (فضل) کے دربار مین حاضر ہوا۔ فضل امیرالمومنین کے حضور مین جارہا تھا
مین نے سلام کیا۔ اور پیادہ پا ہمراہ رکاب ہولیا۔ دربار مین پہنچکر فضل اور مامون الرشید
دونون ایک تخت پر بیٹھے۔ تھوڑی دیر مین میری طلبی ہوئی۔ سامنے پہنچکر مین نے شاہی قاعدے
سے سلام کیا۔ اور فضل نے مامون الرشید سے مخاطب ہوکر کہا کہ "امیرالمومنین! یہی احمد بن
خالد ہے۔ محمد امین کے زمانہ مین اسی کی تحریر مدینۃ السلام (بغداد) سے میرے پاس آیا
کرتی تھی۔ اور جو نئے واقعات ہوتے تھے اُسکی اطلاع کیا کرتا تھا۔ یہ شخص خدام والا کے

خاص ہوا خواہون مین ہے۔ اپنا مال وعزت دونون کو حضور والا پر نثار کرنا چاہتا ہے،،
مامون الرشید نے کہا کہ "خدا اسکے مال مین برکت دے۔ اور اُسکے خزانہ کو دوچند کرے" جب وزیر نے خلیفہ کو خوش پایا تو عرض کیا کہ "اگر حکم ہو تو کوئی عمدہ خدمت احمد کے سپرد کیجائی تاکہ لوگون کو امیرالمؤمنین کے قرب واختصاص کا اندازہ معلوم ہو" چنانچہ مامون الرشید نے منظور کیا اور خدمت کتابت[1] سپرد ہوگئی" چند روز بعد ایک دن شب کی مجلس مین فضل نے مجھکو بلایا۔ مین وہ نصف رقعہ یحیی برمکی کا اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔ مجلس مین وزیر کا بھائی حسن بن سہل بھی موجود تھا۔ چنانچہ اثنار گفتگو مین حسن نے مجھسے پوچھا کہ "ابوالعباس! میرے اُستاذ اور مخدوم ابو علی یحیی بن خالد برمکی سے بھی تمھاری کچھ جان پہچان ہے"
مین نے عرض کیا کہ "ہان!! اور جو سلوک میرے باپ نے یحیی برمکی سے کیے تھے اور جو خدمت مین نے جیل مین کی تھی مع واقعہ تحریر رقعہ کے بیان کیا،، حسن نے پوچھا کہ وہ رقعہ کہان ہے؟ مین نے کہا کہ میرے پاس موجود ہے۔ بلکہ جیب سے نکال کر سامنے رکھدیا۔ چنانچہ حسن نے بھی دوسرا ٹکڑا نکالا۔ اور دونون کو جوڑکر پڑھا اور رونے لگا پھر اپنے بھائی فضل کیطرف مخاطب ہوکر کہا کہ بیشک یہ تحریر خاص یحیی کے قلم کی ہے اور مجھسے کہا کہ

نوٹ [1] احمد بن ابی خالد احول حسن بن سہل وزیر کی درخواست پر اُسکا قائم مقام مقرر ہوا تھا۔ مامون نے جب اُسکو مستقل کرنا چاہا تو اُسنے انکار کیا۔ اور کہا جو خدمت مجھسے لیجائے مین حاضر ہون۔ لیکن وزارت کے لقب سے معاف رکھا جاؤن۔ مامون نے چونکہ اسکی لیاقت کا صحیح اندازہ کرلیا تھا۔ یہ درخواست قبول نہ کی اور خلعت وزارت عطا کیا۔ احمد نے نہایت لیاقت اور عظمت وشان کے ساتھ وزارت کی۔ مامون بھی اسکی نہایت عزت کرتا تھا۔ ایکبار کسی نے عرضی دی کہ "وزیر اعظم احمد کھانیکا بہت شائق ہے اور جسکی دعوت کھالیتا ہے سقدمات مین خلاف انصاف اُسکی طرفداری کرتا ہے،، مامون نے اس شکایت پر اگر کچھ لحاظ کیا تو یہ کیا کہ تنخواہ کی علاوہ ہزار درہم روزانہ احمد کے دسترخوان کے لیے مقرر کردیے۔ المامون حصہ دوم صفحہ ۲۶ مطبوعہ مفید عام آگرہ سکنڈ ایڈیشن

جانتے ہو اسمین کیا لکھا ہے ؟ مین نے عرض کیا نہین - چنانچہ وہ رقعہ مجھے دیدیا - مین نے پڑھا تو یہ مضمون تھا " برخوردار من ! تمکو معلوم ہے کہ احمد بن خالد کے کسقدر مجھپر حقوق ہین لیکن اب مجھے اسقدر توفیق نہین ہے کہ اُسکا کوئی حق ادا کرون - کیونکہ میرا اقبال پہاڑ کی چوٹی کا ڈھلتا سورج ہے اور تمھاری بلند اقبالی کا آفتاب نصف النہار پر ہے - مجھے امید ہے کہ تم اُس حق کو جو مجھپر ہے ادا کروگے - اور احمد کا خیال رکھوگے " چنانچہ یحیی کی تحریر کا یہ اثر تھا کہ مین درجۂ کتابت سے مامون الرشید کی وزارت تک پہنچ گیا[1] -

مثال ایثار (۹)

یعقوب بن اسحق بن ابراہیم بن صالح بن منصور جو مقربین دربار ہرون الرشید مین سے تھا روایت کرتا ہے کہ استیصال برامکہ کے زمانہ مین سلطنت عباسیہ کی ابتر حالت تھی - ملک مین ہر طرف جھگڑے فساد کھڑے ہوگئے تھے - کوئی معاملہ حسب دلخواہ نہ ہوتا تھا - اُسی زمانہ مین ایک دن مجھکو بلایا - حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہون کہ ہرون نہایت غضبناک ہو رہا ہے - چہرے پر حزن وملال کے آثار ہین مجھے دیکھکر حکم دیا کہ اُسی وقت رخصت ہو اور منصور بن زیاد سے گیارہ لاکھ کی رقم جو اُسکے ذمہ واجب الادا ہے وصول کرکے مغرب تک داخل کرو اگر حصول زر مین تامل ہو تو سر پیش کرو میرے حکم کے خلاف کیا تو روح مہدی کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ تیرا سر نہوگا " مین سمجھ گیا کہ منصور کے خون کا پیاسا ہے - مجھے تشویش تھی کہ حکم کی تعمیل کیونکر ہوگی کیونکہ منصور مشاہیر بغداد سے تھے

نوٹ [1] جامع الحکایات صفحہ ۲۹۹ و تاریخ نگارستان [2] التبر المسبوک فی نصایح الملوک - امام ابو حامد غزالی صفحہ ۱۰۶ لغایت ۱۰۹ مطبوعہ خیریہ پریس مصر - تاریخ ضیاء برنی صفحہ ۴۳

اور خاندان بھی بڑا رکھتا ہے۔ مگر مین نے مجبورًا منصور کا ہاتھ پکڑا اور حکم سنا دیا۔ منصور حکم شاہی
سُنکر رونے لگا اور کہا "حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ میرے قتل کی فکر مین ہے۔ ورنہ میرے پاس
اسقدر رقم کہان۔ خدا کی قسم میری تمام جائداد کی قیمت ایک لاکھ درہم سے زیادہ نہوگی اور
کُل تعداد کا پورا ہونا تو محال ہے۔ معلوم ہوا کہ میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب صرف
ایک آرزو باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس اخیر وقت مین اہل وعیال سے رخصت ہو لون
اور چند وصیتین کرتا چلون" مین نے یہ درخواست منظور کرلی اور منصور کو اُسکے گھر لیگیا۔
حکم شاہی سُنکر تمام مکان مین ایک تہلکہ مچگیا۔ عزیزون کے نالہ وفریاد سے قیامت برپا
ہوگئی۔ مین بھی کانپ اُٹھا۔ اور منصور کو مین نے یہ مشورہ دیا کہ اس مصیبت مین بجز برامکہ
کے اور کوئی ایسا نہین ہے کہ جو اس مصیبت سے نجات دے سکے۔ غرضکہ مین منصور کو
لیکر رخصت ہو گیا۔ یحییٰ برمکی کا مکان راستہ مین پڑتا تھا۔ وہان حاضر ہوا۔ منصور نے
اپنا غمناک افسانہ سنایا۔ سُنکر تھوڑی دیر تک سرنگون رہا۔ پھر خزانچی کو بُلایا۔ اور پوچھا
کہ اسوقت خزانہ مین کسقدر درہم موجود ہین ؟ خزانچی نے کہا پانچ لاکھ۔ چونکہ مطالبہ مین ہنوز
بہت کمی تھی اسلیے فضل کو رقعہ لکھا کہ اسوقت مجھے ایک اراضی کی خریداری کی ضرورت ہے
اُسمین روپیہ کی حاجت ہے جسقدر ہو سکے بھیجدو۔ چنانچہ فضل نے دو لاکھ درہم بھیجدیے اور
ایک دوسرا آدمی جعفر کے پاس بھیجا وہان سے بھی دو لاکھ درہم آگئے۔ چنانچہ اسطرح پر
نو لاکھ درہم جمع ہوگئے۔ اور منصور کے حوالہ کر دیے۔ منصور نے کہا کہ آپ کی فیاضی سے
اسقدر تو ہو گیا ہے لیکن بقیہ رقم کی بھی فکر کر دیجیے تب تو یحییٰ رونے لگا۔ اور ایک غلام کو

بُلایا کہ اسوقت دنانیر[1] کے پاس جاؤ۔ اور وہ قیمتی مرصع ہار جو امیرالمومنین نے اُسکو انعام مین دیا ہے لے آؤ۔ کیونکہ مین نے اُسکو امیرالمومنین کے واسطے دو لاکھ کو خرید کیا تھا وہ ملا کر کل تعداد تاوان کی پوری ہو جاویگی لیکن اندیشہ ہے کہ وہ عطیہ ہٰرون کا ہے اُسکو وہ ضرور پہچان لیگا۔ چنانچہ منصور کو مع مطالبہ کے لیکر مین ہٰرون کے پاس روانہ ہو گیا راستہ مین منصور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

وما اتبعتنی طوعا ولکن	رایتك خفت من ضرب النبال
تو نے خوشی سے میری اطاعت نہین کی	بلکہ میرا خیال ہے کہ تو تیرون کی زد سے ڈر گیا

یہ سنکر مجھے بہت ہی تعجب ہوا اور منصور کی دنائت طبع اور خباثت کا یقین ہو گیا جسوقت دربار مین روبکاری ہوئی خلیفہ نے مجھسے سارا قصہ سُنا۔ ہار واپس کر دیا اور باقی روپیہ خزانہ مین بھیجدیا۔ اور منصور کو چھوڑ دیا۔ لیکن یحییٰ پر بہت غضبناک ہوا۔ اور حاضری دربار کا حکم دیا۔ جسوقت یحییٰ آیا ہٰرون بہت غصہ ہو رہا تھا۔ لیکن اپنی خوش بیانی سے تھوڑی دیر مین یحییٰ نے راضی کر لیا اور عرض کیا کہ "جو خطا منصور کی ہے اُس سے اطلاع بخشی جائے" خلیفہ نے کہا ہمارے خاندان سے اُسکو عداوت ہے یہی باعث گرفتاری تھا لیکن آپکی فیاضی نے آج منصور کو ہلاکت سے بچا لیا" یحییٰ نے کہا کہ "مین نے تو کچھ بھی نہین کیا ہے اصلی فیاضی تو امیرالمومنین کی ہے۔ کیونکہ اگر حکم ہوتا کہ یحییٰ کا مال عطیہ یا بدولت ہے تو مین کیا کر سکتا تھا" یہ سُنکر ہٰرون نے کہا کہ ہار کا لینا مناسب نہین تھا

نوٹ [1] یہ خالد برمکی کی کنیز کا نام ہے جو عود (باجہ) عمدہ بجاتی تھی۔

کیونکہ وہ تو عطیہ تھا۔ یحییٰ نے کہا کہ "جب حاجت حد سے بڑھجاتی ہے تو عقل پر پردہ پڑجاتا ہے"
صالح کہتا ہے کہ جب تمام معاملات طے ہوگئے تو مین نے منصور کا مذکورہ بالا شعر یحییٰ کو
سُنایا۔ سُنکر بجز اسکے اور کچھ نہ کہا کہ "جب انسان رنج وغم مین مبتلا ہوتا ہے تو مجبور ہوتا ہے جو
جی مین آتا ہے کہہ گزرتا ہے۔ منصور نے دل سے کچھ نہ کہا ہوگا"

(۱۰) خالد عبد اللہ بن مالک الخزاعی اور یحییٰ کی عالی ہمتی و مروت

ابو علی قاسم بن محمد روایت کرتا ہے کہ خالد عبد اللہ دربار ہرون الرشید مین نہایت معزز امرا مین شمار کیا جاتا تھا۔ اور خلیفہ کو اُسپر
بہت اعتبار تھا۔ تقرب شاہی اور دنیاوی جاہ وحشم مین عبد اللہ یحییٰ برمکی کا رقیب تھا
اور دربار سے عبد اللہ کو بڑے بڑے کام سپرد ہوا کرتے تھے۔ یہانتک کہ یحییٰ اور جعفر
کہا کرتے تھے کہ "عبد اللہ نے ہرون پر جادو کردیا ہے" اس عداوت کا ہرون کو بھی علم
تھا۔ یہ رنجش آخر کو اس حد تک بڑھگئی تھی کہ اگر ایک جلسے مین دونون جمع ہوتے تو ضرور
سخت کلامی اور مباحثہ ہوجاتا تھا۔ لیکن اپنی اپنی حکمت عملی سے کوئی چوکتا نہ تھا۔ اتفاق
سے آرمینیہ اور آذربیجان مین بغاوت ہوگئی تو ہرون نے رفع نزاع کے واسطے یہ عمدہ
موقع سمجھا کہ عبد اللہ کو اُسطرف روانہ کرے۔ چنانچہ خلعت فاخرہ دیکر رخصت کیا۔ وقت کم
اور کام ضروری تھا اسلیے عبد اللہ کو کوئی موقع عذر وحجت کا بھی نہین ملا۔ مجبوری سے
روانہ ہوا۔ اور جس مہم پر روانہ ہوا تھا اُسکو عمدہ طور سے انجام کردیا لیکن مصلحت مُلکی سے

نوٹ ۱؎ التبر المسبوک فی نصائح الملوک امام غزالی صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ خیریہ پریس مصر۔ ضیا برنی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۵۶

ہٰرون نے حکومت آرمینہ کی عبداللہ کو سپرد کر دی اور بدستور وہان قیام کا حکم دیدیا۔

معاذ بن یحییٰ شاعر کو عبداللہ او یحییٰ کی مخالفت کا کچھ علم نہ تھا۔ یحییٰ کیطرف سے جعلی خط سفارش کا بنا کر آرمینہ پہنچا۔ مضمون پڑھکر عبداللہ کو نہایت ہی تعجب ہوا۔ کہ آخر یحییٰ نے مجکو خط کیون لکھا ہے ظاہرا کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی ہے۔ ضرور یہ خط جعلی ہے؟ اور تحقیقات کی غرض سے معاذ کو مہمان رکھا۔ لیکن وقت صحبت کے یہ کہدیا کہ "آپ نے اسقدر دور و دراز سفر کی زحمت ناحق اُٹھائی۔ کیونکہ یہ خط جعلی ہے تاہم آپ اطمینان رکھین میرے یہان سے نامراد نہ جائینگے" معاذ نے کہا کہ خدا امیر کی عمر دراز کرے! اگر میرا آنا آپ کو ناگوار ہے تو کسی دلیل کی ضرورت نہین ہے مین رخصت ہوتا ہون کیونکہ "اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ وَالرِّزْقُ حَقٌّ مُّبِيْنٌ" جو خط مین نے پیش کیا ہے وہ تو خاص یحییٰ کا دستخطی ہی جعلی کیونکر ہوسکتا ہے؟ عبداللہ نے سُنا تو کہا کہ "اچھا مین آپکے قول پر اعتماد رکھتا ہون آپ دو باتون مین سے کسی ایک کو قبول کیجیے اور وہ یہ ہین کہ مین اس خط کو اپنے سفیر کے پاس جو بغداد مین مقیم ہے بھیجتا ہون وہ یحییٰ سے دریافت کریگا اگر معاملہ سچا ہوا تو کسی شہر کی حکومت عطا کرونگا اور اگر صرف انعام لینا منظور ہو تو ایک لاکھ درہم مع گھوڑے اور خلعت کے دونگا۔ اور اگر جھوٹ ہوا تو قتل کرونگا تا کہ جعلسازون کو عبرت ہو" معاذ نے دونون شرطین قبول کرلین اور کہا کہ "اگر امیر کو خط کی صحت مین شک ہے تو آپ تصدیق فرمالین۔ اگر یحییٰ قبول نکرے تو اس سزا کا مستحق ہون جو میرے لیے تجویز کی گئی ہے۔ لیکن بزرگون اور ارباب سخا کا یہ طریقہ ہے کہ تحقیقات سے قبل سزا کا حکم نہین سُناتے ہین" عبداللہ نے یہ عاقلانہ طنز آمیز

جواب سُنا تو شرمندہ ہوا۔ اور اپنا قاصد بذریعہ ایک خط کے سفیر بغداد کے پاس روانہ کیا
عبداللہ کے سفیر نے جو دربار خلافت مین رہتا تھا یحییٰ سے واقعہ بیان کیا اور وہ خط جو
آیا تھا پیش کر دیا۔ یحییٰ اپنے ندیمون کے ہمراہ اُسوقت بیٹھا ہوا تھا مضمون خط کا پڑھکر سفیر
کو تو رخصت کر دیا اور کہا کہ آپ کو کل جواب ملیگا۔ اور حاضرین سے پوچھا کہ اُس شخص کی کیا
سزا ہے۔ جسنے جعلی خط بنا کر میرے دشمن کے سامنے پیش کیا ہے؟ سب نے مختلف جواب
دیے کسی نے قتل، کسی نے قطع ید، کسی نے سزای تازیانہ تجویز کیا۔ یحییٰ نے اپنے مشیرون کی
تجویز سُنکر افسوس کیا اور کہا کہ حیف ہے تم مین سے ایک بھی صاحب مروت نہین۔ معاذ
نے جو کچھ کیا ہے میرے کرم اور میری فیاضی کے بھروسے پر کیا ہے۔ مجھے یہ ہرگز منظور نہین ہے
کہ معاذ عبداللہ کے روبرو شرمندہ ہو۔ کیونکہ عبداللہ کا قرب اور اعزاز جو امیرالمومنین کے نزدیک
ہے اور میری عداوت کا حال تم لوگون کو جو عرصہ بیس سال سے ہے خوب معلوم ہے۔ اس
شخص کے ذریعے سے صفائی ہو جاویگی اور گویا منجانب اللہ یہ سامان ہو گیا ہے" اور قلم
اُٹھا کر اپنے ہاتھ سے اس مضمون کا خط عبداللہ کو لکھا کہ" آپ کا خط میرے پاس پہنچا۔
صحت و عافیت کا مژدہ سُنکر کمال مسرت ہوئی۔ معاذ نے جو خط پیش کیا ہے وہ تو خاص میرا
قلمی خط ہے۔ آپ کو اُسمین شک کیونکر ہوا۔ معاذ میرا دوست ہے اور قابل عزت ہے جو کچھ
آپ اُسپر احسان کرینگے وہ مجھپر احسان ہوگا" اور خط کو بند کر کے سفیر کے سپرد کیا کہ روانہ کردو
عبداللہ نے جواب پڑھا تو بہت خوش ہوا۔ اور معاذ سے کہا کہ مدت سے ہم دونون مین رنج
تھا آپ کے ذریعے سے صلح ہو گئی۔ اب دونون شرطون مین سے جو منظور ہو ارشاد فرمایئے

معاذ نے بمقابلہ حکومت کے انعام قبول کیا۔عبداللہ نے دو لاکھ درہم، دس عربی گھوڑے مع زین مرصع، اور بیس تھان قیمتی کپڑون کے۔ دس غلام مع ساز و سامان، و ظروف طلا و نقرہ، مرحمت فرمایا اور نہایت اعزاز سے بغداد کو روانہ کر دیا۔جب معاذ بغداد آیا تو سیدھا یحییٰ کے گھر پہنچا۔اطلاع ہوتے پر اندر بلایا گیا۔یحییٰ نے کہا کہ مین نے آپ کو نہین پہچانا۔معاذ خوف کے مارے یحییٰ کے پاؤن پر گر پڑا اور عرض کیا کہ "مین وہ ہون جسکو زمانے کے جور و ستم نے مردہ کر دیا تھا۔لیکن آپ کے ہاتھون سے دوبارہ زندہ ہوا ہون۔آپ کی طرف سے جسنے جعلی خط بنا کر عبداللہ بن مالک کے سامنے پیش کیا تھا وہ مین ہی ہون" یہ سنکر یحییٰ نے کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا۔فرمایئے عبداللہ نے کیا سلوک کیا معاذ نے تفصیل سنائی اور کہا تمام مال و اسباب در دولت پر حاضر ہے۔اب حکم آپ کے ہاتھ ہے۔یحییٰ نے سُنا تو بہت خوش ہوا اور کہا کہ آپکا مجھپر بڑا احسان ہے کہ میرے اور عبداللہ کے درمیان جو عداوت قلبی تھی وہ دور ہو گئی اور خوش ہو کر حکم دیا کہ جسقدر عبداللہ نے دیا ہے اُتنا ہی ہماری طرف سے معاذ کو دیا جاوے چنانچہ اُسیقدر دیدیا گیا۔اور اپنے مصاحبون مین معاذ کو داخل کر لیا۔بقیہ عمر معاذ نے یحییٰ کی مدح سرائی مین گزار دی۔

(۱۱) رقت طبع

ایک دن یحییٰ دربار شاہی سے واپس آ رہا تھا۔دروازہ پر ایک شخص کو دیکھا۔جب قریب آیا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور سلام کیا اور یہ شعر پڑھا۔

شفیعی الیک اللہ لا شئ غیرہ	ولیس الی رد الشفیع سبیل
میرا سفارشی تیری خدمت مین صرف خدا ہے اور کوئی نہین	اور یہ سفارشی ہٹایا نہین جا سکتا۔

یحییٰ نے سنا تو بہت متاثر ہوا اور اُس شخص کی بڑی خاطر کی اور ایک علیحدہ مکان رہنے کو دیا اور ہر روز ایک ہزار درہم اُس شخص کو دیے جانیکا حکم صادر فرمایا۔ اور جو کھانا یحییٰ خود کھاتا تھا اُسمین سے مہمان کے پاس بھیجتا تھا۔ جب ایک مہینے مین تیس ہزار درہم ہوگئے تو وہ شخص بلا رخصت کے چلدیا۔ یحییٰ کو اطلاع ہوئی تو بہت افسوس کیا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر یہ شخص میرے پاس رہتا تو تمام عمر اُسکا روزانہ وظیفہ بند نہ ہوتا[۱]"

آداب شاہی

یحییٰ[۲] مین فیاضی کا مادہ نیچرل تھا۔ کیونکہ کسی موقع پر اُسکا ہاتھ فیاضی سے نہ رکتا تھا۔ جسطرح سے فضل و جعفر کو ہمیشہ فیاضی کی نصیحت کیا کرتا تھا۔ اُسیطرح پر ہرون کو بھی ہر موقع پر ٹوک دیتا تھا۔

ایکدن کا ذکر ہے کہ ہرون الرشید گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ یحییٰ بھی ہمراہ تھا۔ فوج کے ایک سپاہی نے آکر عرض کیا میرا گھوڑا مرگیا ہی۔ حکم دیا کہ پانسو درہم دیدیے جا دین۔ یہ حکم سُنکر یحییٰ نے ہرون الرشید کو آنکھ سے اشارہ کیا لیکن اُسکی سمجھ مین نہ آیا۔ جب گھر پر آیا تو یحییٰ سے پوچھا کہ اے پدر بزرگوار! اُسوقت آپ نے کیا اشارہ فرمایا تھا میری سمجھ مین نہین آیا کیا مجھسے کچھ غلطی ہوگئی تھی؟ یحییٰ نے کہا کہ "ہان ایسی قلیل رقم بادشاہون کی زبان پر نہ آنا چاہیے پندرہ ہزار یا دس ہزار تو ہون اور ہزار سے کم تو کسی حال مین نہونا چاہیے۔" ہرون الرشید نے پوچھا کہ جب اس قسم کا سوال ہو تو کیا جواب دون؟ یحییٰ نے کہا کہ ایسے موقع پر صرف عطاے سواری کا حکم دینا چاہیے۔

نوٹ: [۱] ابن خلکان صفحہ ۲۲۵ جلد ۲۔ مطبوعہ مصر۔ التبر المسبوک صفحہ ۱۱۰۔ [۲] مستطرف جلد اول صفحہ ۱۱۴ و التبر المسبوک صفحہ ۱۱۲

(۱۳) خیرات کا عمدہ طریقہ

مؤرخین[۱] نے جسقدر حالات یحییٰ کی فیاضی کے لکھے ہین اُنمین سے بعض حالات ہم نقل کر چکے ہین اُنسے اندازہ ہوتا ہے کہ فی نفسہٖ یحییٰ مین کس درجہ فطرتی طور پر فیاضی کا مادہ تھا۔ جو فیاضی علیٰ رؤس الاشہاد کی گئی ہی اُسکی رقومات کی تعداد تو کرورون تک پہنچتی ہے۔ لیکن علاوہ اس ظاہری فیاضی کے خفیہ طور پر بھی علما صلحا کی خدمت کیا کرتا تھا۔ علامہ ابن خلکان نے لکھا ہی کہ کسی نے یحییٰ کو اُسکے مرنے کے بعد خواب مین دیکھا۔ اور پوچھا کہ خدا نے تمھارے ساتھ کیا کیا؟ تو کہا "خدا نے مجھے سفیان[۲] کی دعا کی بدولت بخشدیا کیونکہ مین ایکہزار درہم ماہوار سفیان کو دیا کرتا تھا اور وہ میرے حق مین دعا فرماتے تھے" اللھم ان یحییٰ کفانی امر دنیای فاکفہ امر آخرتہ

(۱۴) لطیفہ

ایکدن[۳] کا ذکر ہی کہ یحییٰ نے معاذ بن مسلم سے مصافحہ کرنا چاہا۔ انھون نے اپنا ہاتھ فوراً ہی ہٹا لیا۔ یحییٰ نے پوچھا آپ نے ہاتھ کیون سمیٹ لیا؟ معاذ نے کہا "معاف فرمائیگا مین ڈرتا ہون کہ اس مصافحہ سے کہین میرا ہاتھ بھی آپکی فیاضی کی صفت نہ سیکھ جاوے اور جو تھوڑا بہت سرمایہ میرے پاس ہی وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے۔ بجز اس خیال کے اور کوئی سبب نہین ہے" اس واقعہ کو اگر لطیفہ سمجھیے تو حقیقت مین ایک مذاق ہے لیکن تاریخی حیثیت

نوٹ [۱] ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۳۲۔ [۲] ابو عبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق بن حبیب رافع الثوری الکوفی سنہ ۹۵ ہجریمین سلیمان بن عبدالملک اموی کی عہد خلافت مین پیدا ہوے۔ آپ کا شمار اقطاب اسلام اور ارکان دین مین ہی اور علم حدیث کے امام ہین۔ معمر۔ اوزاعی۔ ابن جریج۔ مالک۔ شعبہ۔ ابن عیینہ۔ فضیل بن عیاض نے آپ سے روایت کی ہی خلیفہ مہدی عباسی آپ کی نہایت عزت کرتا تھا۔ سنہ ۱۶۱ھ مین بمقام بصرہ انتقال فرمایا (ثوری طرف ثور بن عبد مناۃ کے منسوب ہے) منتخب از روض الممطور فی تراجم علماے شرح الصدور صفحہ ۱۱۲۔ مطبوعہ مفید عام آگرہ۔

[۳] حدیقۃ الاقالیم صفحہ ۱۳۱۔ اقلیم سوم مطبوعہ نو لکشور پریس۔

سے دیکھیے تو اس بات کی تحقیق ہوتی ہے کہ یحییٰ کی فیاضی ضرب المثل ہوگئی تھی۔

(۱۵) فہم و فراست

ابو عثمان بن عمر خطاط راوی ہے کہ مین نے اکثر خلفا و وزرا کی خدمت کی ہے لیکن مین نے کسی کو نہین دیکھا ہے کہ ہنر خرد و مکارم الاخلاق کے ساتھ جامع علوم ہو بجز خالد اور اُسکے بیٹے یحییٰ کے۔ بلکہ فراست اور درایت مین یحییٰ بہت بڑھکر تھا اور یہ بات خاص یحییٰ مین دیکھی گئی ہے کہ رفتار قلم کو دیکھکر تحریر کے مطالب پر پہنچ جاتا تھا اور کاغذ کو دیکھنے سے پہلے تمام حالات بیان کر دیتا تھا۔

(۱۶) حسن اخلاق

باوجود شاہانہ شان و شوکت۔ اور درجہ وزارت کے یحییٰ کے مزاج مین انتہا درجہ کا عجز و انکسار تھا۔ اسکا عام طرز معاشرت تکلف اور بناوٹ سے بری تھا امرا کی دعوتوں مین شریک ہوتا۔ درویشوں۔ عالموں سے اُنکے مکان پر جا کر ملاقات کرتا۔ کسیکی بیماری کا حال سُنتا تو جا کر عیادت کرتا۔ بڑی خوبی یہ تھی کہ اگر کسی معاملہ مین غلطی ہو جاتی اور کوئی متنبہ کرتا تو اُسکو قبول کر لیتا تھا۔ ایک دربار کا شاعر بیمار ہو گیا۔ اور بسبب علالت کے مدت تک غیر حاضر رہا۔ اس اثنا مین یحییٰ کو بھی کچھ خیال نہ آیا۔ بعد صحت کے اُسنے شکایت آمیز خط لکھا یحییٰ نے اُسکی جواب مین جو کچھ لکھا ہے اُسکے پڑھنے سے یحییٰ کی اعلیٰ درجہ کی نیکی اور انصاف پسندی ظاہر ہوتی ہے

اشعار شکایت آمیز

ایھا ذا الامیر اکرمک اللہ	[illegible]	اسے سردار خدا تجھکو معزز رکھے
و ابقاک لی بقاء طویلا		اور میرے فائدہ کے لیے بڑی عمر دے
اجمیلا تراہ اصلحک اللہ		کیا اسکو آپ نے پسندیدہ خیال کیا
لکیما اراہ ایضاً جمیلا		تو مین بھی اسکو پسندیدہ سمجھوں۔

انّني قد اقمت عنك قليلا	مین چند روز آپ کی خدمت مین نہ پہنچ سکا
لا نری منفذا اليك رسولا	اور کوئی قاصد بھی نہ بھیج سکا۔
الذنب فما علمت سوی الشكر	مجھسے اور تو کوئی گناہ نہین ہوا۔
لما قدا ولبيتهم جزيلا	بجز اسکو کہ آپنے جو انعامات مجھپر کیے ہین اُسکا شکر گزار رہا ہون
قد اتی الله بالصّلاح فيما	خدا نے بارے اچھا کیا۔
انكرت مما عهدت الا القليلا	آپکو میرے ساتھ جو تعلقات تھے اسکی نسبت مجھکو شکایت ہے مگر بہت نہین

یحیی کا جواب

دفع الله عنك نائبة الدّهر	خدا تمسے۔ زمانہ کے مصائب دفع کرے۔
وحاشاك ان تكون عليلا	اور خدا نکرے کہ تم بیمار ہو۔
اشهد الله ما علمت وما ذا	خدا گواہ ہے کہ مجھکو خبر نہ تھی۔
لك من العذر جائزا مقبولا	اور یہ عذر قابل قبول بھی نہین۔
ولعلی لو قد علمت لعاودت	مجھکو اگر تمھاری بیماری کا حال معلوم ہوتا تو مہینون
شهرا وكان ذاك قليلا	مین تمھاری عیادت کرتا۔ اور یہ بھی کافی نہوتا۔
فاجعلن لی الی التعلق بالعذر	تم میرے لیے معذرت کا رستہ نکالو۔
سبيلا ان لم اجد لی سبيلا	مجھکو تو معذرت کی راہ نہین ملتی۔
فقديما جاء ذوالفضل بالفضل	ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ بڑے لوگ مہربانی سے پیش آتے ہین
وما سامح الخليل خليلا	اور دوست دوست سے درگزر کرتا ہے۔

ہرون و ہادی کی حریفانہ کوشش ۔ ہادی کی موت ہرون کی خلافت ۔ یحییٰ برمکی کی مستقل وزارت ۱۷۰ھ

ہرون الرشید کا پہلا وزیر اعظم یحییٰ برمکی ہے۔ لیکن یہ وزارت کیونکر ہوئی ؟ اور ہرون کی خلافت کا اجمالی سلسلہ کیونکر ہے ۔ یہ بھی یحییٰ برمکی کا ایک مہتم بالشان واقعہ ہے اسلیے مختصر حالات ذیل مین لکھے جاتے ہین۔

خلیفہ مہدی[1] کی دو نامور فرزند تھے۔ بڑے بیٹے کا نام **الہادی ابو محمد موسیٰ** اور چھوٹے کا نام **الرشید ہرون ابو جعفر** تھا جنکی واسطے ۱۶۶ھ مین مہدی نے یہ فیصلہ کیا تھا

مہدی کی وصیت

کہ اوّل ہادی ۔ بعدہٗ ہرون تخت نشین ہوگا۔ چنانچہ ماہ محرم ۱۶۹ھ ۷۸۵ء مین بمقام ماسبذان جب مہدی نے انتقال کیا اُسوقت ہادی جرجان مین تھا اور ہرون باپ کے پاس موجود تھا۔ اُسنے جنازے کی

نوٹ [1] ۱۵۸ھ مین یہ خلیفہ تخت نشین ہوا تھا زنادقہ کی تردید مین سب سے پہلے اسی نے کتابین لکھوائین اسی کے عہد مین اربل (دیبول یا ٹھٹھہ) واقع ہندوستان فتح ہوا۔ شاہانہ شان وشوکت اسکے عہد مین بہت بڑھ گئی تھی۔ ابتدا سے سلطنت مین پردے مین رہتا تھا [illegible] کرنے لگا۔ کعبہ پر جو غلاف [illegible] پڑتی تھین مجاوروں کی شکایت پر اُسکو بند کردیا کیونکہ احتمال تھا کہ بڑ دکعبہ [illegible] اور تمام قیمتی مال بیجا دین اور صرف ایک پوشش باقی رہگئی جو خود خلیفہ کی طرف سے بھیجی جاتی تھی۔ محمد بن سلیمان نے سب سے پہلے اسی خلیفہ کے واسطے مکہ معظمہ مین برف بھیجی ۔ بغداد اور مکہ کی راہ مین جا بجا عمارتین اور تالاب بنوائے۔ مساجد سے مقصورے موقوف کیے۔ اور طولانی ممبروں کو گھٹا کر مطابق عہد رسالت کے کردیا۔ مسجد الحرام کے گرد وپیش کے مکانات ملا کر اُسے وسیع کردیا۔ مدینہ ۔ یمن ۔ مکہ اور بغداد کے راستو نمین ڈاک بیٹھائی" کامل اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۷ و سیوطی صفحہ ۱۰۷ و ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۰۱۔

نماز پڑھائی۔ تجہیز و تکفین سے فارغ ہوا۔ تو تخت نشینی کا خیال آیا۔ لیکن باپ کی وصیت کے بموجب بمشورہ یحیٰی برمکی بھائی کو جرجان سے بلایا اور کہا کہ تخت حاضر ہے (چنانچہ

ہادی کی خلافت

صفر کی چاندرات کو ۱۶۹ھ میں ہادی نے تخت پر بیٹھکر سب سے بیعت لی۔ یہ خلیفہ اگرچہ رعب داب والا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ خلافت کی شان و شوکت کو نہ سنبھال سکا۔ دن رات لہو و لعب میں رہا کرتا تھا۔ اسلئے تمام معاملات سلطنت کی نگرانی خیزران (مادر ہادی و ہرون) نے اپنے ہاتھ میں رکھی تھی صبح کیوقت خیزران کے محل پر تمام امرائے دربار اور فوجی سرداروں کا مجمع ہوتا تھا۔ انکی درخواستوں کے مطابق احکام جاری کرتی تھی۔ اور خیزران کے آگے ہادی کی کچھ چلتی بھی نہ تھی۔ اسلیے ایک معاملہ میں دونوں میں تکرار ہوگئی اور چونکہ وہ معاملہ خیزران کے موافق طے ہوا۔ اسوجہ سے ہادی کا رنج اور بھی بڑھگیا۔ یہانتک کہ گفتگو میں ادب کا پہلو ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور ایک دن غصہ میں آنکر ماں سے کہنے لگا کہ "اب اگر دروازہ پر[۱]

ہادی و خیزران کی مخالفت

میں نے کسی امیر کو دیکھا تو یقینی اُسکی گردن اُڑا دونگا۔ اور آپ کا صرف یہ کام ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کیجیے یا تسبیح پڑھیے" بیٹے کی بات سنکر خیزران جھلّا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پھر دونوں میں سخت عداوت ہوگئی۔ ہادی نے ماں سے تو اس طرز پر گفتگو کی اور دربار عام[۲] میں آکر امرای سلطنت، اور افسران فوج سے پوچھا کہ "تمہاری مائیں افضل ہیں یا میری ماں" ؟

نوٹ [۱] سیوطی صفحہ ۱۰۹۔ [۲] روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی ۱۷۹ جلد ۳

سب نے تسلیم کیا کہ "امیر المومنین کی ماں افضل ہیں"، فرمایا اچھا بتاؤ! تم میں سے کون اسبات کو جائز رکھتا ہے کہ امیر المومنین کی ماں سے اُسکی مجلس میں جاکر ادھر اُدھر کی باتیں کرے" ارکان سلطنت ہادی کا مطلب سمجھکر چُپ ہو رہے - اور سب نے خیزران کی دربارداری بند کردی - ہادی کے طرز عمل اور انداز حکومت سے ہرون بھی ناراض تھا - لیکن کسی معاملہ میں دست اندازی نہیں کرتا تھا - مگر ہادی اپنی چالوں سے نہیں چوکتا تھا - اور باپ کی وصیت کے خلاف یہ چاہتا تھا کہ "سلطنت سے بھائی کو محروم کرکے اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد مقرر کرے" اور اپنا یہ خیال ارکان سلطنت اور خود ہرون سے بھی ظاہر کردیا تھا - جیسا کہ ہادی کے حسب ذیل اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے -

نصحت لهرون فرد نصيحتي[1]	میں نے ہرون کو نصیحت کی مگر اُسنے نمانا -
وكل امرى لا يقبل نصح نادم	اور جو شخص نصیحت نہیں قبول کرتا ہی - نادم ہوتا ہی -
وادعوه للامر المولف بيننا	میں اُسکو اُس کام کی طرف بلاتا ہوں - جو آپس کے ارتباط کا سبب ہے
فيبعد عنه وهو في ذاك ظالم	لیکن وہ پاس نہیں آتا - اور یہ اُسکی ناانصافی ہے -
ولولا انتظاري منه يوما الى غد	مجھکو اگر کل تک کا انتظار نہوتا -
لعاد الى ماقلته وهو راغم	تو ہرون کو میری بات چار نا چار ماننا ہی پڑتی

لیکن ہرون نے جعفر کی بیعت سے انکار کیا - اور اس رائے سے یحیی برمکی نے بھی جو ہرون کا اتالیق و سکرٹیری تھا اتفاق کیا - کیونکہ ہرون کی خلافت سے قلمدان وزارت کے

نوٹ [1] کامل اثیر صفحہ ۳۲ جلد ۶ - [2] سیوطی ۱۱۰ -

ملنے کی یحییٰ کو امید تھی جسکا وہ ایک عرصہ سے امیدوار تھا۔ بلکہ اسی آرزو مین وہ ہادی کے خلاف ہرون کی بیعت کے واسطے کوشش کر رہا تھا اور ہادی کی اظہار خیالات کے بعد تو پوری کوشش اسمین کرنے لگا۔ کہ ہادی اپنے مقصد مین کبھی کامیاب نہو۔ باوجودیکہ ہادی کیطرف سے بھی بڑا زور یحییٰ پر ڈالا جاتا تھا کہ وہ جعفر کی بیعت کیواسطے کوشش کرے۔ چنانچہ جامع الحکایات[1] کا مصنف لکھتا ہے کہ اسی زمانہ مین ایک دن یحییٰ کو ہادی نے بُلایا جب لوٹ کر آیا تو سخت متوحش تھا۔ کیونکہ ہادی نے حکم دیا تھا کہ وہ ہرون کو اسباب پر آمادہ کرے کہ اپنے بھتیجے کی بیعت منظور کرے۔ اور یحییٰ قسم کھاتا تھا کہ مین امیرالمؤمنین کے حکم کے بموجب کوشش کر رہا ہون۔ لیکن ہرون میرا کہنا نہین مانتا ہے۔ مگر یحییٰ کی باتو نپر ہادی کو یقین نہ آتا تھا۔ اور وہ اس گفتگو کو بناوٹ سمجھتا تھا، چنانچہ یحییٰ اسی سوچ مین بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک غلام پر ناراض ہوگیا اور اُسکو اس زور سے طپانچہ مارا کہ انگشتری کا حلقہ ٹوٹ گیا۔ اور نگینہ زمین پر گر کر چور ہوگیا۔ نگینہ کے ٹوٹنے سے یحییٰ کا دل اور بھی شکستہ ہوگیا۔ چنانچہ یحییٰ کے حزن و ملال کی جب ایک شاعر کو اطلاع ہوئی تو اُسنے حاضر ہو کر چند اشعار پڑھے جسکا لفظی ترجمہ فارسی مین یہ ہے۔

انگشتری ار شکست و افتاد نگین	زنہار بدین سبب نباشی غمگین
آن حلقہ کشادہ گشت و آن بند شکست	فالیست نکو نیک بیندیش درین

نوٹ[1] حکایت ۲۳۔ باب ۳ صفحہ ۷۷

یحییٰ چونکہ نجوم و شگون کا بہت معتقد تھا۔ یہ اشعار سنکر خوش ہو گیا۔ اور فال نیک سمجھا" لیکن ہمارا مطلب اس حکایت کے لکھنے سے صرف واقعۂ تاریخی کی تائید ہے اور فال و شگون سے کوئی بحث نہین ہے۔ لیکن یحییٰ برمکی نے ہادی کو باتون ہی باتون مین رکھا اور خلیفہ کے انعام و صلے کی کچھ بھی پروا نکی۔ تب مجبور ہوکر ہادی نے یحییٰ کو جیل مین بھیجدیا۔ مگر وہ اپنی سرگرم کوششون سے یہان بھی خالی نہ تھا۔

ہادی و یحییٰ کی گفتگو خلافت پر

محمد بن یحییٰ برمکی راوی ہے کہ قید مین جاتے ہوئے یحییٰ نے ہادی کو ایک رقعہ لکھا۔ اور حاضری کی اجازت چاہی۔ چنانچہ ہادی نے خلوت مین یحییٰ کو بلالیا۔ اور حال پوچھا یحییٰ نے کہا کہ "امیرالمومنین اگر آپ باپ کی وصیت پر قائم نرہینگے تو رعایا پر خراب اثر پڑیگا۔ اور آیندہ پولیٹکل پیچیدگیان بڑھجائینگی۔ کیونکہ جب بادشاہ وقت خود معاہدے کا پابند نرہیگا تو رعایا بھی اپنے قول و قسم پر قائم نرہیگی۔ علاوہ اسکے جعفر ہنوز نابالغ ہے۔ خدانخواستہ اگر ایسا وقت آجاوے کہ امیرالمومنین کا سایہ ہمپر نرہے۔ اُسوقت بلحاظ معاملات سلطنت، سیاست، اور شریعت کے کون ایسا ہے۔ جسکو ہم امام بنا سکتے ہین"؟ ہادی نے کہا کہ "ہان! مجھے بھی اسمین تردد ہے" تب یحییٰ نے کہا کہ "اُسوقت ضرور ہے کہ فلان فلان اشخاص دعویدار خلافت ہوکر اُٹھ کھڑے ہونگے۔ اور خلافت اولاد مہدی سے نکلجا دیگی" یحییٰ کی آزادا ور عاقلانہ رای سُنکر ہادی بھی متفکر ہوا۔ اور کہا بیشک آپکا کہنا صحیح ہے۔ ابتک مین غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ جب یحییٰ نے ہادی کو راہ راست پر دیکھا تو مکرر عرض کیا کہ "مصلحت وقت یہی ہے کہ

ہٰرون کو خلع بیعت پر تکلیف نہ دیجائے اور مین اقرار کرتا ہون کہ جب جعفر جوان ہوگا تو ہٰرون کو اسپر آمادہ کرلونگا کہ وہ جعفر کی بیعت قبول کرے"۔ اسقدر گفتگو کے بعد ہادی نے یحییٰ کو رخصت کر دیا۔ لیکن محبت پدری نے اسکو گوارا نہین کیا کہ بجائے بیٹے کے بھائی تخت نشین ہو۔ اسلیے یحییٰ کو قید کے مصائب جھیلنا ہی پڑے۔ اور ہٰرون پر پہلے سے زیادہ سختیان ہونے لگین

ہرثمہ بن اعین[1] سے منقول ہے کہ ایکدن ٹھیک دوپہر کے وقت ہادی نے مجکو خلوت مین بلایا۔ چونکہ ہادی کے مزاج سے مین واقف تھا۔ مارے خوف کے کانپنے لگا۔ اور جب حرم سرا کے اندر داخل ہوا۔ تو سب مصاحبون کو رخصت کر کے تخلیہ کیا اور مجھے حکم دیا کہ "دروازہ کو بند کر کے واپس آ"۔ اس حکم نے میرے رہے سہے ہوش و حواس گم کر دیے جب مین لوٹکر آیا تو مجھسے مخاطب ہوکر کہا کہ "ای ہرثمہ! مجھے دن رات اس سگِ ملحد (یحییٰ بن خالد) سے سخت تکلیف پہنچ رہی ہے اس کمبخت کو سوائے اسکے اور کوئی کام ہی نہین ہے کہ میرے سرداران فوج اور اعیان سلطنت کو بھڑکایا کرتا ہے اور اپنے آقا (ہٰرون الرشید) کی دعوت اور بیعت کا در پردہ اعلان کر کے اسبات پر لوگون کو آمادہ کر رہا ہے کہ مین قتل کر دیا جاؤن اور ہٰرون مسند خلافت پر بٹھایا جاوے۔ لہذا اسی وقت ہٰرون کی عمر کا خاتمہ کر دے۔

ہادی کے احکام

اگر محل مین ایسا موقع نہ لگے تو میری طرف سے پیام دینا کہ بھائی جان یاد کر رہے ہین۔ تشریف لے چلیے پھر اثنائے راہ سے اپنے گھر لیجا کر کام تمام کر دینا"۔ مین یہ حکم سُنکر حیران رہگیا۔ اور عرض کیا کہ "اگر اجازت ہو تو کچھ

نوٹ [1] یہ نامور فوج کا سپہ سالار تھا اور نسبًا ہاشمی تھا۔ جامع الحکایات صفحہ ۲۳۵۔

عرض کرون" کہا ہان اجازت ہے تب مین نے عرض کیا کہ ہرون الرشید آپکا حقیقی بھائی ہے
اور بعد آپ کے ولیعہد خلافت ہے۔ اگر آپ کے حکم کی تعمیل کردیجاوے تو خدا کے سامنے
آپ کیا جواب دینگے اور زمانہ کیا کہیگا" میری گفتگو سُنکر ہادی نے بجز اسکے اور کچھ نہین
کہا کہ اگر تعمیل حکم مین توقف ہوا تو تمھارا سر نہوگا۔ پھر وقت رخصت کے کہا کہ جب میرے
اس حکم کی تعمیل ہوجاوے تب جیل مین جانا اور وہان آل ابوطالب مین سے جسقدر
قید ہون۔ اُنمین سے بعض کو قتل اور بعض کو دجلہ مین غرق کردینا۔ اور جب یہ سب امور
طی ہوجاوین تو ایک لشکر جرار لیکر کوفہ کو روانہ ہونا۔ عباسیون مین سے جو لوگ ہمارے ہون
اُنکو چھوڑکر شہر مین آگ لگا دینا کہ کُل شہر جلکر خاک ہوجاوے اور جو عمارت جلنے سے بچے
وہ مسمار کردینا" مین نے عرض کیا کہ "امیرالمومنین! یہ تو اہم امور ہین مین کیونکر انپر شفقدی
کرسکتا ہون" جواب ملا کہ "یہ لوگ ہمارے دشمن ہین اور آل ابوطالب کے مددگار ہین۔
ملک مین جو فساد ہونگے اُنکے باعث یہی کوفی ہونگے" جب سب ہدایتین کرچکا تو کہا کہ
"جب نصف شب گزرجاوے تب یہانسے باہر جانا اور سب سے پہلے ہرون کو قتل کرنا۔
پھر ترتیب وار دیگر کامونپر متوجہ ہونا" یہ کہکر آپ حرم سرا مین چلا گیا۔ مین سمجھا کہ ناخوش
ہوکر چلا گیا ہے۔ اب کوئی دوسرا امیر اس خدمت پر مقرر ہوگا اور مین قتل کیا جاؤنگا۔ کیونکہ
مین نے کئی بار مخالفت کی ہے اور میرے روکنے سے یہ مطلب ہے کہ افشاے راز نہو۔ چونکہ
مجھے یقین تھا کہ مین قتل کرڈالا جاؤنگا اسلیے میرا دل یہ چاہتا تھا۔ کہ گھوڑے پر سوار ہوکر
بغداد سے نکلکر ایسے ملک کی راہ لون کہ جہان کوئی میرا آشنا نہو۔ غرضکہ ان خیالات مین

ایسا ڈوبا کہ مجکو نیند آگئی۔ اور اسقدر سویا کہ آدھی رات گزر گئی۔ مین سو رہا تھا کہ ایک خادم
نے آکر جگایا اور کہا "اُٹھو امیرالمؤمنین یاد فرماتے ہین" مین کلمہ شہادت پڑھتا ہوا اُٹھ کھڑا
ہوا اور بہت سے حجاب کے پردے طی کر کے وہان تک پہنچ گیا۔ کہ جہان سے عورتون کی باتون
کی آواز میرے کان مین آنے لگی۔ تب مین نے خیال کیا کہ ہادی کا یہ مطلب ہے کہ مجھی کوئی
الزام لگا کر قتل کرے۔ اگر مین حرم سرا مین داخل ہو جاؤن۔ تو مجھسے پوچھیگا کہ بلا اجازت
میرے کیون آیا۔ اُسوقت مین کوئی جواب نہ دے سکونگا؟ اور یہی حیلہ میرے قتل کو کافی ہے
چنانچہ اسی خیال کے موافق سب سے اخیر درجہ مین جا کر مین ٹھہر گیا۔ خادم نے آگے بڑھنے
پر بہرچند اصرار کیا مگر مین نے ایک قدم نہ بڑھایا۔ اور کہا "نعوذ باللہ! مین کیونکر حرم شاہی
کے اندر داخل ہوسکتا ہون۔ اور مجھپر کیا منحصر ہے کسی مین یہ طاقت نہین ہی کہ حرم سلطانی
مین داخل ہو" جب خادم نے بہت ضد کی تب مین نے کہا کہ "جب تک امیرالمؤمنین خود
نہ بلا دینگے خدا کی قسم مین آگے قدم نہین بڑھا سکتا ہون" چونکہ یہ فقرہ مین نے زور سے
کہا تھا۔ اسلیے اندر سے ایک عورت نے کہا "ویلك یا ھرثمہ! مین خیزران ہون اندر آ
اسوقت مین نے تجکو ایک بہت بڑے کام کے واسطے بلایا ہے" چنانچہ مین اندر چلا گیا۔
خیزران نے ایک دوسرے پردے کی آڑ سے مجھسے کہا کہ "ای ہرثمہ! موسی (ہادی) نے دنیا سے کوچ کیا
اور قضای الٰہی نے اُسکے جور وظلم سے تجکو اور سب مسلمانون کو بچا لیا۔ دیکھ! تخت پر ہادی مردہ
پڑا ہوا ہی" مین نے پردہ اُٹھا کر دیکھا تو ایک چادر اوڑھے ہوے ہادی تخت پر لیٹا ہی۔ اور
نبض پر ہاتھ رکھا تو بالکل ٹھنڈا پایا۔ تب مین نے خدا کا شکر کیا اور خیزران سے پوچھا کہ "یہ قصہ

کیونکر ہوا ہ خیزران نے کہا کہ میرے بیٹے ہرون اور آل ابو طالب اور اہل کوفہ کے واسطے جو حکم ہادی نے دیا تھا۔ مین اُسکو سُن رہی تھی چنانچہ جب ہادی اندر آیا تو مین نے ہرون کے خون کی معافی چاہی اور اُسکو مین نے قسم دی کہ وہ اپنے ارادون سے باز آئے۔ لیکن اُسنے میری بات نہ سُنی اور نہایت سختی سے جھڑک دیا۔ تب مین نے اور بھی نرمی کی اور خدا اور رسول کا واسطہ دیا۔ اور اُسکے سامنے زمین پر سر رکھدیا لیکن ہادی پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور تلوار نکالکر مجھسے کہا کہ اگر چُپ نہو جاوٗگی تو ابھی گردن اُڑا دونگا۔ تب مین ناامید ہو کر خاموش ہو رہی۔ اور خدا سے اُسکی حق مین بددعائین کرنے لگی۔ تھوڑے دیر مین یہ فتنہ سو رہا۔ جب جاگا تو شدت سے کھانسی آئی اور گلے مین پھندا پڑ گیا۔ مین نے ایک پیالہ پانی کا دیا لیکن پھندا ٹوٹنا تو درکنار رہی پانی پھانسی کا پھندا ہوگیا۔ اور دم[۱] فنا ہو گیا۔

ہادی کی موت

اب تو اسی وقت یحییٰ برمکی کو جیل مین جاکر خبر دے تا کہ ہرون کی بعیت کو تمام کرے" چنانچہ جیل سے نکلکر یحییٰ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ ہرون کو جو خواب راحت مین سو رہا تھا جگا کر مژدہ خلافت سُنایا۔ ہرون نے نہایت یاس سے کہا "دیکھو[۲]! تم ہنسی کرتے ہو۔ بھائیصاحب سُن لینگے تو یہی ہنسی بلاے جان ہوجائیگی" یحییٰ نے

نوٹ [۱] موٗرخین نے ہادی کے اسباب فوت مین اختلاف کیا ہے بعض کا قول ہے کہ اسکے گلے مین ایک زخم تھا۔ جسکے صدمہ سے فوت ہوا۔ بعض کا خیال ہے کہ جب ہادی نے خیزران کو زہر دینا تجویز کیا اور اُسکا راز کھل گیا تو خیزران نے بہ سبب فرط محبت ہرون کے ہادی کو زہر دیدیا۔ اور خیزران کی کنیزون نے سوتے مین گلا دبا دیا ہادی نے کل سوا برس خلافت کی۔ خلافت کے سنبھالنے کی اگرچہ طاقت نہ تھی لیکن تاہم رعب والا۔ اور فصیح وادیب تھا۔ ہادی پہلا خلیفہ ہے جسکی اردلی مین سپاہی ننگی تلوارین لیکر چلتے تھے۔ اسکے عہد مین زندیق بکثرت قتل ہوے۔ ماخوذ از سیوطی وغیرہ۔ [۲] المامون صفحہ ۲۱

عرض کیا کہ "قضای الٰہی نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا - آپ اطمینان سے سریر خلافت کو زینت دیں" اسی گفتگو مین خواص مژدہ لائی کہ مشکوی معلّٰی مین وارث تاج و تخت پیدا ہوا - یہی وہ مبارک فال لڑکا تھا جسکی قسمت مین مامون الرشید اعظم ہونا لکھا تھا" چنانچہ شنبہ کی رات

ہرون کی تخت نشینی

ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ کی سولھوین تاریخ کو بڑی دھوم دھام سے بمقام عیسی آباد ہرون الرشید تخت نشین ہوا - مورخ صدولی کا قول ہے کہ یہ رات بھی عجیب رات تھی جسمین ایک خلیفہ (موسی ہادی) نے وفات پائی - دوسرا (ہرون الرشید) تخت خلافت پر بیٹھا - تیسرا (مامون الرشید) عالم وجود مین آیا - جب صبح ہوئی تو رشید کی بیعت عام طور پر ہو چکی تھی اور یحیی نے رات ہی رات کل انتظام کر کے ہرون الرشید کو تخت پر بٹھا دیا تھا - بہرحال خلاصہ اس تمام تحریر کا یہ ہے کہ یحیی برمکی نے ہرون الرشید کے حصول خلافت مین انتہا درجہ کی کوشش کی تھی - اور چونکہ ہرون الرشید ہمیشہ خانہ جنگیون اور پولٹیکل جوڑ توڑ سے پرہیز کیا کرتا تھا - اسلیے ممکن تھا کہ ہادی اپنے ارادے مین کامیاب ہو جاتا لیکن یحیی کے حسن تدبیر و دیانت نے ہادی کو مرتے دم تک کامیاب نہونے دیا - لیکن ہرون الرشید نے بھی یحیی کی کوششونکا جو بچپن سے عالم شباب تک کی گئین تھین عمدہ صلہ دیا - اور تخت پر بیٹھکر سب سے پہلے جو حکم لکھا وہ یہ تھا

یحیی کی وزارت

کہ "یحیی برمکی مستقل وزیر اعظم کیا گیا" اسلیے ہرون کی خلافت اور یحیی کی وزارت کی ایک ہی تاریخ سمجھنا چاہیے -

نوٹ [۱] تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۱۱ و عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۳۴۴ [۲] عربون نے اس رات کا نام لیلۃ الہاشمیہ رکھا ہے -

یحییٰ کی وزارت اور اُسکا اقتدار۔ فرائض منصبی۔ علوم کی اشاعت۔ فنونِ فلسفہ کے ترجمے۔ ذوقِ علمی۔ بیت الحکمۃ۔ مجالس مناظرہ۔ حکیمانہ اقوال۔ خاتمہ

خلافت عباسیہ مین ہرون الرشید اگرچہ پانچوان تاجدار تھا۔ لیکن شان و شکوہ اور عظمت و جلال مین خلیفہ منصور و مہدی سے بڑھکر تھا۔ چنانچہ مدبری ہوشیاری وغیرہ کے لحاظ سے مؤرخین نے اُسکو واسطۃ الخلفا کا لقب دیا ہی جو اُسکے واسطے بہت موزون تھا۔ جیسا خود قابل اور جامع صفات تھا۔ ویسا ہی عاقل اور بیدار مغز وزیر بھی خدانے اُسکو دیا۔ مؤرخ[1] صولی نے کتاب الاوراق مین لکھا ہی کہ جب ہرون تخت نشین ہوا۔ اور وزارت اعظم کے درجہ پر یحییٰ برمکی ممتاز کیا گیا۔

اشعار تہنیت ابراہیم الموصلی تو ابراہیم الموصلی نے تہنیت مین یہ اشعار پڑھے۔

الم تر أن الشمس كانت مريضة	تمنے نہین دیکھا! آفتاب بیار تھا۔
فلما أتى هرون اشرق نورها	جب ہرون آیا تو اُسکی روشنی چمک اُٹھی۔
تلبست الدنیا جمالا بملکه	دنیانے اُسکی سلطنت سے۔ خوبصورتی کا لباس پہن لیا۔
فهرون واليها ويحيى وزيرها	کیونکہ اب ہرون بادشاہ ہی۔ اور یحییٰ اُسکا وزیر۔

نوٹ [1] سیوطی صفحہ ۱۱۵

جسکے صلہ مین ہرون نے ایک لاکھ اور یحییٰ نے پچاس ہزار درہم مرحمت کیے۔ اعلام الناس[1] مین لکھا ہی کہ جب ہرون الرشید کی تخت نشینی کی شہرت اطراف سلطنت مین پھیلی تو ایک بدو (اعرابی) دربار مین آیا اور کہا مین نے خواب دیکھا ہے جیسے کوئی شخص مجھسے کہتا ہے کہ اب ہرون الرشید تخت نشین ہوا ہے تو اُسکے حضور مین یہ اشعار پہنچا دے" ہرون نے بدو کا مطلب سمجھ لیا اور حکم دیا "اچھا پڑھو" اجازت پانے پر اُسنے یہ چار شعر پڑھے۔

اشعار اعرابی

توارثت خلافة من قریش	تو نے خلافت قریش سے ورثہ مین پائی ہے۔
تزف الیکما ابدا عروسا	وہ (خلافت) ہمیشہ تم دونون کو پاس دلھن بنکر آئیگی
الی هرون تهدی بعد موسی	موسیٰ کے بعد ہرون کے پاس ناز کرتی ہوئی جائیگی
تمیس وما لها ان لا تمیسا	اور جب یہ موقع حاصل ہو۔ تو وہ کیون نہ ناز کرے۔

جب اعرابی پڑھ چکا تو بہت کچھ انعام دیکر رخصت کر دیا۔

ابتدا[2] سے خلافت مین مثل زمانہ ہادی کے تمام امور سلطنت خیزران کے مشورہ کے مطابق ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہرون و یحییٰ مین مادہ حکمرانی کا نہ تھا یا اُنکو حکومت مین پورا دسترس نہ تھا۔ بلکہ اُنکو خیزران کی خاطر داری منظور تھی اور اُن صدمات کی تلافی بھی جو ہادی کی موت سے خیزران کو پہنچے تھے۔ لیکن ۱۷۳ھ[3] سے بعد انتقال خیزران کے

نوٹ [1] اعلام الناس صفحہ ۸۴۔ خلافت ہرون۔

[2] ابن خلدون صفحہ ۲۱۹۔ و ۲۲۳ جلد ۳ [3] ابو الفدا صفحہ ۱۳ جلد ۲۔

تمام سپید و سیاہ کا مالک یحیی برمکی تھا۔ اور چونکہ بچپن سے یحیی کی گود مین ہرون نے پرورش پائی تھی۔ اسلیے یحیی کے کامون مین کوئی دخل نہ دیتا تھا۔ یحیی جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ اور

یحیی کا اعزاز

ادب[1] کا یہ حال تھا کہ کبھی یحیی کا نام نہین لیا جب خطاب کرتا تو پیارے باپ یا دوسرے معزز الفاظ سے یاد کرتا۔ بعد تخت نشینی کے ہرون نے یحیی کا بڑے قیمتی الفاظ مین اسطرح پر شکریہ ادا کیا کہ "ای باپ! آج مین دربار عام مین بیٹھا ہوا ہون۔ اس مجلس مین مجکو صرف آپکی برکت اور حسن تدبیر سے جگہ ملی ہے" اور تخت پر بیٹھتے ہی انگوٹھی جسکو تمغہ وزارت کہنا چاہیے یحیی کے سپرد کر دی اور یہ کہا کہ[2] "

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

یحیی کی وزارت پر مورخین کی رای

مورخین کا اسپر اتفاق ہو کہ یحیی ایک خود مختار وزیر اعظم تھا۔ تمام پولیٹکل معاملات مین اُسکا جو جی چاہتا تھا کرتا تھا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ "وزیر یحیی نہایت عاقل، کریم اور فصیح و بلیغ تھا۔ معاملات سلطنت مین اسکی نظر نہایت غائر تھی اور یہی وجہ تھی کہ ہرون اسکی بات رد نہین کرتا تھا" تجارت[3] مین آسانی کی غرض سے جب ہرون نے بحر روم اور

نوٹ[1] ابن خلکان صفحہ ۲۲۲۔ جلد ۲۔ [2] ہارون رشید کے اصلی الفاظ یہ ہین قد قلدتک امر الرعیۃ فاحکم فیھا بما تری واعزل من رأیت واستعمل من رأیت ودفع الیہ خاتمہ، کامل اثیر صفحہ ۳۶ جلد ۶۔

[3] تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۱۲

بحر قلزم مین آمد و رفت کھولنی چاہی تو یحیی نے کہا "روم والے حجاز مین گھس آئینگے اور مسجد الحرام سے نمازیون تک کو اُٹھا لیجائینگے" اسلیے یہ ارادہ موقوف رہا۔ اور ابتدای خلافت مین جو عالمگیر شہرت ہرون الرشید کو ہوئی اسکا باعث یحیی برمکی تھا۔ کیونکہ فضل و جعفر کے عہد وزارت مین سلطنت بہت کچھ مستحکم ہو چکی تھی۔

دربار کی اہل کمال

جاحظ کا قول ہے کہ جیسے ارباب کمال ہرون کو میسر ہوئے وہ دوسرے خلیفہ کو میسر نہین ہوے۔ کیونکہ وزارت مین برامکہ عہدۂ قضا پر امام ابو یوسف شاعرون مین مروان بن ابی حفصۃ[1] ندیمون مین عباس بن محمد عباسی

نوٹ [1] باستثنای مروان بن ابی حفصہ کے باقی اہل کمال کے مختصر حالات آگے چلکر ملین گے۔ لہذا اس موقع پر مختصر حال اس شاعر کا لکھا جاتا ہے "ابو السمط مروان بن ابی حفصہ بن سلیمان بن یحیی نسبًا و مذہبًا یہودی تھا۔ اسکا باپ حضرت عثمان رض یا مروان بن الحکم کے پاس آکر مسلمان ہوا تھا۔ مدینہ والے اسکو سموئیل بن عادیا یہودی کا (جسکی وفاداری عرب مین مشہور ہے) غلام سمجھتے تھے۔ اور ایک روایت ہے کہ اصطخر سے حضرت عثمان رض کے پاس قیدیون مین اسکا باپ آیا تھا۔ اور حضرت نے مروان کو دیدیا تھا۔ مروان کے قصائد خلیفہ مہدی اور ہرون کی مدح مین مشہور ہین علویون کی ہجو گوئی سے دربار ہرون مین اسکی عزت بڑھ گئی تھی۔ معن بن زائدہ شیبانی کی مدح مین اسکا قصیدہ لامیہ بہت مشہور ہے۔ اور اسی قصیدہ کیوجہ سے تمام شعرا و تذکرہ نویسون نے اسکو فضیلت دی ہے۔ اس قصیدہ کا صلہ مروان کو اسقدر ملا تھا کہ وہ اُسکے اُٹھانے سے عاجز تھا۔ اور مہدی عباسی اسی قصیدہ سے ناراض ہو گیا تھا۔ چنانچہ جامع الحکایات مین لکھا ہے کہ بعد انتقال معن کے جب مروان مہدی کے سامنے آیا۔ تو مہدی نے اس قصیدے کے دو شعر پڑھے جسکا لفظی ترجمہ یہ ہے۔

بشہر خویش پس از معن اگر شوم ساکن — روا بود کہ در ایام ہیچ معنے نیست
کجا روم زکہ خواہم عطا کہ در عالم — چو معن ہیچ کریمے بیذل و معنی نیست

پھر مروان سے کہا کہ جب دنیا سے سخاوت اُٹھ گئی اور معن مر گیا تو پھر اب ہمسے تو کیا چاہتا ہے کیونکہ سوا معن کے دنیا مین اب کون ایسا ہے کہ جو تیرے ساتھ فیاضی کر سکتا ہے" اور دربار سے مروان کو نکالدیا۔ لیکن دوسرے سال پھر دیگر شعرا کے ہمراہ مروان خلیفہ کے سامنے آگیا۔ اور اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا جسکا مطلع یہ تھا

حاجبون مین فضل بن الربیع مغنیون مین ابراہیم الموصلی اور ہرون کی ذات خاص سے جس چیز کا تعلق تھا وہ اسکی پیاری بیگم زبیدہ خاتون تھی۔

عہد ہرون مین سب سے زیادہ جس چیز نے یحییٰ برمکی کی وزارت کو فیاضی اور شاہانہ شان و شوکت کے علاوہ تمام دنیا مین مشہور کردیا وہ اُسکے علمی کارنامے ہین۔ اور علوم فلسفہ و حکمت کی عام قدردانی کا یہ نتیجہ ہے کہ صفحاتِ تواریخ پر آج تک یحییٰ کا نام نامی ثبت ہے۔ اسلیے مختصر حالات محکمہ ترجمہ کے جو بیت الحکمۃ کے نام سے مشہور ہے لکھے جاتے ہین۔ اس بیت الحکمۃ کا بانی اگرچہ ہرون الرشید کہا جاسکتا ہے لیکن اصلی انجنیر جسنے اس عمارت کا نقشہ بنایا پھر علوم و فنون کے مرقعون سے اسکے درودیوار کو سجادیا وہ یحییٰ برمکی ہی کیونکہ اسی عالم وزیر کے مشورہ سے ہرون الرشید نے یہ محکمہ قائم کیا تھا۔ اب قبل اسکے کہ ہم ناظرین کو بیت الحکمۃ کی سیر کرائین۔ مختصر طور پر پہلے ابتدائی تاریخ ترجمہ علوم یونانی کے لکھتے ہین کیونکہ اس بیت الحکمۃ کا پہلا دروازہ یہی ہے جسمین قدم رکھتے ہی برامکہ کے ذوق علمی کا ناظرین کو

بقیہ نوٹ برمن آمدہ ناگرزردی دوست خیال + حیا و غنج درآمیختہ بحسن وجمال + جب تشبیب کے اشعار ختم ہوگئے اور مدح کے اشعار آئے تو مہدی کو وجد کی حالت طاری ہوگئی اور اسی جوش مین تخت سے اُترکر فرش پر آگیا۔ اور بعد ختم قصیدہ کے ایک لاکھ درہم دیے۔ اور یہ سب سے پہلی رقم تھی کہ ایک شاعر کو دولت عباسیہ سے ملی تھی ترجمہ اُن اشعار کا یہ ہے ؎

اذآسمان نتوانند کرد اگر خواہند	کہ بستر ندو بپوشند از نجوم و ہلال
چگونہ منکر کردند این مقالت را	کہ کرد انزد بر لفظ جبرئیل نزال
خلافت ارث و بیست درین حدیث مرا	گواہ باز پسین آیتست در انفال

جب پہلی مرتبہ ہرون الرشید کے سامنے مروان آیا ہے تو اسنے بھی باپ کیطرح پر گفتگو کی تھی۔ لیکن پھر قصیدہ شکر فی بیت کے حساب سے ستر ہزار درہم دیے اور جبتک کہ مروان زندہ رہا ہرون الرشید نے اسکے قصائد کا صلہ فی بیت کے حساب سے ہزار درہم دیا۔ اور مہدی کی فیاضی کی یادگار قائم رکھی

اندازہ ہوجائیگا اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ گزشتہ عہد حکومت مین کسقدر علمی ترقی ہوئی تھی اور عہد عباسیہ مین اُسپر کیا اضافہ ہوا۔

ترجمہ علوم یونانی کی ابتدائی تاریخ

اگرچہ عام مؤرخین نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سب سے پہلے جسنے ترجمون کی بنیاد ڈالی وہ خلافت عباسیہ کا دوسرا تاجدار **ابوجعفر منصور** ہے۔ لیکن مستند شہادتون سے پایا جاتا ہے کہ خلفای بنی اُمیّہ کے عہد سے ترجمہ علوم یونانی کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اول مین جو ترجمے ہوے تھے وہ صرف علم طب کے متعلق تھے۔ جب کسی قدر علمی مذاق کی ترقی ہوئی تو پھر فلسفہ اور علم حکمت وغیرہ کی کتابون کا ترجمہ کیا گیا۔ لیکن خلفاے بنی امیہ کی قدردانی کے ساتھ ہی علمای یہود اور عیسائیون کا بھی ممنون ہونا چاہیے جنکی توجہ سے یہ نایاب ذخیرہ علوم و فنون کا عربی مین آگیا۔ کیونکہ بیت المقدس کی بربادی کے بعد جو طیطوس رومی کے ہاتھ سے سنہ ع مین ہوے تھے۔ تمام ممالک شام اور عراقِ عرب مین یہودی پھیل گئے تھے۔ اور جہان جاتے تھے علمی مذاق ساتھ لیجاتے تھے۔ ایک دو صدی کے گزرنے پر خوش قسمتی سے عیسائی بھی یہودیون کے شامل ہوگئے اور دونون قوم کے اطبانے ملکر جندی سابور مین مڈیکل کالج قائم کیا۔ اور طب کے متعلق جسقدر سرمایہ تلف ہونے سے باقی رہگیا تھا۔ اسکو جمع کیا چونکہ نیت کے اچھے اور ارادے کے مستقل تھے۔ اسلیے روز بروز ترقی ہوتی گئی جب خلفاے بنی اُمیّہ کا زمانہ آیا تو اُنھون نے بھی مجبوری سے یا علم کی قدردانی سے اُن علما کی سرپرستی کی کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ **بیمارستان** (ہسپتال) اور شاہی محلات کے سرجن

مشہور کالجون کے پروفیسر۔ سررشتہ تعلیم کے ڈائرکٹر۔ خلیفہ کے مصاحب۔ اور سلطنت کے اعلی رکن یہی یہودی یا نسطوری عیسائی ہوتے تھے۔ چونکہ صحبت کا اثر سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسلیے خلفاے بنی امیہ مین انھین معزز علما کے وساطت سے علوم فلسفہ[1] اور حکمیہ کا ترجمہ ہونا شروع ہوا۔ ابن اثال عیسائی جو دمشق کے اطبا مین ممتاز درجہ رکھتا تھا امیر معاویہ (متوفی سنہ ۶۰ھ) کا طبیب تھا۔ جسنے یونانی زبان سے امیر کیواسطے بعض کتب طبیہ کا

نوٹ [1] علم فلسفہ کی ابتدا ملک یونان سے ہوئی ہے۔ ابتدا ً فلسفہ مین وجود اور وحدانیت ذات باری اور تکون عالم اور مبدء اول کے مضامین تھے۔ اس دور اول مین سات فلاسفہ مشہور ہین۔ جنکے یہ نام ہین تالیس الملیطی۔ انکساغورس۔ انکسیمانس۔ انباذقلس۔ فیثاغورس۔ سقراط۔ افلاطون۔ دوسرے دور مین بقراط۔ دیمقراطیس۔ وغیرہ مشہور ہوے۔ لیکن انکے مسائل کا پتہ مشکل لگتا ہے۔ کیونکہ فلاسفہ اسلام نے انکے حالات بہت کم لکھے ہین۔ پانچوین اور چوتھی صدی قبل سنہ عیسوی کے اہل یونان اسکے قائل تھے کہ تمام عالم آپ سے آپ پیدا ہوگیا ہے اور متغیر ہے۔ اور اطالین عالم کو غیر متغیر اور قائم بالذات جانتے تھے۔ لیکن جب سقراط، فلاطون، ارسطو کا زمانہ شروع ہوا تو فلسفہ کا رنگ بدل گیا۔ کیونکہ سقراط نے الہیات، اور طبیعات کے بجاے اخلاق کا درس دینا شروع کردیا تھا۔ اور حکیم افلاطون نے عقل اور نفس کلی کے مسئلے ایجاد کردیے تھے۔ چنانچہ درسگاہون مین یہ مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ لیکن ایک صدی کے بعد ارسطو نے منطق کو مدون کیا۔ اور طبیعات کو دلائل سے ثابت کیا۔ اسی زمانہ مین مشائین اور رواقین گروہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ ابتک جسقدر علمی ترقی ہوچکی تھی۔ اوسپر تیسری صدی قبل عیسوی مین بہت کچھ اضافہ ہوا۔ کیونکہ اسکندریہ سے سینس پھیلنا شروع ہوا اور علم ریاضی اور حساب وہیئت وغیرہ مین بہت کچھ ترقی ہوئی۔ لیکن بطلیموس کے زمانہ کے بعد (قبل دوسری صدی) فلسفہ کا رواج عیسائیت نے گھٹا دیا۔ اور عام خیالات علوم اوائل کیطرف رجوع ہوگئے۔ اور فلسفہ مین کشف۔ کرامات واشراق داخل ہوگیا اور کئی صدی تک یہی فلسفہ جاری رہا۔ آخر کو شاہان روم کے حکم سے فلسفہ کی تعلیم بند کردی گئی۔ اور فلاسفہ ملک سے نکال دیے گئے۔ اسکے بعد فلسفہ مین جو ترقی ہوئی اور جسقدر انقلاب ہوے وہ عہد اسلام سے متعلق ہے۔ جسکی تشریح کیواسطے ایک طولانی آرٹیکل کی ضرورت ہے۔

ترجمہ بھی کیا تھا - اور بعدہٗ اپنی علمی قابلیت سے حمص کا فنانشل کمشنر مقرر ہو گیا تھا - مورخین کے نزدیک عرب کی زبان مین جو سب سے پہلا اضافہ ہوا - وہ یہی تھا - لیکن یہ ذوق شوق امیر کی قدردانی سے روز بروز بڑھتا گیا چنانچہ ماسرجویہ جو یہودی تھا جو دربار امیر معاویہ مین ایک معزز درجہ رکھتا تھا - علامہ ابن اصیبعہ لکھتے ہین کہ -

ما سرجویہ منطب البصرة وھو الذی نقل کتاب اھرن من السریانی الی العربی وکان یھودی المذھب سریانیا وقال سلیمان بن حسان المعروف بابن جلجل ان ماسرجویہ کان فی الایام بنی امیہ وانہ تولی فی الدولة المروانیة

ماسرجویہ طبیب بصرہ نے کتاب اہرن قس سریانی سے عربی مین ترجمہ کی یہ طبیب یہودی تھا اور ملک شام مین رہتا تھا - سلیمان بن حسان المعروف با بن جلجل کی روایت ہے کہ ماسرجویہ بنی اُمیہ کے عہد سلطنت مین تھا - اسی زمانہ مین اسنے کتاب اہرن کا ترجمہ سریانی سے عربی مین کیا -

نوٹ [1] چونکہ مسلمانون مین یہودی اور نسطوری اطبا کے سبب سے علوم یونانیہ کا رواج ہوا تھا - اسلیے عہد اسلام مین ان علما اور حکما کی کمال عزت کیجاتی تھی - اور کوئی بڑے سے بڑا عہدہ اور منصب ایسا نہین تھا کہ جو ان لوگونکو نہ دیا گیا ہو اور نہ صرف اسی پر اکتفا کیا جاتا تھا بلکہ تمام امور معاشرت مین مسلمانون اور غیر قوم کے حقوق مساوی تھے - مذہبی عہدون کے سوا وزارت اور کتابت تک اُن لوگونکے قبضہ مین تھی چنانچہ ابن سرجون عیسائی عبدالملک بن مروان کا کاتب تھا اور تیادوق - حجاج بن یوسف کا مصاحب خاص تھا - بختیشوع اور جبرئیل عیسائی خلیفہ ہرون الرشید کے عہد مین وزرا سے زیادہ اقتدار رکھتے تھے - بڑے بڑے فوجی اور ملکی عہدہ دارونکی رپورٹین انھین کے ذریعہ سے خلیفہ تک پہنچتی تھین بغداد اور جندی سابور کی مڈیکل کالج کے پروفیسر اکثر یہودی طبیب تھے - علی ہذالقیاس معتصم باللہ کے زمانہ مین سلمویہ بن بنان عیسائی کو یہ عزت حاصل تھی کہ خلیفہ کے تمام فرامین سلمویہ کے دستخط سے جاری ہوتے تھے - بلکہ معتصم سلمویہ کو قاضی القضاۃ سے بڑھکر مانتا تھا - ناظرین اگر مسلمانونکی انصاف پسندی علمی قدردانی اور بلاتعصبی کے مفصل حالات دیکھا چاہین تو عیون الانبا ملاحظہ فرمائین جسمین ان حکما کی مفصل سوانح عمری ہے -

تفسیر کتاب اهرن بن اعین الی العربیة
وجده عمر بن عبد العزیز فی خزائن
الکتب فامر باخراجه ووضعه فی
مصلاه واستخار الله فی اخراجه
الی المسلمین للانتفاع به فلما تم له
فی ذلک اربعون صباحا اخرجه
الی الناس وبثه فی ایدیهم

حضرت عمر بن عبد العزیز نے جب کُتب خانے سے
یہ کتاب پائی تو اسکے نکالنے اور اپنی عبادتگاہ
مین رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور مسلمانون
کی نفع کی غرض سے استخارہ کیا۔ جب چالیس
دن استخارہ کو ہوچکے تو یہ کتاب کو
شائع کردیا اور لوگون کے ہاتھ مین
دے دیا۔

خالد بن یزید کا علمی زمانہ

امیر معاویہ کے بعد خالد بن یزید بن معاویہ (المتوفی سنہ ہجری) کے زمانہ مین پچھلی کوششون پر خاص توجہ کی گئی اور ترجمہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ چنانچہ شمس العلما مولانا شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہین کہ "جس[1] اولیت کا تمغہ مورخون نے منصور (عباسی) کے لیے تجویز کیا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ اُسکا مستحق خالد تھا" کیونکہ خلفائے اسلام مین سب سے پہلے جو خلیفہ حکیم کے معزز لقب سے پکارا گیا وہ خالد ہے۔" علامہ ابن الندیم تحریر فرماتے ہین کہ خالد خود فاضل تھا اور بلند ہمتی کے ساتھ علوم سے خاص محبت رکھتا تھا۔ جب اسکو صنعت کا خیال آیا تو یونانی فلاسفرون کو جمع کیا جو مصر مین رہا کرتے تھے۔ اور فصیح عربی بولتے تھے۔ ان لوگونکو اُسنے حکم دیا کہ علم صنعت مین جو کتابین یونانی اور قبطی زبانون مین ہین اونکے ترجمے عربی زبانون مین کرین"، چنانچہ علامہ[2] ابن خلکان لکھتے ہین کہ "

نوٹ [1] گزشتہ تعلیم مسلمانان صفحہ ۹ [2] ابن خلکان جلد اول صفحہ ۲۱۱

ابو هاشم خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی (متوفی ۸۵ھ) كان من اعلم قريش بفنون العلم وله كلام فی صنعة الکیمیا والطب وکان بصیرًا بهذین العلمین متقنًا لهما وله رسائل دالة علی معرفته وبراعته واخذ الصنعة عن رجل من الرهبان يقال له مريانس الرومی	خالد امیر معاویہ کا پوتا متوفی ۸۵ھ قوم قریش مین سب سے زیادہ ماہر علم وفن تھا- کیمیا اور طب مین اسکی تصنیف ہے- ہر دو علم مین اعلیٰ درجہ کا کمال رکھتا تھا- اور یہ تصنیفات اسکی لیاقت اور فضیلت علمی پر دلالت کرتی ہین- اسنے ایک رومی راہب سے جسکا نام مریانس (فریانوس) تھا علم صنعت حاصل کیا تھا" اور طب بھی اسی حکیم سے پڑھی تھی"

خالد کی تصنیفات ابن الندیم کے زمانہ تک موجود تھین اور خود مؤرخ مذکور نے جنکی سیر کی ہے وہ کتاب الحرارت- کتاب الصحیفة الکبیر- کتاب الصحیفة الصغیر ہین اس عہد کا مشہور مترجم اصطفن[1] تھا- جسنے دیگر مترجمین کی اعانت سے صنعت وغیرہ کی کتابین یونانی سے عربی مین ترجمہ کین تھین- مستند[2] شہادتون سے پایا جاتا ہے کہ علاوہ اصطفن کے اور بھی ایک جماعت

نوٹ [1] اسماء النقلة اصطفن القدیم نقل لخالد بن یزید کتب الصنعة وغیرها کشف الظنون جلد ۳ صفحہ ۹۰

[2] وکان خالد بن یزید بن معاویہ یسمی حکیم آل مروان فاضلا فی نفسه له همته ومحبة العلوم خطر بباله الصنعة فاحضر جماعة من الفلاسفة فامرهم بنقل الکتب فی الصنعة من الیونانی الی العربی وهذا اول نقل فی الاسلام- یعنی خالد کو حکیم آل مروان کہتے تھے یہ خود بھی عالم اور علم دوست تھا- جب دل مین صنعت کا خیال آیا- تو اوس جماعت فلاسفہ کو جو اسکے پاس موجود تھی حکم دیا کہ یونانی سے عربی مین صنعت کی کتابین ترجمہ کرین- چنانچہ اسلام مین جو پہلے پہل ترجمہ ہوا وہ یہی تھا-

ابجد العلوم جلد ۲ صفحہ ۴۶۱

فلاسفہ کی خالد کے پاس موجود تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ انکے نامون کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہے۔ بعد خالد کے پھر چندان توجہ فلسفہ پر نہین ہوئی یہانتک کہ ۱۳۲ھ مین بنواُمیّہ کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ لیکن علما مین جو سلسلہ تالیف اور تصنیف کا جاری ہوچکا تھا وہ بدستور ترقی کرتا رہا۔ اور اشعارِ عرب، لغت، انساب، ایام العرب، غزوات، سیر، تفسیر، حدیث، فقہ، اور کلام وغیرہ کے متعلق کافی سرمایہ پیدا ہوگیا (دیکھو حالات عہد منصور) لیکن جو علمی ترقی عہد منصور سے اب تک ہوئی تھی وہ حقیقت مین آیندہ کامیابی کا ایک مختصر دیباچہ تھی۔ اسلیے یحییٰ برمکی نے ہرون الرشید کا ذوق وشوق دیکھکر فنون فلسفہ کے تراجم اور مفید علوم کی اشاعت پر خاص توجہ کی اور ایک عالیشان محکمہ ترجمہ کا قائم کیا جسکا نام "بیت الحکمۃ" تھا،،

بیت الحکمۃ

اس محکمہ مین یہودی، عیسائی، پارسی، اور ہندو عالم ترجمہ پر مقرر رہتے۔ جو ہمیشہ ژند، یونانی، شامی، اور سنسکرت کی کتابون سے فنون حکمت اور قدیم یونانی طب وغیرہ کے ترجمے کیا کرتے تھے۔ اور یہی ترجمے مُلک مین شائع ہوا کرتے تھے۔ یحییٰ برمکی نے فارسی تصنیفات پر بہ سبب فارسی الاصل ہونے کے اگرچہ زیادہ توجہ کی لیکن دیگر زبانون کی طرف بھی کچھ کم متوجہ نہین ہوا۔

ہندوستانی علمی خزانے مہیّا کرنا۔

چنانچہ یحییٰ پہلا شخص ہے جسنے ہندوستان مین قاصد بھیجے اور بڑے بڑے نامی پنڈت اور حکیمون کو دربار مین بلایا اُن مین سے

منکہ اور صالح (سالی) بن بہلہ مشہور پنڈت ہین-جو ترجمے پر مقرر تھے-اِن پنڈتون کے ذریعہ سے ہندوستان کا بہت بڑا علمی سرمایہ بیت الحکمۃ مین پہنچا-اور غالباً جب ان حکیمون کی اسلامی سلطنت مین اسقدر عزت افزائی ہوئی تو اور نامی پنڈت ہندوستان کے بغداد مین پہنچے جنمین سے کنکہ، صنجہل، شاناق، جودر، بہت مشہور ہین-ان حکیمون نے ہندوستان کے نامی اطبا اور حکما کی تصنیفات کو فارسی اور عربی مین ترجمہ کیا-

نہایت افسوس ہے کہ بیت الحکمۃ کے حالات مین کوئی مستقل کتاب نہین لکھی گئی جس سے

منکہ فٹ نوٹ ۱۵ یہ فیلسوف علم طب اور حسن معالجہ مین مشہور تھا-علاوہ علم لغت اور علوم ہندیہ کے فارسی وعربی خوب جانتا تھا-کتاب "اخبار الخلفا والبرامکہ" مین لکھا ہی کہ ہرون ایک مرتبہ کسی سخت عارضہ مین مبتلا ہوگیا-اور کسی طبیب کے علاج سے فائدہ نہوا-تب ابو عمر الاعجمی نے کہا کہ ہندوستان مین منکہ نام ایک مشہور طبیب ہے اگر امیر المومنین اُسکو طلب کرین تو اُسکے علاج سے ضرور شفا ہو جائیگی-چنانچہ ہندوستان سے یہ نامی طبیب بلایا گیا-اور اُسکے علاج سے فائدہ ہوگیا-سنسکرت سے فارسی مین اس حکیم نے بہت کتابین ترجمہ کین ہین-

صالح بن بہلہ (الفنسٹن صاحب نے اسکا نام سالی لکھا ہے) ہندوستان کے عالمون مین ایک مشہور شخص تھا-معالجات سے پورے طور پر واقف تھا-یہ بھی اسی زمانہ مین ہندوستان سے آیا تھا-اس طبیب کا ایک معرکہ کا علاج جو متعلق ابراہیم عباسی شوہر شہزادی عباسہ کے ہے حالات جعفر برمکی مین تحریر ہوگا-

کنکہ سٹلہ ہندوستان کے اگلے حکیمون مین یہ سب پر فائق تھا-علم طب مین اسکو بڑا کمال تھا-ادویہ کے خواص اور اُنکی تاثیرات سے ماہر تھا-علم نجوم اور ہیئت مین بھی اسکی شہرت تھی-چنانچہ ابو معشر بلخی نے کتاب الالوف مین لکھا ہے کہ علمای ہند مین کنکہ علم نجوم مین سب سے مقدم ہے-اسکی تصنیفات سے نموذار فی الاعمار، واسرار الموالید، والقرانات الکبیر، والقرانات الصغیر-وکتاب فی التوہم، وکتاب فی الاحداث عالم والدور فی القران، اور قرابادین (جسکو عربی مین کناش کہتے ہین) مشہور ہین علاوہ طبابت کے ترجمے کا کام بھی اسکے سپرد تھا-الفنسٹن صاحب نے تاریخ ہند مین اسکا نام منکہ لکھا ہے حالانکہ وہ دوسرا حکیم ہے-

صنجہل یہ بھی ہندی طبیب ہے-علم نجوم خوب جانتا تھا-اسکی تصنیفات مین سے کتاب موالید الکبیر مشہور ہے بعد صنجہل کے اُسوقت ہندوستان مین جو علم طب اور نجوم کے ماہر مشہور تھے وہ باکھر، راجہ، صکہ، داہر، انکر، زنکل، جبہر، اندی، جاری، ہین انکین کی تصنیفات پر اُس زمانہ مین علم نجوم وطب کا انحصار تھا-

تراجم کی تفصیل اور ہر مترجم کے حالات معلوم ہوتے۔ مگر تاہم تاریخون مین تلاش کرنے سے چند کتابون کا پتہ چلتا ہے جو خاص یحیی برمکی کے حکم سے ترجمہ ہوئین یا دیگر مترجمین نے خود ترجمہ کرکے بطور نذر کے یحیی کے سامنے پیش کین مختصر حالات ذیل کے نقشے سے معلوم ہونگے

نمبر شمار	نام کتاب جسکا ترجمہ ہوا یا تالیف و تصنیف ہوئی	نام مصنف یا مترجم	مختصر حالات
۱	کتاب المنثور	الخیاط	علم نجوم مین یہ مشہور کتاب ہے جسکو یحیی کے خاص منجم الخیاط نے یحیی کیواسطے تصنیف کیا تھا (کتاب الفہرست)
۲	کتاب سسرو	ششرت ہندی	فن طب مین طبیب ششرت ہندی کی یہ کتاب دس مقالو نمین ہے جسمین امراض اور ادویہ کے علامات پر مفصل بحث کی ہے یحیی کے حکم سے منکہ ہندی نے جبکہ وہ بیمارستان (شفاخانہ) مین مقرر تھا اسکو ہندی سے عربی مین ترجمہ کیا (کتاب الفہرست)

بقیہ نوٹ اور اکثر تصنیفات انھین ہندی طبیبون کے ذریعہ سے عربی مین ترجمہ ہوئی ہین۔

شاناق - اس ہندی طبیب کے معالجات مشہور ہین۔ علاوہ طب کے علوم حکمت سے واقف تھا۔ اور علم نجوم مین تو خاصکر کمال تھا۔ اُسکے حکیمانہ اقوال تاریخون مین منقول ہین اُسکی تصنیفات مین سے کتاب البیطرہ۔ کتاب فی علم النجوم۔ کتاب منتحل الجوہر مشہور ہین۔ اس پچھلی کتاب مین راجہ یا بادشاہ کیواسطے نہایت مفید نصائح ہین۔ (قیاس کیا جاتا ہے کہ اسکا نام "سنگہ" ہے جو عربی مین شاناق ہوگیا ہے۔)

جودر ہندوستان کا مشہور فاضل اور طبیب ہے۔ اُسکی علوم حکمت مین بھی تصنیفات ہین۔ اور کتاب الموالید مشہور ہے۔ جسکا عربی مین ترجمہ کیا گیا ہے۔ ماخوذ از طبقات الاطبا۔ باب دوازدہم متعلق اطبائے ہند صفحہ ۳۲ - ۳۵ -

نمبر	کتاب	مصنف	کیفیت
۳	قرابادین	کنکہ ہندی	کناش (قرابادین) اصل مین اہردن القس حکیم کی تصنیفات سے ہی جو سریانی زبان مین تھی اول مردان کی زمانہ مین حکیم ماسرجویہ یہودی نے جو بصرہ کا رہنے والا تھا عربی مین ترجمہ کیا بعدہٗ یحییٰ کے واسطے کنکہ نے اسکو مختصر کرکے بطرز جدید تیار کیا۔ (طبقات الاطبا و کتاب الفہرست)
۴	کتاب محمد بن اللیث	محمد بن اللیث	اس کتاب کا اصلی نام معلوم نہین کہ کیا تھا لیکن محمد بن اللیث نے جو یحییٰ برمکی کا میر منشی تھا۔ اعضای جوارح اور اُسکے متعلق جو کچھ ہین اُنکے علاجات مین یہ کتاب خاص یحییٰ کیواسطے تصنیف کی تھی (کتاب الفہرست)
۵	کتاب العطر		اسکی مصنف کا نام معلوم نہین لیکن عطر کی تشریح اور اُسکی اقسام مین جو کتاب اول لکھی گئی ہی وہ یہی تھی جو خاص یحییٰ کیواسطے تصنیف کیگئی چنانچہ عطر برمکی ایک مشہور عطر ہی (کتاب الفہرست)
۶	کتاب الجوامع	قاضی ابو یوسف	قاضی ابو یوسف نے یحییٰ کے واسطے یہ عجیب و غریب کتاب تصنیف کی تھی۔ بظاہر یہ ایک کتاب تھی لیکن چالیس کتابین شامل تھی جنمین لوگون کے باہمی اختلاف اور اُنکو اختلاف راے پر بحث کی ہے (کتاب الفہرست)

۷	مجسطی	بطلیموس	بطلیموس یونانی نے علم ہیئت مین یہ بےنظیر کتاب تصنیف کی ہے۔ باعتبار عظمت اور کثرت فوائد کے یونانی زبان مین اسکا نام میجیسطی سن ٹیکس مشہور ہوا۔ لیکن عربی خراد پر چڑھکر اسکا نام مجسطی ہوگیا۔ یونانی زبان سے اس کتاب کے بہت سے ترجمے ہوے لیکن اُنمین سے سب سے زیادہ مقبول تین ترجمے ہین سب سے پہلے یحیی برمکی نے حکم دیا کہ اس پُرعظمت کتاب کا عربی مین ترجمہ کیا جاے چنانچہ ترجمہ ہوگیا۔ اور بعد مین متعلقات اور تفسیرین لکھی گئین یہ تفسیرین مجمل تھین اسلیے ابو حیان وسلم نے جو بیت الحکمۃ کے مہتمم تھے اسکی عمدہ تشریح کی۔ اس کتاب کے جسقدر ترجمے ہوے ہین اُنمین سے حجاج ابن مطر اسحٰق وثابت کے ترجمے مقبول اور مستند ہین۔ خلیفہ مامون الرشید کی زمانے مین پھر اس کتاب پر خاص توجہ کی گئی اور اُسکی حکم سے حنین بن اسحٰق نے بھی ترجمہ کیا۔ اور حجاج بن یوسف وثابت بن قرہ نے زوائد سے پاک کرکے خلاصہ لکھا ابوریحان بیرونی نے اُسکا اختصار کیا۔ (کتاب الفہرست وگزشتہ تعلیم مسلمان)

۸	کتاب السموم	شاناق ہندی	یہ کتاب پانچ مقالونمین ہے۔ مَنکہ ہندی نے باعانت ابو حاتم بلخی یحییٰ کے حکم سے ہندی سے فارسی مین ترجمہ کیا پھر خلیفہ مامون الرشید کے حکم سے عباس بن سعید الجوہری نے عربی مین نقل کیا۔ طبقات الاطبا ابن ابی اصیبعہ جلد ۲ صفحہ ۳۲
۹	کتاب سبرک	سبرک	یہ کتاب بھی اول ہندی سے فارسی مین ترجمہ ہوئی پھر عبداللہ بن علی نے فارسی سے عربی مین ترجمہ کیا
۱۰	کلیلہ دمنہ	عبداللہ بن المقفع	یہ کتاب جسکا نام حکایات بیدپا و پیل پا وغیرہ ہے سب سے پہلے ہندی زبان سے پہلوی مین حکیم برزویہ نے نوشیروان کے لیے (جسکا عہد سلطنت ۵۳۱ سے ۵۷۹ عیسوی تک تھا) ترجمہ کی تھی پھر اُسکا ترجمہ عربی مین عبداللہ بن المقفع نے کیا (یہ شخص ابو جعفر منصور کا کاتب تھا۔ اُسکا باپ جسکا نام دادویہ تھا گبر تھا۔ اور ولایت فارس کا عامل تغلب کی علت مین اُسکا ہاتھ شکنجہ مین کسا گیا اور اس صدمہ سے خشک ہوگیا جسکی وجہ سے اسکا نام المقفع پڑگیا) دوسرا ترجمہ عربی مین یحیی برمکی کے حکم سے ۱۶۵ھ (۷۸۱ع) مین کیا گیا۔ عبداللہ ابن ہلال اہوازی نے پہلوی سے یہ ترجمہ کیا تھا۔ حاجی خلیفہ کشف الظنون مین لکھتے ہین کہ اس ترجمہ کو

سہل بن نوبخت حکیم نے یحیی کے لیے نظم کیا جسکا صلہ اُسکو
ایک ہزار دینار ملا۔ لیکن شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی
ایم۔ اے۔ بی۔ ایل نے اُس لکچر مین جو کلیلہ دمنہ کی ہسٹری
پر محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ دسمبر ۱۸۹۱ء بمقام علیگڈھ
دیا ہی اس ترجمہ سے انکار کیا ہی اور لکھا ہی کہ حاجی خلیفہ نے
محض فرضی نام اسکا لکھدیا ہی۔ نہایت افسوس ہے کہ اصل نسخہ
سنسکرت اور ترجمہ پہلوی دونون مفقود ہین اور آج علمی دنیا
مین جسقدر تراجم کلیلہ دمنہ کے موجود ہین وہ صرف اسی عربی
ترجمہ کی طفیل مین ہین۔ دوسری مرتبہ عربی سے سریانی مین بھی
ایک ترجمہ ۱۰۸۰ء مین ہوا ہی۔ اور بقول مولانا سید علی بلگرامی
کے سریانی اور ترجمہ عربی دونون بھائی ہین یعنی دونون
کی مان پہلوی ہی لیکن اسقدر فرق ہی کہ سریانی بھائی بالکل
لاولد اور گمنام رہا۔ برخلاف اسکے عربی بھائی کی کثرت سے اولاد
ہوئی اور اُسکے بیٹے اور پوتے اور پروتی اسوقت تک نام اور تمام
یورپ اور بہت بڑے حصہ ایشیا اور اُن کل اقطاع عالم پر جہان ان
ملکونکی زبانین گئین فائض ہین ذیل کی شجرہ سے جو پروفیسر
میکس ملر نے مرتب کیا ہی کلیلہ دمنہ کی سوانح عمری برائے العین معلوم ہوگی

شجرۂ کتاب کلیلہ و دمنہ مرتبہ پروفیسر مکس ملر

سنسکرت

- تبت کی زبان میں
- پہلوی (مفقود)
  - ترجمہ سریانی قدیم ۵۷۰ء
  - عربی ابن المقفع
    1. ترجمہ سریانی جدید گیارھویں صدی عیسوی
    2. یونانی ترجمہ تخمیناً ۱۰۸۰ء
       - سلاوانگ
       - اطالین ۱۵۸۳ء
    3. فارسی ابو المعالی نصر اللہ تخمیناً ۱۱۲۰ء
       - انوار سہیلی ملا حسین واعظ اواخر پندرھویں صدی*
         - عیار دانش سولھویں صدی عیسوی
         - ہمایون نامہ ترجمہ ترکی اوائل سولھویں صدی عیسوی
           - فرنچ ترجمہ
    4. ترجمہ عبرانی
       - ترجمہ لاطینی قدیم تخمیناً ۱۲۷۰ء
         1. ترجمہ انگریزی
         2. ترجمہ اسپانش جدید ۱۴۹۳ء
            - ایڈیشن ۱۴۸۱ء
         3. ترجمہ جرمنی تخمیناً ۱۴۸۰ء
            - ڈچ ۱۴۸۳ء
    5. ترجمہ ثانی عبرانی پندرھویں صدی عیسوی — ترجمہ لاطینی منظوم
    6. ترجمہ اسپانش قدیم
       - ترجمہ لاطینی جدید ۱۳۱۳ عیسوی

*اردو ترجمہ موسومہ بہ بستان حکمت اسی سے کیا گیا ہے

(منقول از لکچر سید علی بلگرامی ظلہ العالی)

علاوہ کتب مذکورۂ بالا کے جو خاص یحیی کے حکم سے ترجمہ ہوئین یا بطور نذر کے مترجمین نے پیش کین قیاس سے معلوم ہوتا ہو کہ کتب ذیل بھی ہندی حکیمون نے خاص یحیی کے اشارے سے ترجمہ کی ہونگی ورنہ وہ یہ ہین

نام کتاب	مختصر حالات
کتاب بدان	اس کتاب مین صرف چار سو امراض کی علامتین اور شناخت لکھی ہین
سندھشان	یہ کتاب بھی طب مین معلوم ہوتی ہے۔
کتاب تفسیر اسماء العقار	یہ کتاب نباتات اور دواؤن کی بوٹیون کے متعلق ہے۔
اسانکر الجامع	+
کتاب علاجات الحبالے للہند	+
کتاب مختصر فی العقاقیر	+
کتاب نوفشل	ایک سو امراض کے علاج لکھے ہین۔
کتاب روسی الہندی فی علاجات النسا	+
کتاب السکر للہند	+
کتاب رائی الہند	سانپون کے اقسام اور اسکے زہر کی تشریح ہے۔
کتاب التوہم فی الامراض والعلل	یہ کتاب ابی قبیل ہندی کی تصنیف ہے۔

ایک طولانی فہرست کتب مترجمہ کی لکھی جاسکتی ہے۔ لیکن ناظرین کو معلوم رہے کہ ہماری تاریخ برامکہ سے متعلق ہے لہذا جو کتابین خاص یحیی سے تعلق رکھتی ہین۔ وہ درج کیگئی ہین۔ ورنہ عہد مامون الرشید مین اس محکمہ مین بہت زیادہ ترقی ہوئی

یحییٰ کا کتبخانہ

یحییٰ کے علمی ذوق شوق سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اُسکا کُتب خانہ کسدرجہ کا ہوگا۔ اور اُسمین کیسے کیسے علمی ذخیرے ہونگے۔ لیکن افسوس ہو کہ جسطرح بیت الحکمۃ کی مستقل تاریخ نہین ہے ویسا ہی کُتب خانہ کا بھی حال ہے اور ہمکو اسکا اقرار کرنا چاہیے کہ ہمارے بزرگون نے کوئی مستقل تاریخ کتب خانون کی ہسٹری پر نہین لکھی ہے لیکن مختلف قرائن سے اسقدر[1] ثابت ہوتا ہے کہ دولت بنی اُمیّہ یعنے امیر[1] معاویہ

نوٹ [1] واقعات تاریخی کی بنا پر ہمنے یہ لکھا تھا۔ لیکن شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی عالمانہ تحقیقات نے یہ حل کر دیا ہے کہ خلافت اُمیّہ مین سب سے پہلے خالد بن یزید نے کتب خانہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ کیونکہ شروع اسلام مین تحریری سرمایہ صرف اسیقدر تھا کہ قرآن مجید کی متفرق سورتین" اور رسول اللہ صلعم کے نامہاے مبارک" اور شعرا کے قصائد تھے۔ بعدہ امیر معاویہ کے عہد مین کچھ اور اضافہ ہوا۔ اور غالباً خالد کے زمانہ مین کتبخانے کی باضابطہ بنیاد قائم ہوئی۔ اور عہد ہرون و مامون مین یہ بنیادین آسمان تک پہنچ گئین اور پھر یہ شوق ملک مین عام ہوگیا۔ اور امرا و علما کے مکانات کتبخانون سے سج گئے۔ متوکل باللہ کے عہد مین فتح بن خاقان وزیر کا کتبخانہ بے نظیر خیال کیا جاتا تھا، جسکا مہتمم علی بن یحیی المنجم تھا۔ اسپین کا کتبخانہ جسکو خلیفہ حکم (متوفی ۳۶۶ھ) نے قائم کیا تھا۔ اسمین چار لاکھ کتابین تھین اور تمام ملک کا خراج کتابون کی فراہمی مین یہ خلیفہ صرف کر ڈالتا تھا۔ اسلامی دنیا کا دوسرا حصّہ جو خلافت عباسیہ کی ضعف کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے حصون پر تقسیم ہوگیا تھا۔ اور جنمین جدا جدا تاجدار حکمران تھے انکے کتبخانے علیحدہ تھے۔ نوح بن منصور شاہ بخارا کا کتبخانہ بھی بے نظیر تھا۔ شیخ بو علی سینا نے بہت کچھ اس کتبخانہ سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ عضدالدولہ نے شیراز مین کتبخانہ قائم کیا تھا۔ اور شروع اسلام سے اسوقت تک جو تصنیفات ہو چکی تھین وہ اسمین مہیا تھین۔ بلکہ اسی کا التزام تھا۔ سیف الدولہ کی کتبخانہ مین فن ادب کا بیمثل ذخیرہ تھا۔ لیکن ان سب کتبخانون کا سرتاج فاطمیین مصر کا کتبخانہ تھا۔ یہ تو والیان ملک کے کُتب خانون کا حال تھا لیکن ابو نصر سہل بن مرزبان (امیر نیشاپور) و صاحب بن عباد و محمد بن الحسین بغدادی کے کتبخانے بھی تاریخ مین ضرب المثل ہین۔ ایرانیون نے علمی کتابین اصفہان کے اضلاع مین بمقام قہندز جمع کی تھین۔ قرطبہ مین ایک ایک جاہل کے گھر مین کتبخانہ تھا۔ لیکن ابتک کوئی پبلک لائبریری قائم نہین ہوا تھا۔ ۳۸۲ھ مین سابور بن اردشیر نے بغداد مین ایک دارالعلم بنایا اور اسمین کتابین وقف کین۔ پھر ۳۹۵ھ مین حاکم بامراللہ (خاندان فاطمیہ) نے ایک کتبخانہ تعمیر کیا" اور مدرسہ نظامیہ کے قائم ہونیکے بعد ہر مدرسہ و مسجد مین ایک ایک کتبخانہ تھا۔ جنکی نظائر مصر اور قسطنطنیہ مین ابتک موجود ہین۔

منتخب از آرٹیکل کتب خانہ اسلامی نوشتہ مولانا شبلی نعمانی مدظلہ العالی مطبوعہ رسالہ حسن حیدرآباد دکن ۱۸۹۳ء

خالدؔ بن یزید۔ حضرت عمرؔ بن عبدالعزیز کے زمانہ مین جابجا کتبخانے قائم ہوگئے تھے جسکی خلافت عباسیہ مین مستقل طور پر تکمیل کی گئی۔

اور یحیی برمکی جو علوم یونانی اور ہندی کا وارث تھا اسکا کتب خانہ تو عظیم الشان تھا۔ ابوعثمانؔ بن عمر یحیی الخطاط کا قول ہے کہ جسقدر کتابین یحیی کے کتب خانہ مین تھین کسی بادشاہ کے پاس اسقدر نہونگی۔ ہر کتاب کے تین تین نسخے موجود تھے۔ نامی خوشنویسون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابین تھین اور اُسوقت کی یہ مشہور بات ہے کہ اگر کوئی نایاب کتاب فروخت ہوتی تو اول یحیی کو دکھلائی جاتی تھی۔ کیونکہ بجاے ایک کے ہزار درہم دینے والا صرف یحیی برمکی تھا۔ خلیفہ ہرون الرشید کی لائبریری مین اکثر مشہور کتابین جو باعث زیب وزینت تھین۔ وہ یحیی کے کتبخانہ کی تھین،، اس کتبخانہ مین عربی، یونانی، قبطی، کالڈی، ہندی، کتابین عموماً اور فارسی کتابین خصوصاً مہیا تھین۔

یحیی کا فضل وکمال

فضل وکمال کے لحاظ سے یحیی برمکی جس رتبہ کا شخص تھا اُسکی نظیر بمشکل مل سکتی ہے۔ لیکن وزارت کے اعتبار سے مورخین نے یحیی کو علمی دربار مین خلفا وسلاطین کے بعد دوسرے درجے مین جگہ دی ہے ورنہ ایسا کون علم تھا کہ جسمین یحیی کو تبحّر نہو۔

شاعری

شاعری جو علم ادب کا بڑا جوہر ہے اسمین یحیی کو ایسا کمال تھا کہ علامہ ابن الندیم نے زمرۂ شعرا مین یحیی برمکی کو جداگانہ شمار کیا ہے۔ اور شاعری کے

نوٹ سلہ[1] تاریخ ضیاے برنی صفحہ ۱۴۸۔

علاوہ یحیی کے علم ادب کا کمال بھی ماہرین فن کو تسلیم ہے۔ علمی[۱] مناظرون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدما اور شعرائے جاہلیت کے اشعار اُسکو بکثرت مستحضر تھے اور سند کے ہر ہر موقع پر برجستہ اشعار پڑھا کرتا تھا۔

یحیی کے شاعر اور کاتب

یحیی جیسا خود اعلیٰ درجہ کا شاعر اور انشا پرداز تھا۔ ویسے ہی اُسکے ارکان دولت با کمال تھے۔ العتابی[۲] کلثوم بن عمرو

نوٹ [۱] علمی مناظرون مین سے ایک بڑا مناظرہ شریسی شرح مقامات حریری مین تحریر ہے۔ ناظرین اُسکو ملاحظہ فرماوین جس سے یحیی کی ذکاوت۔ نکتہ سنجی۔ اور معلومات کا خاص اندازہ ہوسکے گا [۲] اس شاعر کا ایک لطیفہ مروج الذہب مسعودی مین مرقوم ہے۔ جسکو ہم بجنسہ تاریخ المامون سے نقل کرتے ہین ”کلثوم عتابی جسکو اپنے علم وفضل پر بڑا ناز تھا اور بجا بھی تھا۔ مامون کی پایہ شناسی کا شہرہ سُنکر بغداد پہنچا۔ اور دربار مین حاضر ہوا مامون نے مزاج پرسی کی اور حالات پوچھے۔ کلثوم نے اس فصاحت اور برجستگی سے گفتگو کی کہ مامون بھی حیرت مین رہگیا۔ اور حکم دیا کہ ہزار دینار اسکے سامنے لاکر رکھدین۔ لیکن چونکہ حاضر جوابی اور نکتہ سنجی کا امتحان ہنوز باقی تھا۔ مامون نے اسحق موصلی کیطرف اشارہ کیا۔ کہ کلثوم کو اس فن مین آزمائیے۔ اسحق نے سامنے آکر مناظرانہ گفتگو شروع کی۔ اور اعتراض کا تار باندھ دیا۔ کلثوم بالکل حیرت زدہ ہوگیا۔ کہ اس بلا کا ذہین کون شخص ہوسکتا ہے۔ دربار کے قاعدے کے موافق پہلے اسنے مامون سے اجازت طلب کی۔ پھر اسحق کی طرف متوجہ ہوا۔

کلثوم۔ آپ کا نام ونسب کیا ہے۔؟

اسحق۔ نسبًا آدمی ہون اور میرا نام کل بصل ہے۔

کلثوم۔ نسب تو خیر ظاہر ہے۔ مگر نام نئے ڈھنگ کا ہے۔

اسحق ”کل بصل“ ”کلثوم“ سے زیادہ تعجب انگیز نہین ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لہسن سے پیاز بہرحال اچھی ہے

اس لطیفہ پر کلثوم بھی پھڑک گیا اور مامون سے درخواست کی کہ ہزار دینار جو مجھکو انعام مین عطا ہوئے ہین اسی کو دلائے جائین۔ مگر مامون نے کلثوم کا انعام مضاعف کردیا۔ اور حکم دیا کہ اسحق کو بھی اسیقدر صلہ عطا کیا جائے

(عربی مین لہسن کو ثوم اور پیاز کو بصل کہتے ہین۔)

جسکی بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی مشہور ہے خاص یحییٰ کا شاعر تھا۔ حمیدؒ بن مہران اصفہانی۔ اور محمدؒ بن لیث اُسکے مشہور کاتب اور میر منشی تھے۔ خصوصاً محمد بن لیث بڑے رتبہ کا شخص تھا علاوہ کمال لٹریچر کے فقیہ بھی تھا۔ (فہرست ابن الندیم)

مناظرہ اور علمی مجلسین

خلیفہ مامون الرشید کی لائف میں جن بزرگون نے دار المناظرہ کے حالات پڑھے ہین وہ سمجھ سکتے ہین کہ ان مجلسون کی کیا حالت تھی اور کیسے علمی تذکرے وہان ہوتے تھے۔ مامون الرشید نے جس مجلس کو اپنی عہد خلافت مین ترقی دی تھی وہ یحییٰ برمکی کی قائم کی ہوئی تھی۔ اور یحییٰ کی اس کمیٹی کا سکرٹری ہشام بن الحکم تھا۔ چونکہ یہ مناظرے اور علمی مجلسین بالکل ادبی ہین اسلیے اردو مین انکا ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہین ہے۔ اور اگر بطور نمونہ کسی مناظرہ کا ترجمہ کیا بھی جاوے تو افسوس ہے کہ عام لوگ اُس سے متمتع نہین ہوسکین گے۔

سیبویہؒ اور کسائیؒ کا مناظرہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سیبویہ یحییٰ سے ملنے آیا اتفاق سے

نوٹ ۱؎ ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبرہ مولیٰ بنی حارث ملقب بہ سیبویہ علم نحو کا امام تھا شہر بیضا (بلاد فارس) کا رہنے والا تھا۔ نحو مین اسنے ایک کتاب ایسی لکھی ہے کہ جسکی نظیر اُسکے قبل یا بعد مین نہین ملتی ہے۔ کسائی اور سیبویہ سے اکثر مناظرے ہوا کرتے تھے۔ سیبویہ نے نحو خلیل بن احمد، یونس بن حبیب، و عیسیٰ بن عمر سے پڑھی تھی۔ کچھ اوپر چالیس برس کی عمر مین بمقام شیراز سنہ ۱۸۰ھ مین فوت ہوا۔

۲؎ ابو الحسن علی بن حمزہ بن عبد اللہ بن عثمان بن فیروز اسدی کوفی المشہور بہ کسائی نحو اور لغت مین امام تھا۔ شہزادہ امین الرشید کا استاذ تھا۔ علم قرأت بھی خوب جانتا تھا۔ اسکی تصنیفات بہت ہین لیکن کتاب معانی القرآن، کتاب مختصر فی النحو، کتاب القرأت، کتاب العدد، کتاب النوادر الاصغر، کتاب الہجا، مشہور ہین۔ سنہ ۱۸۹ھ مین بمقام رے فوت ہوا۔ اور موضع رنبویہ مین دفن ہوا۔

کسائی اور اخفش[1] بھی وہان موجود تھے سیبویہ کا ان دونون سے مناظرہ شروع ہوگیا۔
لیکن باوجود طرفین کی رد وقدح کے مسئلہ متنازعہ فیہ طے نہین ہوا۔ تب یحیی نے واسطے تصفیہ کے
یہ معاملہ ابو فقعس۔ ابو دثار۔ ابو الجراح۔ وابو ثروان کے روبرو جو فصحاے اعراب مین سے
تھے پیش کیا۔ لیکن جب ان لوگون نے اپنا فیصلہ سیبویہ کے خلاف سنایا۔ اور کسائی کو جتایا
تب یحیی نے اس کے صلہ مین کسائی کو دس ہزار درہم مرحمت فرمائے۔ اور اپنی علمی فیاضی
سے کسائی کا حوصلہ بڑھا دیا۔ یحیی کے حالات مین اس قسم کے اور بھی نظائر مورخین
نے لکھے ہین۔ (فہرست ابن الندیم)

علم خط کی ترقی

فن خوشنویسی جو اہل علم کے واسطے ایک گرانمایہ جوہر ہے۔ اور تمام
ممالک اور قومون مین جسکی عزت کیجاتی ہے۔ اس فن کی بھی بڑی
ترقی یحیی اور جعفر کے وقت مین ہوئی ہے۔ کیونکہ ابتک خوشنویسی کے اصول مرتب نہین ہوے
تھے۔ یحیی کی توجہ سے احول محرر نے علم خط کے قواعد مرتب کیے اور کئی قسم کے خط ایجاد
کیے۔ چنانچہ اقلام التقال۔ اور قلم الطومار اسی کی ایجاد ہے پھر آگے چلکر مامون الرشید
کے عہد مین علم خط پر خاص توجہ ہوئی اور پچھلے قواعد پر جدید اضافہ کیا گیا یحیی کے عہد وزارت

نوٹ [1] ابو الحسن سعید بن مسعدہ مشہور بہ اخفش۔ نحو کا مشہور امام ہے۔ یہ سیبویہ کا شاگرد تھا۔ عروض مین
بحر خبب اسی کی ایجاد ہے۔ تصنیفات مین سے کتاب الاوسط (نحو) معانی القرآن۔ کتاب معانی الشعر۔ کتاب الاشتقاق
کتاب العروض۔ کتاب الملوک۔ کتاب الاصوات وغیرہ مشہور ہین۔ سنہ ۲۱۵ھ مین فوت ہوا۔ یہ اخفش اوسط کہلاتا تھا۔
کیونکہ عرب مین دو اخفش اور بھی گزرے ہین۔ اخفش اکبر کا نام عبد الحمید بن عبد المجید اور اصغر کا نام علی بن سلیمان تھا
ماخوذ از تذکرہ نزہتہ الالبا فی طبقات الادبا وروضتہ الادب۔

تک دربار خلافت کیطرف سے جو ملوک اطراف مین مراسلت ہوتی تھی وہ احول کے قلم سے لکھی جاتی تھی

علم فلسفہ

خلافت عباسیہ مین علوم فلسفہ پر جسقدر توجہ ہوئی اُسکی نظیر سے تاریخ اسلام خالی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلمانون مین بہت سے حکیم، اور فیلسوف، ماہرین علوم ریاضی، حکمت، طب، اور دیگر علوم مفیدہ کے جاننے والے موجود تھے۔ اور اس عہد کی خاص تصنیفات نے فلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کو بھی فراموش کر دیا تھا۔ خلافت اور وزارت کے انتساب کو اگر الگ کر دیا جاوے تو فلاسفہ کی فہرست مین ہارون الرشید اور یحییٰ برمکی کا نام نہایت روشن حرفون مین نظر آتا ہے اور غالباً اسی فلسفہ پسندی نے یحییٰ کو زندیق کہلوایا ہے۔ حقیقت مین یحییٰ کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے۔ علم طب، نجوم، ادب، شاعری، فقہ، اور ہیئت مین وہ مجتہدین فن کے درجہ مین شمار ہوتا ہے۔ اور اسکے علاوہ اور علوم بھی تھے جنکو کم و بیش جانتا تھا۔ جسکی تصدیق کتاب الفہرست وغیرہ سے ہو سکتی ہے۔ یحییٰ برمکی اگرچہ جامع علوم تھا لیکن اُسکو خاص دلچسپی ہیئت و نجوم سے تھی۔ اور نجوم

علم نجوم اور اُسکا اثر

مین اسقدر کمال تھا کہ ماہرین فن مین شمار ہوتا تھا۔ جہان علما، شعرا و اطبا کا گروہ دربار مین موجود رہتا تھا اُنمین منجمین بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ الخیاط[1] یحییٰ برمکی کا مشہور منجم ہے۔ جسنے کتاب المنثور خاص یحییٰ کے واسطے تصنیف کی تھی۔ اور غالباً ہندی حکیمون کا اختلاط بھی بڑا سبب نجوم کے شوق کا تھا لیکن بڑی مشکل اس فن مین یہ ہے کہ جو اصلی موضوع علم نجوم کا ہے وہ ہاتھ سے جاتا رہتا ہے

نوٹ [1] کتاب الفہرست ابن الندیم۔

اور مصطلح علم نجوم پر انسان کی طبیعت مائل ہو جاتی ہے۔ توہمات بڑھ جاتے ہین اور ادنٰے
ادنٰے سی بات پر زائچہ کیے جاتے ہین۔ یہی حال یحیی کا ہو گیا تھا کہ منجمون کو اکثر اپنی تقویم
دکھلایا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات شگون لیتا تھا۔ قیمتی اسباب کی چوری پر نجومی زائچہ طیار
کرتے اور فال کھولی جاتی تھی۔ حربن وہب، ابو تمامہ شاعر سے روایت کرتا ہے۔ کہ ایک دن
یحیی نے علی الصباح بُلایا۔ جب مین حاضر ہوا تو مجکو اپنے ہمراہ لیکر ایک تنگ راستے کیطرف
چلا اور چند قدم چلکر ٹھہر گیا وہان پر ایک مشہور بدکار عورت کا مکان تھا اُسنے گھر سے نکل کر
ازراہ تمسخر یحیی کے گھوڑے کو دو تین کوڑے لگائے اور چل کھڑی ہوئی۔ مجھے نہایت تعجب ہوا
کہ باوجود پارسائی کے یہ کیا لغو حرکت ہے۔ اور پھر یحیی کے ہمراہ وہان سے روانہ ہوا۔ راستے
مین یحیی نے کہا "ابو تمامہ تم خیال کرتے ہو گے کہ مین دیوانہ ہو گیا ہون۔ کیونکہ یہ کام تو مین نے
دیوانون ہی کا سا کیا ہے؟" مین نے عرض کیا۔ ہان۔ وزیر کا یہ فعل میری سمجھ مین نہین آتا کہ
یہ کیا معاملہ ہے۔ "اینچہ می بینم بہ بیدار یست یا رب یا بخواب"

ہندؤن کے شگون

میری یہ بات سُنکر یحیی ہنس پڑا اور کہا کہ "مین نے ہند کی کتابون
مین پڑھا ہے کہ اگر کوئی مہم درپیش ہو اور اُسکے انصرام کی
نیت سے گھر سے نکلے۔ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آوے جس سے طبیعت کو مسرت ہو تو سمجھنا چاہیے
کہ مراد برآویگی اگر برعکس ہو تو صبر کرنا چاہیے۔ مین نے یہ شگون آج امتحاناً کیا ہے دیکھیے کیا نتیجہ ہو
مگر اس معاملہ کو کسی سے نہ کہنا کیونکہ یہ بظاہر رسوائی کی بات ہے" مین خاموش ہو رہا۔ ایک
ہفتہ بعد مین نے دریافت کیا تو وزیر نے کہا کہ ہان وہ کام تو ہو گیا مگر مجھے اتبک ندامت ہے۔

ابویعقوب نابینا سے یحییٰ کا فال دکھلانا

یعقوب بن اسحٰق بن عیسےٰ بن موسیٰ بن یحییٰ سے روایت کرتا ہے کہ ایکدن یحییٰ نہایت غصہ مین محل سے باہر نکلا۔ اور ایک غلام کو حکم دیا کہ ابویعقوب کو حاضر کرد (یہ ایک عجیب و غریب شخص تھا۔ تمام بغداد مین اسکی ذہانت مشہور تھی۔ بصارت سے محروم تھا) تھوڑی دیر مین ابویعقوب حاضر ہوا اور یحییٰ نے حکم دیدیا کہ کوئی بات چیت نکرے اور سب خاموش رہین۔ اور اُسکو اپنے پاس بٹھالیا اور اسطرح پر گفتگو شروع کی۔

یحییٰ۔ کیون یعقوب تم بتا سکتے ہو کہ مین نے تمکو کیون بلایا ہے۔؟

یعقوب۔ تھوڑی دیر سکوت کرکے ہان خدا وزیر کا بھلا کرے! مین اسلیے طلب ہوا ہون کہ مال مسروقہ برآمد کرون۔

یحییٰ۔ ہان درست ہے یہی کام تھا۔ اچھا بتاؤ۔ وہ کیا چیز ہے۔

یعقوب۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ ادھر اُدھر کان لگائے کہ کوئی بات کرے تو اُس سے نتیجہ نکالے جب کچھ نہ سُنا تو دونون ہاتھون سے فرش کو ٹٹونا شروع کیا حسب اتفاق کچھ ہاتھ آگیا۔ تو عرض کیا کہ وہ قیمتی جواہر ہے جو ایک تھیلی مین رکھا ہوا تھا اور چوری ہوگیا ہے

یحییٰ۔ ہان سچ ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ وہ اسوقت کہان ہے اور چور کا نام کیا ہے؟

یحییٰ کے اس سوال پر تھوڑی دیر یعقوب نے سکوت کرکے عرض کیا کہ "وہ جواہر ایک تعویز کے اندر رکھکر آبادی کے قریب دفن کردیا گیا ہے اور وہان پانی بھی رکھا جاتا ہے۔ البتہ چور کا نام نہین عرض کرسکتا ہون"

یحییٰ- بہت خوب ابھی دیکھتا ہون- تلاش کر کے دیکھا گیا تو تھوڑے فاصلہ پر وہ جگہ ملی اور کھودنے پر وہ جواہر بھی مل گیا- یحییٰ کو ابو یعقوب کی فراست پر کمال حیرت ہوئی اور حکم دیا کہ دس ہزار درہم یعقوب کو انعام دیے جاوین پھر پوچھا کہ تمھارا مکان کس جگہ پر ہے یعقوب نے کہا کہ میرے پاس کوئی مکان نہین ہے- یہ سُنکر یحییٰ نے حکم دیا کہ ہمارے قریب ایک مکان خرید کر دیا جاوے- جب مکان خرید ہو جاوے تو ضروری سامان کے واسطے پانچ ہزار درہم اور دئیے جاوین-

یعقوب- وزیر کی فیاضی کا شکر گزار ہون- لیکن میری قسمت مین نہ مکان ہے نہ پانچہزار درہم البتہ دس ہزار درہم ضرور ملین گے-

یحییٰ- یعقوب تمھاری باتین سُنکر مجھے بہت تعجب ہوا اب سچ سچ بتاؤ جو تمنے کہا ہے یہ باتین تمکو کیسے معلوم ہوئین اور وہان تک تمھارا قیاس کیسے پُہنچ گیا-

یعقوب- آج جسوقت مین در دولت پر حاضر ہوا تو معمولاً جو شور و غل سُنا کرتا تھا وہ بالکل نہ تھا- کوشش کی کوئی بات سُنائی دے لیکن مین نے کچھ بھی نہ سُنا- تب مین نے سمجھا کہ گھر والے سب کے سب خوفناک ہو رہے ہین اور سب کو خوف نہین ہوتا ہے جب تک کوئی قیمتی اور نفیس شے جو محفوظ ہو گم نہ ہو جاوے- اسلیے مین نے سمجھا کہ کوئی جواہر جو کیسہ اور ابنان مین تھا وہ گم ہو گیا ہے-

یحییٰ- اچھا مین تسلیم کرتا ہون- اور کہو-

یعقوب- جب مین نے کوئی بات نہ سُنی کہ جس سے قیاس کرتا تب مین نے فرش کو ٹٹولنا

شروع کیا کہ دیکھوں کیا ملتا ہے۔ اتفاقاً ایک ٹکڑا چھوارے (خرما) کا مل گیا اور چھوارا عزیزا ورنفیس میوہ ہے اُسپر مین نے تفاولاً قیاس کرلیا کہ ضرور کوئی قیمتی چیز گم ہوگئی ہوگی اور چھوارے کی قدرتی ساخت پر مین نے خیال کیا کہ وہ سفید تھیلی مین تھا اور سُرخ ابنان کے اندر رکھا ہوا تھا۔

یحییٰ۔ تمھارا یہ قیاس صحیح ہے (اگرچہ یہ بھی ایک اتفاق تھا) مگر یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آبادی کے قریب دفن ہے۔

یعقوب۔ جب وزیر نے دریافت فرمایا کہ وہ جواہر کہان ہے اُسوقت مین نے سُنا کہ سقا غلام سے پوچھ رہا ہے کہ یہ پانی کی مشک کہان ڈالدون۔ غلام نے کہا کہ اُس آبادی مین۔

یحییٰ۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمکو مکان اور پانچہزار درہم کیون نہ ملین گے صرف دس ہزار کو ملنے کا کیا سبب ہے

یعقوب۔ جب اول انعام کا حکم صادر ہوا ہے تو ایک غلام نے دوسرے سے کچھ مانگا تھا اُسنے کہا لیلو۔ مین نے سمجھا وہ ملجاویگا۔ جب دوسرا حکم ہوا تو آواز آئی وہ یہان نہین ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضور کے قریب جسقدر مکانات ہین وہ رئیسون اور امیرون کے ہین کوئی قیمتاً نہین مل سکتا ہے" یہ اندھا زوال برامکہ تک زندہ رہا۔ مگر دولت برامکہ کی فیاضیون سے محروم رہا اور جیسا اسنے کہا تھا ویسا ہی پیش آیا کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہرون الرشید اور یحییٰ مین رنجش شروع ہوگئی تھی اور زوال کا زمانہ قریب آگیا تھا۔

عقائد نجوم سے توبہ۔ فیض[1] بن صالح اور یعقوب بن اسحٰق کا قول ہے کہ یحییٰ مکی

نوٹ [1] فیض بن صالح عباسی مشاہیر بغداد سے تھا۔ جعفر اور یحییٰ اُسکی مروت و اخلاق کا اکثر بیان کیا کرتے تھے۔

تمام علوم مین کامل تھا۔لیکن علم نجوم مین اپنے زمانہ کے منجمون پر فوق رکھتا تھا۔سال مین ایک مرتبہ تمام منجم یحییٰ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے اور عملی کارروائیان کرتے تھے۔اور اکثر بڑی بڑی بحثین مسائل نجوم پر ہوا کرتی تھین۔ایکدن منجمین کا مجمع تھا۔کسی مسئلہ پر مباحثہ ہو رہا تھا۔کہ اتفاقیہ ایک درویش آنکلا۔یحییٰ مسند سے اُٹھا اور جسطرح وہ فقراسے ملا کرتا تھا اُسیطرح پر ملا اور مسند پر بٹھا کر موافق عادت کے اُسکے سامنے بیٹھ گیا۔اُس درویش کے ہمراہ ایک خادمہ (جسکا نام سفسان تھا) رہا کرتی تھی۔گلاس اور پانی کی چھاگل اسکے پاس رہتی تھی۔یحییٰ نے اُس کنیز کا حال پوچھا تو درویش نے کہا کہ یہ ہمیشہ میرے قول کے خلاف کہا کرتی ہے۔اگر مین کہتا ہون کہ کل یہ ہوگا تو یہ کہتی ہے کہ ہرگز نہوگا۔بہرحال یا تو اسی کا کہنا صحیح ہوتا ہے یا میری بات بالا رہتی ہے" یحییٰ نے درویش کا عاقلانہ کلام سُنا تو عبرت پذیر ہوا اور مصطلح نجوم کے عقائد سے توبہ کر لی۔

یحییٰ کی حکیمانہ اقوال

یحییٰ کے علمی حالات ہم لکھ چکے ہین اب اُسکے بعض دلآویز اقوال نقل کرتے ہین۔جنسے اُسکے مختلف خیالات کا اندازہ ہوتا ہے

(۱[1]) یحییٰ اپنی اولاد سے کہا کرتا تھا۔جو اچھی بات سنو لکھ لو۔اور جو لکھو اُسکو حفظ کر لو جو حفظ ہین اُسکو بیان کرو۔

(۲[2]) جب بادشاہ کی صحبت میسر ہو تو اُسکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہیے جسطرح عاقل عورت اپنے بیوقوف شوہر کو راضی رکھتی ہے۔

نوٹ [1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ و عقد الفرید جلد اول صفحہ ۳۰۲ [2] مستطرف جلد اول صفحہ ۳۸ و ۸۲

(۳) مین نے ایسا کوئی شخص نہین دیکھا ہے کہ گفتگو کرنے سے پہلے جسکی ہیبت مجھپر چھا گئی ہو۔ البتہ اگر وہ شخص فصیح ہے تو میرے دل مین اُسکی عظمت ہوتی ہے ورنہ وہ میری نظرون سے گرجاتا ہے۔

(۴) اسحٰق بن ابراہیم الموصلی نے کسی غلام کو بُلایا اُسنے جواب نہین دیا۔ یحییٰ نے سُنا تو یہ کہا کہ غلامون کی بے ادبی اسکے مالک کے حلم پر دلیل ہے"

(۵) جو لوگ ہمسے پہلے تھے وہ ہمارے واسطے قابل اقتدا ہین۔ اور جو ہمارے بعد آوینگے ہم اُنکے واسطے عبرت ہین۔

(۶) ارباب عقول کی شناخت ہدیہ۔ کتاب۔ رسول سے ہوتی ہے۔

(۷) جو لوگ دولت دنیا کے طالب ہین اگر وہ زمانہ کی سختیان نہ اُٹھا سکین تو پھر اپنے مقصدین کامیاب ہونیکی شکایت نکرین۔

(۸) جس شے کا دینا تجویز کرلیا گیا ہو پھر اُسکے دینے مین توقف کرنا غایت درجہ کی بخیلی ہے[1]

نوٹ [1] یحییٰ کے وعدو انجاز (ایفاے وعدہ) کی تعلق شعرا نے مدحیہ قصائد مین بہت کچھ تعریف لکھی ہے۔ چنانچہ ابو قابوس نصرانی کا یہ شعر مشہور ہے۔ ولیس بی الذی کان صعرفه ایدا + الی الفرجال ولا ینسی الذی یعد یعنی یحییٰ برمکی جو فیاضی لوگون سے کرگزرتا ہے۔ اُسے تو ہمیشہ بھول جاتا ہے لیکن جو وعدہ کرتا ہے اُسکو نہین بھولتا ہے۔ اسی مضمون کو ایک عجمی شاعر نے اسطرح پر ادا کیا ہے۔

وفا نماے بوعدہ۔ کہ وعدہ چون دین ست	خلاف وعدہ نمودن کرام را شین ست
وفا بوعدہ کریم باشد و خلافش لوم	ز لوم تا بہ کرم درنگر چہ مابین ست +
چو وعدہ دادی زان برگرد۔ و زین وفا	برا سپ وعدہ خود نہ کہ آن بہ از زین ست

از شرح مقامات حریری۔ وجامع الحکایات۔

[2] کامل ابن اثیر و زہر الآداب۔ [3] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۲۔ [4] ضیاے برنی صفحہ ۱۴۸

(۹) جس راگنی سے طبیعت مین سرور یا رقت پیدا ہو یا رنج وغم کا اثر محسوس ہو وہ تو البتہ راگنی ہے باقی مصیبت اور دردسر ہے۔

(۱۰) ایک مرتبہ فضل برمکی یحیی کے پاس آیا لیکن فضل کی رفتار متکبرانہ تھی یحیی کو نہبت ناگوار ہوا اور بیٹے سے کہا کہ "جس شخص مین فیاضی اور علم تکبر کے ساتھ ہو اُس سے یہ کہین بہتر ہے کہ اُسمین بخل اور جہل تواضع کے ساتھ ہو"

یحیی کے دل آویز فقرے اور حکیمانہ مقولے جسقدر نقل کیے گئے ہین اُنسے یحیی کے اعلی خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ یحیی کی لائف کے متعلق جو ضروری واقعات تھے وہ حتی الوسع ہم نقل کرچکے ہین اور بعض حالات ایسے ہین جو یحیی کے متعلق ہین مگر وہ جعفر برمکی کے حالات سے وابستہ ہین اسلیے اب ہم یحیی کی لائف کو اُسکی موت پر ختم کرتے ہین۔ اور بقیہ انشاء اللہ جعفر کے حالات مین لکھین گے۔

یحیی کی موت

یحیی برمکی[۹] نے جسوقت دنیا سے انتقال کیا ہے اُسوقت زندگی کے ستّر مرحلے طے کرچکا تھا۔ تیسری محرم ۱۹۰ہجری مین مقام رقہ ہرون الرشید کی قید مین فوت ہوا۔ فضل برمکی نے اُسکے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور نہر فرات کے کنارے ربض ہرثمہ مین دفن کیا گیا۔

سنہ[۹] مسعودی حاشیہ کامل اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۔

سنہ[۱۰] حیات الحیوان دمیری جلد ۲ صفحہ ۶۵۔ وابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۵۔ وروضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ مصر۔

یحییٰ کی اولاد ذکور

شجرہ نسب برامکہ مین یحییٰ کی اولاد کے نام ہم لکھ چکے ہین لیکن اُنمین سے جنکو تاریخی شہرت ہی وہ صرف چار ہین یعنی فضل، جعفر، محمد، موسیٰ، انھین چارون کی نسبت کسی شاعر[۵۱] کا قول ہے-

اولاد یحییٰ اربع + کاربع الطبائع	یحییٰ کے چار بیٹے ہین- جیسے چار عنصر
فھم اذا اختبرتھم + طبائع الصنائع	اُنکو جانچ کر دیکھو تو وہ درحقیقت موجوداتکے عنصر ہین

اور انھین کی نسبت قاضی یحییٰ بن اکثم[۵۲] کا قول ہو کہ مین نے مامون الرشید سے سُنا ہے کہ کوئی شخص یحییٰ بن خالد اور اُسکی اولاد کی کتابت، بلاغت، سخاوت، شجاعت مین برابری نہین کر سکتا ہے- چنانچہ اسکی تصدیق فضل وغیرہ کے حالات سے ہوگی-

---

نوٹ [۵۱] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۲-

[۵۲] مامون الرشید کے زمانہ مین قاضی القضاۃ کے درجہ پر ممتاز تھے- باوجود حکومت کی شان وشوکت کے پیشوا سے مذہبی تسلیم کیے گئے ہین- امام بخاری- و ترمذی فن حدیث مین آپ کے شاگرد تھے اور فقہ مین بھی کمال حاصل تھا- مامون الرشید کمال قدردانی سے آپکو اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا تھا- اور اسی قابلیت اور پولٹیکل لیاقت کا نتیجہ تھا کہ عہدۂ قضا سے وزارت اعظم کے درجہ پر پہنچگئے تھے- پہلی مرتبہ جب بصرہ کے قاضی مقرر ہوے ہین- اُسوقت بیس[۲۰] برس کی عمر تھی-

دوسرا حصّہ

فضل برمکی

تمہید

تمہید اَب ہم فضل کی لائف شروع کرتے ہین۔ ہمارا یہ ہیرو اُس نامور، اور دنیا کے مشہور وزیر کا فرزند رشید ہی جسکا نام یحییٰ برمکی تھا۔ اور جسکی فیاضی، دریا دلی، تواضع، علمی قدر دانی کے پُرفخر اور قابل قدر واقعات سے صفحات تاریخ کو زینت ہے۔ بلحاظ شہرتِ عام اور دیگر فضائل کے ناظرین پر یہ ثابت ہو جائیگا کہ اسلامی ہیروزمین فضل برمکی سرِّ اَبِیۂ کا پورا فوٹو تھا۔ مختصر الفاظ مین فضل کی یہ تعریف ہے کہ وہ تیغ اور قلم دونون کا مالک تھا۔ جس طرح اُسکی تلوار کی سطح زمین پر محسوس یادگارین باقی ہین۔ ویسے ہی اُسکی قلمی فتوحات کے دفتر آج ہمارے پیش نظر ہین۔

مستند مورخین نے خاندان برامکہ پر ریمارک کرتے ہوے یہ تسلیم کیا ہی کہ "فیاضی مین فضل سب سے افضل تھا اگرچہ بلاغت[۱] اور انشا مین جعفر فضل پر فائق تھا"

زمانۂ جاہلیت کو اگر حاتم طائی پر فخر ہے - تو عہد اسلام کو فضل پر ناز ہی معن بن زائدہ وغیرہ کی فیاضیان فضل کے مقابلہ مین پاسنگ کے برابر نظر آتی ہین - اسقدر معرفی کے بعد اب ہم فضل کو بقاے دوام اور شہرت عام کے دربار مین لاتے ہین - اور خداوند عالم سے دست بدعا ہین کہ یہ دربار مع اپنے اراکین کے ہمیشہ قائم رہے - آمین!

یا رب[۲] لا تسلبنی حبها ابدًا   و یرحم الله عبدًا قال آمینا

فضل کی ولادت اور تعلیم و تربیت

ولادت تیئیسوین[۳] تاریخ مہینہ ذی الحجہ ۱۴۷ھ مین فضل کی ولادت ہوئی اور اسی مبارک زمانہ مین ایک ہفتہ کے بعد ہرون الرشید بھی عالم وجود مین آیا اقبال کی یاوری سے وہ سامان پیدا ہوگئے جسکی کسی کو خبر بھی نہ تھی - کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ فضل ہرون کا رضیع ہوگا -

نوٹ [۱] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۵۱۶

[۲] یہ شعر قیس بن ملوح عامری معروف بہ مجنون کا ہے - جیسا لیلی کے عشق مین کامل تھا ویسا ہی زبردست شاعر بھی تھا جب لیلی کی محبت حد سے بڑھگئی - اور کھانا پینا چھوٹ گیا - تب یارونکی صلاح سے مجنون کا باپ اُسکو خانہ کعبہ مین لے گیا اور ہدایت کی کہ خدا کی جناب مین دعا کر کہ میرے دل سے لیلی کی محبت جاتی رہے - مگر اُسنے جو مناجات شروع کی اُسکا پہلا شعر یہی تھا - یعنی اے خدا میرے دل سے لیلی کی محبت کو کبھی نہ ہٹا + اور جو بندہ میری دعا پر آمین کہے اُسپر اپنی رحمت کر

[۳] کامل اثیر صفحہ ۲۱۷ - جلد ۵

اور خیزران[1] (مادر ہرون الرشید) سی معزز خاتون فضل کی دایہ بنے گی؟ خیزران کی گود مین

رضاعت

ایک طرف فضل ہوتا تھا۔ دوسری طرف ہرون۔ دونون ایک ساتھ دودھ پیتے اور کھیلتے تھے غرضکہ زمانہ ولادت سے سن رُشد تک فضل کی پرورش مثل شہزادگان خلافت عباسیہ کے ہوئی۔ اور فضل کے بچپن کا زمانہ حقیقت مین اُسکی آیندہ لائف کا آئینہ تھا۔ مبصرین بخوبی سمجھتے تھے کہ کچھ دنون بعد یہ ہلال ملک مین بدر کامل ہوکر چمکنے والا ہے۔ اور دراصل ایسا ہی ہوا بھی۔ طبقہ وزرا مین جسقدر مشہور خاندان دنیا مین گزرے ہین اُنمین سے یہ خصوصیت روزازل سے برامکہ کے حصّہ مین تھی کہ خلافت عباسیہ کی ایک محترم خاتون فضل کی دایہ بنے گی۔ فضل کے واسطے خصوصًا اور برامکہ کیواسطے عمومًا اس سے زیادہ اور کیا فخر کا باعث ہوسکتا ہے؟ کہ خیزران اسکی مادر مہربان اور ہرون جیسا جلیل الشان خلیفہ اُسکا برادر رضاعی تھا۔ جس زمانہ مین فضل پیدا ہوا ہے۔ اُسوقت خالد برمکی (دادا) موصل کی حکومت پر ممتاز تھا۔ اور یحییٰ (باپ) بھی آذربیجان کا گورنر تھا۔ غرضکہ وہ تمام سامان مہیا تھے جو ایک خوش نصیب بچہ کی پرورش کے واسطے درکار ہوتے ہین۔ جب فضل کے ولادت کی شعرا کو اطلاع ہوئی

رضاعت پر شعرا کے خیالات

اور اُنھون نے یہ ساز و سامان دیکھے کہ فضل ورشید دونون ایک ہی گود مین کھیل رہے ہین

نوٹ [1] خیزران نہایت عقیل اور ذیعلیم عورت تھی۔ دینیات۔ شعر۔ ادب سے اچھی طرح ماہر تھی۔ امام وزاعی سے علم حاصل کیا تھا۔ اور اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہادی و ہرون کے ابتدائی عہد خلافت مین کل سلطنت پر حکمرانی کرتی تھی۔ تذکرۃ الخواتین وغیرہ مین اسکے لطائف وظرائف بھی منقول ہین۔

تو مختلف عنوان سے اس مضمون کو نظم کیا۔ سلم الخاسر[۱] کہتا ہے۔

اصبح الفضل والخلیفة هرو	فضل اور خلیفہ ہرون الرشید
ن رضیعی لبان خیر النساء	دونون نے اُس عورت کا دودھ پیا جو اشرف النساء[۲] ہے

مروان بن ابی حفصہ نے اسی مضمون کو دوسرے الفاظ مین اسطرح پیرا دا کیا ہے

کفی لك فضلا ان افضل حرة[۳]	تیری فضیلت کے لیے یہی بس ہے کہ سب سے شریف تر خاتون نے
غذتك بثدی والخلیفة واحد	تجکو اور خلیفہ کو ایک ہی چھاتی سے دودھ پلایا
لقد[۴] زنت یحیی فی المشاهد کلها	تو نے ہر موقع پر یحیی کا نام روشن کیا
کما زان یحیی خالدا فی المشاهد	جسطرح یحیی نے ہر موقع پر خالد کا نام روشن کیا تھا

جسطرح فضل نے خیزران کا دودھ پیا۔ اُسی طرح رشید نے زبیدہ[۵] (فضل کی مان کا نام تھا) اور فاطمہ[۶]

نوٹ ؁[۱] سالم بن عمر بن حماد بن عطار ملقب بخاسر۔ برامکہ و خلیفہ مہدی کا شاعر تھا۔ تحصیل علوم و فنون کے بعد گردش فلکی نے جب اُسکو سخت مجبور کیا اور اسکی حالت بہت تباہ ہوگئی۔ تب زہد و پارسائی چھوڑکر فسق و فجور اختیار کیا۔ اور مذہب سے اسقدر دور ہوگیا کہ قرآن مجید فروخت کرکے طنبورہ خرید کیا۔ اور گانا بجانا شروع کیا۔ اسیوجہ سے لوگ اسکو خاسر کہتے تھے۔ فن شعر مین کامل تھا۔ بشار بن برد شاعر کا شاگرد تھا۔ مہدی عباسی نے مروان بن ابی حفصہ کے قصیدے کے برابر اسکو بھی ایک لاکھ درہم قصیدے کا صلہ دیا تھا۔ اور جب خلیفہ ہرون الرشید نے محمد امین کے واسطے بیعت لی ہے تو زبیدہ خاتون نے اُسکے قصیدے کے صلہ مین موتیون سے منھ بھر دیا تھا۔ چنانچہ یہ موتی بیس ہزار دینار کو فروخت ہوئے تھے۔ شعراے جاہلیت کا کلام اسکو بہت یاد تھا۔ خلیفہ ہرون الرشید کے عہد مین ۱۸۶ھ مین انتقال کیا اور ۳۶ ہزار دینار ترکہ مین چھوڑے۔ روضۃ الادب صفحہ ۸۰

؁[۲] کامل اثیر یہ شعر ابوالجنوب کا ہے۔ ؁[۳] بقول ابن خلکان مروان کا ہے فضل نے جوان ہوکر مختلف اوقات پر صرف مروان کو جو انعامات دیے ہین اسکی تعداد سات لاکھ دینار ہے ؁[۴] ابن خلکان صفحہ ۵۱۶

؁[۵] عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۲۲۔

(جعفر کی ماں کا نام تھا) کا دودھ پیا تھا۔ غرضکہ بڑے اہتمام سے شاہانہ طرز پر فضل کی پرورش ہوتی رہی۔ اور عمر کا ابتدائی حصہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ختم ہوگیا۔

فضل کا سن رشد

جب فضل عمر کے ابتدائی مرحلے طے کرکے سن بلوغ کو پہنچا ہے۔ اُس وقت تخت سلطنت پر خلیفہ ہرون الرشید حکمران تھا۔ جو برادرانہ تعلقات دونوں میں بچپن سے تھے اُسکا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ فضل سلطنت کے کسی اعلیٰ درجہ پر ممتاز ہوتا لیکن وزیر السلطنۃ یحییٰ نے اپنی حکمت عملی سے ابتک فضل کو حکومت کے نازک فرائض سے علیحدہ رکھا تھا۔ اور جسطرح خالد برمکی نے یحییٰ کو ہرون کی اتالیقی سلطنت کے کاموں سے پہلے سپرد کی تھی۔ اُسیطرح ابتدا ءً یحییٰ نے فضل کو شہزادہ محمد یعنی امین الرشید کا اتالیق مقرر کیا اور امین الرشید فضل سے زیادہ مانوس بھی تھا کیونکہ بچپن سے فضل کی گود[1] میں پلا تھا۔

امین الرشید کی اتالیقی

اب باقاعدہ اتالیقی کی خدمت بھی سپرد ہوگئی۔ جسکو نہایت قابلیت اور دلسوزی سے فضل نے ادا کیا۔ اگرچہ مامون الرشید کی سی لیاقت امین میں نہ پیدا ہوئی تاہم امام مالک۔ یزیدی[2] اور کسائی اور ابو نواس

نوٹ [1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۵۱۶ [2] ابو محمد بن یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ مشہور بہ یزیدی۔ مامون الرشید کا استاد تھا۔ علم نحو۔ لغت۔ شعر۔ ایام العرب میں عالم تھا۔ خلیل بن احمد۔ ابو عمرو بن العلار وغیرہ سے تحصیل علم کی تھی اسحق بن ابراہیم موصلی۔ و ابو عبید القاسم بن سلام اسی کے شاگردوں میں سے تھے۔ ابن ابی العتاہیہ نے ادب کے متعلق اسکے لکچر جمع کیے تھے جو تخمیناً دس ہزار ورق ہیں۔ علامہ اصمعی کے طرز میں کتاب النوادر لغت میں لکھی ہے۔ علاوہ اسکے کتاب المقصور والممدود۔ کتاب النقط والشکل وغیرہ بھی تصنیف کیں۔ اسکے پانچ بیٹے تھے۔ اور ہر ایک ادب۔ شعر۔ ایام العرب میں کامل تھے۔ عہد مامون الرشید میں بمقام خراسان ۲۰۲ھ ہجری میں فوت ہوا۔ نزہۃ الباء فی طبقات الادبا صفحہ ۱۰۳۔ مطبوعہ مصر۔

جیسے مجتہدین فن کی فیض صحبت اور تعلیم و تربیت نے اسکو فقہ - ادب - تاریخ اور دینیات مین کامل کر دیا تھا -

اور اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ فضل ہر معاملہ مین امین الرشید کا طرفدار ہوتا تھا - چنانچہ [۱]۱۷۵ ہجری مین جب ہرون الرشید نے اپنے بیٹون مین سے ایک کو ولیعہد کرنا چاہا تو فضل بھی زبیدہ خاتون (مادر امین) اور عیسیٰ بن جعفر (امین کا ماموں) کا طرفدار تھا - اور آخر کو باوجود عباسیون [۲] کی سخت مخالفت کے فضل کی بات بالا رہی - اور امین الرشید کیواسطے تمام دربار سے ہرون نے بیعت لی - [۳]

نوٹ [۱] صفحہ ۴۰ جلد ۶ کامل الاثیر واقعات ۱۷۵ھ [۲] ارکان عباسیہ خود دعویدار سلطنت تھے - اور وہ خدا سے ہرون کی موت چاہتے تھے - لیکن امین الرشید کی ولیعہدی مین سب سے بڑا یہ عذر تھا کہ امین بالکل بچہ ہے اور اسکی عمر پانچ برس کی ہے - اسکو تو ابھی عقل نہین ہے کہ داہنا - بایان ہاتھ پہچان سکے چہ جائیکہ مسلمانونپر سردار مقرر کیا جاوے روضۃ الصفا - صفحہ ۱۸ جلد ۳ و کامل اثیر جلد ۶ صفحہ ۴۱ - [۳] ہرون الرشید کے بیٹون مین سے بمقابلہ موتمن معتصم امین کے مامون الرشید سب سے زیادہ قابل تھا - اور ہرون کا رجحان طبع یہی تھا کہ مامون کے واسطے بیعت لے مگر فضل کے جوڑ توڑ سے ہرون مجبور رہتا - تاریخ المامون مین لکھا ہے کہ "امین اگرچہ نہایت ذکی الطبع - فصیح - خوش تقریر پاکیزہ رو - حور شمائل تھا - اسکے ساتھ اسنے نحو - ادب - فقہ مین نہایت مہارت حاصل کی تھی - لیکن عیش طلب اور راحت پسند تھا - ہرون کو بھی روز بروز اسکی راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا - مامون کی ذاتی خوبیون نے ہرون کو بالکل اپنا گرویدہ کر لیا تھا - وہ کہا کرتا تھا کہ "مین مامون مین منصور کا حزم - مہدی کی متانت - ہادی کی شان و شوکت پاتا ہون - اور اگر اپنے سے بھی اسکو نسبت دینا چاہون تو دے سکتا ہون" مین نے امین کو خلافت مین اسپر ترجیح دی - حالانکہ مجکو معلوم ہے کہ وہ فضول خرچ اور اپنی خواہشون کا مطیع ہے اور لونڈیان اور عورتین اسکی مشیر کار ہین - اگر زبیدہ کا لحاظ اور بنو ہاشم کا دباؤ نہ ہوتا تو مین مامون کو ترجیح دیتا" المامون صفحہ ۱۳ بحوالہ تاریخ الخلفا سیوطی -

فضل کی وزارت

سب سے پہلا وزیر ہرون الرشید کا یحییٰ برمکی تھا۔ لیکن جب یحییٰ ضعیف ہوگیا تو ۱۷۸ھ ہجری میں ہرون نے فضل کو وزیراعظم مقرر کیا۔ تاہم یحییٰ کا اقتدار بدستور تھا۔ اور اہم معاملات کا تصفیہ ہمیشہ یحییٰ کی رائے[1] پر ہوتا تھا۔ فضل کے چندروزہ عہد وزارت کا مشہور کارنامہ امین کی ولیعہدی ہے۔ اور امین کی طرفداری اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہی کہ فضل جب خراسان گیا تو اس ولیعہدی کا اچھی طرح پر اعلان کیا۔ جو مقامات دارالحکومت سے فاصلہ پر واقع تھے وہاں قاصد بھیجے غرضکہ یہ مرحلہ توحسب دلخواہ طے ہوگیا۔

یحییٰ ابن عبداللہ کی بغاوت

لیکن ۱۷۶ھ ہجری میں ایک بہت بڑی جنگ کا آغاز ہوا یعنی یحییٰ[2] بن عبداللہ بن حسن مجتبیٰ بن حسین بن علی بن ابی طالب نے جو خلافت عباسیہ کے دعویدار تھے دیلم میں ظہور کیا اور بڑی شان وشکوہ سے مقابلے کو اٹھے۔ انکے جھنڈے کے نیچے ہزاروں آدمی جمع ہوگئے۔ اور تمام اطراف امصار سے لوگ آنا شروع ہوگئے۔ جب رشید کو اس جمعیت کی خبر پہنچی حواس باختہ ہوگیا۔ اور مقابلہ کے واسطے اپنے وزیراعظم فضل کو انتخاب کیا۔ اور فوج کو تیاری کا حکم دیدیا۔ دارالسلطنۃ سے پچاس ہزار کی معیت سے ہرون نے فضل کو روانہ کیا

نوٹ [1] کامل اثیر کی روایت ہی کہ ۱۸۰ھ میں امور سلطنت کے کل انتظام پھر یحییٰ برمکی کے سپرد ہوگئے تھے جلد ۶ صفحہ ۴۸

[2] ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۱۸ وابوالفدا صفحہ ۱۴ جلد ۲۔ کامل اثیر صفحہ ۱۴ جلد ۶۔

بغداد سے نکلکر فضل نے اپنی کامیابی کی تدبیرین سوچنا شروع کین جب طالقان[1] مین یہ لشکر پہنچگیا تو وہان سے فضل نے یحییٰ علوی کے نام ایک خط لکھا جسمین اپنی جادو بیانی سے مختلف اثر پیدا کر دیے تھے اور سلطنت کے شاہانہ جاہ و جلال اور خلافت عباسیہ کے رعب داب کو اپنی تحریر مین عمدہ طور پر ظاہر کر دیا تھا۔ جسکے پڑھنے سے یحییٰ پر ایک ہیبت چھا گئی اور ساتھ ہی اسکے قیمتی تحائف بھی بھیجے۔ اور یحییٰ پر بخوبی ثابت کر دیا کہ اگر جنگ کا خاتمہ صلح پر ہو تو ہر طرح سے اُنکے حق مین مفید اور نفع بخش ہے۔ انھین خیالات نے یحییٰ کو صلح پر مجبور کیا۔ اور جواب مین فضل کو صاف الفاظ مین یہ لکھا کہ مجھے اس شرط پر صلح منظور ہے۔ کہ ہرون الرشید اپنے قلم سے صلحنامہ لکھدے۔ اور اُسپر تمام بنی ہاشم، مشائیخ، قضاۃ، اور فقہا کے دستخط ہون" فضل نے اس شرط کو منظور کر لیا اور خلیفہ کو تمام واقعات سے اطلاع دی اور جو مسودہ یحییٰ نے صلح کا بھیجا تھا وہ بھی اپنی عرضی کے ساتھ روانہ کر دیا۔ ہرون بھی بلحاظ پولیٹکل معاملات کے دب گیا۔ اور صلح کو جنگ سے غنیمت سمجھا اور مطابق مسودہ کے معاہدۂ صلح لکھکر تمام علما و فقہا و مشائخین مین سے عبدالصمد بن علی کے دستخط بنوا کر بڑے سامان سے فضل کے پاس روانہ کیا۔ اور قیمتی ہدایا اور تحائف بھی اسکے ساتھ بھیجے۔ فضل نے وہ خریطہ مع تمام تحائف کے یحییٰ کے سامنے پیش کیا۔ اور یحییٰ کو اپنے ہمراہ لیکر بغداد کی طرف کوچ کر دیا۔ اور ہرون سے لاکر ملاقات کرائی۔ فضل کے وعدون کے مطابق ہرون نے یحییٰ سے بہت کچھ سلوک کیا اور اس کارگزاری کے صلہ مین فضل کے ساتھ بھی شاہانہ فیاضیان کی گئین شعرا نے فضل کی تعریف مین

نوٹ [1] صوبہ خراسان مین یہ مشہور شہر ہے۔ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن غلہ و میوہ بکثرت پیدا ہوتا ہے یہان کے انگور و انجیر بھی مشہور ہین۔ خلافت عباسیہ مین ایک مستحکم قلعہ یہان بنایا گیا تھا۔

قصائد لکھے اور خلیفہ کو اس فتح کی مبارکباد دیان دین چنانچہ خلیفہ نے اول شاہانہ طریقہ سے یحیی کو مہمان رکھا لیکن کچھ دنون بعد نقض عہد کرنا چاہا - اور علماء سے فتوی چاہا کہ صورت موجودہ مین نقض جائز ہے یا نہین - ابوالبختری قاضی اور تمام علماء نے ہرون الرشید کے خوف سے فتوی دیدیا کہ نقض معاہدہ جائز ہے - لیکن امام محمد[1] نے اس فتوی کی بڑے زور سے مخالفت کی اور اپنے اس اصرار پر قائم رہے کہ نقض معاہدہ جائز نہین ہے - لیکن ہرون نے مجاربی کے فیصلہ کو تسلیم کرکے دستاویز کو چاک کر ڈالا - اور یحیی کو نظر بند کر لیا - چنانچہ اسی حالت مین اس پولیٹکل نشنر نے دنیا سے کوچ کیا -

نوٹ [1] امام محمد بن الحسن الشیبانی - امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید - اور فقہ حنفی کے دوسرے بازو مین ۱۳۵ھ مین بمقام حرستا (دمشق کے متصل ایک موضع ہے) پیدا ہوئے - امام مالک سے حدیث پڑھی تھی - ہرون الرشید انکی بڑی عزت کرتا تھا - اور سیر و سفر مین ہمراہ رکھتا تھا - اگرچہ دربار کا تعلق تھا - مگر آزادی اور حق گوئی کا سررشتہ کبھی ہاتھ سے نہین چھوڑا - امام محمد کے فضل و کمال کا اندازہ امام شافعی کے اس قول سے ہوتا ہے کہ "امام جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے" تمام شاگردون مین امام شافعی نہایت بلند رتبہ تھے اور بمقابلہ دیگر شاگردون کے امام محمد بھی انکے ساتھ خاص مراعات سے پیش آتے تھے - امام محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر فقہ مین ہے لیکن وہ تفسیر - حدیث - ادب مین بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے - امام صاحب کی تصنیفات مین سے موطا - مبسوط - جامع صغیر - جامع کبیر - زیادات - کتاب الحج - سیر صغیر و کبیر مشہور ہین ہمراہی خلیفہ ہرون الرشید ۱۸۹ھ ہجری مین رے کے قریب موضع رنبویہ مین انتقال کیا - اتفاق سے کسائی نحوی نے بھی اسی جگہ انتقال کیا تو ہرون کو نہایت صدمہ ہوا - اور کہا کہ "آج فقہ اور نحو دونون کو ہم دفن کر آئے" علامہ یزیدی نے نہایت جانگداز مرثیہ لکھا جسکا ایک شعر یہ ہے ؎ فقلت اذا ما اشکل الخطب من لنا + بایضاحہ یوما وانت فقیہ
ترجمہ ہمنے کہا کہ جب تو نرہا تو ہمارے لیے مشکلات کا حل کرنیوالا کہان سے آئیگا ؟
ماخوذ از سیرۃ النعمان پروفیسر شبلی نعمانی مدظلہم

صوبہ خراسان کی گورنری

اس کارگزاری کے صلہ مین ہرون الرشید نے فضل کو صوبہ خراسان کی گورنری عنایت کی۔ طبرستان، رے، نہاوند، ہمدان، جرجان، آذربیجان، اور آرمینہ کے زرخیز شہر بھی اُس مین ملحق کر دیے۔

فضل[1] کے دائرہ حکومت کا اندازہ اگر آجکل کے ملکی محاصل پر کیا جاوے تو اُسکا مقابلہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتون سے ہو سکتا ہے۔ لیکن ملکی ٹکس اور شرعی خراج کی حیثیت سے بھی فضل کی حکومت کا رقبہ اور سالانہ خراج ایک مستقل سلطنت کے برابر تھا۔

ذیل کے نقشہ مین جو تعداد خراج کی لکھی ہے اگرچہ وہ عہد ماموں الرشید کی ہے لیکن اس لحاظ سے کہ خلافت ہرون و مامون مین تھوڑی مدت کا فصل ہے۔ اور ملک کا بندوبست استمراری تھا۔ تشخیص جمع مین سختی اور چندروزہ بندوبست کی خرابیان رائج نہ تھین اس لحاظ سے یہ جمع قریب قریب عہد ہرون کے سمجھنا چاہیے۔

نوٹ [1] سٹریول (جغرافیہ نویس) کا بیان ہے کہ سنہ ۱۷۸ ہجری مطابق سنہ ۷۹۳ء مین فضل کی کرمان سے لیکر حد ترکستان تک جتنے ممالک اسلامیہ تھے سب کا گورنر تھا۔ اور خنلان مین ایک قلعہ بنوایا تھا جسکا نام الباب رکھا تھا جو آجتک دروازے کے نام سے مشہور ہے۔" دیکھو حالات دشت پامیر مندرجہ اخبار زمانہ کانپور نمبر ۲۶ مطبوعہ ۲۷ جون سنہ ۱۸۹۵ء

نقشہ سالانہ خراج ممالک مقبوضۂ فضل برمکی

ضلع	خراج
خراسان	دو کرور اٹھتّی لاکھ درہم چار ہزار گھوڑے۔ ایکہزار غلام تیس ہزار تھان۔ تیس ہزار رطل ہلیلہ۔ دو ہزار نقرۂ چاندی۔
طبرستان و رُویان	ترسیٹھ لاکھ درہم۔ طبرستانی فرش چھ سو۔ چادرین دو سو۔
رَے	ایک کرور بیس لاکھ درہم۔ شہد بیس ہزار رطل۔
نہاوند	کپڑے پانسو تھان۔ مندیل تین سو۔ جامات تین سو۔
ہمدان	ایک کرور تیرہ لاکھ درہم۔ ربُّ الرمانین ہزار رطل۔ شہد بارہ ہزار رطل۔
آذربیجان	چالیس لاکھ درہم۔
جرجان	ایک کرور بیس لاکھ درہم۔ ریشم ہزار شُقہ۔
آرمینہ	ایک کرور تیس لاکھ درہم۔ فرش محفور بیس۔ زقم پانسو تیس رطل۔ مسایح سورماہی دس ہزار رطل۔ صونج دس ہزار رطل۔ خچر دو سو۔ بچھیرے تیس۔

نوٹ یہ نقشہ ابن خلدون کی تحریر کے موافق ہے۔ اور خلیفہ ہرون الرشید کے عہد مین جو حالت وصول مالگزاری وغیرہ کی تھی اسکی تصریح کتاب الخراج قاضی ابویوسف سے معلوم ہوسکتی ہے۔

ملک کی اندرونی پیچیدگیون نے خراسان پر زیادہ دنون ٹھہرنیکا فضل کو موقع نہین دیا کیونکہ بسبب واپسی[1] جعفر برمکی کے فضل کو کچھ زمانے کے واسطے مصر جانا پڑا لیکن دوسری مرتبہ ۱۸۰ھ ہجری مین مستقل طور پر خراسان جانیکا حکم ہوا۔ اس مرتبہ فضل نے بہت کچھ ملکی انتظامات کیے خراسان مین جسقدر فوج رہتی تھی اُسمین اضافہ کیا۔ سپلک[2] ورکس مین بہت کچھ ترقی ہوئی۔ قدم قدم پر مسافرخانے۔ زاویے۔ مسجدین۔ چاہات۔ پل تیار کرائے۔ بقایا مالگزاری جو پچھلے زمانہ سے چلی آتی تھی اُسکے دفتر جلا دیے۔ عدل و انصاف سے تمام ملک کو خوش کر دیا تھا۔ اور بہ سبب اپنی شاہانہ فیاضیون کے رعایا کے دلون مین ہردلعزیز ہوگیا تھا۔ فضل[3] برمکی اگرچہ خراسان کا گورنر تھا۔ لیکن اس صوبہ کی گورنری کا شمار مورخین نے بادشاہون کے درجہ مین کیا ہے۔ کیونکہ باعتبار جاہ و حشم اور قوت و شوکت کے خراسان کا گورنر تاجدارون کے ہم پلہ تھا۔ بلکہ یحییٰ و فضل کو عوام و خواص بلقب سلطان یاد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ہشیم بن فراس شاعر اپنے ممدوح فضل بن مروان (خاندان بنی سامہ) کو جب اُسکے ظلم و ستم کی زیادہ فریادین ہونے لگین تو اسطرح پر نصیحت کرتا ہے ؎

خراسان کی گورنری کا اقتدار

نوٹ [1] کامل اثیر جلد ۶ صفحہ ۴۶۔ واقعات ۱۸۰ھ ہجری [2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ و کامل اثیر جلد ۶ صفحہ ۴۸ [3] مستطرف جلد اول صفحہ ۹۶ و حیات الحیوان دمیری جلد ۲ صفحہ ۵۸۔

تجبرت یا فضل بن مروان فاعتبر
فقبلك كان الفضل والفضل والفضل
ثلاثة املاك مضوا لسبيلهم
اباد نهم الاقياد والحبس والقتل
وانك قد اصبحت في الناس ظالما
ستوذي كما اوذي الثلاثة من قبل

اے فضل بن مروان تو جابر نکلا۔ عبرت پکڑ
کہ تجھسے پہلے تین فضل گزرے ہین۔
جو تینون بادشاہ تھے۔
اور قید ہوکر۔ محبوس ہوکر۔ قتل ہوکر۔ مرے۔
تو لوگو نپر ظلم کر رہا ہے۔
تو تو بھی اسیطرح تباہ ہوگا جسطرح تجھسے پہلے وہ تینون فضل

شکایت آمیز عرضی

باوجود اسقدر انصاف ورعایا پروری کے بھی کسی نے ایکدفعہ ہرون کے پاس ایک شکایت آمیز عرضی بھیجی جسمین لکھا تھا کہ فضل ہمیشہ سیر وشکار اور لہو ولعب کے جلسون مین مشغول رہتا ہے۔ معاملات رعایا پر کچھ بھی توجہ نہین ہے۔ اتفاق سے یحیی بھی اُسوقت ہرون کے پاس موجود تھا۔ ہرون نے عرضی پڑھکر یحیی کے سامنے ڈالدی اور کہا کہ "پیارے باپ! اسکو ملاحظہ کیجیے اور چند سطرین اپنے قلم سے فضل کو اسکے جواب مین لکھدیجیے"۔ چنانچہ یحیی نے اُسکی پشت پر لکھا

یحیی کا جواب فضل کو

"برخوردار من! خدا تمکو اپنی پناہ مین رکھے۔ امیرالمومنین کو اسکی شکایت گذری ہے۔ کہ تم سیر وشکار مین مشغول رہتے ہو۔ دنیاوی لذات مین اسقدر مصروفیت ہے کہ امور رعایا سے غافل ہو رہے ہو۔ تمھارے یہ افعال امیرالمومنین کو بالکل ناگوار ہین"۔ چنانچہ باپ کی تحریر پڑھکر فضل متنبہ ہوگیا اور جبتک خراسان مین رہا۔ جمعہ کی نماز جماعت اور انفصال مقدمات رعایا مین فرق نہین آیا

جو خط نظم مین یحییٰ نے فضل کو لکھا تھا اُسکو ہم بھی ابن خلکان[1] اور شرح مقامات حریری سے نقل کرتے ہین اس نظم کے لکھنے سے علاوہ عمدگی مضامین کے یہ بھی دکھلانا منظور ہے کہ یحییٰ برمکی کو نظم پر کسدرجہ مہارت تھی اور وہ کس رتبہ کا شاعر تھا۔

انصب نهارا فی طلاب العلا	بزرگی کی تلاش مین محنت اُٹھا۔
واصبر علی فقد لقاء الحبیب	اور دوست کے نہ ملنے پر صبر کر۔
حتی اذا اللیل اتے مقبلا	جب رات آئے۔
واستترت فیه عیون الرقیب	اور رقیبون کی آنکھین بند ہو جائین۔
فباشر اللیل بما تشتهی	تو رات کو جو جی چاہے کر۔
فانما اللیل نهار الادیب	کیونکہ رات ہوشیار آدمی کے لیے دن ہے
کم من فتی تحسبه ناسکا	بہت سے لوگ جنکو تو پرہیزگار سمجھا ہے
یستقبل اللیل بامر عجیب	رات کو وہ عجیب کام کرتے ہین۔
القی علیه اللیل اثوابه	جب رات اُنپر اپنا پردہ ڈالدیتی ہے۔
فبات فی لهو وعیش خصیب	تو عیش و عشرت مین بسر کرتے ہین۔
ولذت الاحمق مشهورة	احمق کا لطف اُٹھانا مشہور ہے۔
یرصدها کل حسود رقیب	کہ ہر حاسد رقیب اُسکی تاک مین رہتا ہے

نوٹ [1] ابن خلکان صفحہ ۱۶۵ و ۱۶۶ و حیوۃ الحیوان دمیری جلد ۲ صفحہ ۶۴۔ و شریسی شرح مقامات حریری جلد ۲ صفحہ ۹۴ اشعار مطابق اسی کتاب کے لکھے ہین۔ روضۃ الصفا مین بھی یہی مضمون ہے لیکن صرف ایک رباعی پر ختم کردیا ہے۔

آتشکدۂ نوبہار کی بربادی

مؤرخین[1] نے فضل کی لائف مین اس واقعہ کو نہایت استعجاب کی نظر سے دیکھا ہے۔ کہ جب فضل خراسان کا دورہ کرتا ہوا بلخ مین پہنچا ہے تو آتشکدۂ نوبہار کے کھنڈرات موجود تھے۔ اور یہ وہ مقدس عبادتخانہ تھا جسکے متولی فضل کے آبا و اجداد تھے۔ لیکن فضل نے اسکا کچھ بھی خیال نہین کیا اور کُل عمارت کے مسمار کرنیکا حکم دیدیا۔ لیکن بہ سبب استحکام عمارت کے کُل تو مسمار نہوسکا۔ تاہم ایک گوشہ اُسکا کھلگیا اور وہان پر مسجد تعمیر کردی گئی۔ اس واقعہ سے فضل کی دینداری اور مذہبی جوش کا اندازہ ہوتا ہے کہ اُسنے بمقابلہ مذہب اسلام کے اپنے بزرگونکا کچھ بھی خیال نہین کیا اور آتشکدہ کو برباد کردیا اور ۱۷۹ھ ہجری مین بغداد کو واپس آیا۔ عائدین سلطنت اور علما نے نہایت جوش سے استقبال کیا۔ شعرا نے مبارکباد کے قصائد پڑھے اور بقیہ زندگی کے مرحلے بغداد مین طے کیے۔

عام اخلاق و عادات

معاملات سلطنت کو چھوڑکر اب ہم فضل کے عام اخلاق و عادات پر نظر ڈالتے ہین کیونکہ انسان کے حالات زندگی مین یہی وہ مرقع ہے جسمین مختلف شکل و شمائل کی تصویرین نظر آسکتی ہین۔ وہی فضل جسکے پرزور ہاتھون مین ابھی تلوار تھی۔ اب علمی مجلسون اور شاہانہ جلسون مین نظر آئیگا۔ کبھی اُسکا روی سخن ندیمون کیطرف ہوگا جسمین مذاق

نوٹ[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۷۰۔ مطبوعہ مصر

کی باتین ہونگی کبھی درویشون اور معمولی آدمیون سے باتین کرتے ہوے دکھلائی دیگا لیکن مختلف روپ کی تبدیلی سے ناظرین دھوکے مین نہ آئین ہر رنگ ڈھنگ مین اُنھین فضل کا خیال رکھنا چاہیے۔ ع

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدرت را می شناسم

فضل کی سخاوت

یہ ہم اول ہی لکھ چکے ہین کہ فیاضی مین فضل برامکہ مین سب سے افضل تھا۔ اس خاص صفت مین کوئی اُسکی برابری کا دعوے نہین کرسکتا ہی۔ کثرت ایثار نے تمام ملک مین شہرت عام پیدا کردی تھی۔ اور علما۔ فضلا شعرا۔ مشائخ۔ عام سائلین۔ اور غریب محتاجون کا مجمع صبح کو فضل کے مکان پہ ہوتا تھا اور سب بامراد دعائین دیتے ہوے چلے جاتے تھے۔ فضل کی فیاضی کو بعض مورخین نے اسراف کی حد مین شمار کیا ہی۔ لیکن جسقدر اُسکی فیاضی کی تعریف کیجاوے وہ حقیقت مین اُسکے اصلی واقعات ہین جسمین تکلف اور بناوٹ کو مطلق دخل نہین ہی۔ علامہ ضیاء برنی نے اپنی تاریخ مین لکھا ہی کہ ایک مرتبہ فضل خراسان سے بغداد مین آیا جسقدر خزانہ شاہی بنک مین داخل کرنیوالا تھا۔ اُسکے تین حصہ کر ڈالے۔ ایک عزیزون کو۔ دوسرا قدیم متعلقین کو دیدیا۔ تیسرے حصہ کا صحن مین ڈھیر لگا دیا کہ جو مستحق ہو اُسکو دیا جاوے۔ چنانچہ بیس روز تک یہی ہوا کیا۔ ہرون کو بھی اسکی خبر ہوگئی۔ تب تو یحییٰ بھی پریشان ہوا کہ ایسا نہو امیرالمومنین کا مزاج برہم ہوجاے چنانچہ نصیحت کی غرض سے فضل کے مکان پر روانہ ہوا۔ جاکر کیا دیکھتا ہے

کہ بیٹے کا سر مصلے پر ہی۔ اور آنکھون سے آنسو جاری ہین۔ یحییٰ نے یہ حال دیکھکر پوچھا کہ اے فرزند کیا حال ہی؟ جواب دیا "مجھے افسوس ہی کہ بغداد مین بہت ایسے لوگ ہین جو امداد کے مستحق ہین۔ مگر میرے پاس اب کچھ نہین ہی"۔ بیٹے کی حالت دیکھکر کہا کہ "کچھ فکر نکرو جو میرے پاس ہی اول اُسے صرف کرو۔ جب یہ ہوجاے تو قرض لینا مین اُسے ادا کر دونگا"

حقیقت یہ ہی کہ ایسے فیاض اور کریم النفس پیدا نہین ہوتے ہین۔ یون تو فضل کے ثناخوان ہر طبقہ مین بکثرت ملین گے۔ لیکن شعرا نے خاصکر اس مضمون مین زیادہ حصہ لیا ہے۔ اور شاعرون کے ساتھ جو جو احسان اس خاندان نے کیے ہین وہ ضرب المثل ہین۔ اور انصاف یہ ہی کہ عربی علم ادب کا بہت بڑا سرمایہ برامکہ کی فیاضی سے مرتب ہوا ہی۔ کیونکہ ایک ایک قصیدے کے صلے مین شعرا کو ہزارون درہم و دینار دینے سے برامکہ کا مقصود لٹریچر کی ترقی تھی۔ شعراے پایۂ تخت مین سے مروان بن ابی حفصہ خاص برامکہ کا شاعر ہی۔ اُسنے ایک موقع پر اپنے ممدوح فضل کا سلاطین سے مقابلہ کیا ہی۔ اور فیاضی کی نسبت حسب ذیل ریمارک کیا ہی

[1] عند الملوك منافع ومضرة	بادشاہون سے نفع ونقصان دونون پہنچتا ہے۔
وارى البرامك لا تضر وتنفع	لیکن برمکیون سے صرف نفع پہنچتا ہے۔
ان كان شر كان غيرهم له	اگر کوئی برائی ہو تو وہ اورون کا کام ہے۔
والخير منسوب اليهم اجمع	ورنہ بھلائیان توسب برمکیون سے تعلق رکھتی ہین۔

نوٹ [1] اخیر مصرع ناظرین کو مبالغہ معلوم ہوگا لیکن برامکہ کی سچی تعریف ہے۔ اسحٰق موصلی کی روایت ہی کہ مین نے ایک مرتبہ یہ اشعار فضل کے سامنے پڑھے تو مجھسے کہنے لگا افسوس ہی کہ مین نے مروان کو اسکا صلہ کچھ بھی نہین دیا تھا یعنی صرف تیس ہزار درہم حالانکہ مجھے بیس ہزار دینار سرخ دینا لازم تھا۔ ضیا ربی صفحہ ۱۶۴

کسی[۱] نے ایکدفعہ اسحق موصلی سے پوچھا کہ فضل کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے تو اسحق نے یہ جواب دیا۔

اذا نزل الفضل بن یحیی ببلدة	فضل بن یحیی جب کسی شہر مین اُترتا ہے
رأیت بها غیث السماحة ینبت	تو تم دیکھوگے کہ وہان سخاوت کی کھیتی اُگتی ہے
فلیس بسعال اذا سیل حاجة	جب اُس سے کوئی کچھ مانگتا ہے تو وہ (ٹالنے کو لیے) کھانستا نہین
ولا بمکب فی ثری الارض ینکت	اور نہ زمین کیطرف جُھک کر لکڑی سے زمین کریدتا ہے

فضل کی مدح مین شعرا نے جسقدر قصائد لکھے ہین۔ اگر اُنکا انتخاب کیا جاوے تو ایک مختصر دیوان تیار ہو جاوے۔ لہذا اشعار مذکورہ پر اکتفا کیا گیا۔

ناظرین ابونواس[۲] وغیرہ کے قصائد سے لطف اُٹھا سکتے ہین۔ جو فضل کی مدح مین لکھے گئے ہین۔

نوٹ [۱] اعلام الناس صفحہ ۱۶۶۔

[۲] ابو علی حسن بن ہانی بن عبدالاول بن صباح مشہور بہ ابونواس ایک جلیل القدر فاضل اور نامور شاعر تھا۔ ابو عمر جاحظ کا قول ہے کہ مین نے ابونواس سے زیادہ علم لغت مین کسیکو عالم نہین دیکھا۔ فن شعر مین جو درجہ متقدمین مین امرء القیس کا تھا۔ محدثین مین وہی رتبہ ابونواس کا تھا۔ نشہ کے عالم مین بھی شعر کہتا تھا اسلیے ہر قسم کے مضامین ہوتے تھے۔ باوجود علم و فضل کے مزاج مین مسخرہ پن بہت تھا۔ اور کوئی بات نکتہ سنجی و ظرافت سے خالی نہین ہوتی تھی۔ خلفای عباسیہ و برامکہ کی مدح مین اسکے قصائد مشہور ہین۔ فضل برمکی کی تعریف مین جو قصیدہ دیوان مین موجود ہے وہ نہایت زور کا ہے جسکا مطلع یہ ہے ؎

اربع البلاء ان الخشوع لبادی + علیك وانی لم اخنك ودادی

یہ شاعر ۱۳۹ ہجری یا ۱۴۵ ہجری مین بمقام اہواز پیدا ہوا تھا اور خلیفہ امین الرشید کے زمانہ مین بمقام بغداد ۱۹۵ ہجری مین فوت ہوا۔ بعد انتقال کے کئی صندوق کاغذ اسکے مکان سے نکلے جسمین لطائف و ظرائف اور نکات شاعرانہ لکھے ہوے تھے۔ اور چونکہ اسکے کاندھے پر دو گیسو ہر وقت حرکت کرتے رہتے تھے اسوجہ سے اسکو ابونواس کہتے تھے۔ از تذکرہ ابن الانباری صفحہ ۹۶

نخوت پسندی

فضل[1] برمکی بنہایت متکبر و نخوت پسند تھا۔ چنانچہ ایک خاص مصاحب نے جرأت کرکے پوچھا کہ آپ مین باوجود مروّت و سخاوت کے تکبر و نخوت کیون ہے؟ فضل نے جواب دیا کہ "مین نے عمارہ بن حمزہ سے یہ عادت سیکھی ہے لیکن اب مین مجبور ہون کیونکہ یہ عادت طبیعت ثانی ہوگئی ہے" جب اسقدر معلوم ہوا تو پھر اُس مصاحب نے سوال کیا کہ عمارہ کا کیا واقعہ ہے؟ تب فضل نے پورا قصہ اسطرح پر بیان کیا کہ خلیفہ مہدی کے زمانہ مین پدر بزرگوار (یحیی برمکی) بلاد فارس مین عامل تھے۔ وزیرالسلطنۃ عمارہ سے کسی قدر رنج تھا۔ اسلیے ایک موقع پر یہ حکم جاری[2] ہوا کہ کل سالانہ خراج میعاد مقررہ سے پہلے خزانۂ صدر مین داخل ہوجاے۔ اسوجہ سے سخت پریشانی ہوئی جسقدر ممکن تھا روپیہ جمع کیا گیا۔ تاہم تیس لاکھ کی رقم باقی تھی تب مجھے حکم دیا کہ بغداد روانہ ہو عمارہ سے میرا سلام کہو اور بقدر ضرورت کے روپیہ قرض لے آؤ" اگرچہ مین نے مخالفت بھی کی کہ آپ مین اور عمارہ مین یہانتک عداوت ہوگئی ہے کہ اگر موقع ملے تو ہلاک کرڈالے لیکن مین مجبور کیا گیا اور بغداد مین حاضر ہوا۔ اطلاع ہونے پر دربار مین میری رسائی ہوئی تو کیا دیکھتا ہون کہ عمارہ صدر ایوان مین تکیہ لگائے بیٹھا ہے مین نے سلام کیا جواب کا تو کیا ذکر ہے۔ میری طرف نظر اُٹھاکے بھی نہین دیکھا کہ کون ہے؟ تب مجھے

نوٹ [1] ابن خلکان صفحہ ۱۰۷۔ تاریخ نگارستان محمد احمد کوفی۔ جامع الحکایات صفحہ ۲۴۲

[2] جامع الحکایات کی روایت ہے کہ یحیی برمکی کے پاس چند اضلاع فارس مستاجری پر تھے۔ سال تمام پر قسط کا روپیہ نہین پہنچا تھا۔ اس وجہ سے مہدی عباسی نے ناراض ہوکر یہ حکم دیا تھا کہ اندر ایک دن کے کل مطالبہ داخل نہوگا تو یحیی قتل کیا جائیگا۔

بے انتہا صدمہ ہوا۔ اور یقین ہوگیا کہ یہان سے کوئی امید مطلب برآری کی نہین ہے کیونکہ
جس شخص کی ملاقات کا یہ عنوان ہو کہ سلام کا جواب تک نہ دیوے۔ وہ کیونکر لاکھون کی رقم
بیت المال سے نکالکر دیدیگا۔ چونکہ چند خیالات نے مجھے گھیر لیا تھا۔ اسوجہ سے نہایت
پریشان تھا کہ کیا کرون۔ چنانچہ عمارہ نے مجھے متحیر دیکھکر کہا کہ اگر کچھ کہنا ہے تو کہو۔ تب
مین نے کل واقعہ بیان کیا۔ جواب مین اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہا کہ خدا کارساز ہے۔ مین
یہ معمولی جواب سُنکر چلا آیا۔ لیکن سخت متردد تھا کیونکہ خالی ہاتھ لوٹکر جا بھی نہین سکتا تھا۔
اور نہ صورت واقعہ کی کسی سے بیان کرسکتا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر مین کیا دیکھتا ہون کہ
دروازہ پر ایک قطار اونٹون کی موجود ہے۔ اور سب پر توڑے لدے ہوے ہین۔ دریافت کرنے سے
معلوم ہوا کہ عمارہ نے حسب درخواست یحیی برمکی کے یہ روپیہ بھیجا ہے۔ مین نہایت خوشی خوشی
وہ رقم لیکر روانہ ہوا۔ اور کمی پوری کرکے خزانہ روانہ کردیا گیا۔ بعد رفع ضرورت کے جب اُسقدر
رقم بغرض واپسی لیکر عمارہ کی خدمت مین حاضر ہوا تو سخت ناراض ہوا اور کہا کہ ”خفت
لا بارک اللہ فیک کیا مین یحیی کا صرّاف تھا کہ وقت ضرورت کے طلب کیا اور آج
واپس کیا جاتا ہے“ یہ کہکر اُسنے وہ سب رقم واپس کردی عمارہ کا یہ انداز مجھکو پسند آیا اور
اُسی دن سے مجھ مین بھی نخوت پیدا ہوگئی“ اب ہم فضل کی سخاوت اور فیاضی کی چند
معتبر روایات لکھتے ہین جنسے اعلی درجہ کی فیاضی اور خاص خاص نیکیان فضل کی ظاہر ہونگی

نوٹ [۱] افسوس ہے کہ مؤرخین نے فضل کے حالات مین بجز اسکے داد و دہش کے افسانون کے اور کچھ بھی نہین لکھا ہے
اسوجہ سے البرامکہ بھی ان واقعات سے خالی ہے جو انتظام سلطنت سے وابستہ ہین۔ اور محض فیاضی کے واقعات سے
معتد بہ فائدہ نہین تھا۔ لہذا فیصدی دو تین واقعات پر بطور نمونہ کے اکتفا کیا گیا ہے۔

ارکان عباسیہ سے سلوک

اسحق بن سلیمان نے یعقوب بغدادی سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابراہیم عباسی اپنے مصارف کی وجہ سے تنگدست رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اسقدر مقروض ہوگیا کہ پریشان ہوکر نہایت قیمتی جواہرات فروخت کرنا چاہے۔ لیکن بغداد کے جوہریون نے بعوض اُسکے دس لاکھ دینار منظور نہین کیے تب تو نہایت ہی تنگدل ہوا۔ اور یہ خیال کیا کہ برامکہ کے مکانپر کبھی جانیکا اتفاق نہین ہوا ہے۔ لیکن ایسی مصیبت کے وقت مین سوای برامکہ کے اور کون ہے جس سے حاجت روائی کی امید ہوسکتی ہے۔ چنانچہ مجبورًا دوسرے دن فضل کے مکانپر گیا۔ محمد عباسی کا فضل کے مکانپر جانا فضل کے واسطے نہایت ہی عزت کا باعث تھا۔ کیونکہ علاوہ انتساب سلطنت کے سادات عباسیہ مین محمد بن ابراہیم سے زیادہ کون معزز ہوسکتا تھا؟ فضل بہت خوش ہوا۔ اور نہایت تعظیم سے پیش آیا۔ تھوڑی دیر کی گفتگو کے بعد محمد عباسی نے وہ گرانمایہ جواہر فضل کے سامنے رکھدیے اور کہا کہ دس لاکھ دینار کی ضرورت ہے۔ فضل اُسوقت خاموش ہو رہا۔ کیونکہ محمد کے ساتھ زیادہ گفتگو کرنا بھی بے ادبی تھی۔ فضل نے وہ جواہر اپنے پاس رکھ لیے۔ اور دوسرے دن صبح کو دس لاکھ دینار بھیجدیے۔ اور ایک عرضداشت اس مضمون کی لکھی کہ آپ کی بات کا رد کرنا کمال بے ادبی تھی۔ اسلیے کل یہ قیمتی جواہرات رکھ لیے گئے تھے۔ لیکن اب مین واپس کرتا ہون اگر آپ اسکو قبول فرمائین تو میری عزت افزائی کا باعث ہوگا۔ اور تمام عمر ممنون رہونگا۔ ہان اگر رای عالی کے نزدیک مصلحت نہوا ور کمترین کی درخواست قبول نکیجاے تو نہایت ادب سے

عرض کرتا ہون کہ جب آپ کے مصارف سے باقی رہے اُسوقت یہ رقم آپ واپس مرحمت فرمائین"۔ محمد نے جب یہ نقدی کا انبار دیکھا اور ساتھ ہی اُسکے فضل کی عرضی پڑھی۔ توابنی حاجت اور فضل کی فیاضی پر خیال کرکے جواہرات بھی رکھ لیے۔ اور مال کو ہدیہ مین قبول کیا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ ہر روز صبح کو جاکر فضل کو سلام کیا کرون لیکن فضل نے بھی اسی خیال سے کہ شاید محمد عباسی واسطے ادا ے شکریہ کے آوے۔ علی الصباح دربار خلافت مین حاضر ہوا۔ اور خلیفہ ہٰرون الرشید سے محمد بن ابراہیم کے واسطے بہت دیر تک عرض کرتا رہا۔ چونکہ فضل بہت کم سخن اور متین تھا۔ بلا ضرورت زیادہ گفتگو نہین کرتا تھا اسوجہ سے ہٰرون کو نہایت تعجب ہوا کہ خلاف معمول یہ سفارش کیسی ہے۔ اور فضل سے کہا کہ محمد بن ابراہیم کو پچاس ہزار درہم سلطنت سے ملتے ہین گو باعتبار اُسکے اعزاز و مراتب کے یہ وظیفہ کم ہے۔ اور مین اس رقم پر اضافہ کر سکتا ہون۔ لیکن خاندان مین آخر اور لوگ بھی ہین۔ اُنکو بھی یہ حق حاصل ہوگا کہ اضافہ کی درخواست کرین۔ اسوجہ سے اضافہ منظور نہین ہو سکتا ہے"۔ فضل نے کہا کہ خلیفہ کی فیاضی کی امید پر مین اس رقم کو دو چند کرتا ہون۔ کیونکہ محمد اب زیادہ

وزارت کا اقتدار دیکھو

مقروض ہوگیا ہے بلکہ یہانتک نوبت پہنچی ہے کہ جو قیمتی جواہر امیر المومنین کے عطیہ ہین وہ رہن رکھے جاتے ہین۔ اس لحاظ سے ایک جاگیر بھی مرحمت ہونا چاہیے۔ کہ نوبت قرض کی نہ پہنچے اور موجودہ قرض خزانہ شاہی سے ادا کیا جاوے"۔ چنانچہ فضل کی تجویز کو ہٰرون نے منظور کر لیا۔ اور احکام جاری کر دیے گئے۔ جب محمد کو دربار کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو نہایت خوش ہوا۔ اور

فضل کے اداے شکریہ کا خیال اور بھی مستحکم ہو گیا- لیکن فضل کی یہ حالت تھی کہ جب محمد کی آمد کی خبر سنتا- تو یحییٰ یا جعفر کے مکان پر چلا جاتا- چنانچہ یہ حال دیکھکر کسی نے محمد سے کہا کہ "فضل کا مقولہ ہے کہ مجھے یہ منظور نہین ہے کہ آپ جیسا معزز شخص شرمندہ احسان ہو"! یہ سنکر محمد کی آنکھوں مین آنسو بھر آئے اور کہا کہ "فضل سے کہدو کہ سخاوت کا تم پر خاتمہ ہے- اب آیندہ زمانہ مین جو فیاض ہونگے وہ تمھاری اقتدا کرینگے"! اور اخیر عمر تک محمد کا یہ حال رہا کہ صبح کو روزانہ فضل کے مکانپر جایا کرتا تھا- یہانتک کہ جب یہ فیاض خاندان تباہ ہو گیا اور سوا ے کھنڈرات کے اور کوئی بھی اُنکے حال پر حسرت کرنیوالا نرہا- اُسوقت بھی محمد کا یہ دستور تھا- کہ فضل کے مسمار شدہ مکانات پر جاکر روتا اور فضل کے حق مین دعاے مغفرت کیا کرتا تھا- اور چونکہ علی روس الاشہاد برامکہ کا ذکر کرنا جرم تھا- اسلیے خفیہ طور پر برامکہ کی فیاضیان بیان کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے یہ فضل کی بدولت ہے- بعد استیصال برامکہ کے ہرون نے فضل بن ربیع کو وزیر مقرر کیا ایک روز اُسنے جلسہ عام مین یہ تذکرہ کیا کہ "محمد بن ابراہیم عباسی ہمیشہ فضل برمکی کے سلام کو جایا کرتا تھا آخر مین بھی تو وزیر اعظم ہون- کیا یہ نہین ہو سکتا ہے کہ محمد عباسی اس عزت سے مجکو بھی سرفراز فرمائین"! لوگون نے محمد سے اس قول کو نقل کیا- تو بہت رویا اور کہا کہ "افسوس فضل ربیع فضل برمکی کی برابری کیونکر کر سکتا ہے؟ نہ اُسمین فیاضی ہے- نہ مروت ہے- نہ اخلاق ہے- اگر کوئی شخص دونون مین مساوات قائم کرے تو وہ کشتنی ہے"! فضل ربیع نے

نوٹ لہ چونکہ یہ سب واقعات تاریخ ضیاے برنی سے لکھے گئے ہین اسوجہ سے حوالہ ماخذ کا ہر جگہ نہین لکھا گیا ہے-

سنا تو کہا کہ ہان۔ محمد کا کہنا صحیح ہے۔ لیکن جب امیرالمؤمنین برامکہ کے ذکر سے ناخوش ہوتے ہین تب تو ایسے تذکرے محمد کو زیبا نہین" محمد نے یہ سُنکر کہا کہ "اسی دعوے پر فضل۔ برامکہ کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ تو کسی طرح نہین ہوسکتا ہی کہ مین خاموش ہو رہون"

حقوق ہمسایگی

عبداللہ بن منصور سے روایت ہے کہ ایکدن مین فضل کی مجلس مین حاضر تھا۔ کہ حاجب نے آنکر اطلاع دی کہ ایک غریب الدیار اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہی کہ "مدت تک مین وزیر کے ساتھ رہا ہون" فضل نے کہا کہ "اچھا اندر آنے دو" حاجب نے لاکر پیش کیا۔ یہ شخص ایک خوبصورت نوجوان تھا مگر خستہ و پریشان تھا۔ کپڑے پھٹے ہوے تھے۔ سلام کرکے بیٹھ گیا۔ تب فضل نے اسطرح پر گفتگو شروع کی۔

فضل۔ یا اخی! میرے پاس آپ کیون تشریف لائے ہین۔ کیا کوئی حاجت ہے؟

مسافر۔ مین ایک عاجز و مستمند ہون۔ اور خود میری شکستہ حالی بتا رہی ہے کہ مین کیا چاہتا ہون۔

فضل۔ ہان یہ مین جانتا ہون۔ لیکن یہ دریافت کرنا چاہتا ہون کہ آپ کے میرے ساتھ پچھلے تعلقات کیا ہین؟

مسافر۔ آپ کے اور میرے ایام ولادت بہت قریب ہین اور مین آپکا ہمسایہ بھی ہون بلکہ میرا بھی نام فضل ہے۔

فضل۔ یہ ہوسکتا ہی کہ آپ میرے پڑوسی بھی ہون۔ اور ہمنام بھی؛ لیکن زمانۂ ولادت

کی تصدیق کیونکر ہو سکتی ہے۔

مسافر۔ مین نے اپنی والدہ سے یہ سُنا ہے کہ جس رات کو مین پیدا ہوا ہون اُسی شب کو وزیر یحیی کے یہان بھی بیٹا پیدا ہوا تھا۔ جسکا نام فضل رکھا گیا تھا۔ اور میری مان نے بھی یہی نام مبارک سمجھا تھا۔ سچ ہے ؎

فی الجملہ نسبتی بتو کافی بود مرا ✤ بلبل ہمین کہ قافیہ گل شود بس است

فضل۔ آپ کی والدہ کہان ہین اور اب آپکی عمر کسقدر ہو گی؟

مسافر۔ مین پینتیس[۳۵] برس کا ہون۔ اور میری مان دنیا سے کوچ کر گئی ہے۔

فضل۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ اسوقت تک آپ گمنامی کی حالت مین رہے۔ اور مجھسے کبھی ملاقات بھی نہین کی آخر اسکا سبب کیا ہے؟

مسافر۔ کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا سوای اسکے اور کوئی سبب نہین کہا جا سکتا ہے۔

مؤرخ لکھتا ہے کہ جب گفتگو ختم ہو گئی تو فضل نے مطابق اعداد اُسکی عمر کے پینتیس ہزار درہم خلعت اور سواری دیکر رخصت کر دیا[۱]۔

انسانی ہمدردی

عبداللہ طائی (بغداد کا ایک رئیس اعظم تھا) اپنا ایک واقعہ اسطرح بیان کرتا ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید کے عہد مین میرا تعلق عدالت کے محررون مین تھا۔ لیکن ایکدن خلیفہ نے خوش ہو کر احمد بن خالد کے ہمراہ رکاب دارالحکومۃ سے ضلع غیر کو روانہ کیا اور ایک بڑی جاگیر کے انتظامات میرے سپرد کر دیے

نوٹ [۱] عقد الفرید جلد اول صفحہ ۷۷ و ابن خلکان صفحہ ۵۱۸ مطبوعہ مصر۔

لیکن چونکہ اس خدمت کے قبل مین جرمانہ وغیرہ کے سخت مصائب اُٹھاکر مفلس ہوگیا تھا
اسلیے جاگیر پر پہنچکر اول تو اپنا ساز و سامان درست کیا۔ اور جسقدر ہوسکا فراہمی نقد و جنس
مین مشغول رہا۔ جب میری دست درازی سے رعایا تنگ ہوگئی تو عدالت مین جاکر
مجھپر نالش دائر کردی۔ اور زبانی تمام حالات ہارون الرشید سے کہدیے۔ استغاثہ دائر
ہوتے ہی معطل کیا گیا۔ اور پولیس کی حراست مین پابزنجیر دربار مین لاکر پیش کیا گیا۔
اور کل اثاث البیت ضبط ہوگیا۔ مالی نقصان کے علاوہ روزمرہ کی سزا سے بھی مین
تنگ ہوگیا تھا۔ نقدی مین صرف چار ہزار درہم باقی رہگئے تھے۔ جب مین نے تمام حالات
کا اظہار کیا تو حکم دیا گیا کہ اندر میعاد ایکدن کے جرمانہ داخل کرو ورنہ حکم سزاے موت
صادر ہوگا (اصل یہ ہے کہ خلفای عباسیہ مین ہارون سیاست ملکی مین بہت سخت تھا)
جو گارڈ پولیس میری نگرانی کے واسطے تعینات تھا جب اُسکو یہ خبر ہوئی تب وہ میری
جان کا خواہان ہوا۔ اور سخت تشدد کرنے لگا۔ لیکن جب ادای جرمانہ کی کوئی صورت
نہوئی اور میری پھانسی مین صرف ایکدن باقی رہگیا۔ تب مین نے اپنے پہرے کے گارڈ
کی خوشامد کی اور اُنسے کہا کہ کسی طرح مجکو وزیرالسلطنۃ جعفر برمکی کے دولتخانہ تک پہنچادو
شاید کچھ کام نکلجاوے۔ بارے میری درخواست کو اُن لوگون نے منظور کرلیا۔ جسوقت
مین جعفر کی خدمت مین حاضر ہوا ہون۔ اُسوقت دربار کو جارہا تھا۔ مین نے اپنا قصہ سُنایا
وعدہ کیا بشرط موقع تمھاری سفارش کرونگا۔ مین نے دعا دی اور وہانسے فضل کے مکان پر
حاضر ہوا۔ جسوقت مین پہنچا ہون حاجب تمام حاجتمندون کو پیش کررہا تھا۔ مین بھی اُسی

گروہ مین شامل ہوگیا۔ جب میری پیشی کی نوبت آئی تو فضل نے پوچھا کہ جرمانہ کی تعداد کسقدر رہی۔ مین نے عرض کیا کہ چار لاکھ درہم۔ اور صرف آج کی میعاد باقی ہے اگر شام کو یہ رقم داخل خزانہ نہوئی تو صبح کو قتل کر دیا جاؤنگا۔ میرے سوال کا فضل نے کچھ جواب نہین دیا۔ یہانتک کہ عصر کا وقت آگیا۔ زیادہ ٹھہرنے کی مہلت نہ تھی۔ لہذا اُسی حالت بھوک پیاس مین جان سے سیر ہوکر مین رخصت ہوگیا۔ جو احباب راستہ مین ملتے جاتے تھے اُنسے رخصت ہوتا جاتا تھا۔ چونکہ میری موت مین صرف ایک رات باقی تھی۔ اسلیے اہل وعیال سے آخری ملاقات کے واسطے گھر کو گیا دروازہ پر کیا دیکھتا ہون کہ فضل کے دو غلام میرے منتظر ہین۔ اور پانچ لاکھ دینار اونٹون پر لدے ہوے اُنکے ساتھ ہین۔ علاوہ نقدی کے نہایت قیمتی تھان کپڑون کے بھی بھیجے ہین۔ مجھے دیکھکر غلامون نے کہا کہ عبداللہ ہم دوپہر سے تمھارے انتظار مین تھے۔ فضل نے تمھاری درخواست منظور کی ہے کہ بعد ادا ے جرمانہ کے جو باقی رہے اُسے تم اپنے مصارف کے واسطے رکھنا اور آیندہ کے واسطے عہد کرو کہ جب تک ہرون الرشید کی خلافت ہے کبھی دست درازی نکرونگا اور بشرط ضرورت اپنی جاگیرات سے مین تجکو کچھ حصّہ دونگا۔ اس فیاضی کو دیکھکر مین نہال ہوگیا۔ اور فضل کے صدقے مین ہرون کے ہاتھ سے نجات پائی۔ اور مین خدا کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ تمام عراق عرب مین نہین۔ بلکہ تمام دنیا مین کوئی بھی برامکہ کے مثل فیاضی نہین کر سکتا ہے۔ ابتداے آبادی بغداد سے زوال خاندان تک بغداد مین کون ایسا شخص تھا کہ جو برامکہ کی فیاضی سے گرانبار نہو۔

ایضاً نمبر۲

اسحق بن موصلی روایت کرتا ہے کہ مین ایکدن فضل کی خدمت مین حاضر ہوا۔ بزم طرب مین بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اوراعزاز کے ساتھ اپنے پاس بٹھالیا۔ وقت کے مناسب چند حکایات ظرافت آمیز مین نے بھی بیان کین۔ میری باتین سُنکر بہت ہنسا۔ پھر مین نے چند راگنیان جو جدید تصنیف کی تھین اُنمین سے بعض سُنائین مجلس کے خاتمہ پر ایک لاکھ درہم نقرہ۔ اور خلعت گرانبہا انعام ملا۔ اور صبوحی کے واسطے سخت تاکید کے ساتھ حاضری کیواسطے حکم ہوا۔ مین اقرار کرکے رخصت ہوا۔ جی مین یہ خیال گذرا کہ آج شب ماہ ہے اسلیے سیدھا وہان سے باغ کیطرف چلا گیا۔ معتدل ہوا کے جھونکے کے ساتھ گل وریحان کی خوشبو سے باغ معطر ہورہا تھا۔ چونکہ بہار کا موسم تھا۔ اور چودھوین تاریخ تھی۔ اس سبب سے چاند کی روشنی پورے اوج پر تھی۔ تمام باغ ماہتاب کی نورانی ضیا سے جگمگا رہا تھا ان تمام چیزون نے مجھے بیخود کردیا۔ اور طیور کی نغمہ سنجیون سے ایک عجیب مسرت اور تازگی مجھ مین پیدا ہوگئی اسلیے پچھلی رات تک مین باغ مین ٹھہرا رہا۔ لیکن فضل کا وعدہ یاد آگیا اور طمع بھی مجھپر غالب ہوگئی۔ اسلیے اُس عیش کو چھوڑکر فضل کے مکان کا قصد کیا۔ اثنائے راہ مین کیا دیکھتا ہون کہ خلیل ربیع کندی (بغداد کا مشہور امیر ہے) پیادہ پا۔ گریبان چاک۔ روتا چیختا چلا آتا ہے اور غالباً تنگدستی سے اُسکی یہ نوبت پہنچی تھی کہ پریشان خاطر ہوکر گھر سے نکل کھڑا ہوا ہے۔ چونکہ خلیل سے اکثر اوقات صلے اور انعام مجھے حاصل ہوے تھے اسلیے خلیل کی حالت زار پر مجھے بہت افسوس ہوا۔ میرا دل بھر آیا۔ مین نے حال پوچھا

روکر کہنے لگا کہ "کیا پوچھتے ہو؟ اہل وعیال مبتلاے فاقہ ہین۔ قرض کے بارسے جُھکا جاتا ہون۔ میرے اختیار کی آپ کوئی بات نہین ہے۔ پیادہ پا چلنے کی نئی مصیبت سر پر پڑی ہے۔ اب آگے قدم نہین اُٹھتا ہے۔ غالباً اسی مصیبت مین میری جان جائیگی یہ سبب موت کے سامان ہین۔ اور سچ یہ ہے کہ میری موت کو موجودہ حیات پر شرف ہے" خلیل کی حالت زار پر مجھکو افسوس آگیا اور اپنے ساتھ مکان کو لے گیا۔ اور پانچہزار دینار بطور قرض کے پیش کیے۔ کیونکہ میری حیثیت کے شایان نہ تھا کہ مین کہتا آپ اس نذر کو قبول کرین۔ نذر پیش کرکے مین نے بہت اصرار کیا کہ آپ آج میرے غریب خانہ پر قیام فرمائین۔ دیکھیے توسہی کل کیا ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن خلیل گھر کو چلا گیا۔ اور مین وہان سے فضل کی خدمت مین حاضر ہوا۔ بسبب نا وقت پہُنچنے کے مجھپر بہت غصّہ کیا۔ لیکن مین نے فضل کے خوش کرنے کے واسطے ساز چھیڑا۔ اگرچہ مین اپنے کام مین مشغول تھا۔ لیکن لحظہ بلحظہ خلیل کی حالت یاد آتی تھی۔ مگر عرض حال کا موقع نہ تھا۔ جب فضل نے مجھکو بہت پریشان دیکھا تو پوچھا کہ اسحق! کیا حال ہے؟ تم مجھے پریشان نظر آتے ہو۔ فضل کا اسقدر اشارہ پاکر مین نے خلیل ربیع کا قصّہ چھیڑا۔ اسُنکر بہت متاسف ہوا اور کہا "نہایت تعجب ہے کہ مین بغداد مین موجود ہون اور بزرگان بغداد کی تباہی کی کوئی خبر نہین دیتا ہے کہ اُنکی کیا حالت ہوگئی ہے" حاضرین مجلس نے یہ واقعہ سُنکر مجھپر غصّہ شروع کیا اور کہا کہ "بھلا یہ کون موقع عرض حال کا تھا۔ وزیر کی بزم عیش کو تم نے تلخ کردیا" مین نے جواب دیا کہ آپ لوگون کا عتاب مجھپر فضول ہے

میری طرف سے تو ذکر کی ابتدا نہین ہوئی تھی۔ وزیر نے میری پریشانی دیکھکر خود بخود
دریافت کیا ایسی صورت مین فرمایئے۔ کہ مین کیونکر چپ رہسکتا تھا۔ جب مجلس
برخاست ہوئی اور مین نے رخصت ہونا چاہا تو مجھے ایک رقعہ اپنے قلم سے لکھکر دیدیا
جسکا یہ مضمون تھا کہ "خدا کی تجھپر رحمت ہو کہ ایک امیر کے حال سے مجھے مطلع کیا۔ اسکے
شکریہ مین پچاس ہزار درہم قبول کر اور میری جانب سے خلیل سے کہدے اتنی بدرہ نقرہ
کے بھیجتا ہون اسکو صرف کرو"۔ فضل کا پیام سُنکر خلیل نہایت خوش ہوا اور وہ عطیہ لے لیا
دوسرے دن دربار خلافت سے ایک معزز عہدہ پر مقرر کر دیا۔ ایک سال نہ گزرا تھا کہ
مین نے خلیل کو دیکھا کہ شاہانہ طرز پر اسکی سواری جا رہی ہے۔ یہ شان وشکوہ دیکھکر
مجھے تعجب ہوا اور فضل برمکی کی فیاضی یاد آگئی کہ جو کچھ ہے اُسکی مہربانی کا نتیجہ ہے۔

ندیمون کی رعایت

فضل برمکی کا غلام فرج کہتا ہے کہ فضل کے گلے مین ایک
پھوڑا ہو گیا تھا۔ جس سے سخت تکلیف تھی۔ اور غذا
چھوٹ گئی تھی۔ ہرون کو بھی نہایت رنج تھا۔ چنانچہ دن اور رات مین پچاس مرتبہ خدام
مزاج پُرسی کیواسطے حاضر ہوتے تھے۔ اور ایک مرتبہ تو خود آنکھ دیکھ جاتا تھا۔ اور یحییٰ
جعفر۔ محمد۔ موسیٰ کو سخت تاکید تھی کہ کسیوقت سرہانہ سے نہ ہٹین۔ اور شاہی طبیب
لحظہ بلحظہ حالت دیکھتے رہتے تھے۔ بسبب غل وشور کے صرف بطور عیادت خاص
خاص مصاحبون کو آنیکی اجازت تھی۔ منجملہ اُنکے ندیمون کے بھی مجمع گھٹ گئے تھے
اسمٰعیل بن بکر بھی ایک ظریف اور شیرین سخن مصاحب تھا۔ مگر چونکہ بخیل اور لالچی تھا

اس وجہ سے فضل کے انعامات سے محروم رہتا تھا۔ جب فضل کی بیماری کی خبر سُنی تو عیادت کو کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ مگر سلام کی نوبت نہ پہنچی۔ لیکن ایک دن حاجب کی مہربانی سے اجازت مل گئی۔ چونکہ اُسوقت فضل کی طبیعت سنبھلی ہوئی تھی۔ حکم دیا کہ چند اشعار دلچسپ سُناؤ۔ اسمٰعیل ذوق شوق مین بیٹھا ہوا فضل کو اشعار سُنا رہا تھا۔ اتفاق سے ایک کُتّا عجیب الخلقہ۔ کریہ المنظر چار چشم اسمٰعیل کے قریب باندھ دیا گیا۔ چونکہ اسمٰعیل کُتّے سے بہت ڈرتا تھا اسلیے شعرون کا پڑھنا بھول گیا اور کانپنے لگا۔ فضل کی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ تھوڑی دیر مین درد کی شدت سے آنکھ کھل گئی تو پھر اسمٰعیل کو حکم دیا کہ ہان کچھ اور مزیدار اشعار سناؤ۔ لیکن اسمٰعیل کی تو روح قبض ہورہی تھی خوف سے چہرہ زرد تھا۔ فضل کو کچھ جواب نہین دے سکا۔ لیکن جب فضل نے دیکھا کہ اسمٰعیل کے قریب سگِ چار چشم بندھا ہے تب اسمٰعیل کی متغیر حالت دیکھکر سمجھ گیا کہ اسمٰعیل کی حالت اسی سے تباہ ہے۔ اور اُسکے چھیڑنے کی غرض سے ایک خادم کو حکم دیا کہ اس رفیق جانور کو میرے قریب لاؤ۔ قریب آنا تھا کہ اسمٰعیل ایک دفعہ چیخ اُٹھا اور بھاگ نکلا۔ فضل کو اسمٰعیل کی بدحواسی دیکھکر بے اختیار ہنسی آگئی۔ جب ہنسی قہقہے کے درجہ مین پہنچی اُس وقت وہ پھوڑا جو گلے مین تھا خود بخود پھوٹ گیا۔ اور جس قدر مواد جمع تھا وہ بہ نکلا۔ اور غیب سے فضل کا علاج ہوگیا جب فضل کے عزیزون اور خلیفہ ہٰرون الرشید نے اس قصّہ کو سُنا تو وہ بہت

خوش ہوے۔ اور فضل کے اچھے ہونے کی خوشی منانے لگے۔ غسل صحت کے دن اسمٰعیل کو فضل نے ایک حین حیاتی جاگیر بخشی۔ اور دیگر اعزہ نے ایک ایک ہزار درہم اسمٰعیل کو دیے۔ چنانچہ فضل کی ایک دن کی فیاضی سے اسمٰعیل تمام عمر کسی کا محتاج نہوا۔

مؤرخین کا قول ہے کہ زوال خاندان کے وقت ایسے لوگون کی ایک کثیر تعداد موجود تھی جو صرف برامکہ کے طفیل مین دولتمند بنگئے تھے۔

مسافر نوازی

فضل بن سہل (وزیر مامون الرشید) کا ایک معتمد ملازم جسکا نام سفیان بن احمد ہے۔ راوی ہی کہ ایک غریب سندھی آوارہ وطن پریشان حال بغداد پہنچا۔ چونکہ سخت حاجتمند تھا۔ ہر شخص سے پوچھتا تھا کہ کوئی ایسا فیاض ہے کہ جو میری اعانت کرسکتا ہے؟ بزرگان بغداد سے مجھے کسی قسم کی نسبت نہین ہے بلکہ یہ کہنا سچ ہے کہ مجھے عرب و عجم کسی سے کوئی تعلق نہین ہے۔ پھر کون میری امداد کرسکتا ہے؟ لوگون نے اسکو صلاح دی کہ بجز فضل برمکی کے اور کوئی حاجت روائی نہین کرسکتا ہے۔ غرضکہ وہ سندھی فضل کے یہان حاضر ہوا۔ جب حاجب نے لیجاکر پیش کیا تو اُسنے اپنی زبان مین ہزارون دعائین دیکر یہ عرض کیا کہ "صرف آپکی فیاضی کو وسیلہ قرار دیکر آپ کے غلامون کا غلام اس دربار مین (جسکا مثل آج تمام دنیا مین نہین ہے) حاضر ہوا ہے اور اپنی حاجت روائی کا امیدوار ہے" فضل نے ترجمان سے پوچھا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے۔ حاجب نے کہا کہ

یہ شخص امیر کی مہربانی اور فیاضیون کی تعریف اور اپنی حاجت ظاہر کرتا ہے"
فضل نے اسکی پریشانی پر نظر کرکے حکم دیا کہ دو ہزار دینار سُرخ مغربی - اور ایک سُرخ بالون
کا اونٹ جسکے دو کوہان ہون دیا جاوے - اور ایک ہزار دینار سُرخ اور ایک گھوڑا مترجم
کو مرحمت کیا - اور باوجود اس مہربانی کے اُس سندھی سے معذرت کی کہ تمھاری
مسافت اور سفر کے لحاظ سے یہ قلیل رقم ہے لیکن سندھی اس عطیہ کو دیکھکر متحیر رہگیا -
اور عرض کیا کہ حضور والا کا یہ عطیہ نہ صرف میرے واسطے بلکہ میرے عیال و اطفال
کے واسطے تمام عمر کو کافی ہے" اور دعائین دیتا ہوا رخصت ہوا -

ایک سلام کا معاوضہ

خلیفہ ہرون الرشید کا ایک ندیم بشیر نام روایت کرتا ہے کہ ایکدن فضل برمکی شاہانہ رعب و داب کے ساتھ
دربار سے واپس جا رہا تھا - گارڈ آف آنر ہمراہ رکاب تھا - اتفاق سے اُسدن
سواری عمرو تمیمی کے مکان کیطرف ہوکر نکلی - امرای بغداد مین عمرو نہایت مقتدر اور فیاض
مشہور تھا - راستہ مین دونون کا مقابلہ ہوگیا - عمرو تمیمی نے فضل کو سلام کیا لیکن فضل نے
اسقدر آہستہ سے جواب دیا کہ نہ تو عمرو نے سُنا نہ اُن لوگون نے جو عمرو کے ہمراہ تھے - اپنے
مراتب کے لحاظ سے عمرو کو نہایت ندامت ہوئی کہ مین نے ناحق ایسے متکبر کو سلام کیا
جسنے اسلامی رسم کے مطابق جواب تک ندیا - جو لوگ عمرو کے ہمراہ تھے اُنھون نے
بھی اس قول کی تائید کی تب تو عمرو کو اور زیادہ افسوس ہوا اور یہ خیال کرکے کہ فضل وزیر
اعظم ہے صبر کرکے خاموش ہو رہا - جب فضل مکان پر پہنچا تو مخبرون نے عمرو کے الفاظ

فضل تک پہنچا دیے بلکہ صاف کہدیا کہ آپ سے جواب نہ ملنے کے سبب سے عمرو تمیمی کو رؤسای خراسان کے مقابلہ مین جو اُسوقت موجود تھے نہایت شرمندگی ہوئی ہے۔ فضل نے کہا کہ مین نے جواب ضرور دیا لیکن اُسوقت میرا خیال دوسری طرف تھا۔ اسوجہ سے مین نے جواب آہستہ سے دیا تھا۔ مجھسے عمرو سے کوئی رنج نہین ہے وہ نہایت فیاض آدمی ہے اندنون تنگدست ہوگیا ہے۔" حاجب کو بلا کر حکم دیا کہ "دس لاکھ درہم خزانہ سے لیکر عمرو کی خدمت مین پیش کرو۔ اور میری طرف سے نہایت معذرت کرنا اور کہنا کہ فضل معافی کا خواستگار ہے اُسوقت ایک اہم معاملہ مین خیال تھا باین وجہ سلام کا جواب آہستہ سے دیا گیا۔ اور اپنے اس قصور کے معاوضہ مین کوشش کرونگا کہ دوبارہ خراسان کی گورنری تمکو ملجاے۔" جب حاجب فضل کا عطیہ لیکر عمرو کیخدمت مین حاضر ہوا تو عمرو نے اُن تمام روساے خراسان کو جو اُس روز موجود تھے طلب کر کے سب کے سامنے فضل کی معذرت سُنی۔ اور حاجب کو اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔ جب حاجب نے فضل کے سامنے عمرو کی شکرگزاری بیان کی تو بہت شرمندہ ہوا۔ اور حسب اقرار خلیفہ ہرون الرشید سے سفارش کر کے گورنری خراسان کی عمرو کے نام بحال کرادی۔ اور سند گورنری کی ہمراہ مبارکباد مین پانسو درہم اپنی طرف سے روانہ کیے۔ اس واقعہ سے فضل کی اعلی درجہ کی نیکی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک ادنی ندامت کے معاوضہ مین عمرو سے کتنا بڑا سلوک کیا۔

مذہبی اثر

علی بن حسین جعفر جو علماے کبار بغداد سے ہے روایت کرتا ہے کہ ایکدن حمام مین فضل برمکی کے ساتھ مین بھی گیا۔ حمام اس درجہ آراستہ تھا

کہ اندر سے باہر نکلنے کو جی نہین چاہتا تھا کیونکہ عطریات و بخور کی خوشبو سے دماغ معطر تھا
جب بعد فراغ کے صحن مین آکر قیام کیا۔ تو مین نے دیکھا کہ فضل کا چہرہ حرارت سے سُرخ
ہو رہا ہے فضل کی زبان پر مناجات جاری ہے اور آنکھون سے آنسو روان ہین اور بار
بار کہتا ہے "اَللّٰھمّ اِنّی اعوذبک من حرّ النیران" جب مین نے فضل کی دیر تک
وہی حالت دیکھی تو عرض کیا کہ اے مخدوم احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ (اَلسَّخِیُّ لَا
یَدْخُلُ النَّارَ وَلَوْ کَانَ فَاسِقًا) آپ اطمینان رکھین فیاض لوگون پر آتش دوزخ حرام ہے

مکافات السماحة دار خلد		وامن من مخافة یوم تاسی
وما نار محرقة جواد [۲]		ولو کان الجواد من المجوسی

میرے دلسوزی کے کلمات سے خوش ہوا اور ایک لاکھ درہم مجھے مرحمت کیے۔ اور
تین لاکھ درہم فقرا و مساکین کو خیرات کیے پھر مجھسے کہا کہ حمام کی گرمی سے آتش جہنم
کا خیال آتا ہے۔ کاش ہرون الرشید مجھسے سلطنت کا انتظام لے لیتا کہ ترک دنیا
کرکے یاد الٰہی مین کچھ دن بسر کرتا۔

عفو و کرم

ابو الہول حمیری شاعر نے ایک مرتبہ فضل کی ہجو لکھی۔ اور پھر
دربار مین حاضر ہوا۔ فضل نے پوچھا کہ اب کس منھ سے میرے
سامنے آئے ہو۔ حمیری نے کہا کہ اُسی مُنھ سے جس سے خدا کے سامنے جاتا ہون
یہ برجستہ جواب سُنکر فضل ہنسنے لگا اور اُسکو انعام دیکر رخصت کر دیا۔

نوٹ [۱] ابن خلکان صفحہ ۵۱۷ —

اس واقعہ سے جو لطیفہ کی شکل مین ہے۔ فضل کے رحم وعفو کی بھی خاص صفت ظاہر ہوتی ہے اور علم ادب کی قدردانی کا بھی ثبوت ہوتا ہے کہ علمی ذوق وشوق مین اُسکو اپنی شان وزارت کا بھی خیال[1] نہ تھا۔ اور شاعرون کی بدزبانی اور گستاخیون کی کچھ بھی سزا نہ دیتا تھا۔

علوم وفنون کی ترقی دینے مین فضل برمکی کا نمبر مورخین نے یحیی وجعفر کے نیچے لکھا ہے لیکن ہمارے نزدیک فضل اس قابل ہے کہ اس فہرست مین اُسکا نام سب سے پہلے لکھا جاوے۔ کیونکہ جس زمانہ مین تالیف وتدوین کی بنیاد پڑی ہے اُسوقت مصنفین کے

نوٹ [1] مورخین نے اسی قسم کا ایک واقعہ مامون الرشید کی سوانح عمری مین لکھا ہے کہ جب دعبل (ہجوگوئی مین مشہور تھا) شاعر نے اسکی ہجو کی تو لوگون نے مامون سے شکایت کی چونکہ مامون الرشید خود بھی شاعر تھا اسلیے حکم دیا کہ وہ تمام اشعار میرے سامنے پڑھے جاوین۔ چنانچہ جب قائل اس شعر پر پہنچا۔

	وا ستنقذ و لک من الحضیض الاوھد		شادوا بذکرک بعد طول خمولہ	

یعنی میری قوم نے تیرے نام کو جو بالکل بجھا ہوا تھا شہرت دیدی اور تجکو پستی سے نکالکر بلندی پر بٹھا دیا۔ تو مامون نے کہا کہ "دعبل کو ایسی غلط بات کہتے ذرا شرم نہ آئی۔ مین گمنام کسدن تھا۔ پیدا ہوا تو خلافت کے آغوش مین پیدا ہوا۔ اور دودھ پیا تو اُسی کی چھاتیون کا پیا" پھر دعبل کو اپنے سامنے بُلایا اور مذکورہ بالا شعر پڑھا اور حکم دیا کہ وہ قصیدہ پڑھو جسمین اہل بیت کا مرثیہ اور اُنکے مناقب ہین۔ چنانچہ دعبل نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ جب ان اشعار پر پہنچا تو مامون کو رقت ہوئی اور اہل بیت کی مدح کے طفیل مین اسکی ہجو سے بھی درگذر کیا اور بہت بڑا صلہ دیکر رخصت کردیا۔ ؎

	وبنات رسول اللہ فی الفلوات نبیرگان نبی سر برہنہ در صحرا		بنات زیاد فی القصور مصونۃ بپردہا ہمہ پوشیدہ دختران زیاد	
	وال زیاد عظیم الرقبات ستبر گردن آل زیاد و کام روا		وال رسول اللہ تحلب رقابھم نحیف ولاغر وآل نبی غریب و اسیر	

از جامع الحکایات۔ وتاریخ الخلفاء سیوطی۔

پاس بجز قلم اور دوات کے کچھ نتھا۔ درختون کی چھال اور جانوران صحرائی کی جھلیون سے کاغذ کا کام لیا جاتا تھا۔ لیکن فضل برمکی نے اپنے اہتمام[سلہ] اور توجہ سے پیپر مل (کاغذ بنانے کا کارخانہ) جاری کیا اور اس کارخانہ کے کھلنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ علوم و فنون گھر گھر پھیل گئے۔ اور ہر قسم پر جداگانہ تصنیفین ہونے لگین۔ اور مذہبی تصنیفات تو اس کثرت سے ہوئین کہ جسکا شمار نہین ہوسکتا ہے۔

کاغذ بنانے کا کارخانہ

فضل کے عام اخلاق و عادات کا اندازہ مذکورۂ بالا واقعات سے بخوبی ہوتا ہے۔ اور فیاضی تو ہر واقعہ سے ثابت ہے۔ اس صفت کے متعلق بہت سے واقعات ہمکو معلوم ہین لیکن قصدًا وہ متروک کیے جاتے ہین۔ فضل کے اخیر عمر کے حالات نہایت عبرت انگیز ہین۔ انشاء اللہ اُسکو ہم جعفر کے حالات مین لکھین گے۔ اس موقع پر صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ ۴۵ برس کی عمر مین جمعہ کے دن صبح کے وقت ماہ محرم ۱۹۳ھ[سلہ] مین رقہ کے جیل[سلہ] مین انتقال کیا۔

فضل کی موت

نوٹ سلہ مقدمہ ابن خلدون فصل ۱۳۔ صناعۃ الوراقۃ صفحہ ۲۵۰
سلہ روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر۔

دوسرا حصّہ تمام ہوا

تیسرا حصّہ

تمہید

معزز ناظرین! البرامکہ کا پہلا اور دوسرا حصّہ ختم ہو چکا! اب تیسرے کا آغاز ہے۔ اس حصّہ مین خلافت عباسیہ کے چشم و چراغ یعنی ابوالفضل[1] جعفر برمکی کے حالات ہین۔ یہ نامور ہیرو وہ بلند اقبال شخص ہے کہ جسکی فرزندی کے انتساب سے نہ صرف یحییٰ بلکہ برمک[2] اعظم دنیا مین روشناس ہے۔ عرب و عجم دونون مین اسکے نام کا امتیازی پھریرہ اُڑتا ہے زر جعفری اہل فارس کی علمی اصطلاح اسی مبارک نام سے قائم ہوئی ہے جو آج تک دونون کو زندہ کیے ہوے ہے۔ اس علمی یادگار کے علاوہ اور بھی اسباب ہین جس سے فارس کی قدر شناسی معلوم ہوتی ہے؛ تاہم وہ جعفر برمکی کی یک رخی تصویر ہے

نوٹ [1] جعفر البرمکی وزیر ھرون الرشید العباسی و ھو جعفر بن یحیی بن خالد بن برمک المجوسی و الیہ تنتسب البرامکہ۔ محیط المحیط معلم بطرس صفحہ ۲۵۹ جلد اول مطبوعہ بیروت۔
[2] جعفر بن جاماس بن گشتاسف برمکی۔

کیونکہ عجم کا مدمقابل گروہ بجاے نعرۂ تحسین کے جعفر پر نعرۂ ملامت بلند کرتا ہے۔ اور عوض شکریہ کے ناسپاسی کا راگ گاتا ہے۔ اگرچہ تاریخی حیثیت سے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ حکومت کے اقتدار مین بعض ایسی بے اعتدالیان بھی جعفر سے ہوئی ہین جو بظاہر قابل معافی نہین ہین۔ لیکن پھر بھی مختلف حیثیتون سے اسلامی تاریخ مین جعفر برمکی ایک ایسا شخص ہے جسکی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔

خلافت عباسیہ کی تاریخ مین بھی منجملہ دیگر افسوسناک تاریخی غلطیون کے جو مشہور ہین ایک بڑی غلطی جعفر و عباسہ (ہمشیر ہرون الرشید) کی شادی کا واقعہ ہے۔ اور یہ غلطی ہرگز اس قابل نہین ہے کہ محض بعض مؤرخین کی عظمت کے خیال سے آنکھ بند کرکے اُسکی تائید کی جاوے۔ اور اُن اصلی واقعات پر خاک ڈالدیجاوے جو روایتاً و درایتاً صحیح معلوم ہوتے ہین۔ اور قطع نظر تاریخی اصول کے عقل اور انصاف سے بھی یہ بعید ہے کہ جن بزرگون کی کوششون سے خلافت عباسیہ کی تاریخ کا ایک ایک حرف گرانبار احسان ہو رہا ہے۔ اُنکے حالات زندگی کو اس طرز پر لکھین کہ اُنکی اصلی صورت نظرون سے چھپ جاوے اور بجاے صحیح خط و خال کے وہ صورت نظر آوے جو سیاہ داغ اور بدنما دھبون سے چھپی ہوئی ہے حاشا وکلا۔ یہ غلط واقعہ جو مؤرخین نے لکھا ہے اُسکے تسلیم کرلینے سے جعفر برمکی یا اسکا خاندان موردالزام نہین ہے بلکہ فی نفسہ امیرالمومنین ہرون الرشید پر ایک ایسا جرم قائم کیا گیا ہے جو اصول سلطنت اور انسانی حیثیت دونون سے نہایت ہی

ظالمانہ اور وحشیانہ تھا۔ اور چونکہ تحقیقات سے وہ غلط ثابت ہوگیا اسلیے بعض مورخون کے نقش قدم کو چھوڑکر وہ راستہ اختیار کیا گیا ہے جو شاہراہ تقلید سے خارج ہے اور جسکی نسبت یہ یقین ہے کہ وہ موصل الی المطلوب ہے۔

جعفر برمکی جو ہمارا ہیرو ہے۔ اسکے حالات زندگی حتی الوسع نہایت تلاش اور مستند تاریخون سے لکھے گئے ہین اور کوئی واقعہ بغیر تاریخی سند کے تحریر نہین ہوا ہے اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہین کہ خلیفہ ہرون الرشید اور برامکہ کے حالات مین (زبان اردو) یہ سب سے پہلی کتاب ہے جسمین سلطنت اور وزارت کے اصلی تعلقات پورے طور سے دکھائے گئے ہین اور چونکہ ابتدائی حالات مفصل طور پر برامکہ کے حصہ اول مین لکھے جا چکے ہین اسلیے اب مطابق ترتیب شجرہ نسب کے (جسکا آٹھوان نمبر ہی) جعفر کی تاریخ شروع کیجاتی ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے کہ جسنے اپنے خاندان کو شاہنشاہون سے زیادہ شہرت دیدی ہے۔ مورخین کا یہ خیال بہت صحیح ہے کہ "اگر برامکہ مین جعفر بن یحیی نہ ہوتا تو یہ خاندان کبھی گمنامی کے دائرہ سے نہ نکلتا اور نہ اس درجہ تاریخی شہرت حاصل کرتا"۔ یحیی برمکی کا یہ نامور بیٹا، گو عمر مین فضل سے چھوٹا تھا۔ لیکن بقول ایک فلسفی کے کہ "بزرگی بہ عقل ست نہ بسال"، فضل سے افضل تھا۔ برامکہ کا اطلاق اگرچہ کل خاندان پر ہوتا ہے۔ لیکن اس مجموعہ مین قابل انتخاب صرف یحیی، فضل و جعفر ہین۔ جو خاص فضائل سے منسوب ہین اور اور فیاضی کی شہرت مین ہر ایک دوسرے سے بڑھکر ہے۔ ارباب لغت کا یہ

قول کہ برمک بمعنی کریم ہے" ہمارے دعوے کی دلیل ہے اور فیاضی کا قطعی فیصلہ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ کہ خود انکا نام فیاضی کا مرادف بنگیا ہے۔

نوٹ لہ "البرمکی" منسوب الی برمک جد البرامکۃ کان مجوسیا ثم اسلم والبرامکۃ عشیرۃ یوصفون بالکرم ولذلک العامۃ تستعمل البرمکی بمعنی الکریم۔ محیط المحیط بطرس بستانی صفحہ ، جلد اول مطبوعہ بیروت۔

چونکہ مختلف مقامات پر البرامکہ میں اس عجیب و غریب کتاب سے استناد کیا گیا ہے لہذا چند سطرین اسکے مصنف کے حالات میں لکھی جاتی ہیں "یہ پروفیسر بطرس مشہور بہ بستانی ۱۸۱۹ء میں موضع دبیہ میں (کوہ لبنان پر ایک چھوٹا سا گانوں ہے) پیدا ہوا۔ شہر بیروت سے دبیہ تک سات گھنٹہ کا راستہ ہے۔ بطرس کا خاندان علماے لبنان میں ایک معزز خاندان ہے جو بستانیوں کے نام سے مشہور ہے اور جسکی علمی فضیلت تمام ملک شام میں مسلم ہے۔ بطرس کا دادا عبداللہ بستانی صور و صیدا کا مطران (عیسائیون میں مذہبی عہدہ ہے جو بطرک سے دوسرے درجہ پر ہے) تھا۔ چونکہ بچپن ہی میں بطرس کے چہرہ سے شرافت اور ذہانت کے آثار نمایان تھے لہذا عربی سریانی کی ابتدائی تعلیم پروفیسر میکائیل سے دلوا کر عبداللہ نے "عین ورقہ" کے مدرسہ میں جو کوہ لبنان پر واقع ہے بھیجدیا۔ چنانچہ منطق، تاریخ، حساب، جغرافیہ، علم ادب عربی، علم ادب سریانی، علم ادب انگریزی، لاطینی، فلسفہ، الہیات، اور قانون کی تعلیم سے بیس برس کی عمر میں فراغ حاصل کیا۔ اور بسبب فضیلت علمی کے اسی مدرسہ میں مدرس ہو گیا۔ پھر ۱۸۴۰ء میں انگریزی فوج کا جو ساحل شام پر مقیم تھی مترجم مقرر ہوا بعدہ ۱۸۴۶ء میں بطرس نے ڈاکٹر فان ڈیک صاحب کے مدرسہ میں مدرسی اختیار کر لی۔ اور اسی مدرسہ میں "کشف الحجاب فی علم الحساب" کتاب تصنیف کی جو علم حساب میں ایک بسیط کتاب ہے۔ اسکے بعد بیروت میں آیا اور امریکہ کے دفتر سفارت میں مترجمی پر مقرر ہو گیا۔ اور اپنے فرض منصبی کے ساتھ ساتھ تصنیفات کا کام جاری کر دیا اور محیط المحیط جیسی لغت کی بسیط کتاب تصنیف کی ۱۸۶۰ء میں ایک اخبار موسومہ "نفیر سوریا" جاری کیا۔ اور ۱۸۶۳ء میں بمقام بیروت ایک کالج قائم کیا اور اُسکا نام مدرسہ وطنیہ رکھا۔ اور علمی رسالے اور اخبار بھی شائع کرتا رہا۔ اور ۱۸۷۵ء میں عربی انسائیکلوپیڈیا یعنی قاموس العلوم والفنون لکھنا شروع کیا اور اُسکا نام دائرۃ المعارف رکھا اور چھ جلدون کی تصنیف کے بعد ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گیا۔ اور دائرۃ المعارف کی تصنیف دیگر علما پر چھوڑ گیا جنھون نے ساتوین۔ آٹھوین۔ نوین جلدین بھی شائع کر دی ہین اور ہنوز تصنیف ختم نہین ہوئی ہے"

منتخب از علیگڈھ گزٹ مطبوعہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۶ء مضمون نوشتہ مولوی وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی۔

جعفر برمکی کی ولادت تعلیم و تربیت

ولادت

کسی تاریخ سے جعفر کے سال ولادت اور دن و تاریخ کا پتہ معلوم نہین ہوا کہ کیا ہے۔ البتہ سنہ وفات کے حساب سے جہانتک مطابقت کی گئی تو معلوم ہوا کہ جعفر کی ولادت سنہ ۱۵۰ھ (۷۶۷ء) مین ہوئی ہے اور یہ غالباً صحیح ہے۔ کیونکہ تخت خلافت پر اس زمانہ مین المنصور ابو جعفر عبداللہ حکمران تھا۔ اور یہ تاریخ سے ثابت ہے کہ جعفر کا دادا خالد برمکی، منصور کی تخت نشینی سے قبل، ارکان سلطنت مین داخل ہو چکا تھا۔

خلافت منصور مین عجم کی قوت

بلکہ خالد کے علاوہ سلطنت مین اکثر عجمی سردار تھے، جو حکومت مین ممتاز تھے۔ اور دولت فارس کی شان و شکوہ، عربی حکومت مین نظر آتی تھی۔ عجمی غلام، عربی النسل شرفا پر حکومت کرتے تھے۔ چنانچہ سنہ ۱۵۳ھ[1] کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ درباریون کو عجمی وضع کی ٹوپیان پہننے کا حکم دیا گیا تھا، اور یہ ٹوپیان خلیفہ منصور نے خود ایجاد کی تھین جو نرکل وغیرہ سے بنائی جاتی تھین اور انپر سیاہ کپڑا منڈھا ہوتا تھا اور چونکہ نہایت لمبی ہوتی تھین لہذا ابودلامہ شاعر نے ایک موقع پر ظرافۃً کہا ہے

وکنا نرجی من امام زیادة	ہمکو امام سے ترقی کی امید تھی۔
فزاد الامام المصطفیٰ فی القلانس	سو اسنے ترقی کی تو ٹوپیون مین کی۔

نوٹ [1] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مصر

تراها علی هام الرجال کانّها	وہ لوگون کے سرونپر ایسی معلوم ہوتی ہین
دنان یهود جللت بالبرانس	جیسے یہودیون کر مٹکے جنپر کپڑا چڑھا دیا گیا ہو

غرضکہ منجملہ ارکان سلطنت کے خالد برمکی (جو عجمی النسل تھا) بھی دربار مین ایک باوقار شخص تھا۔ اور اسی مبارک زمانہ مین جعفر پیدا ہوا چونکہ یہ زمانہ خالد کے موافق تھا اسلیے نہایت نازونعمت سے جعفر کی پرورش ہوئی لیکن اس امر مین ہماری واقفیت

تعلیم و تربیت

محدود ہے کہ جعفر کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی؟ اور خدمت معلمی کن علما کے سپرد کی گئی۔ البتہ صرف علم فقہ کے متعلق ابن خلکان[۱] نے بروایت علامہ ابن القادسی (مصنف کتاب الوزراء) ایک مختصر نوٹ لکھا ہے جس سے استقدر پتہ چلتا ہے کہ یحیی برمکی نے فقہ کی تعلیم جعفر کو قاضی امام ابو یوسف[۲] سے

نوٹ [۱] ابن خلکان صفحہ ۱۳۰ [۲] قاضی ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید ہین ۱۱۳ھ یا ۱۱۷ھ مین بمقام کوفہ پیدا ہوئے تکمیل علوم کے بعد ۱۶۶ھ ہجری مین خلیفہ مہدی کے زمانہ مین قاضی مقرر ہوئے۔ لیکن ہرون الرشید کے زمانہ مین تمام ممالک اسلامیہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ قاضی صاحب متعدد علوم مین کمال رکھتے تھے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یوسف تفسیر، مغازی، ایام العرب کے حافظ تھے۔ اور فقہ انکا ادنی سا علم تھا۔ علاوہ امام ابو حنیفہ کے اور بہت سے ائمہ وقت کی خدمت مین قاضی صاحب نے علم کی تحصیل کی۔ اعمش، ہشام بن عروہ، سلیمان تیمی، ابو اسحق شیبانی، یحیی بن سعید الانصاری، وغیرہ سے حدیثین روایت کین۔ محمد بن اسحق سے مغازی و سیر پڑھی محمد بن ابی لیلی سے فقہ کے مسائل سیکھے خدا نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ مین ان تمام علوم کی تحصیل کرتے تھے۔ جمعرات کے دن ظہر کے وقت ربیع الاول کی پانچوین تاریخ ۱۸۲ھ مین وفات پائی۔ اور مرتے وقت زبان پر یہ الفاظ تھے۔ "ای خدا تو جانتا ہی کہ مین نے کوئی فیصلہ عمداً خلاف واقع نہین کیا میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری کتاب اور پیغمبر کے طریقہ کے موافق ہو" قاضی صاحب بڑے دولتمند تھے۔ چنانچہ وقت انتقال کے وصیت کی کہ چار لاکھ روپئے مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ کوفہ۔ بغداد کی محتاجونکو دیے جائین۔ قاضی صاحب پہلے شخص ہین جنہوں نے علما کے لیے ایک خاص لباس تجویز کیا جو آجتک رائج ہے ورنہ اس سے پہلے تمام لوگونکا ایک لباس تھا۔ تصنیفات سے کتاب الخراج مشہور ہے۔ سیرۃ النعمان پروفیسر شبلی نعمانی صفحہ ۲۹

دلوائی تھی، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جعفر کے احکام اور مقدمات مین سے کوئی بھی اصول فقہ اور شریعت کے مخالف نہوتا تھا۔ فقہ مین جعفر کو قاضی صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ اور قاضی صاحب حقیقت مین جامع علوم وفنون تھے۔ کیا عجب! کہ دیگر علوم بھی قاضی صاحب ہی سے حاصل کیے ہون۔ اور علاوہ قاضی صاحب کے دیگر آئمہ او مجتہدین فن بھی موجود تھے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مختلف علوم کے جدا جدا معلم ہون۔ بہرحال جعفر کی تعلیم اعلے درجہ کی ہوئی تھی جسمین کوئی شک وشبہہ نہین ہوسکتا ہے۔ اورجہانتک تاریخ سے پتہ چلتا ہے علم ادب، فقہ، نجوم، اور فلسفہ مین اُسکا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ تعلیم کا دوسرا جزو جو تربیت ہے، اُسکی اتالیقی خالد اور یحییٰ کے ہاتھ مین تھی اور یہ دونون اس رتبہ کے شخص تھے کہ خود خلیفہ مہدی اور ہرون کی اتالیقی اُنکے سپرد تھی۔ اسیلئے تعلیم وتربیت کے لحاظ سے جعفر کو اعلیٰ درجہ کے ارباب کمال مین شمار کرنا چاہیے۔[۱]

جعفر کا سن رشد۔ ملکی خدمات مصر خراسان بصرہ کی گورنری۔ وزارت

یہ مضمون اس قابل تھا کہ مفصل لکھا جاتا، مگر مورخین کے طفیل مین افسوس ہے کہ مجمل رہا جاتا ہے

نوٹ [۱] چونکہ خاندان برامکہ مین اردشیر بابکان کے عہد سے وزارت درجہ بدرجہ چلی آتی تھی۔ اسیلیے خاندان برامکہ کے لڑکون کو ابتدا ہی سے اعلے درجہ کی تعلیم دیجاتی تھی۔ بلکہ ایک سلسلہ اعلی درجہ کی کتابون کا اس خاندان مین خاص طور پر مرتب کیا گیا تھا وہی ان لڑکون کو پڑھایا جاتا تھا جسمین علم خط۔ اور ادب وغیرہ کی کتابین خاصکر پڑھائی جاتی ہین اصول تعلیم بالکل وہی تھے۔ جن اصولون پر خود ان پچھلی نسلون کے بزرگون نے تعلیم پائی تھی۔ سیاست نامہ صفحہ ۱۰ مطبوعہ پیرس ۱۸۹۱ء

کیونکہ مصر، خراسان، بصرہ کے حالات اور عہد حکومت کے تاریخی کارنامون کا بجز سنہ تقرری کے
کچھ پتہ نہین ہے۔ مختلف حالات کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تربیت کے فراغ کے
بعد جب جعفر کام کے قابل ہوگیا اُسوقت سے ہرون نے اس گرانبہا جوہر کی قدردانی
شروع کی، بعدہٗ آہستہ آہستہ تمام ملکی خدمات سپرد کردیے۔ ابتدائی خدمت کی صحیح تاریخ
بتانا اگرچہ مشکل ہے لیکن مختلف واقعات سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ ہرون نے اپنی
تخت نشینی سے ایک سال کے بعد جعفر کو وزیر کردیا تھا گو اہم معاملات بمشورہ یحییٰ برمکی
طے ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ ۱۷۳ ہجری مین ملکی ضرورت سے فضل بن ربیع نے جعفر سے وزارت کا چارج لیا تھا

مصر و خراسان کی گورنری۔

بعدہٗ ۱۷۶ ہجری مین جب موسیٰ بن عیسیٰ اخلع بیعت پر آمادہ
ہوا۔ اُسوقت مصر کی گورنری جعفر کے واسطے تجویز کی گئی۔ اور
دو برس کے بعد ۱۷۸ ہجری مین پھر بجاے جعفر کے اسحق بن سلیمان
مقرر ہوا۔ اسلیے مصر مین بھی بہت ہی کم جعفر نے حکومت کی ۱۸۰ ہجری مین جب حدود شام
مین فتنہ و فساد شروع ہوا تو اُسکے انسداد کے واسطے جعفر روانہ کیا گیا۔ اور خلیفہ کی اطمینان
کے موافق انتظام کرکے واپس آیا۔ بعدہ خراسان و سجستان کی گورنری کا فرمان عطا ہوا
لیکن چندہی روز بعد پھر دارالخلافہ مین آنا پڑا۔ غرضکہ نو دس برس یہی دورہ رہا مستقل
طور پر نہ وزارت کی خدمت انجام دی نہ گورنری کے لطف اُٹھاے۔ لیکن مامون الرشید
کی ولیعہدی سے زمانہ قتل تک مستقل طور پر وزارت کی۔ اور اس سے قبل جسقدر وزارت

نوٹ ۱۷۳ھ ابوالفدا جلد ۲ صفحہ ۱۶ ۔ ۵۲ مامون الرشید ۱۸۲ھ مین ولیعہد سلطنت کیا گیا تھا۔

مین تغیر تبدل ہوتا رہا وہ صرف یحیی کیوجہ سے تھا جو ہرون الرشید کے پاس ہر وقت موجود رہتا تھا۔ ورنہ ہرون کا میلان طبعی ابتدا سے جعفر کیطرف تھا۔ کیونکہ جب یحیی نے بسبب ضعیفی کے وزارت سے[۵۱] استعفا دینا چاہا اور حج کی تیاری کی اُسوقت بھی ہرون کا خیال جعفر کی طرف تھا۔ مگر جبکہ یحیی نے فضل کو وزیر مقرر کردیا تو پاس ادب کے لحاظ سے ہرون خاموش ہو رہا۔ لیکن دو برس کے بعد صاف لفظون مین

جعفر کی وزارت

یحیی سے جعفر[۵۲] کے لیے سفارش کی کہ وہ خدمت وزارت انجام دیوے۔ ہرون کا اشارہ پاکر یحیی نے فضل کو لکھا کہ "امیر المومنین کا حکم ہے کہ خدمت وزارت جعفر کے سپرد کیجاوے"۔ فضل نے اُسکے جواب مین لکھا کہ "مجھے تعمیل ارشاد مین کوئی عذر نہین ہے، بلکہ مین نہایت خوش ہون"۔ اگرچہ اول جعفر نے عذر بھی کیا کہ "بھائی فضل مجھسے بزرگ ہین، اور قابل بھی ہین عقل و فہم اور تجربہ بھی انکا بہت زیادہ ہے بہتر ہے کہ مہر خلافت اُنھین[۵۳] کے پاس رہے"۔ لیکن یہ عذر نہ سُنا گیا اور جعفر کو بڑے بھائی سے وزارت کا چارج لینا پڑا۔ چنانچہ جعفر نے اپنے اس فرض منصبی کو نہایت قابلیت سے ادا کیا۔ تمام مستند مورخین کا یہ قول ہے کہ جعفر نہایت ہی عالی ہمت

نوٹ [۵۱] ترجمہ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۰۷۔ [۵۲] ابن خلکان صفحہ ۵۱۶۔ [۵۳] زہرالاداب کا مصنف لکھتا ہے کہ تقرری جعفر کے واسطے ہرون الرشید نے یحیی سے یہ کہا تھا "یا ابت انی اردت ان احول الخاتم الذی فی ید الفضل الی جعفر" اور یحیی نے فضل کو ان مختصر الفاظ مین لکھا تھا "قد امر امیر المومنین اعلی اللہ امرہ ان یحول الخاتم من یمینک الی شمالک" صفحہ ۱۲۰ حاشیہ عقد الفرید جلد اول [۵۴] ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۱۳۰ - ۱۳۲ -

اور خود مختار وزیر تھا، اپنی راے مین کامل تھا، کسی معاملہ مین صلاح و مشورہ کا محتاج
نہ تھا۔ جو رتبہ اور اعزاز وزارت مین جعفر کو حاصل تھا وہ دوسرے کو میسر نہین ہو سکتا۔
تمام برامکہ مین جعفر ہرون کو بسبب انھین کمالات کے سب سے زیادہ عزیز تھا۔

جعفر کی لیاقت پر ہرون کو ناز تھا

محمد بن راشد اسحق موصلی سے روایت کرتا ہے کہ "بغداد مین جو علوم و فنون کا مرکز تھا جعفر کا شمار طبقہ علما مین کیا جاتا تھا۔ دنیاوی عیش اور وزارت کی خدمات کو چھوڑ کر صرف علوم پر اگر جعفر متوجہ ہوتا۔ تو پھر کوئی عالم اُسکی برابری کا دعویٰ نہین کر سکتا تھا"
علی بن عبداللہ کاتب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ اطراف سلطنت سے لوگون نے بہ حیثیت مستغیث آنا شروع کیا اور مقدمات کا دائرہ بہت بڑھ گیا۔ تب ہرون نے جعفر کو حکم دیا کہ "میری طبیعت ناساز ہے۔ اس ہنگامہ کے غل و شور کی سماعت کی طاقت نہین۔ آپ ہر ایک معاملہ کو طے کر دین۔ لیکن اجلاس محل شاہی کے قریب ہو" چنانچہ جعفر نے ایسا ہی کیا۔ اور ہرون بھی امتحاناً ایک موقع سے جعفر کے احکام اور تصفیہ مقدمات کی کارروائی دیکھا جاتا تھا۔ جب اکثر معاملات بطریق احسن طے ہو گئے اور جو احکام جعفر نے صادر کیے وہ بہت ہی صحیح اور درست تھے۔ تب ہرون کو ضبط نہو سکا اور محل کے اندر سے نکل آیا۔ جوش مسرت سے جعفر کو گلے لگا کر پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور جعفر کو دعائین دیتا رہا اور کہا کہ آج میرے پاس وہ کون ایسی نعمت ہے جو نہین ہے

نوٹ لہ ضیاے برنی ۱۲

لیکن جو نعمت سب سے بڑھکر ہے وہ جعفر برمکی ہو کیونکہ اس نعمت کا کوئی بدل ہے نہ جعفر کا کوئی مثل ہے"

علامہ ابن خلکان لکھتے ہین کہ ایک شب کو ہرون کے دربار مین ایک ہزار سے زیادہ توقیعات لکھنے کا جعفر کو اتفاق ہوا۔ لیکن اُنمین سے کوئی ایک بھی اصول فقہ کے خلاف نتھا[1]۔ اگرچہ جعفر کے ذہن و ذکاوت اور معاملہ فہمی کی یہ ظاہر مثالین ہین۔ لیکن بعض تاریخون سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہرون دربار عام کرتا تھا (ایسے دربار اکثر ہوا کرتے تھے) اُسوقت ہر شخص کو زبانی عرض کرنے اور تحریری درخواستون کے پیش کرنے کا حکم عام دیدیا جاتا تھا۔ اور اس قسم کے عرضی دینے والون کی تعداد کثیر ہوتی تھی۔ لیکن جعفر کے قلم سے جو احکام نکلتے تھے، وہ علاوہ علم ادب اور علم انشا کے اعلیٰ نمونہ ہونے کے اصول شرع اور قانون فقہ کے موافق ہوتے تھے۔

عہد خلافت ہرون الرشید مین جس شان و شکوہ سے جعفر برمکی نے وزارت کی ہے، وہ تاریخی یادگار ہے جو رسوخ اور اعتبار ہرون کے نزدیک جعفر کا تھا اُسکی اعلیٰ درجہ کی مثال وہ واقعہ ہے جسکو بروایت ابراہیم بن المہدی عباسی، اکثر مؤرخین نے لکھا ہے اور ہر مؤرخ نے جداگانہ نتیجہ نکالا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس مثال سے جعفر کا اقتدار اور اُسکی خود مختاری بہت زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ وہو ہذا۔

وزارت کا اقتدار علامہ ابن صابی کتاب الاماثل والاعیان مین لکھتے ہین

نوٹ [1] مرآۃ الجنان یافعی نسخہ قلمی صفحہ ۹۱۔

کہ اسحق بن ابراہیم موصلی روایت کرتا ہے کہ مین ایکدن علی الصباح ایوان خلافت مین حاضر ہوا
حاجب سے معلوم ہوا کہ آج امیرالمومنین عیش و طرب کے جلسہ مین مشغول ہین لہذا واپس آیا
راستہ مین وزیرالسلطنۃ جعفر برمکی سے ملاقات ہوئی مین نے عرض کردیا کہ خلیفہ خلوتخانہ
مین ہین۔ لیکن جعفر مجھے ٹھہرا کر آگے بڑھگیا، تھوڑی دیر مین واپس آیا اور کہا کہ "آج کا دن
میرے ساتھ بسر کرو۔ امیرالمومنین نے مجھے بھی حکم دیا ہے کہ مین بھی اُنکی خوشی مین شریک
ہون۔ اور یہ پھولون کے گلدستے مرحمت ہوے ہین" بہ تعمیل ارشاد مین وزیر کے ساتھ
ہولیا اور مکان پر پہنچکر خاص جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ ابراہیم بن المہدی عباسی کو بھی جعفر نے
اس دعوت مین مدعو کیا تھا۔ چنانچہ دستور کے مطابق ہم لوگون نے حریر کے لباس پہن لیے
اور خاص عطریات و بخورات سے لباس کو معطر کرکے جلسہ مین بیٹھ گئے۔ پھر دسترخوان بچھایا
گیا۔ کھانے سے فراغت ہوئی تو مغنیہ کنیزون نے ساز چھیڑا کچھ دیر تک یہی صحبت رہی
پھر مین نے گانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد معلوم نہین کیا سوچ کر جعفر نے حاجب کو بلایا۔
اور کہا کہ دیکھو خبردار سواے عبدالملک بن بحران قہرمانہ کے جو ہمارا خاص ندیم ہے اور کوئی
دوسرا نہ آنے پاوے۔ جملہ خدام کو ہمارے حکم سے آگاہ کردو۔ حاجب حکم سُنکر رخصت ہوا
پھر دور شروع ہوا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد یکایک پردہ اُٹھا اور حاجب نے غلط فہمی سے
عبدالملک بن صالح ہاشمی کو اندر جانے کی اجازت دیدی۔ مجلس گرم تھی یاران جلسہ
لہو و لعب مین مصروف تھے۔ ایک خوبصورت کنیز عود بجا رہی تھی۔ جب جعفر اور عبدالملک
ہاشمی کی نظرین دوچار ہوئین، دونون نادم اور شرمندہ ہوے۔ کیونکہ جعفر کی رندانہ مجلس

عبدالملک کے حسب حال نہ تھی۔ اور عبدالملک علاوہ شرافت نسب کے نہایت متقی اور پابند شریعت تھے۔ خود ہرون کو یہ آرزو تھی کہ ایک مرتبہ عبدالملک ہمارے بے تکلفی کے جلسے مین شریک ہون اور ایک ہی پیالہ پی لین۔ لیکن عبدالملک نے نہ مانا۔ نہ کبھی ہرون کے خاص جلسون مین شریک ہوے۔ غرضکہ اُسوقت عبدالملک کا آنا جعفر کو سخت ناگوار ہوا۔ قریب تھا کہ مجلس درہم برہم ہو جاوے۔ لیکن عبدالملک نے اُسی وقت ایسا روپ بھرا کہ بجاے بار خاطر کے یار نشاط بنگئے۔ جعفر کے تیور دیکھکر بول اُٹھے کہ اے یاران مجلس! "اشرکوا فیما انتم فیہ۔ واصنعوا بنا ما صنعتم بانفسکم" جعفر نے جوش مسرت سے جواب دیا "نعم" اور خوش آمدید کہکر خیر مقدم کیا۔ جعفر کا اشارہ پاتے ہی غلامون نے عبدالملک کو ارباب مجلس کے ہمرنگ بنا دیا۔ یعنی کمر سے تلوار کھولی۔ دستار فضیلت اور جبۂ شریعت کو اوتار کر الگ پھینکدیا۔ اور منادمت کا لباس (حریر کے کپڑے) عبدالملک کو پہنا دیا۔ پھر دسترخوان سامنے لاکر رکھا۔ چند لقمے تناول کر کے عبدالملک نے متواتر تین گلاس چڑھائے اور رندانہ وضع سے مجلس مین آن بیٹھا۔ گانا۔ ناچنا اور جملہ لہو ولعب مین عبدالملک ہم سب پر فوق لیگیا۔ خلاف عادت یہ واقعہ دیکھکر جعفر بہت خوش ہوا خوب قہقہے لگائے پھر بکمال ادب عرض کیا کہ حضرت[1] مین آپ پر فدا ہون یہ تو فرمائیے کہ آپ نے اس تکلیف اور زحمت کا باعث کیا ہے؟ اگر کوئی حاجت ہے تو بیان فرمائیے بندہ خدمتگزاری کو

نوٹ [1] جعفر کے اصلی الفاظ حسب ذیل ہین جعلنی اللہ فداك قد تفضلت و تطولت فهل من حاجة تبلغنها مقدرتی ویحتط بها نعمتی فاقضیها لك مكافات لما صنعت"

حاضر ہے"عبدالملک نے صرف یہ کہکر ٹالدیا کہ "یہ موقع عرض حال کا نہین ہے" رفع حوائج کے وقت اور ہی ہوا کرتے ہین آخر اسکی جلدی کیا ہے" لیکن جعفر نے نہ مانا اور پھر اصرار سے پوچھا تب بمجبوری عبدالملک نے کہا کہ میری تین خواہشین ہین اول یہ کہ امیرالمومنین کے دل مین میری طرف سے جو کدورت ہے وہ جاتی رہے، اور آیندہ مجھسے مہربانی سے پیش آئین۔ دوسری یہ کہ چار ہزار دینار کا قرضدار ہون وہ شاہی خزانہ سے ادا کردیا جاوے۔ تیسری یہ کہ محمد ابراہیم اپنے بیٹے کی شادی امیرالمومنین کی دختر سے کرنا چاہتا ہون تاکہ سلسلہ قرابت اور بھی مستحکم ہو جاے اور بعد شادی کے کوئی معزز خدمت بھی سپرد کیجاے"

جعفر نے عبدالملک کی درخواستون کو سنکر کہا کہ یہ تو معمولی امور ہین۔ امیرالمومنین آپسے بہت خوش ہین۔ کوئی ملال انکو نہین ہے اطمنان رکھیے۔ قرض کی تعداد قلیل ہے یہ رقم حاضر ہے! اگر آپ کا مرتبہ ایسا عالی ہے کہ مین یہ نہین عرض کر سکتا ہون کہ آپ اس رقم کو بطور عطیہ کے قبول فرما دین۔ لیکن آپکی خدمت مین خزانہ شاہی سے یہ رقم پہنچ جائیگی۔ اور ابراہیم کا عقد مین نے عالیہ[1] بنت ہرون الرشید سے کر دیا۔ کل بعد نکاح مصر کی گورنری کی سند بھی ملیگی۔ آپ اول وقت دربار مین تشریف لادین" اسحق کہتا ہے کہ پہلی اور دوسری درخواست کا جواب تو معمولی تھا۔ مگر تیسری درخواست کا جواب سنکر مجھے نہایت تعجب ہوا اور مین نے خیال کیا کہ یہ بھی نشہ کی لن ترانیان ہین۔ کیونکہ خلیفہ کی خوشنودی مزاج سہل ہے قرضہ کا ادا ہونا آسان، اور گورنری کا ملنا بھی ممکن ہے۔ لیکن وزیر کی یہ قدرت کب ہے

نوٹ [1] بعض مورخین نے عایشہ لکھا ہے۔

کہ باختیار خود پادشاہ کی جس دختر کا چاہے عقد بھی کر دے یہ تو کسی طرح نہین ہو سکتا ہے!!

غرضکہ مجھے اسکا خیال رہا اور وہ جلسہ برخاست ہو گیا۔ عبد الملک بھی رخصت ہوا۔ لیکن رفع خمار کے بعد نہایت شرمندہ اور نادم تھا۔ اپنے ناشائستہ افعال پر بہت رویا اور توبہ کی۔ لیکن صبح کو غسل کر کے دربار مین حاضر ہوا کہ دیکھئے کیا نتیجہ جعفر کے وعدون کا ہوتا ہے۔ اور مین بھی علی الصباح ایوان خلافت مین حاضر ہوا۔ جسوقت مین پہنچا ہون۔ اُسوقت قاضی ابو یوسف[1] و محمد بن الحسن[2] اور دیگر ائمہ کبار اور معارف بغداد ایک وسیع ہال مین جمع تھے۔ ہرون تخت پر بیٹھا تھا اور جعفر عیش و عشرت کی داستان بیان کر رہا تھا۔ جب اُن معاہدونکا ذکر آیا جو عبد الملک سے کیے گئے تھے، تو ہرون نے کہا کہ تمنے بہت اچھا کیا۔ اور عبد الملک سے علی رؤس الاشہاد اپنی خوشنودی مزاج ظاہر کی۔ اداے قرضہ کا وزیر خزانہ کو حکم دیدیا گیا اور عالیہ سے ابراہیم کا عقد کر دیا۔ اور مصر کی حکومت کی سند عطا فرمائی اور خوشی خوشی سب رخصت ہوے اس واقعہ کو دیکھکر تمام دربار حیرت زدہ رہگیا۔ اور جعفر کے اختیارات اور زور حکومت کی شہرت عام ہو گئی۔ جو لوگ کم سمجھ تھے اُنھون نے یہ سمجھا کہ برامکہ کا اقبال یاور ہے لیکن جو زمانہ شناس تھے اُنھون نے اس واقعہ سے یہ حکم لگایا کہ برامکہ کے اقبال کا سورج عنقریب ڈھلنے والا ہے اور زوال اُنکا خاتمہ ہے[2]

نوٹ [1] ہماری تحریر کا ماخذ حسب ذیل کتابین ہین (۱) ابن خلکان صفحہ ۱۳۱ (۲) اعلام الناس صفحہ ۴۸ (۳) کتاب الفرج بعد الشدۃ صفحہ ۱۰۰ (۴) تاریخ ضیاء الدین برنی صفحہ ۴۹ (۵) مراۃ الجنان یافعی صفحہ ۹۲ (۶) زہر الربیع صفحہ ۲۲۵ جلد اول (۷) ثمرات الاوراق صفحہ ۶۴ (۸) عقد الفرید عبد ربہ جلد ۳۔ صفحہ ۲۶ (۹) مناجۃ الطرب فی تقدمات العرب صفحہ ۲۳۵ مطبوعہ بیروت۔

[2] اس واقعہ سے کئی مفید نتیجے معلوم ہوتے ہین لیکن مصنف کتاب الفرج بعد الشدۃ نے اسپر بہت زور دیا ہے۔

اگر مراد تو با خلق زیستن باشد ... مکن خلاف و ہمہ در وفق رای ایشان کن
وگر خلاف ارادت نمی توانی کرد ... کنارہ گیر ز خلقان و روی پنہان کن

خلیفہ اور وزیر کا اتحاد

اگرچہ تمام بادشاہون کو اپنے معززوزرا سے ایک دلی تعلق ہوتا ہے۔لیکن ہرون اور جعفر کی خصوصیات خاص کر قابل ذکر ہین۔ان دونون مین ایسی محبت تھی جیسی فطرتی طور سے بھائی بھائی مین ہوتی ہے کھانا، پینا، اُٹھنا، بیٹھنا، سونا، آرام کرنا۔اور جو امور معاشرت ہین اُن سب مین ہرون کا برتاؤ جعفر سے عزیزانہ تھا۔عبداللہ بن عبدالصمد جو اکابر عباسیہ سے ہین۔فرماتے ہین کہ جعفر اور ہرون کا اتحاد افراط سے بھی بڑھ گیا تھا اور اسمین شک[۵۲] نہین کہ یہ اُنکی سخت غلطی تھی[۵۱] جعفر اور ہرون مین خادم اور مخدوم کا ادب بھی باقی نہین رہا تھا۔جب کبھی جعفر کے بُلانے کی ضرورت ہوتی تو خدام کو حکم ہوتا تھا کہ میرے پیارے بھائی جعفر کو بلا لاؤ۔خدام جاتے اور اطلاع کرتے تھے کہ بھائیصاحب یاد فرماتے[۵۳] ہین۔محل مین کسی[۵۴] سے پردہ نہ تھا۔بلا تکلف آمد و رفت جاری تھی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ ہرون اور جعفر ایک پلنگ پر آرام کر رہے تھے۔معلوم نہین کس خیال سے ہرون نے جعفر سے کہا کہ بھائیصاحب! مین چُپ چاپ پلنگ پر لیٹتا ہون آپ میرے خدام اور عزیزون سے سوال کرین کہ بتاؤ اسوقت میرے ہمراہ کون سو رہا ہے؟ جعفر نے سب سے پوچھا۔کسی سے جواب نہ پایا۔تب تو خود ہی بُول اُٹھا کہ "مین ہون"۔ ہمارے نزدیک جعفر اور ہرون کے اتحاد کی یہ اعلیٰ درجہ کی مثالین ہین اس سے زیادہ خاص تعلق اور کیا ہو سکتا ہے

نوٹ ۵۱ اکرام الناس ضیاءالدین برنی صفحہ ۱۵۳ ۵۲ اسباب زوال برامکہ مین یہ بھی ایک قوی سبب سمجھا جاتا ہے

۵۳ حیوۃ الحیوان دمیری صفحہ ۱۱۳ جلد ۲۔

۵۴ ضیاءالدین برنی و اعلام الناس صفحہ ۵۷۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس کپڑے کا لباس ہرون پہنتا تھا اُسمین سے جعفر کے واسطے پوشاک طیار کیجاتی تھی اور ایک[1] ڈھیلا ڈھالا گون (مثل چوغہ) اس انداز کا بنوایا تھا کہ جسکو دونون ایک ساتھ استعمال کرتے تھے۔ علاوہ برین جب کبھی خاص دعوتون مین جانے کا اتفاق ہوتا دونون ساتھ ہوتے تھے۔

ایک مؤرخ نے ایک امیر کی دعوت کا حال لکھا ہے اُس سے علاوہ دونون کے اتحاد کے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جعفر اور ہرون کے تعلقات نمایشی نہ تھے بلکہ حقیقی طور پر اُسکا عملدرآمد یہانتک تھا کہ جو جعفر سے عداوت رکھتا تھا ہرون بھی اسکا مخالف ہوجاتا تھا۔ اور اسکی کچھ پرواہ نکرتا تھا کہ میرے اگلے تعلقات جو اس شخص سے ہین وہ چھوٹ جاوینگے۔

چنانچہ حارث بن شجر نے (دربار کا ایک معزز امیر تھا) ایک روز اپنی عزت افزائی کی غرض سے خلیفہ ہرون کی دعوت کی اور عرض کیا کہ "امیرالمؤمنین مع ارکان دولت اور ندمائی مجلس کے غریب خانہ پر تشریف لادین" خلیفہ نے دعوت منظور کرلی اور حارث نے مجبوراً یحیی و فضل کو بھی مدعو کیا لیکن ان بزرگون نے بسبب مخالفت ذاتی کے جو حارث سے تھی دعوت مین شریک ہونیسے عذر کیا اور معذرت کہلا بھیجی۔ جب چلنے کا وقت آیا تو ہرون نے جعفر سے کہا "بھائی صاحب آپ کو میرے ساتھ حارث کی دعوت مین ضرور شریک ہونا پڑیگا" جعفر نے جواب دیا کہ "آپ کو خدا کی قسم مجھے اس شرکت سے معاف فرمائیے۔ جسکی طرف سے میرے دل مین کدورت ہے مین کیونکر اُسکی دعوت مین شریک ہوسکتا ہون" ہرون نے کہا کہ "سبحان اللہ

نوٹ[1] مراۃ الجنان یافعی نسخہ قلمی صفحہ ۹۲ [2] اکرام الناس صفحہ ۱۵۸۔

یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ مین تنہا جاؤن - بغیر آپ کے لطف صحبت کہان؟ آخر نا نا اور جعفر کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا - اور تبدیل لباس کرکے دعوت مین جانا قرار پایا - اپنا خاص لباس جعفر کو پہنایا اور چادر خلافت بھی اڑھا دی اور خود جعفر کا لباس پہن لیا - اور اپنے خاص گھوڑے پر سوار کرکے اول جعفر کو روانہ کیا - اور اپنے غلامون اور مصاحبون مین سے مسرور و حسن وان و احمد مروان وغیرہ کو ساتھ کردیا - اور اُنکو ہدایت کردی کہ پیادہ پا جعفر کے ساتھ چلین - اور جعفر سے کہدیا کہ آپ اپنا مُنھ چادر سے چھپائے رہین - اور جو مسند میرے واسطے تیار کی گئی ہو وہان بیٹھنا - مین بعد کو پہنچون گا " چنانچہ اُسی طرح سے جعفر حارث کے مکان پر پہنچا - حارث نے امیرالمومنین سمجھکر موافق آداب شاہی کے استقبال کیا اور جوش مسرت سے رکاب کو بوسہ دیا اور چند طبق درہم و دینار کے گھوڑے پر نثار کیے - اور مسند پر لا بٹھایا - خدام و مصاحبین مودب سامنے بیٹھ گئے - حارث تعظیماً کھڑا رہا - تھوڑی دیر مین جعفر نے چادر اپنے رُخ سے ہٹا دی - تب جعفر کا چہرہ دیکھکر حارث نہایت ہی شرمندہ ہوا - اتنے مین خلیفہ کی آمد شروع ہوئی حارث نے بڑھکر استقبال کیا اور مجلس مین لاکر بٹھایا - خلیفہ کی ہدایت کے بموجب جعفر بدستور اُسی مسند پر بیٹھا رہا - اور ہرون مسند کے نیچے جعفر کے سامنے بیٹھ گیا - اور جعفر سے کہا کہ مین جلدی اسوجہ سے آیا ہون کہ آپ کو تنہا بیٹھنے سے وحشت ہو " جعفر نے خلیفہ کا شکریہ ادا کیا - جب ہرون نے حارث کا چہرہ متغیر پایا اور کسیقدر آثار حزن و ملال کے پائے - فوراً جعفر کا ہاتھ پکڑکر اُٹھ کھڑا ہوا - اور حارث سے کہا کہ حقیقت مین جعفر مین ہی ہون - اور وہ میری جان ہے جو اُسکا دوست ہے مین بھی اُسکا دوست ہون " بعدہٗ جس قاعدے سے دونون آئے تھے

اُسی طرح واپس گئے۔ حارث نے نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ سمجھکر جعفر سے صلح کرلی۔ اور قدیمانہ حسد کو اخلاص و محبت سے تبدیل کردیا" اس بیان سے بھی وہ دلی تعلقات بخوبی ظاہر ہوتے ہین جو دونون مین تھے۔

خلیفہ ہرون الرشید کا یہ بھی دستور تھا کہ تبدیل لباس کرکے بغداد کی گلی کوچون مین رات کو پھرا کرتا تھا۔ اور اپنی رعایا کے حالات دریافت کیا کرتا تھا۔ ایسے موقعونپر بھی اسکے ساتھ وزیر جعفر ہوتا تھا۔ چنانچہ مصنف اعلام الناس نے اس قسم کا ایک واقعہ نہایت دلچسپ لکھا ہے جس سے قطع نظر خلیفہ اور وزیر کی خصوصیات کے بغداد کے امرا کے عیاشانہ خیالات اور طرز معاشرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے لہذا مختصراً ذیل مین ہم بھی لکھتے ہین۔

دجلہ کی سیر رات کا وقت ہے۔ دریائے دجلہ اپنی معمولی رفتار سے بہ رہا ہے۔ دونون کنارونپر سناٹے کا عالم ہے۔ اور اندھیرے کی وجہ سے نہ گھاٹ نظر آتا ہے اور نہ کشتیان۔ لیکن غور کرنے سے ایک چھوٹی سی ڈونگی دکھائی دیتی ہے۔ جسپر ایک بوڑھا ملاح گردن جھکائے خاموش بیٹھا ہے۔ اور تین شخص سوداگرون کے لباس مین بڈھے کے پاس کھڑے ہوئے ہین۔ بظاہر اسمین ایک مالک دوسرا مصاحب تیسرا خادم معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مصاحب نے آگے بڑھکر بوڑھے ملاح سے اسطرح پر گفتگو کی۔

مصاحب۔ ای پیر مرد! مہربانی کرکے ہمکو اسوقت دجلہ کی سیر کرا۔ اور یہ دو دینار تیری حق الخدمتہ کے موجود ہین انکو قبول کر۔

ملاح۔ حضرت! میری مجال نہین ہے جو آپ کی فرمایش بجا لاسکون۔ کیونکہ خلیفہ ہرون الرشید کا

معمول ہے کہ وہ ہر شب کو بجرے پر سوار ہو کے نکلتا ہے۔ جسکے ساتھ ایک منادی
پکارتا جاتا ہے کہ "خبردار جو کوئی شخص اعلیٰ ہو یا ادنے، جوان ہو، یا لڑکا، آزاد ہو
یا غلام رات کے وقت دجلہ کی سیر کریگا اُسکا سر قلم کر دیا جائیگا"
یہ گفتگو ہنوز ختم نہین ہوئی تھی کہ دور سے ایک کشتی آتی ہوئی نظر آئی۔ جسمین حسب معمول شمعون
اور مشعلون کی روشنی ہو رہی تھی۔ جب وہ کشتی حد سے آگے چلی گئی تو پھر اُس مصاحب نے
بوڑھے ملاح سے اصرار کیا۔ اور ایک معقول انعام کے وعدہ پر رضامند کر لیا۔ یہانتک کہ یہ
کشتی بھی اگلے بجرے کے پیچھے پیچھے چل کھڑی ہوئی۔ جب کشتی بجرے کے قریب پہنچی تو دیکھا
کہ اُسپر مشعلچی سرخ اطلس کا لباس پہنے ہوے اور ایک طلائی اور مینا کار دستہ کا مشعل ہاتھ
مین لیے ہوے کھڑا تھا۔ جنمین عود قاقلی جل رہا تھا۔ بجرے کا درمیانی حصہ شمعون سے روشن تھا
جسکے وسط مین ایک زرنگار کرسی بچھی ہوئی تھی اور اُسپر ایک نوجوان سیاہ خلعت پہنے ہوے
بیٹھا تھا۔ داہنے بائین تخمیناً سو غلام ایستادہ تھے۔ انکے بیچ مین بیس مصاحب اور بھی تھے۔
مالک۔ کیون صاحب آپ نے یہ تماشا دیکھا؟ کیا خوب طرز اختیار کیا ہے!!
مصاحب۔ یہ تو حقیقت مین خلیفہ ہی معلوم ہوتا ہے۔
مالک۔ ہنسکر! یہ امین الرشید کی شرارت ہے یا مامون الرشید کی۔
مصاحب۔ حضور سچ فرماتے ہین۔ واللہ خلیفہ ہی معلوم ہوتا ہے۔
مالک۔ دوبارہ غور سے دیکھکر۔ بیشک تمام سامان خلافت مہیا ہے۔ دو شخص جو سامنے کھڑے
ہین انمین ایک تو بالکل جعفر وزیر السلطنۃ معلوم ہوتا ہے اور دوسرا مسرور (حبشی غلام

مصاحب - کچھ سمجھ مین نہین آتا ہے کہ یہ کیا اسرار ہے - میری تو عقل گم ہے -

سلسلہ کلام یہانتک پہنچا تھا کہ کشتی نظر سے دور ہو گئی - تب مصاحب نے ملاح سے پوچھا کہ کیا خلیفہ اسیطرح ہر شب دجلہ کی سیر کیا کرتا ہے ؟ اسنے کہا کہ "ہان" چنانچہ ملاح سے دوسرے دن ملنے کا وعدہ کرکے یہ لوگ چلے گئے - دوسرے دن بڈھا انعام کے لالچ سے اُسی جگہ اپنی کشتی لگائے بیٹھا تھا کہ یہ لوگ آموجود ہوے - اور جسوقت شاہی بجرہ سامنے سے گذرا فوراً یہ کشتی بھی اُسکے پیچھے پیچھے ہولی - دیکھا تو بجرے پر آج دوسرے ٹھاٹھ تھے - اور قریب دو سو غلامون کے مؤدب کھڑے تھے جو کل کے غلامون سے علاوہ تھے - ملاح نے آج دس دینار کے لالچ سے اس کشتی کو تیزی کے ساتھ چلایا اور دور تک بجرے کے ساتھ ساتھ چلا گیا - یہانتک کہ چلتے چلتے ایک باغ کے کنارے پہنچ گئے - وہان دو غلام مع سواری کی موجود تھے خلیفہ کشتی سے اُترا اور خچر پر سوار ہو کے باغ کیطرف روانہ ہوا - یہ مسافر بھی کشتی سے نیچے آئے اور دل کڑا کرکے خلیفہ کے پیچھے ہو لیے - مگر آگے چلکر مشعلچیون نے دیکھ لیا اور اجنبی سمجھکر غل شور کیا - تب لوگون نے انکو گرفتار کرکے خلیفہ کے روبرو پیش کیا -

خلیفہ - تم کون ہو ؟ اور یہان کیونکر آئے ہو -

مصاحب - ہم غریب الدیار ہین اور تاجرانہ حیثیت سے بغداد مین نو وارد ہین -

خلیفہ - تمھاری رسائی یہانتک کسکی سازش سے ہوئی ؟

مصاحب - حضور ! ہماری حماقت نے ہمسے سازش کرکے سیر دجلہ پر آمادہ کیا جسکی وجہ سے حضور کے خدام نے گرفتار کر لیا - لیکن یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ حضور کے دیدار فیض آثار

سے مشرف ہوے۔اب آگے جو قسمت مین ہو۔

خلیفہ۔ اگر آپ مسافر ہوتے اور کوئی بغدادی ہوتا تو ضرور ہمارے دریائی سرکلر کے موافق قتل کیا جاتا۔لیکن اب آپ ہمارے مہمان ہین۔اطمینان سے استراحت فرمائیے اور (اپنے وزیر کیطرف مخاطب ہوکر) یہ لوگ آج ہمارے مہمان ہین انکو بھی اپنے بے تکلفی کی صحبت مین شریک کرو۔

وزیر۔ بہت خوب!

تھوڑی دور چلکر ایک عظیم الشان محل نظر آیا۔جو شاہانہ طرز پر آراستہ تھا۔وہان پہنچکر سب لوگ اپنے اپنے قرینے سے بیٹھ گئے۔دسترخوان چنا گیا۔جب کھانے سے فراغت ہوئی تو دور شروع ہوا جب ان سوداگرون کی طرف دور آیا۔تو پہلے مالک نے انکار کیا۔خلیفہ نے اُس مصاحب سے سبب انکار دریافت کیا۔مصاحب نے عرض کیا کہ "حضور ہمارے آقا نے مدت سے شراب چھوڑدی ہے" لیکن خلیفہ نے مع یاران مجلس کے خوب ہی پی۔اور مست ہوکر نشہ مین جھومنے لگے۔ جب ان لوگون کو کسیقدر تخلیہ حاصل ہوا۔تو آپس مین اُس مکان کی آراستگی اور دیگر سامان وظروف وغیرہ کی تعریف کرنے لگے مالک نے اپنے مصاحب سے کہا کہ کیا خوب ہوتا اگر یہان کے حالات کی مجھپر زیادہ وضاحت ہوتی!خلیفہ نے ان باتونپر کان لگائے اور دریافت کیا کہ آپ لوگ کن خیالات مین ہین؟ادھر سے مصاحب نے جواب دیا کہ ہمارا مالک اسوقت حضور کی خوش انتظامی اور سامان آرائش دیکھ دیکھ کر محو ہورہا ہے اور مجھسے اسکی تعریف کرتا جاتا ہے۔

خلیفہ۔ آپ کے نزدیک یہان کسی چیز کی کمی ہے۔؟

مصاحب۔ ہماری کیا مجال ہو کہ کسی کمی کا ذکر کرین۔ بفضلہ تعالی تمام سامان عیش مہیا ہین

خلیفہ۔ نہین نہین۔ بلاتصنع جس چیز مین آپ کمی دیکھین فی الفور اُس سے اطلاع دین۔

مصاحب۔ حضور ہمارے مالک کا خیال ہے کہ "شراب بلا سماع محض تضیع اوقات ہے"

خلیفہ یہ سُنکر مُسکرایا اور فوراً دستک دی۔ جسکے ساتھ ہی ایک دروازہ کھُلا اور اُس سے ایک خادم نکلا پھر اُسنے ایک ہاتھی دانت کی مرصع کرسی لاکر بچھائی اسکے بعد ایک کنیز نہایت خوبصورت آئی اور کرسی پر بیٹھکر عود بجانا شروع کیا۔ چنانچہ اُسنے چوبیس گتین بجائین جسکی ہر ہر ادا پر عقل حیران ہوتی تھی۔ اسکی خوبصورتی کے ساتھ اسکی خوش آوازی غضب تھی چنانچہ اسنے یہ اشعار گانا شروع کیے۔

لسان الهوى من مقلتى لك ناطق	عشق کی زبان میری آنکھون مین بول رہی ہے۔
يخبر عنى اننى لك عاشق	اور یہ کہتی ہے کہ مین تیرا عاشق ہون۔
ولى شاهد من طرف قلب معذب	میرا ستمزدہ دل میرا گواہ ہے۔
و قلبى جريح من فراقك خافق	اور میرا دل تیرے فراق سے زخمی ہو اور کانپتا ہو
و لو اكتم الحب الذى قد اذابنى	جس محبت نے مجکو گھلا دیا مین اُسکو کہانتک چھپاؤن
و قلبى قريح والدموع موابق	دل زخمی ہے اور آنسو ہلاک کرنے والے ہین
وما كنت ادرى قبل حبك ما الهوى	تیرے عشق سے پہلے مجکو یہ بھی معلوم نہین تھا کہ عشق کیا چیز ہے
ولكن قضا الرحمن فى الخلق سابق	لیکن خدا کا حکم مخلوقات مین پہلے نافذ ہو چکا ہے۔

یہ اشعار کچھ ایسے دردانگیز لہجے مین گائے کہ خلیفہ پر کیفیت طاری ہوئی اور یکایک چیخ اُٹھا اور بدن کے کپڑے پھاڑ ڈالے دیر کے بعد جب ہوش آیا تو دوسری پوشاک زیب تن کی اور ذرا دیر سکوت کرنیکے بعد اسنے پھر دستک دی- قاعدہ اول کے مطابق دوسری لونڈی حاضر ہوئی- اسنے بھی عود بجانا شروع کیا- ان مہمانون نے جب دیکھا کہ خلیفہ محو سماع ہے تو آپس مین آہستہ آہستہ اس طرح یہ گفتگو شروع کی-

مالک (اپنے مصاحب سے مخاطب ہوکے) یہان تو سامان خلافت کے پورے طور پر مہیا ہین-

مصاحب- بیشک حضور سچ فرماتے ہین- آخر یہ معاملہ کیا ہی کچھ حضور نے بھی خیال فرمایا-

مالک- کیا تمنے خلیفہ کے چہرہ پر کوئی نشان بھی دیکھا ہے ؟

مصاحب- جی ہان- مین عرصہ سے اُسپر غور کر رہا ہون-

اسقدر گفتگو ہوئی تھی کہ خلیفہ متوجہ ہوگیا اور پوچھا کہ کیا سرگوشیان ہین ؟ مصاحب نے جواب دیا کہ ہمارا مالک آپکی اسوقت کی فیاضیون کا بار بار ذکر کر رہا ہے- کیونکہ ہر ہر کنیز کی ردوبدل مین حضور نے چار جوڑے قیمتی جنمین سے ہر ایک پانچسو دینار سے کم نہوگا- خادمون کو چاک کرکے دیدیے- اسکے بعد مصاحب نے خلیفہ کا خیال تبدیل کرنیکی غرض سے برجستہ یہ اشعار پڑھے-

بنت المكارم وسط كفك منزلا	سخاوت نے تیری ہتیلی کے بیچون بیچ گھر بنایا ہے-
فجميع مالك للانام مباح	اسلیے تیرا مال تمام لوگون کے لیے مباح ہے-
واذا المكارم اغلقت ابوابها	سخاوت کسی دن اگر اپنے دروازے بند کرے-
يوما فانت لقفلها مفتاح	تو تو اُسکے قفل کی کنجی ہے-

خلیفہ ان اشعار کو سُنکر بہت محظوظ ہوا۔ اور فوراً حکم دیا کہ ایک ہزار دینار مع خلعت کے دیا جاے اسکے بعد دوسرا دور شروع ہوا۔ اور جب عالم کیفیت طاری ہوا تو پھر ان مہمانون مین سرگوشیان شروع ہوئین۔

مالک۔ مجھکو خلیفہ کی پیشانی پر ایک نشان نظر آتا ہو (مصاحب سے) میری نظر تو غلطی نہین کرتی؟

مصاحب۔ حضور سچ ہے۔ مجھکو بھی صاف نظر آرہا ہے۔

مالک۔ تو کیا اسکی نسبت دریافت کرین؟

مصاحب۔ حضور موقع نہین ہے ذرا صبر کیجیے۔

مالک۔ (غصے سے) مجھے قسم ہے تربت عباس کی کہ جب تک اس حال کو معلوم نکرونگا اسوقت تک کچھ بھی تسکین نہوگی۔

تربت عباس کا لفظ اس زور سے نکلا کہ خلیفہ چونک پڑا اور اسنے مصاحب کی طرف کسیقدر خوف زدہ آواز سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ اسنے کہا کہ سب معمولی باتین ہین مگر میرے مالک کا ایک سوال ہے۔ آپ کو خدا کی قسم اسکا جواب صحیح دیجیے گا اور وہ یہ ہے کہ "آپ کی پیشانی پر جو نشان نظر آتا ہے اسکی کیا وجہ ہے" خلیفہ یہ بات سُنکر ساکت ہوگیا اور دیر تک مالک اور اُسکے مصاحب کو پہچاننے کی کوشش کرتا رہا بالآخر خوف زدہ ہوکر رونے لگا اور اپنا تمام واقعہ فی البدیہہ نظم مین بیان کرنے لگا اور اسی سلسلہ مین ڈرتے ڈرتے یہ بھی بیان کیا

قد حس قلبی ان فیکم اماما		میرا دل کہتا ہے کہ اس مجمع مین ہمارا سردار ہے۔
خلیفة هذا الوقت ابن الاطائب		جو اس زمانہ کا خلیفہ اور پاک نسل سے ہے۔

وثانیکمو یدعی الوزیر بجعفر	دوسرا شخص جعفر وزیر ہے۔
حقیقة یدعی صاحبا وابن صاحب	جو وزیر ابن الوزیر کہا جاتا ہے۔
وثالثکم مسرور سیاف نقمة	اور تیسرا مسرور ہے جو انتقام کرنیے جلاد ہے۔
فان کان ھذا القول حقا بصائب	سو اگر یہ بات ٹھیک نکلی۔
فقد نلت ما ارجو علی کل حالة	تو بہر حال جو مین چاہتا تھا وہ ملگیا۔
وجاء سرور القلب من کل جانب	اور دل کی خوشی ہر طرف سے آپہنچی۔

اگرچہ اسنے اپنے اشعار مین ظاہر کر دیا کہ مینے اپنے تینون مہمانونکو پہچان لیا ہی تاہم مصاحبنے اسکے اس خیال کی تردید کی اور چاہا کہ اس سلسلۂ تقریر کو بھی ٹالدے مگر اُسنے صاف کہدیا کہ یہ حضرت جو آپکے مالک ہین مین نے انکو پہچان لیا ہی واللہ یہ ہمارے امیر المومنین خلیفہ ہرون الرشید ہین اور آپ انکے وزیر جعفر ہین اور یہ تیسرے صاحب مسرور ہین۔ لہذا مین پہلے اپنی جان بخشی چاہتا ہون کہ حضور کی لقب کے طفیل مین سپرد کیا کرتا ہون اور اسکے بعد اپنا عرض حال کرتا ہون امیر المومنین! اصلی نام میرا علی ہی محمد جوہری کا لڑکا ہون میرا باپ مشہور سوداگر تھا۔ جب اُسکا انتقال ہوا تو دولت کثیر میرے ہاتھ آئی۔ امیرانہ طور پر زندگی بسر کرتا تھا ایکدن دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت خچر پر سوار میری دوکان پر آئی۔ تین خوبصورت کنیزین اُسکی ہمراہ تھین مجھسے پوچھا کہ علی بن محمد جوہری آپ ہی ہین؟ مینے عرض کیا کہ ہان آپکا غلام موجود ہے۔ پھر پوچھا کہ میرے لائق اعلیٰ درجہ کی موتیون کی لڑیان ہین۔ مین نے کہا کہ جو کچھ موجود ہی پیش کرتا ہون اگر انمین سے کوئی پسند خاطر ہو تو زہے سعادت۔ چنانچہ سو لڑیان مین نے پیش کین۔ لیکن اُنمین سے کوئی ایک بھی پسند نہ آئی اور سب سے عمدہ موتی پیش کرنیکے لیے حکم دیا۔ تب مین نے ایک چھوٹی لڑی جو

میرے والد نے ایک لاکھ کو خرید کی تھی پیش کی اور عرض کیا کہ یہ وہ قیمتی سلک ہے جسکی نظیر بمشکل بادشاہون کے یہان ہوگی۔ چنانچہ یہ لڑی دیکھکر پھڑک اُٹھی اور کہا کہ "مجھے مدت سے ایسے ہی موتیون کی آرزو تھی" پسند آنے پر نرخ پوچھا۔ مین نے خرید کے دام عرض کر دیے قیمت سُنکر جواب دیا کہ لاگت پر پانچہزار دینار نفع کے دیے جاوینگے۔ اور ایک خوبصورت کنیز علاوہ اسکے۔ مین نے عرض کیا کہ "یہ لڑی اور اُسکا مالک دونون حضور مین موجود ہین۔ موتی بھی آپ کے ہین اور یہ خادم بھی آپکا غلام ہے" میری بات سُنکر اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہا نہین نفع تو تمکو ضرور ملنا چاہیے۔ پھر چلتے وقت خدا کی قسم دیکر کہا کہ قیمت لینے مکان پر ضرور آنا۔ چنانچہ مین اُسیوقت دوکان مین قفل لگا کر ساتھ ہولیا۔ تھوڑی دور چلکر ایک عالیشان عمارت کے دروازے پر پہنچا۔ سبحان اللہ! کیا کہنا ہے۔ نہایت رفیع الشان عمارت تھی۔ صدر دروازہ پر یہ طغرا لکھا تھا

الا یا دار لا یدخلک حزن	اے گھر تیرے اندر غم نہ آئے۔
ولا یغدر بصاحبک الزمان	اور تیرے مالک کے ساتھ زمانہ بیوفائی نکرے۔
فنعم الدار انت لکل ضیف	تو مہمانون کے لیے نہایت اچھا گھر ہے۔
اذا ما ضاق بالضیف المکان	جبکہ مہمان کو کہین گھر نہ ملتا ہو۔

دروازہ پر چند لمحہ ٹھہرنا پڑا۔ پھر ایک کنیز اندر محل کے لے گئی۔ کہ چلیے قیمت لے لیجیے۔ چنانچہ ایوان کے ایک جانب میرے واسطے کرسی بچھا دیگئی۔ اُسی کے قریب ایک طرف حریر سرخ کا پردہ پڑا ہوا تھا اور چاندی کی کرسی پر وہ بی بی بیٹھی ہوئی تھی۔ گلے مین وہی موتیون کا ہار تھا جو مجھسے خریدا تھا مجھے دیکھکر کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہا کہ نور الدین! مین چاہتی ہون تم میرے پاس رہو" اور سلسلہ کلام ایسا چھیڑا جسکے ہر ہر فقرہ سے محبت کی بو آتی تھی۔ پھر مجھسے کہا کہ "مین اس شہر مین

گمنام ہوکر رہتی ہون۔ میرے نام سے کوئی واقف نہین ہے۔ حلف اُٹھاؤ اور خدا کی قسم کھاؤ تب مین اپنا راز ظاہر کرونگی"۔ چنانچہ مین نے قسم کھائی۔ تب کہا کہ "مین یحیی برمکی کی بیٹی ہون جعفر میرا بھائی ہے۔ میرا نام دنیا ہے"۔ جب مین نے خاندان کا نام سُنا تو مجھے کسی قدر تسکین ہوئی۔ اور بطور معذرت کے عرض کیا کہ "میرا گناہ معاف فرمائیے صرف طمع زر مجھکو یہانتک لائی ہے"۔ دنیا نے کہا کہ "کچھ مضائقہ نہین ہے کچھ نہ کچھ احسان کرنا چاہیے۔ مین خود مختار ہون ابھی قاضی کو بُلاتی ہون"۔ چنانچہ قاضی اور شاہد طلب کیے گئے۔ پھر قاضی سے کہا کہ "مین اپنا عقد نورالدین علی سے کرنا چاہتی ہون۔ آپ نکاح پڑھا دین۔ چنانچہ قاضی نے ایجاب و قبول کر کے خطبہ نکاح کا پڑھا اور دین مہر مین وہی لڑی موتیون کی سامنے رکھدی۔ بعد نکاح کے ہر طرف خوشی اور مبارکباد کے ترانے گائے جانے لگے۔ لحظہ بلحظہ خوبصورت کنیزین عود وغیرہ بجاتی تھین اور عمدہ راگنیان سُناتی تھین۔ صرف ایک شعر اُنہین کا اب یاد رہگیا ہے۔

موسی اشتیاقی فوق طور رضا لکم		میرے اشتیاق کا موسی تمھارے خوشی کے طور پر ہے
فاذا تجاہ حسنکم ناجا کمو		جب تیرا حسن اُسکو غم دیتا ہے تو وہ تمسے چپکے باتین کرلیتا ہے

جب دس لونڈیان باری باری سے عود بجا چکین تو پھر دنیا نے عود بجانا شروع کیا اور حسب حال کچھ اشعار پڑھے جسمین اپنی محبت اور میری خوبصورتی کا ذکر تھا۔ جب مین نے اپنی بی بی سے اشعار سنے تو بیساختہ ہوکر اُس سے مین نے عود لے لیا۔ اور عود کے ساتھ کچھ گنگنانا شروع کیا۔ چار بیت اسوقت بھی یاد ہین۔

سبحان ربی جمیع الحسن عطاک		پاک ہے وہ خدا جسنے تمام حُسن تجھکو عطا کیا۔
حتّٰی بقیت انا من بعض اسراک		یہانتک کہ تیرے گرفتارونمین مین بھی شامل ہوگیا۔

یامن لها ناظر یستبی الانام بہ	اے وہ کہ تیری آنکھ لوگون کو گرفتار کرتی ہے۔
خذی الامان لنا من سحر عیناک	اپنی آنکھون کے جادو سے میرے لیے امان لے لے۔
فالماء والنار فی خدیک قد جمعا	پانی اور آگ دونون تیرے چہرہ مین یکجا ہین۔
والورد جوری[۱] بنت وسط خداک	اور گلاب ایک گھانس ہی جو تیرے گالون مین اُگی ہے۔
انت الغرام لقلبی والنعیم له	تو میرے دل کی جلن بھی ہے اور نعمت بھی۔
فما امرک فی قلبی واحلاک	تو میرے دل مین بڑا انتہا تلخ ہی اور بے انتہا شیرین۔

اُسکے بعد ہم خوابگاہ کے کمرے مین جو پہلے سے آراستہ تھا چلے گئے اور سو رہے۔ غرضکہ اسی طرح ایک مہینا عیش مین گزر گیا۔ عزیز و اقارب، دوکان و مکان، سب یکلخت دل سے محو ہو گئے اور آج تک وہی بیخودی کی حالت ہے۔ ایکدن دنیا نے حمام کا قصد کیا اور مجھے قسم دیکر رخصت ہوئی کہ تا واپسی میرے خبردار باہر قدم نہ نکالنا۔ جب مین نے اقرار کیا تب وہ باہر نکلی۔ چندہی قدم طے کیے ہونگے کہ دروازہ سے ایک کہن سال عورت محل کے اندر آئی اور مجھسے کہا کہ بیٹا! تجھکو زبیدہ خاتون نے یاد فرمایا ہے۔ مین نے معذرت کی کہ اپنی جگہ سے اُٹھ نہین سکتا ہون۔ قسم کھا چکا ہون۔ لیکن اُس بڑھیا نے نمانا اور کہا کہ "بمقابلہ زبیدہ خاتون کی ناراضی کے کفارہ یمین سہل ہے"۔ غرضکہ مجبورًا مین اُسکے ساتھ ہو لیا۔

جب زبیدہ کے حضور مین پہنچا تو مجھے دیکھکر فرمایا کہ "نورالدین! تم ہی دنیا کے معشوق ہو" مین نے عرض کیا کہ "حضور کا فرمانبردار غلام ہون"۔ تب خاتون نے ارشاد فرمایا کہ "تمھارے

نوٹ [۱] جور ایک شہر کا نام ہے۔ جہان کا گلاب تمام دنیا مین مشہور ہے۔

حسن وجمال کی جیسی مین نے تعریف سُنی تھی ویسا ہی پاتی ہون - اب مجھے کوئی چیز سناؤ
کیونکہ تم عود خوب بجاتے ہو" مین نے حکم کی تعمیل کی - میری عود نوازی سے حضرت زبیدہ
بہت خوش ہوئین رخصت کے وقت دعا دی کہ "خدا تیرے قد وقامت اور خوبصورتی کو نظر بد
سے بچا دے - اور مجھے حکم دیا کہ دنیا کے آنے کے قبل مکان پہنچ جاؤ - بڑھیا جو مجکو مکان سے
لائی تھی گھر تک پہنچا آئی - لیکن میرے آنے سے پہلے دنیا پہنچ چکی تھی - مین نے چاہا کہ تخت پر
جا کر بیٹھ جاؤن - وہان کیا دیکھتا ہون کہ دنیا تخت پر سو رہی ہے - مین بھی اُسکے قدمون کے
برابر بیٹھ گیا - جب اُسنے مجھے بیٹھے دیکھا تو اپنے پاؤن سمیٹ لیے - اور ایک ایسی لات ماری
کہ مین عرش سے فرش پر جا پڑا - اور خفا ہو کر بولی کہ نورالدین! تو نے قسم توڑ ڈالی اور مجھسے
جھوٹ بولا اور زبیدہ کے مکان پر پہنچا خدا گواہ ہے! "اگر مجھے اپنی رسوائی کا خوف
نہوتا تو قصر زبیدہ کو اُسکے سر پر ڈھا دیتی" پھر اپنے ایک غلام کو جسکا نام صواب
تھا بُلایا اور حکم دیا کہ "اس جھوٹے کمینے کی گردن اُڑا دے اب مجھے اِسکی ضرورت نہین ہے"
صواب نے میری مشکین کس لین اور آنکھون پر پٹی باندھ دی چاہتا تھا کہ قتل کرے کہ اتنے مین
محل کی سب چھوٹی بڑی لونڈیان میری سفارش کرنے لگین - اور دنیا سے بمنت عرض کیا
کہ "حضور! نورالدین کا یہ پہلا گناہ ہے - سرکار کے مزاج سے یہ کچھ بھی واقف نہین تھا - اور آخر
اسکا قصور ہی کیا تھا کہ قتل کیا جاتا ہے" چنانچہ کنیزون کی سفارش سے اُسکا جنون کم ہوا -
اور میرے قتل سے باز آئی اور کہا کہ "اچھا مین معاف تو کرتی ہون - لیکن کوئی نشان ضرور ہونا
چاہیے جو یہ یاد رکھے" چنانچہ پھر مجکو داغا یہ نشانات اُسکے ہین - اور گھر سے باہر نکال دیا

مین دنیا کے گھر سے اس رسوائی کے ساتھ نکلا اور اپنے اوپر ملامت کرتا تھا۔ بمشکل آہستہ آہستہ
چلکر گھر تک پہنچا اور علاج شروع کیا۔ چند روز مین آرام ہو گیا تو دوکان کی فکر ہوئی اثاث البیت
کو فروخت کر ڈالا۔ زرثمن سے چار سو غلام خریدکیے۔ اور تفریح کے لیے یہ کشتی تیار کی جسمین بیٹھکر
روزانہ سیر کرتا ہون۔ اور اپنا نام خلیفہ رکھا ہے۔ اور اس حال مین مجھکو ایک سال ہو گیا ہے۔ پھر
اپنی معشوقہ کو یاد کر کے رونے لگا۔ ہرون الرشید نے یہ واقعہ سُنکر بہت ہی تعجب کیا۔ اور جوان سے
اجازت لیکر مکان کو واپس گیا۔ چونکہ نوجوان کی مہانداری سے ہرون نہایت خوش تھا
اسلیے ارادہ کیا کہ اس مظلوم کا انصاف کر دیا جاوے۔ چنانچہ جعفر کو حکم دیا کہ دربار مین اِس
نوجوان کو پیش کرو۔ جعفر نے نہایت اعزاز سے اُس جوان کو پیش کیا۔ جب خلیفہ کے حضور
مین پیش کیا گیا تو شاہی قاعدے سے سلام کیا۔ اور دیر تک دعائین دیتا رہا۔ ہرون نے
بیٹھنے کی اجازت دی اور کہا کہ نورالدین! مین چاہتا ہون کہ تمھارا افسانہ سنون کیونکہ
وہ عجیب دلکش داستان ہے۔ نوجوان نے عرض کیا کہ امیرالمومنین سے معافی کا خواستگار
ہون۔ جب تک عفو قصور نہو گا مجھے اطمینان نہو گا۔ چنانچہ ہرون نے اُسکا قصور معاف کیا
اور امان دی۔ تب اُس نوجوان نے اول سے آخر تک دوبارہ اپنا حال سُنایا جب
ہرون کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ دنیا کا بندہ ہے۔ تب نوجوان سے دریافت کیا کہ "اب بھی
تم اپنی معشوقہ سے ملنا چاہتے ہو"؟ عرض کیا کہ ہان۔ امیرالمومنین یہی تو احسان کا وقت ہے
چنانچہ جعفر کو حکم دیا کہ فوراً دنیا کو حاضر کرے۔ جعفر نے لاکر پیش کیا تب ہرون نے دنیا سے
پوچھا کہ اس نوجوان کو پہچانتی ہو۔ جواب دیا کہ امیرالمومنین! کیا عورتین بھی مردونکو پہچانتی ہین؟

یہ جواب سُنکر ہٰرون کو ہنسی آگئی اور کہا کہ مین خوب سُن چکا ہون۔ تب دنیا نے عرض کیا کہ "جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب مین امیرالمؤمنین سے معافی کی خواستگار ہون" خلیفہ نے بعد عفو قصور کے قاضی کو بُلایا اور دوبارہ نورالدین علی کا دنیا سے عقد پڑھا دیا۔ چنانچہ نورالدین کی بقیہ زندگی ہٰرون الرشید کی مصاحبت مین نہایت عیش و عشرت سے گذری۔

علاوہ اس واقعہ کے مورخین نے اور بھی خلیفہ ہٰرون الرشید اور جعفر کے باہمی تعلقات اور اتحاد کی مثالین لکھی ہین جو بلحاظ طوالت کے نظرانداز کی جاتی ہین۔ ان باہمی تعلقات کا اثر سلطنت اور پبلک دونون کے حق مین مفید ہوا۔ خلیفہ کو اپنے وزیر کے کل کامو نپر اعتبار تھا جسکا یہ نتیجہ تھا کہ جعفر بھی دل سے سلطنت کا خیرخواہ تھا ملک مین ہرطرف امن و انتظام تھا جعفر کے عہد وزارت مین ایک ایک گاؤن مین چشمے اور نہرین جاری تھین تجارت۔ اور زراعت دونون مین روزافزون ترقی تھی۔ بغاوتون اور خانہ جنگیو نکا بازار سرد تھا۔ غرضکہ جعفر کا زمانہ ہرطرح سے قابل مبارکباد تھا۔ جعفر برمکی نے جس دلسوزی سے سلطنت کا کام انجام دیا۔ بہرحال وہ اُسکا فرض منصبی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہرون الرشید کی اولاد کی ساتھ تعلیم و تربیت مین جو کوشش جعفر نے کی ہے۔ اُسکے احسان سے ہٰرون کسی طرح سر نہین اُٹھا سکتا تھا۔ جعفر کے زمانہ وزارت مین مامون الرشید کی اتالیقی خاصکر قابل ذکر ہے

مامون الرشید کی اتالیقی

جسطرح سے امین الرشید نے فضل برمکی کے سایۂ عاطفت مین پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی اسیطرح مامون الرشید جعفر برمکی کے سپرد کردیا گیا تھا۔ کسائی اور یزیدی جیسے

مجتہد فن تعلیم پر پانچ برس کی عمر سے مقرر تھے اور عام اخلاق و عادات کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ لیکن پوری پوری تربیت جعفر کے سپرد تھی۔ اگرچہ باضابطہ اتالیقی ۱۸۲ھ ہجری مین ہوئی لیکن خاصکر بچپن ہی سے مامون پر جعفر کی توجہ تھی بمقابلہ دیگر خلفا اور شہزادگان عباسیہ کے جو علمی کمالات مامون الرشید نے حاصل کیے وہ حقیقت مین جعفر کی آغوش تربیت مین پلنے کا صدقہ تھا جسکا ثبوت خود مامون الرشید کے حالات ہین۔

علمی حیثیت سے بھی جعفر نے یحیی برمکی سے کچھ کم نہین کیا۔ بلکہ ممالک اسلامیہ مین جس قدر فضل و کمال کا رواج ہوا وہ جعفر کی سرپرستی کا بدیہی نتیجہ تھا۔

جعفر کا فضل و کمال۔ ذوقِ علمی۔ اہل علم کی قدردانی۔ علوم کی اشاعت مناظرہ۔ علمی مجلسین۔ اور حکیمانہ اقوال

فضل و کمال اگرچہ جعفر کے روزانہ اوقات ملکی مہمات، اور خدمت وزارت مین صرف ہوتے تھے۔ تاہم یہ فرائض اُسکے ذوق علمی کے ماتحت تھے۔ عراق۔ حجاز۔ شام، جیسی وسیع سلطنت کے انتظام سے جو وقت دم لینے کو ملتا تھا وہ مذاکرۂ علمیہ مین صرف ہوتا تھا۔ اسلامی علوم جنہین کمال کی ضرورت تھی وہ بچپن مین حاصل ہو چکے تھے۔ اب خاص خاص علوم کی مشق کا زمانہ تھا۔ چنانچہ شاعری، فلسفہ، نجوم۔ پر اسوقت جعفر کی طبیعت مائل تھی اور انھین علوم سے خاص دلچسپی تھی۔ علما اور شعرا سے جو مباحثے ہوتے وہ اِسی قسم کے ہوتے تھے۔ بیت الحکمۃ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ فنون حکمت کی تصنیفات اور ترجمے پر خود

سلطنت اور علما کا رجحان تھا۔ چنانچہ جعفر کو بھی فلسفہ سے خاص رغبت تھی اور اس فرق مین یحیی برمکی سے کچھ کم نہ تھا۔ چنانچہ اسی فلسفہ پسندی نے یحیی وجعفر کو زندقہ سے منسوب کر دیا تھا چنانچہ اصمعی[1] کا یہ قول مشہور ہے۔

اذا ذكر الشرك في مجلس	جب کسی مجلس مین شرک کا مذکور چلتا ہے۔
اضاءت وجوه بني برمك	تو برمکیون کا چہرہ چمک اُٹھتا ہے۔
وان تليت عندهم آية	لیکن انکے سامنے کوئی آیت پڑھی جاوے۔
اتوا بالاحاديث عن مزدك	تو وہ مزدک[2] کی حکایتین بیان کرنے لگتے ہین۔

نوٹ [1] کتاب المعارف ابن قتیبہ دینوری مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۰۔ [2] عجم مین سب سے پہلے جسنے یہ مذہب جاری کیا وہ موبد موبدان مزدک تھا۔ ملک قباد بن فیروز پدر نوشیروان کے زمانہ مین اسنے خروج کیا۔ سب سے بڑی آرزو اسکی یہ تھی کہ گبرون سے مذہب آتش پرستی مٹا دیوے۔ مزدک علم نجوم مین علامہ عصر تھا۔ اور اسکو معلوم تھا کہ عنقریب ایک ایسا شخص عرب مین پیدا ہونیوالا ہے جو گبر، یہود، ترسا اور بت پرستون کے مذہب کو دنیا سے مٹا دیگا اور قیامت تک اُسکا مذہب جاری رہیگا اسلیے اسنے یہ کوشش کی کہ وہ شخص مین ہی کیون نہ بنجاؤن۔ چنانچہ اپنے خیال کے موافق اسنے دعوت دینا شروع کیا اور یہ اعلان کیا کہ لوگون نے ژند۔ اوستا کے معنے بھلا دیے ہین اسلیے مین مذہب زردشت کو تازہ کرنے آیا ہون۔ اور اپنا معجزہ یہ قرار دیا تھا کہ آگ میری پیغمبری پر گواہی دیتی ہے۔ چنانچہ جب اپنی حکمت عملی سے آتش خانہ سے مزدک نے شہادت دلوادی تو ملک قباد مرید ہوگیا۔ اور شاہی اثر سے یہ گروہ بہت بڑھگیا۔ اس مذہب مین بس مہمانون کیواسطے صرف میزبان کی عورت خواہشات نفسانی پورا کرنیکے واسطے کافی تھی۔ علے ہذا القیاس ہزارون مسئلے تھے۔ لیکن نوشیروان نے چونکہ مزدک کا فریب سمجھ لیا تھا۔ اسلیے اسنے باپ سے کہا کہ اگر مزدک کی پیغمبری پر پانی ہوا۔ اور مٹی بھی گواہی دے تب مین قائل ہونگا لیکن مزدک ان عناصر سے گواہی نہ دلوا سکا۔ اور نوشیروان نے ملک قباد کو آتش خانہ کا فریب بھی سمجھا دیا۔ تب مزدک کنوئے مین گرا کر مار ڈالا گیا۔ اسکے مرنے کے بعد خرمہ بنت فادہ زوجہ مزدک نے مدائن سے بھاگ کر رے مین یہ مذہب جاری کیا۔ منتخب از سیاست نامہ نظام الملک طوسی صفحہ ۱۶۶۔

قریب قریب ہی کمال شاعری اور نجوم مین تھا۔ چنانچہ ابن الندیم نے طبقۂ شعرا مین جعفر کو جداگانہ شمار کیا ہے۔ چونکہ خود مجتہد فن تھا اسوجہ سے شعرا کی قدر کرتا اور فیاضیون سے اُنکے حوصلے بڑھاتا تھا جسکے سبب سے علمی اشاعت کا ذوق وشوق سرگرم طبیعتون مین حد سے زیادہ بڑھگیا تھا۔ چنانچہ واقعات ذیل[1] سے جعفر کی علمی فیاضی۔ ذوق علمی۔ اور اہل علم کی قدردانی بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔

اہل علم کی قدردانی[1]

علامہ اصمعی[2] کا قول ہے کہ مین نے تمام علوم کے حصول مین سخت مشقت کی لیکن لغت۔ تاریخ۔ انساب۔ اور اشعار عرب مین خصوصًا کمال حاصل کیا تھا۔ چنانچہ خلفای عباسیہ کی قدردانی سنکر بصرہ سے بغداد پہنچا۔ خلیفہ ہٰرون الرشید اسوقت سلطنت پر حکمران تھا۔ شرکت دربار کی آرزو مین آستانۂ خلافت پر روزانہ حاضر رہتا تھا اور دربان وپاسبانون کو قصّہ کہانی سُنا سُنا کر دوست بنا لیا تھا۔ اور اس امید مین رہا کرتا تھا کہ دیکھیے کس دن اقبال کا سورج اپنی روشنی پھیلاتا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ مدتون اسی امیدواری مین گزری۔ محنت شاقہ سے بسا اوقات جی گھبرا اوٹھتا تھا۔ کہ وطن کو واپس جاؤن لیکن بدرجۂ مجبوری چند روز تک اور صبر کیا۔ معمول کے موافق ایک آدن کو

نوٹ [1] کتاب الفرج بعد الشدت باب ۷ - صفحہ ۳۰۸ - وعقد الفرید صفحہ ۱۰۸ جلد ۳

[2] ابوسعید عبدالملک بن علی بن اصمع مشہور بہ اصمعی بصری۔ لغت۔ نحو۔ اخبار۔ نوادرات کا امام ہے ۱۲۳ھ ہجری مین پیدا ہوا ۲۱۶ھ ہجری مین فوت ہوگیا۔ عربی علم لغت ایک خمس اسیکی روایت سے مدون ہوا ہے۔ بلا کا ذہین تھا علاوہ متفرق مضمون کے اشعار مین صرف رجز کے بارہ ہزار شعر یاد تھے۔ تصنیفات مین سے ۳۵ مفید کتابون کی فہرست ابن خلکان مین درج ہے۔ تذکرۂ شعراے عرب صفحہ ۱۰۴ -

آستانۂ خلافت پر موجود تھا۔ کہ حاجب نے آکر دریافت کیا "کوئی شخص اسوقت حاضر ہے جو شاعر ہو اور فنِ شعر کو اچھی طرح جانتا ہو" مین نے یہ آواز سُنکر (اپنے دل مین) کہا۔ اللہ اکبر! مصیبت سے نکلنے کا وقت آن پہنچا۔ اگر تقدیر نے یاوری کی اور خلیفہ کو میرا کلام پسند آگیا۔ تو پھر کیا پوچھنا ہے؟ اور حاجب سے کہا کہ "مین عمدہ اشعار جانتا ہون" چنانچہ حاجب نے مجھے ساتھ لیلیا۔ اور میاں زکی دیکر کہا کہ "اگر خلیفہ کو تمھارا کلام پسند آگیا تو پھر مالامال ہو جاؤ گے۔ اور یہ مصائب دور ہو جاوینگے" اور دربارِ شاہی مین لیجا کر ایک ایسے موقع پر کھڑا کر دیا جہانسے مین خلیفہ کو بخوبی دیکھ سکتا تھا اور سلام کر سکتا تھا۔ خلیفہ ہرون الرشید ایک مسند پر جلوہ گر تھا۔ اور اسکا نورانی چہرہ مثل بدر کے چمک رہا تھا۔ اور پہلو مین وزیر اعظم جعفر برمکی بیٹھا تھا۔ خادم اپنے اپنے قرینے سے کھڑے ہوے تھے۔ مین نے بھی خلیفہ کو سلام کیا۔ جواب سلام کا دیا بعدہٗ ارشاد فرمایا کہ "اگر دربار کی ہیبت تمپر چھا گئی ہو تو تھوڑی دیر علٰحدہ بیٹھو تاکہ خوف زائل ہو جاے۔ پھر ہمارے حضور مین آؤ تاکہ بات چیت کر سکو" مین نے اپنے دل مین کہا کہ اگر [illegible] ہے کیا عجب ہی کہ تھوڑی دیر مین یہ مجلس برخاست ہو جاے۔ اور پھر مجھکو ایسا موقع نہ ملے۔ اسلیے فوراً ہی عرض کیا کہ "امیر المومنین کی فیاضی کی روشنی نے میرے دل کی وحشت کو دور کر دیا ہے مجھے کوئی خوف نہین ہے۔ جو حکم ہو اُسکی تعمیل کرون۔ یا اجازت ہو تو مین خود ہی ابتدا کرون" میرا یہ برجستہ جواب سُنکر ہرون الرشید ہنسنے لگا اور جعفر کیطرف دیکھکر کہا "تعالی کہ نکوست از بہارش پیداست" یہ شخص اپنے فن مین کامل معلوم ہوتا ہے چنانچہ وزیر نے بھی تائید کی اور کہا کہ "امیر المومنین یہ شخص آپ کی فیاضیون سے ضرور فائدہ اُٹھاویگا" پھر خلیفہ نے پوچھا "کہ تم شاعر ہو یا راوی"

مین نے عرض کیا کہ راوی - پھر پوچھا کہ کس سے روایت کرتے ہو؟ مین نے جواب دیا کہ "جسقدر اہل فن گزرے ہین اور جنکے کلام مین شیرینی ہے" یہ جواب سنکر کہا کہ اچھا بتاؤ "انصف القارۃ من راماھا" اس مثل کے کیا معنی ہین مین نے عرض کیا کہ "اسمین دو قول ہین ایک یہ کہ قارہ ایک قبیلہ کا نام ہے جسکی تیراندازی مشہور ہے اور جو ٹھیک آنکھونپر تیر یارتے تھے اور رماۃ الحدق[1] کہلاتے تھے - یہ قبیلہ ملوک یمن کے عہد مین تھا - اور جنکے اعزاز کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ کے ہم پہلو بیٹھا کرتے تھے - اور سلطانی موکب مین یہی لوگ باڈی گارڈ ہوتے تھے - ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے میدان کارزار مین آنکر پکارا "این رماۃ الحدق" یعنی وہ تیرانداز کہان ہین اسوقت بادشاہ نے اُن بہادرون سے مخاطب ہوکر کہا تھا "انصف القارۃ من راماھا"[2] دوسرا قول یہ ہے کہ قارہ پہاڑ کی چوٹی - اور اُس جگہ کو کہتے ہین جو سطح زمین سے اونچی ہو - قائل کی یہ مراد ہے کہ جو لوگ حلم وثبات اور شان مین بلند ہین وہ اس سے آمادہ پیکار ہون ہرون یہ جواب سُنکر خوش ہوا اور کہا کہ خوب بتلایا - پھر کہا کہ کچھ عجاج کا کلام بھی یاد ہے؟ مین نے عرض کیا کہ بہت کچھ - کہا اچھا وہ قصیدہ پڑھو جسکی ابتدا ہے - "طارقًا ھم طارقًا" مین نے پڑھنا شروع کیا - جب اُس موقع پر پہنچا جہان بنی اُمیّہ کی مدح تھی تو مین نے اُسکو چھوڑ دیا اور جہان سے منصور کی مدح تھی وہانسے پڑھنے لگا - تو ہرون نے پوچھا کہ بنی اُمیّہ کی مدح کے اشعار قصدًا چھوڑ دیے ہین یا سہوًا مین نے عرض کیا کہ قصدًا - کیونکہ جسقدر جھوٹ کا حصہ تھا وہ اُنکے لیے چھوڑ دیا ہے - اور جو حصہ سچائی کا ہے وہ عرض کرتا ہون میرا یہ جواب سُنکر

نوٹ [1] عقد الفرید مین رماۃ الحرب لکھا ہے [2] جو شخص قارہ سے تیر کی لڑائی لڑیگا اُسکا انصاف کیا جاویگا -

جعفر پھڑک اٹھا اور کہا "احسنت بارک اللہ علیک" بعد ختم اس قصیدہ کے حکم دیا کہ عدی بن
رقاع کا وہ قصیدہ پڑھو جو ولید بن یزید بن عبد الملک کی مدح مین ہے" اور جسکا مطلع ہے
عرف الدیار توھما فاعتادھا - چنانچہ مین نے تیزی اور بلند آوازی سے پڑھنا شروع
کیا - جعفر نے کہا کہ ہلکے ہلکے پڑھو تاکہ انعام سے محروم نہ لوٹو - ہرون الرشید نے جعفر کی طرف
دیکھکر کہا کہ "اب تو صلہ دینا مجھے لازم ہوگیا ہے لیکن آپ کو بھی میری فیاضی مین شریک ہونا
پڑیگا" یہ گفتگو سنکر مجھے نہایت مسرت ہوئی اور عرض کیا کہ آج مجھے عرب و عجم پر فخر کرنے کا
موقع ملا ہے کیونکہ خلیفہ اور وزیر دونون فیاضی مین ایک دوسرے کے شریک ہین یہ جملہ سنکر
ہرون الرشید ہنس پڑا - اور کہا کہ اچھا اب "ذوالرمہ کا قصیدہ پڑھو جسکا مطلع ہے "آمن
حذار الھجران قلبک مطمع" مین نے کہا امیر المومنین یہ تو اُسکے اشعار کی عروس ہے
کہا اگر یہ عروس ہے تو آخر داماد کون ہے؟ مین نے جواب دیا کہ وہ قصیدہ جسکا مطلع ہے
"ما بال عینک منها الماء ینسکب" حکم ہوا کہ اچھا یہی سناؤ - جب مین اُس موقع پر پہنچا
جہان اونٹ کی تعریف تھی تو جعفر ناخوش ہوکر بولا - کہ "شاید دنیا مین اور کوئی مضمون اب
نہین رہا ہے کہ ہم اپنی قیمتی رات خارشتی اونٹ کے اوصاف سُننے سنانے مین بسر کردین"
جعفر کے اس فقرہ سے ہرون کو غصہ آگیا اور تیور بدلکر کہنے لگا کہ "بس - خاموش! یہ وہی اونٹ
ہے کہ جسنے تمہارے بادشاہون کے (سلاطین عجم مراد ہین) سر سے تاج اُتار کر پھینکدیا اور تخت
سلطنت سے زمین پر ڈالدیا - اور بعد مرنیکے اُسکی کھال کے تازیانے بنائے گئے کہ جسسے تجھے
اور تیری قوم کو مثل غلامون کے سزا دیجاتی ہے" یہ سُنکر جعفر نے کہا کہ "مجھے بھی بیگناہ سزا دیگئی ہے"

لیکن خدا کا شکر ادا کرتا ہون"۔ ہرون الرشید نے کہا کہ "یہ دوسری غلطی ہے۔ الحمد للہ کہنے کا یہ کیا موقع تھا۔ کونسی نعمت ملی تھی جسکا شکریہ ادا کیا گیا" خیر وہ ایک بات تو نہین یہ معاملہ رفع ہوگیا باقی رات قصہ گوئی مین کٹی جب سپیدۂ صبح قریب ہوا تو ہرون الرشید نے اصمعی سے کہا "ہمارے یہان ایک مہمان ٹھہرا ہوا ہے اب اُسکے پاس چل کر قصص وحکایات بیان کرو" چنانچہ خادم نے جوتیان سامنے لاکر رکھدین لیکن پہنتے وقت پائون مین کوئی چیز چبھ گئی تو خلیفہ خادم پر ناراض ہونے لگا جعفر نے کہا کہ "امیر المومنین خدا کی قسم اگر آپ ہمارے ملک کی بنی ہوئی جوتی پہنتے تو ایسی تکلیف نہوتی" خلیفہ نے جھلاکر کہا کہ "تم بار بار عجم کی مدح اور عرب کی ہجو کرتے ہو لیکن یاد رکھو کہ مین کبھی بند نہونگا اور تمھاری ہر بات کا جواب دونگا" پھر جعفر کو حکم دیا کہ تیس ۳۰ ہزار درہم میری طرف سے اور اسیقدر خود اضافہ کرکے اصمعی کے پاس علی الصباح بھیجدینا۔ جعفر نے کہا کہ "اگر امیر المومنین کی مجلس نہوتی تو ضرور مین اسقدر دیتا لیکن اس مجلس مین خلیفہ کی برابری کرنا داخل بے ادبی ہے لیکن مین انتیس ۲۹ ہزار درہم دیتا ہون" چنانچہ صبح کی نماز سے ہنوز فراغت نہین ہوئی تھی کہ دونون عطیے میرے پاس پہنچ گئے۔ اور اُس روز سے دربار کا داخلہ میسر ہوگیا اور ایک دن کے صلہ وانعام سے میری حالت درست ہوگئی اور جعفر برمکی میرے حال پر خاص طور پر مہربانی کرنے لگا۔

(۲) عورات برامکہ کی علمی قدردانی

ابو مسلم ولید انصاری جسکو صریع الغوانی کہتے ہین یہ برامکہ کا مشہور شاعر ہے وہ کہتا ہے کہ جب یزید شیبانی کا زمانہ بگڑ گیا تب مین محتاج ہوگیا۔ اور حالت بینوائی مین بغداد پہنچکر ایک کنیز کا مہمان ہوا

جسکا نام سکینہ تھا۔ یہ کنیز نہایت سلیقہ شعار تھی اور تمام امرا کے محلات مین آیا جایا کرتی تھی
ایک روز جعفر برمکی کی والدہ کیخدمت مین حاضر تھی کہ کسی کنیز نے ایک غزل چھیڑی ایک دو بیت
اُسکی فاطمہ (ملقب بہ عتابہ) نے بھی سُن لیے۔ چونکہ مضمون عالی تھا اور بات نصیحت کی سنکر
بہت خوش ہوئی سکینہ سے پوچھا یہ کسکا کلام ہے؟ اُسنے کہا کہ حضور یہ غزل صریع الغوانی[1] کی ہے
اور یہ مشہور شاعر اتفاق روزگار سے محتاج ہوکر ان دنون میرا ہی مہمان ہے۔ یہ سُنکر عتابہ نے
دس ہزار درہم سکینہ کو دیے اور کہا میری طرف سے یہ حقیر ہدیہ اُسکو دینا۔ اور کہدینا کہ اگر یحییٰ
اور جعفر کو تمھاری اطلاع ہوئی تو وہ بھی امداد کرینگے۔" چنانچہ اس عطیہ سے مین نے اپنی حالت
درست کی اور درباری لباس مرتب کیا۔ اور سہیل بن عبداللہ کے ہمراہ دربار وزیر کے جانیکی
تیاری کی۔ اتفاقاً راستہ مین ایک موقوف شدہ عامل سے ملاقات ہوئی۔ وہ میرا قدیم
ملنے والا تھا۔ دیکھتے ہی کہا کہ "اگر جعفر برمکی کی مدح مین چند شعر کہو اور مجھے عہدہ پر بحال کرادو
تو پانچہزار درہم شکرانہ مین ادا کرونگا" مین نے اقرار کرلیا اور چند مدحیہ اشعار لکھے جنکا مضمون
مطابق اس حدیث نبوی کے تھا کہ اطلبوا الحاجات عند حسان الوجوہ یعنی
حاجت برآری اچھے ہی لوگون سے ہوا کرتی ہے۔ اور دربار مین پہنچکر وہی اشعار مین نے
نذرانہ مین جعفر کو پیش کیے۔ اس سے قبل مجھے جعفر نے نہین دیکھا تھا لیکن اشعار پڑھتے ہی
بول اُٹھا کہ صریع الغوانی تیرا ہی نام ہے؟ مین نے عرض کیا "ہان" یہی خادم ہے چنانچہ
فوراً بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر پوچھا کہ "خاص مطلب کیا ہے" مین نے اُس عامل کی سفارش کی

نوٹ [1] عہد خلفاء عباسیہ مین یہ شاعر بھی اعلیٰ درجہ کا تھا اسکا شمار بھی شعرائے برامکہ مین کرنا چاہیے۔ انکا دیوان لیڈن (ہالینڈ) مین چھپکر شایع ہوا ہے

چنانچہ فوراً درخواست منظور ہوئی اور اصلی عہدے پر اُسکو بحال کر دیا۔ جب دیوان عام سے اُٹھگیا تو مجھے بھی مجلس خاص مین طلب کیا۔ منتخب احباب کا مجمع تھا۔ مجلس کی ستھرائی اور آراستگی کا کیا کہنا ہے۔ شاید کسریٰ اور قیصر کو ایسی مجلس میسر ہوئی ہو دوسرون کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ رنگ دیکھکر مین حیرت زدہ رہگیا۔ چونکہ بے تکلف دوستونکا مجمع تھا اسلیے مجلس سماع کی منعقد ہوئی۔ اور دور شراب کا چلنے لگا۔ جعفر نے مجھسے مخاطب ہو کر کہا کہ "اپنا کلام سُناؤ" مین نے حسب حال پڑھنا شروع کیا۔ چند ہی بیت پڑھے تھے کہ چارون طرف سے نعرہ تحسین بلند ہونے لگے۔ اس لطف صحبت کے ساتھ دور شراب برابر جاری تھا۔ جب ساقی مجھ تک پہنچا مین نے عرض کیا کہ "معافی چاہتا ہون کیونکہ مین نے آجتک کبھی پی ہی نہین ہے" جعفر نے کہا "خوب۔ شراب کی تعریف مین ساحری دکھلانا۔ اُسکے خواص اور اندرونی اثرات کا بیان کرنا کیونکر ممکن ہے جبتک کہ وہ مُنھ نہ لگائی گئی ہو۔ کچھ ہی ہو۔ آج تو ایک گلاس پینا پڑیگا" چنانچہ جعفر کے اصرار سے طوعاً و کرہاً ایک گلاس چڑھا گیا میرے اس فعل سے جعفر کو نہایت شرمندگی ہوئی۔ اور کہا کہ "ابومسلم مین تمھارے حسن ادب سے خوش ہوا اسکا صلہ ملیگا" جب سب لوگ چلے گئے صرف جعفر اور مین باقی رہگیا۔ اُسوقت جعفر نے کہا "اب تمکو ایک کنیز دکھلاتا ہون جسکی مثال نہین ہے اور ایسی راگنیان سنواتا ہون جو تمنے کبھی نہ سنی ہونگی۔ چنانچہ ایک کنیز کو طلب کیا جسوقت وہ میرے سامنے آئی یہ معلوم ہوا کہ گویا سورج نکل آیا۔ اُسکے حسن کا یہ عالم تھا کہ شعرا دیوان کے دیوان مدح مین لکھ ڈالین تاہم اُسکے حُسن کی تعریف ختم نہو سکے۔ جعفر نے حکم دیا کہ بربط پر کوئی عمدہ غزل سُناؤ۔ اُس کنیز نے

اس کمال سے بربط بجایا کہ جعفر بیخود ہو گیا اسپر خوبی قسمت سے یہ طرّہ ہوا کہ یہ غزل میری ہی
تصنیف کی ہوئی تھی۔ جب جعفر کو ہوش آیا تو پوچھا کہ یہ کسکی غزل تھی مین نے عرض کیا کہ
بندہ صریع الغوانی کی۔ لیکن اسکی راگنیون نے مجھے بھی بیچین کر دیا تھا اسلیے جعفر نے حکم دیا
کہ مسلم اس کنیز کو دختر کہکر پکارے تا کہ تمھین اسکا دیکھنا مباح ہو جاوے۔ مین نے حکم کی تعمیل کی
تب وہ مجھسے ہمکلام ہوئی مین اسکی طباعی اور ذہانت کی تعریف نہین کر سکتا ہون کیونکہ اسنے
ایک تھوڑی دیر مین میری بہت سی غزلین یاد کر لین اور اُس غزل کو جسپر جعفر کو غشی کی نوبت
پہنچی تھی کمال موسیقی سے سو طرز پر گایا۔ لیکن اتفاق سے اُس غزل مین صرف چار ہی
بیت تھی۔ جعفر نے خوش ہو کر حکم دیا کہ "صریع الغوانی کو اس غزل کا صلہ چار سو دینار دیا جاوے"
یہ حکم سُنکر مجھے اپنی تقدیر پر افسوس آیا کہ کاش یہ غزل طولانی ہوتی۔ جب مجھے انعام مل چکا
تو کنیز نے عرض کیا کہ اے وزیر عالم پناہ! ناظم کو چار سو دینار اس غزل کا صلہ دیا گیا۔ اور جسنے
ان اشعار کو سو طرح پر سُنایا۔ اُسکو بھی اسی قاعدے کے مطابق صلہ ملنا چاہیے" چنانچہ جب مجھے
انعام مل چکا تو مین رخصت ہوا۔ چلتے وقت کنیز نے کہا کہ اگر حکم ہو تو مین بھی اپنے باپ کی خدمت
کرون۔ جعفر نے کہا کہ مناسب ہے۔ چنانچہ اُس کنیز نے ایک ڈبہ گران بہا جواہرات کا اور قیمتی
لباس۔ اور ایک خوبصورت لونڈی پیش کی۔ مین نے یہ تحفہ لیلیا اور رخصت ہوا۔ بعد کو معلوم ہوا
کہ اُس کنیز کا نام ریحان تھا۔ چنانچہ مین نے بھی ریحان کو عمدہ تعلیم دی۔ اور نہایت عمدہ اشعار
اُسکو سکھلائے۔ پھر تو اُسکا یہ حال تھا کہ نہایت عمدہ شعر کہنے لگی۔ اور مجھسے بہت کچھ سلوک کیا۔
چنانچہ علاوہ عطیات جعفر کے مین نے حساب کیا تو دو سو قیمتی جوڑے ۲۲ ہزار مثقال چاندی

۲۰ دانہ مروارید گرانمایہ اور ایک ڈبہ قیمتی جواہرات کا ریحان سے وصول ہوا تھا-

فصاحت و بلاغت

خاندان برامکہ کی فصاحت و بلاغت عموماً تمام مورخون کو تسلیم ہے لیکن جعفر برمکی کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا مؤرخین نے خصوصاً اعتراف کیا ہے- ثمامہ[۵۱] بن اشرس کا قول ہے کہ مین نے جعفر برمکی اور مامون الرشید سے زیادہ فصیح کسی اور کو نہین دیکھا- اور علامہ حصری[۵۲] نے زہر الاداب مین اس روایت کو ان لفظون مین لکھا ہے کہ جعفر برمکی وقت تقریر کے کسی موقع پر رکتا تھا- نہ سلسلہ کلام مین الفاظ و معنی کی تکرار ہوتی تھی- لغو اور فضول باتون کا تو کیا ذکر ہے جس فن پر گفتگو کرتا تھا جب تک اسکا سلسلہ ختم نہو جاوے دوسرے پہلو پر بحث نکرتا تھا- اور ایک گفتگو کے بعد جب دوسری شروع کرتا تو پچھلی تقریر پہلی سے زیادہ مؤثر اور دلکش ہوتی تھی- غمگین کو ہنسا دیتا- عابد و زاہد کے دل پر قبضہ کرلینا اسکے بائین ہاتھ کا کھیل تھا- اعلیٰ درجہ کے اشعار نوادرات ضرب المثل- قصص و حکایات مین اسکی معلومات انتہائی درجہ پر تھی- باوجود اسکے فصاحت کا نمبر بڑھا رہتا تھا- اور سہل[۵۳] بن ہرون کا قول ہے کہ اگر کلام کو موتی اور گفتگو کو جوہر فرض کیا جاوے تو خدا کی قسم یحییٰ و جعفر برمکی کا کلام ہو- مین نے اس زمانہ کے بڑے بڑے شیوا بیان لوگون کو دیکھا ہے وہ سب اسکے قائل تھے کہ بلاغت کی تکمیل انھین دونون سے ہوئی ہے اور انھین پر اسکا خاتمہ ہوگیا- سچ تو یہ ہے کہ اگر دنیا انکے عہد زندگی پر

نوٹ ۵۱ تاریخ الخلفای سیوطی ۵۲ صفحہ ۳۰۰ حاشیہ عقد الفرید جلد ۱ ۵۳ صفحہ ۲۱ جلد ۳ و صفحہ ۳۰۵ جلد اول عقد الفرید-

فخر کرے تو کچھ نازیبا نہین ہے" اور اسی فصاحت و بلاغت کا اثر تھا کہ خلیفہ ہرون الرشید نے امین و مامون کو قبائل عرب مین نہین بھیجا بلکہ فضل و جعفر کے سپرد کر دیا تھا۔ جنکی تعلیم سے انکی فصاحت آج تک ضرب المثل ہے۔ ابو عثمان عمرو جاحظ[1] لکھتا ہے کہ جعفر برمکی جب کسی مضمون پر گفتگو کرتا تھا تو کسی عالم کو جرأت نہوتی تھی کہ اُسکے مقابلہ مین لِمَ و لانسلم کہہ سکے بلکہ محویت ہو جاتی تھی اور نہایت خاموشی سے اُسکی تقریر سنا کرتے تھے۔

جعفر برمکی کے توقیعات۔ اور خطبے اگرچہ کمیاب ہین۔ لیکن اُسکے بعض اقوال جو کُتب ادب مین پائے جاتے ہین۔ اُنکے ہر ہر فقرے سے شُستہ بیانی کی شہادت ملتی ہے۔ ایک موقع[2] پر کسی نے ایک عامل کی شکایت مین ایک درخواست گزرانی اُسپر جو حکم لکھا ہے اُسکے یہ الفاظ ہین۔

قد کثر شاکوک و قل شاکروک
فاما اعتدلت و اما اعتزلت

تیرے شاکی بہت ہین اور شکر گزار کم۔
یا تو اعتدال اختیار کر یا الگ ہوجا۔

نوٹ [1] اکرام الناس۔ ابو عثمان عمر بن بحر بن محبوب الجاحظ بصری علماے ادب مین بہت بڑا فصیح و بلیغ گزرا ہے ابو اسحٰق نظام معتزلی کا شاگرد تھا۔ اور خود بھی ائمہ معتزلہ مین تھا۔ اسکے مفید تصنیفات مین سے کتاب البیان و التبیین نہایت مشہور ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ اول درجہ کا بدشکل تھا۔ اور اسکی آنکھین باہر کو نکلی ہوئی تھین۔ جسکو دیکھکر لڑکے سہم جاتے تھے۔ آخر عمر مین مفلوج ہوگیا تھا۔ ۹۰ سال کی عمر مین بمقام بصرہ ۲۵۵ھ ہجری مین فوت ہوا۔ ایام مرض مین اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

اترجو ان تکون و انت شیخ
کما قد کنت ایام الشباب
لقد کذبتک نفسک لیس ثوب
خلیق کالجدید من ثیاب

جیسا تو عالم شباب مین تھا کیا پیری مین بھی ویسا ہی ہونے کی امید رکھتا ہے ؟
تیرے نفس نے اب تجھکو فریب دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ پُرانا کپڑا نئے کے برابر نہین ہوتا ہے۔

(نزہتہ الالبا صفحہ ۲۵۴) [2] ابن خلکان صفحہ ۱۳۰

ثمامہ[1] کا قول ہے کہ ایک مرتبہ مین نے جعفر برمکی سے سوال کیا کہ **بیان** کی کیا تعریف ہے، اُسکے جواب مین کہا

ان یکون الاسم محیطا بمعناک مخبرا عن مغزاک مخرجا من الشرکة غیر مستعان علیه بالفکرة۔	لفظ مطلب پر احاطہ کرلے اور مقصود کو بتادے اور دوسرے پہلو کا احتمال نہ رہنے دے اور تفکر سے اعانت نہ لی گئی ہو۔ (یعنی آورد نہو)

کتابت

علم انشا اور کتابت مین بھی جعفر برمکی عمر بن مسعدہ[2] وغیرہ سے بڑھکر تھا۔ تمام فرامین، احکام، توقیعات، سلطنت ہای غیر کے معاہدے اپنے قلم سے لکھتا تھا۔ اور اس فن[3] مین اسقدر کمال بہم پہنچایا تھا کہ جعفر برمکی کے عام توقیعات بازارون مین ایک ایک اشرفی کو بکتی تھین اور فن انشا کے شائق بڑی شوق سے مول لیتے تھے۔ چونکہ خود اہل فن تھا اسوجہ سے کُتّاب اور خوشنویسونکی عزت افزائی کرتا تھا۔ اور اُنکے کمال کا معترف ہوتا تھا۔ ایک عمدہ تحریر دیکھکر جعفر بہت خوش ہوا چنانچہ اسکا یہ قول مشہور ہے[4]

الخط خیط الحکمة ینظم فیه منثورها ویفصل فیه شذورها	خط حکمت کا دھاگا ہے جسمین حکمت کے بکھرے ہوے موتی گوندھے جاتے ہین اور اُسکے زرین دانے ممتاز رہتے ہین۔

نوٹ [1] کامل اثیر نے جو الفاظ لکھے ہین اُسپر علامہ حصری مؤلف زہر الآداب نے اسقدر اور اضافہ کیا ہے و یکون سلیما من التکلف بعیدا من الصنعة۔ بریا من التعقید غنیا عن التاویل صفحہ ۱۰۷ حاشیہ عقد الفرید جلد اول

[2] عمرو بن مسعدہ المتوفی ۲۱۵ھ ہجری فن کتابت مین بے مثل و یگانہ روزگار تسلیم کیا گیا ہے اسکی یہ صفت تمام فاضلونکو تسلیم ہے کہ بڑے بڑے مضمون کو مختصر الفاظ مین اس خوبی سے ادا کرتا تھا کہ مضمون کا اصلی اثر ادرزہ برابر قائم رہتا تھا۔ مامون الرشید کا کاتب تھا۔ زہر الآداب مین جا بجا اسکے علم انشا کے نمونے لکھے ہین لیکن جعفر برمکی عمرو کی تحریرون کو اکثر کاٹ دیا کرتا تھا۔ اور بطور ہدایت کے اُسی کاغذ کی پشت پر لکھدیا کرتا تھا۔ چنانچہ عمرو نے جو خط ضمرة الحردری کے نام لکھا تھا اُسکو پڑھکر جعفر نے یہ الفاظ لکھدیے تھے اذا کان الاکثار ابلغ۔ کان الایجاز مقصرا و اذا کان الایجاز کافیا کان الاکثار عییا۔ زہر الاداب حاشیہ عقد الفرید صفحہ ۱۶۰ جلد ۲۔ [3] المامون حصہ دوم صفحہ ۲۵۷ [4] شریشی جلد ا صفحہ ۶۲۔ و کامل اثیر مین بھی لکھا ہے۔ مگر اُسکے یہ الفاظ ہین الخط سمط الحکمة به تفضل شذورها۔ و ینظم منثورها۔ جلد ۶ صفحہ ۵۶

اور[۵۱] اپنے کُتّاب کو ہمیشہ یہ نصیحت کیا کرتا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا کُل کلام توقیع کے درجہ پر پہنچ جاوے تو ابتدا ہی سے ایسی کوشش کرو[۱] اور اس سے بڑھکر فن کتابت کا کمال اُس تحریر سے معلوم ہوتا ہے جو جعفر نے اپنے میر منشی محمد بن[۵۲] اللیث کے نام لکھی تھی لہذا اُسکے چند فقرے ہم بھی نقل کرتے ہین جس سے جعفر کی علم انشا اور کتابت کی تصدیق ہوتی ہے اور یہ تحریر حقیقت مین محمد بن اللیث کے اُس خط کا جواب ہے جسمین اُسنے جعفر سے پوچھا تھا کہ خط کی پاکیزگی کے لیے کیا کیا چیزین ضروری ہین۔

اما بعد فلیکن قلمک محرفا لا متینا ولا رقیقا ضیق القلب فابرہ بریا مستویا المنقار کحمامۃ اعطف بطنہ ورقق شفرتیہ ولیکن مدادک فارسیا خفیفا اذا وزنتہ فانقعہ لیلۃ ثم صفہ فی الدواۃ ولیکن قرطاسک دقیقا مستوی النسیج مخرج السحاۃ مستویا من احدی الطرفین الی آخرہ فلیست تستقیم السطور الا فیما کان کذلک ولیکن اکثر مطک فی اطراف القرطاس الذی فیہ بیاضک واقلہ فی الوسط ولا تمط

حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ اول تو قلم ایسا بنانا چاہیے جو ترچھا ہو لیکن زیادہ سخت اور نازک نہو۔ شگاف تنگ ہو اور برابر سے اسطح پر تراشا جاوے جیسے کبوتر کی چونچ ہوتی ہے۔ گہراؤ کی طرف ذرا جھکا ہو اور قط کی جگہ باریک ہو اور روشنائی فارسی ساخت کی وزن مین ہلکی ہو اور تمام رات اسکو بھگو کر صبح کو دوات مین چھوڑ دو۔ اور کاغذ باریک ہو۔ اور بناوٹ مین برابر اور اسکو اسطح پر موڑو کہ ایک جانب کی موٹائی اسکے آخر تک برابر ہو ورنہ سطرین سیدھی نہ آئینگی۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ لکھتے وقت زیادہ کھینچاؤ کاغذ کے بائین جانب ہونا چاہیے۔ پھر وسط مین کم اور دوسری جانب

نوٹ [۵۱] صفحہ ۲۷۰ العقد الفرید جلد اول [۵۲] شریشی جلد ا صفحہ ۸۲۔

فی الطرف الاخر والمط نضعف الخط ولا یقوی علیه الا العاقل ولا احسب العاقل یقوی علیه ایضًا الا بالنظر الی لیدِ فی استعمالها الحرکۃ - والسلام

بالکل نہو - کیونکہ یہ کشش نصف تحریر کے برابر ہے - لیکن ان امور پر دانشمند آدمی قابو پا سکتا ہے - اور وہ بھی اُس وقت جبکہ اپنی ہاتھ کی حرکت کا خیال رکھے[۱] - والسلام

جعفر کی علمی سوسائٹی اور اُسکے مناظرہ کے حالات علم ادب کی جان ہین - لیکن خاص مناظرہ

مناظرہ اور علمی مجلسین

اور علمی بحثین، جس سے جعفر کی وسعت نظر، ذکاوت ذہنی، اور زور تقریر کا حال معلوم ہو کمیاب ہین - کسیقدر حالات جعفر کے علمی کمالات کے اُس مناظرے سے معلوم ہوسکتے ہین جو دربار ہرون الرشید مین شعر کی فصاحت و بلاغت اور تشبیہات پر ہوا تھا اور جسکو شارح مقامات حریری نے بجنسہ نقل کیا ہے جعفر کو مناظرہ اور مباحثہ کی یحیی نے خاصکر تعلیم دی - اور اس مقصد مین کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے ایک خاص[۲] علمی سوسائٹی قائم تھی جسمین اکثر مباحثات ہوا کرتے تھے - چنانچہ اسی انجمن کی مشق کا نتیجہ تھا کہ جعفر کی زبان اُن مناظرون مین بھی جسمین اصمعی اور ہرون الرشید وغیرہ ایک فریق ہوتے تھے نہین رکتی تھی - اور برجستہ جوابات دیتا تھا -

سعید[۳] بن ہرثمہ ادیب (علماے عراق سے تھا) کا قول ہے کہ فضل بن ربیع اگرچہ ایک کامل شخص تھا

نوٹ [۱] جلد دوم صفحہ ۴، العقد الفرید مین یہ خط مفصل موجود ہے جسمین علاوہ ہدایات مذکورہ کے مفردات و مرکبات حروف کے لکھنے کی خاص ہدایتین ہین - [۲] اس کمیٹی کا سکرٹری ہشام ابن الحکم تھا - کتاب الفہرست ابن الندیم [۳] اکرام الناس صفحہ ۴۱۵ و ابن خلکان ۵۲۱ -

مناظرہ فضل بن ربیع و جعفر برمکی

لیکن برامکہ سے اُسکو کوئی نسبت نہ تھی اور فضل کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ برامکہ کا تمام امور مین حریف مقابل بنجاوے۔ اسوجہ سے فضل یحییٰ سے بھی چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا لیکن جعفر فضل کو منہ نہین لگاتا تھا بلکہ فضل سے مناظرہ کرنا خلاف شان سمجھتا تھا۔ لیکن اتفاق سے ایک دن دونون مین مناظرہ شروع ہوگیا۔ ہرون الرشید خاموشی سے دونون کی بحث سُن رہا تھا۔ جعفر کی تقریر مین اس بلا کا جادو تھا کہ اُسکا اثر کل دربار پر پڑتا تھا۔ لیکن فضل کی تقریر اُلجھی ہوئی ہے اور مناظرہ مین ادب کا پہلو بالکل چھوٹ گیا تھا اور بہت ہی بیبا کانہ گفتگو کر رہا تھا۔ جب [illegible] چیختے چیختے تھک گیا اور اُسکا گلا بالکل خشک ہوگیا اور مناظرہ مین بند ہوگیا۔ تب سلیمان بن جعفر (ہرون الرشید کا ایک مصاحب) نے فضل کی حمایت مین گفتگو کرنا شروع کی۔ ہرون الرشید نے فوراً سلیمان کو روکدیا اور کہا کہ یہ موقع دونون کے امتحان کا ہے۔ کسی کی حمایت نہونا چاہیے۔ مجھے یہ دیکھنا منظور ہے کہ انمین سے کون سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے اور دونون مین کسقدر تفاوت ہے تھوڑے وقفہ کے بعد فضل نے پھر مباحثہ شروع کیا اس مرتبہ جعفر نے غصہ ہوکر فضل کو مخاطب کرکے کہا کہ "ای لقیط[1] چپ رہ" یہ سنکر فضل جھلا اُٹھا۔ اور کہنے لگا کہ امیر المومنین! آپ گواہ رہین۔ جعفر نے بہت سخت کلامی کی ہے"۔ جعفر نے خلیفہ کو مخاطب کرکے کہا کہ ملاحظہ کیجیے معلوم نہین کہ یہ جاہل آپ کو گواہ بنا کر کس عدالت مین کھڑا کریگا۔ حالانکہ یہ نہین سمجھتا کہ حاکم الحکام تو حضور ہین"

نوٹ [1] جو بچہ راستہ مین پڑا ملے اور کوئی اُسکو پرورش کرلے تو وہ لقیط کہلاتا ہے گویا اسکا یہ مطلب تھا کہ فضل کے باپ کا پتہ نہین ہے اور وہ گمنام ہے جسکو کوئی نہین جانتا۔

جعفر کو اس برجستہ جواب پر زور سے قہقہہ لگا اور فضل شرمندہ ہوکر چپ ہو رہا۔ خلیفہ ہرون الرشید نے کہا کہ جو شخص اپنا مرتبہ نہ جانتا ہو۔ اور جسکو اپنے علم کا بھی علم نہو اُسکو ہمیشہ ایسی ہی خجالت ہوگی جیسی آج سر دربار فضل بن ربیع کو ہوئی

جعفر کی حکیمانہ اقوال

چونکہ علمی بحث کا اب خاتمہ ہو لہذا اُسکے حکیمانہ اقوال سے صرف ایک دو قول نقل کیے جاتے ہین جس سے جعفر کی بیدار مغزی اور معاملات سلطنت مین کمال ہوشیاری پائی جاتی ہے۔

الخراج[1] عماد الملوك۔ وما استعزوا بمثل العدل وما استنذروا بمثل الظلم واسرع الامور فی خراب البلاد تعطیل الارضین وهلاك الرعیة۔ ومثل السلطان اذا اجحف باهل الخراج حتی یضعفوا عن عمارة الارضین مثل من یقطع لحمه ویاكله من الجوع فهو ان شبع من ناحیة فقد ضعف من ناحیة اخری وما ادخل علی نفسه من الضعف والوجع اعظم مما دفع عن نفسه من الم الجوع ومثل من كلف الرعیة فوق طاقتهم كالذی

خراج بادشاہون کا ستون ہے۔ عدل سے بڑھکر کسی بات مین عزت۔ اور ظلم سے زیادہ خوف بادشاہون کو نہین ہوتا ہو۔ رعایا کے ہلاک کرنے اور اراضی کی پرتی ڈال دینے سے بہت ہی جلد ملک تباہ ہوجاتا ہے جو بادشاہ اپنی رعایا کو بیجا تنگ ستا دے کہ وہ زمین کے آباد کرنے مین عاجز ہوجائین اسکی مثال اُس شخص جیسی ہے کہ جو بھوک سے تنگ ہوکر اپنے ہی بدن کا گوشت کاٹ کر کھانا شروع کرے اگرچہ ایک طرف سے اسکا پیٹ بھریگا لیکن دوسری طرف سے وہ ضعیف ہوجائیگا اور یہ درد وتکلیف اُسپر بھوک کی مصیبت سے کہین زیادہ سخت ہوگی اور جینے رعایا کو اُنکی طاقت قوت سے زیادہ ستایا

نوٹ [1] مستطرف فی کل فن مستظرف جلد اول صفحہ ۹۸ مطبوعہ مصر۔ وعقد الفرید صفحہ ۱۰ جلد اول۔

يطين سطحه بتراب اساس بيته واذا ضعف المزارعون عجزوا عن عمارة الارضين فيتركونها فتخرب الارض ويهرب المزارعون فتضعف العمارة ويضعف الخراج وينتج من ذلك ضعف الاجناد- واذا ضعف الجند طمع الاعداء فى السلطان

اُسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے مکان کی بنیاد سے مٹی کھود کر دیوارونکی کہگل کرے- اور جب کاشتکار کمزور ہوجاتے ہین تو زمین کے آباد کرنیسے معذور رہتے ہین- اور اسکو چھوڑکر چلے جاتے ہین تب زمین خراب ہوجاتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کی آبادی کم ہوجاتی ہے اور خراج گھٹ جاتا ہے اور اس کل کا یہ اثر ہوتا ہے کہ آخر کو فوج کمزور ہوجاتی ہے- اور جب فوج کمزور ہوئی تو دشمن بادشاہ کو لالچ کی نظر سے دیکھنے لگتے ہین

(۳) اذا احببت[۱] انسانا من غير سبب فارج خيره واذا ابغضت انسانا من غير سبب فتوقّ شرّه

جب کوئی شخص کسی سے بلا سبب محبت کرتا ہے تو فائدہ مین رہتا ہے اور جب بلا سبب عداوت کرتا ہے تو نقصان اُٹھاتا ہے-

سخاوت اور فیاضی کے متعلق اس خاندان مین سب کے مقولے مشہور ہین چنانچہ ابراہیم الموصلی کہتا ہے کہ فیاضی مین جعفر[۲] کا یہ قول تھا کسی شخص کی حاجت روائی مین اگر توقف ہوجائے تو اُس سے معذرت کرنا چاہیے- کیونکہ حاجتمند بدرجہ مجبوری مانگتا ہے اور یہ معذرت[۳] صدق نیت پر دلالت کرتی ہے (یعنی جبکہ دینے والے مین بدگمانی کی عادت نہین ہے تو سائل کو معذرت کی کیا ضرورت ہے)

نوٹ [۱] اعلام الناس صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ بمبئی [۲] عقد الفرید جلد اول صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مصر [۳] علم ادب کی کتابین جعفر برمکی کے مقولون سے لبریز ہین لیکین اُنکا مع ترجمہ کے لکھنا خالی از تکلف نہین ہے ناظرین کتب ادبیہ کی سیر کرین عقد الفرید سے چند مقولے اور لکھے جاتے ہین-

(۱) نوکر کی شکایت کے جواب مین-

خذ باذنه وراسه فهو مالك

(۲) ایک شخص کی سفارش عامل سے-

كن له كابيه ولو كان مكانك

(۳) قیدی کی عرضی پر حکم-

الجناية حبسته والتوبة تطلقه

(۴) تجردی کی شکایت-

الصوم لك وجاء

(۵) بار بار اعانت کی درخواست-

دع الضرع يدر لغيرك كما در لك

(۶) ایک عامل کو ہدایت-

اجعل وسيلتك الينا ما يزيدك عندنا

جعفر کے عام اخلاق و عادات

فیاضی

جعفر کے عام اخلاق و عادات پر ریویو کرنے سے پہلے یہ کہنا بیجا نہو گا کہ عرب کے طبقۂ وزرا مین کوئی وزیر ایسا نہین گزرا ہے کہ جو علم، تدبیر، دانائی، عالی حوصلگی، اخلاقی فضائل مین جعفر کا دعویدار ہو۔ اور اگر بفرض محال کسی صفت مین کوئی سہیم ہو بھی تو یہ دعوی نہین کیا جا سکتا ہے کہ فیاضی مین بھی جعفر سے افضل ہوا ہو۔ ایک عجمی مورخ لکھتا ہے کہ "زوال خاندان برامکہ کے بعد پچھلے زمانہ مین اگر کوئی بغداد کا امیر کبیر مفلس ہو جاتا اور سخت مصائب کے بعد حصول مرادین کامیاب ہوتا تو خدا سے یون عرض کرتا تھا کہ اے خدا! معلوم نہین زمانۂ ازل مین مین نے تیرے حضور مین کیا قصور کیا تھا کہ جسکی یہ سزا دیگئی کہ بعد زمانہ برامکہ کے پیدا کیا گیا"۔ جعفر کی خدا پرستی، حلم، تواضع، اور بیریا سخاوت بھی مذکورۂ بالا قول کی حقیقت مین مصداق ہے۔ فضل برمکی بھی اگرچہ فیاض تھا مگر اوسمین کبر، اور غرور بھی تھا، لیکن جعفر مین علاوہ فیاضی کے عفو، ترحم۔ اور خاکساری اعتدال سے بڑھکر تھی بعض خدّام اور شعرا بدزبانیان کرتے تھے مگر وہ اپنی فیاض طبیعت سے درگزر کرتا تھا۔ اور انعام اور صلات سے اُنکی زبانین بند کرتا تھا۔ علاّمہ سیوطی اپنے رسالہ مشتہی العقول فی منتہی النقول مین تحریر فرماتے ہین کہ "ایک شاعر نے جعفر کی ہجو مین ایک قصیدہ لکھا سُنکر قصور معاف کر دیا۔ اور پانچہزار دینار صلہ دیکر رخصت کیا۔ اور اسی موقع پر علامہ موصوف لکھتے ہین کہ علما، حکما، عظما، اور ندما، مین سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جو جعفر کی فیاضی سے

محروم رہا ہو۔ جعفر اُنکے حق مین ابر رحمت تھا۔ جو ہمیشہ فیاضی کی بارش کیا کرتا تھا"
اپنے زمانہ حکومت مین اکثر جعفر نے پچاس پچاس ہزار دینار لوگون کو بلا غرض بانٹ دیے۔
چنانچہ عرب[1] کی یہ مثل "تبرمک فلان" جعفر کی فیاضی سے قائم ہوئی ہے۔ جعفر کی یہ علمی فیاضی بھی

علمی فیاضی

یادگار ہے کہ اُسنے ایک مجمع مین جسمین ایک ہزار شاعر موجود تھے سب کو
ایک ایک ہزار درہم مرحمت فرمائے۔ بلاشبہہ اسی قسم کے انعامات تھے
جنسے شعرا کی زبان مدح مین کھولدی تھی۔ اشجع سلمی کہتا ہے[2]۔

یرید الملوک مدی جعفر	سلاطین جعفر کی ریس کرنی چاہتے ہین
ولا یصنعون کما یصنع	لیکن کام ویسے نہین کرتے جیسے جعفر کرتا ہے
ولیس باوسعهم فی الغنی	جعفر اورون سے دولتمندی مین زیادہ نہین
ولکن معروفه اوسع	لیکن فیاضی مین زیادہ ہے۔
بداهته مثل تفکیره	اسکا فی البدیہہ اور فکر کرنا دونون یکسان ہے
متی تلقه فهو مستجمع	جب تم اُس سے ملو تو وہ تمام صفات کا جامع ثابت ہوگا

جعفر کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی۔ عرب کا ایک ایک قبیلہ۔ اور ہر ہر قبیلہ کے مرد و عورت دونون
جعفر کے نام سے واقف تھے۔ اکثر اعراب ریگستان کی کڑی منزلین طے کر کے آتے تھے۔ مدحیہ
قصائد اور زمانہ جاہلیت کے اشعار سنا کر گرانبہا خلعت اور انعام حاصل کر کے لوٹ جاتے تھے۔
علامہ ابن خلکان لکھتے ہین کہ ایک مرتبہ سفر حجاز مین جب جعفر کا قافلہ وادی عقیق مین پہنچا

نوٹ [1] اعلام الناس صفحہ ۱۶ [2] شریشی شرح مقامات حریری جلد اول صفحہ ۲۱۴ مطبوعہ مصر خیریہ پریس۔

تو ایک عورت قبیلہ بنی کلاب کی جعفر کے سامنے حاضر ہوئی اور برجستہ یہ دو شعر پڑھے۔

انی مررت علی العقیق و اھلہ	عقیق اور عقیق والوں پر میرا گزر ہوا۔
یشکون من مطر الربیع نزورا	تو وہ مینھ کے کم ہونیکے شاکی تھے۔
ما ضرھم اذا جعفر جار لھم	جعفر جسکا ہمسایہ ہو۔
ان لا یکون ربیعھم ممطورا	اُسکو اسکی کیا پرواہ ہے کہ مینھ نہ برسے۔

جعفر نے اُسکے اشعار سُنکر ایک کثیر انعام دیا۔ جس سے وہ خوش خوش رخصت ہو گئی۔ کیونکہ جعفر کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اس جگہ مدت سے بارش نہیں ہوئی ہے اور تمام قبیلہ قحط سالی کی آفت میں مبتلا ہے[1]

بزرگان دین کی خدمت

ربیع بن سلیمان امام شافعی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر عید کے دن امام صاحب کے پاس کچھ نہ تھا۔ اور رفع ضرورت کے واسطے اُسدن ستر دینار قرض لیے تھے کہ قبیلہ قریش کا ایک شخص حاضر آیا اور اپنی حاجت ظاہر کی۔ چنانچہ امام صاحب نے بھی اپنا حال سُنایا اور کہا کہ میرے پاس اسوقت ستر دینار موجود ہیں انمیں سے بقدر ضرورت لے لو۔ قریشی نے کہا کہ یہ کل رقم بھی میری ضرورت کو کافی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ سب دینار اُسکو دیکر رخصت کیا۔ اسیوقت جعفر کا ایک خادم آیا اور عرض کیا کہ حضور کو وزیر السلطنتہ نے یاد فرمایا ہے۔ امام صاحب تشریف لیگئے۔ جعفر نے پوچھا کہ آپکا کیا حال ہے۔ کیونکہ رات کو مین نے یہ آواز سُنی ہے کہ کوئی شخص کہتا ہے "الشافعی الشافعی"۔ چنانچہ امام صاحب نے سارا قصہ بیان کیا۔ رخصت کے وقت پانچسو دینار دیے۔

نوٹ [1] ابن خلکان صفحہ ۱۳۱۔ مرآۃ الجنان یافعی ۵۲ شربشی جلد دوم صفحہ ۱۱۹

پھر پوچھا کہ اور اضافہ کرون- یہانتک کہ خود ہی سوال کرتا جاتا تھا اور رقم بڑھاتا جاتا تھا- جب پوری دو ہزار کی رقم ہوگئی تب اجازت رخصت کی دیگئی- اس واقعہ سے جعفر کی بزرگان دین سے ارادتمندی اور جوش محبت کا حال معلوم ہوتا ہے-

(۱) ترحم اور رقت طبع کی مثالین

ایام سفر مین ایک موقع پر جعفر کے روبرو ایک ایسا غلام پیش کیا گیا جسکے مالک کی کل جائداد بحکم شاہی سے قرق ہوکر برسر نیلام تھی- یہ غلام نہایت خوبصورت تھا- جعفر نے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ اُسنے کہا کہ میرا نام "ماہر" ہے پھر پوچھا کہ کیا جانتے ہو؟ کہا ادب، شعر، موسیقی اور علاوہ اسکے جو حکم ہو اُسکی تعمیل کرسکتا ہون- ماہر کا کمال سُنکر جعفر نے اُسکے مالک سے پوچھا کہ اس غلام کی کیا قیمت ہے؟ کہا کہ علی الضرورت پانچسو دینار اسکا مول ہے- چنانچہ فوراً قیمت ادا کردیگئی- چونکہ ماہر نے کہا تھا کہ علم موسیقی اور ادب سے واقف ہون اسلیے امتحاناً حکم دیا کہ اچھا کچھ اشعار سُناؤ- چنانچہ غلام نے عود بجانا شروع کیا- اور حسب ذیل اشعار سُنائے-

حملتنی جبال الحب فوقی واننی	تمنے میرے اوپر عشق کا پہاڑ رکھدیا-
لاعجز عن حمل القمیص واضعف	اور مین تو ضعف سے قمیص کا بھی متحمل نہین-
ظلمتو بکتمان اللسان فمن لکم	اسمین تو تمھاری جیت رہی کہ زبان کچھ ظاہر نہین کرتی
بکتمان عین دمعها الدهر یذرف	لیکن آنکھونکو کیا کروگے جنکے آنسو ہمیشہ جاری رہتے ہین

جعفر کو یہ شعر سُنکر نہایت افسوس اور تعجب ہوا- اور اُسکے مالک کو علاوہ قیمت کے ایک خلعت اور

نوٹ سلہ شریشی جلد دوم صفحہ ۱۳۷-

مرحمت کیا۔ اور اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جب اپنے گھر سے ایک میل آگے بڑھ گیا تو اُس غلام نے نہایت سوز و گداز سے اسطرح پر گانا شروع کیا۔

وماکنت اخشی معبدان یبیعنی
بشیٔ ولو اضحت انامله صفرا
اخوهم ومولاهم وحامل سرهم
ومن قد ثوی فیهم وعاشرهم دهرا
اشوقا ولما تمض لی غیر ساعة
فکیف اذا خب المطی بنا شهرا

مجھکو یہ خوف نتھا کہ معبد۔ مجھکو کسی چیز کے معاوضہ مین بیچ ڈالیگا
گو اُسکا ہاتھ بالکل خالی ہوجاے۔
مین اُنکا بھائی ہون۔ غلام ہون۔ رازدار ہون۔
مدتون اُنمین رہا ہون اور اُنکی صحبت اُٹھائی ہے۔
ابھی تو گھنٹہ بھر نہین گزرا ابھی سے شوق کی یہ حالت ہے؟
اُسوقت کیا حال ہو گا جب سواری مہینہ بھر کی راہ طی کریگی

یہ اشعار سُنکر جعفر نے پوچھا کیون ماہر؟ تم اپنے مالک کا گھر جانتے ہو۔ اور اس جگہ سے جاسکتے ہو؟ کہا افسوس!! کیا عشق کی علامتین بھی چھپی رہتی ہین۔ جعفر اُسکا یہ برجستہ جواب سُنکر خوش ہوا اور کہا کہ "تو آزاد ہے خدا کی راہ پر" چنانچہ اُسی جگہ سے ایکہزار دینار دیکر رخصت کر دیا۔ جعفر کے ایک ہمراہی نے پوچھا۔ کیا ایسے غلام بھی آزاد کر دیے جاتے ہین؟ اُسنے جواب دیا کہ اگر آزاد نہین ہوتے ہین تو مملوک بھی نہین بنائے جاتے ہین" غلام رخصت ہو کر چلا گیا وداع کے وقت کسی شاعر کا یہ قول بطور طنز کے اُسنے پڑھا۔

لایوجد الخیر الا فی معادنه
والشر حیث طلبت الشر موجود

نیکی تو صرف اپنی جای پیدایش ہی مین ملے گی
اور بُرائی کو جہان ڈھونڈھو موجود ہے۔

۲ — اسحٰق بن ابراہیم الموصلی راوی ہے کہ جب خلیفہ ہٰرون الرشید نے

ایام[1] حج مین بمقام بصرہ قیام کیا تو جعفر برمکی نے مجھسے کہا کہ آج لوگون نے مجھسے ایک کنیز کی بہت ہی تعریف کی ہے جو علاوہ شکل وشمائل کے موسیقی مین یکتائے روزگار ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اُسکا مالک گھر سے باہر جانے کی اجازت نہین دیتا ہے۔ جسے خریداری کا شوق ہوا اُسکے مکان پر جاکر البتہ دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ مین بھی اُسکے دیکھنے کا مشتاق ہون۔ جی چاہتا ہے کہ سوداگری لباس پہنکر بازاری لوگون کے ڈھنگ پر اُسکے مکان پر جاؤن کہ کوئی شناخت نکر سکے۔ لیکن چاہتا ہون کہ تم بھی میرے ساتھ ہو" مین نے عرض کیا کہ بسروچشم خدمتگزاری کو حاضر ہون چنانچہ دوپہر کے وقت جبکہ لوگون کی دھوم دھام کم ہوگئی اور بازارون مین سناٹا ہوگیا۔ اُسوقت دلال (بردہ فروش) حاضر ہوا۔ چنانچہ ہم دونون عربی سوداگرون کا لباس پہنکر اُسکے ساتھ ہولیے۔ تھوڑی دیر مین ایک مکان پر پہنچے جسکی رفعت وشان اور موجودہ حالت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بگڑے ہوے امیر کا مکان ہے دلال نے دروازہ پر دستک دی اندر سے ایک خوبصورت جوان نکلا لیکن اُسکے موٹے کپڑون اور ظاہری حالت سے فقر وفاقہ کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ ہم لوگ مکان کے اندر داخل ہوے۔ اور دہلیز مین ایک پُرانی چٹائی پر جاکر بیٹھ گئے۔ دلال نے فرمایش کی کہ کنیز سامنے لائی جاے۔ چنانچہ اُسکے مالک نے لاکر حاضر کیا۔ جیسی اُسکی تعریف سُنی تھی اُس سے ہزار درجہ حسن وجمال مین بڑھکر تھی۔ جب جعفر نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو اُسی جگہ پر بیٹھ گئی لیکن اُسکی صورت سے حیرانی برستی تھی جسم پر اگرچہ کسی قسم کا قیمتی لباس نتھا۔ لیکن وہ موٹے کپڑے

نوٹ [1] جامع الحکایات مولانا حسین بن اسعد دہستانی مفصلاً۔ و ابن خلکان صفحہ ۲۳ مختصراً۔ و مرآۃ الجنان یافعی۔

جو پہنے ہوے تھی۔ اُسمین بھی ایک عجیب شان معلوم ہوتی تھی۔ اُسکے حسن وجمال کیطرف سے تو اطمینان ہو گیا لیکن موسیقی کا امتحان ہنوز باقی تھا اسلیے جعفر نے فرمایش کی کہ کوئی عمدہ غزل سناؤ کنیز نے بربط پر ایک غزل گائی جسکا لفظی ترجمہ فارسی مین ایک عجمی شاعر نے حسب ذیل کیا ہے

چرا ز بندہ بریدی بہ عہدِ وصل روان	چہ از خانۂ خویشم ہمی کنی مہجور
بوصل تو نہ بپایے آوریدہ ام شب و روز	بخدمتت نہ بسر بردہ ام سنین و شہور
بجز ز دیدن تو نیست بندہ ات شادان	بجز بخدمتِ تو نیست عاشقت مسرور
بدَل ز منزلِ تو می نگیرم از جنت	عوض ز روی تو کے خواہم ار بود مہ و ہور
چو آرزوے دلی و عزیز تر ز ہمہ	بگو چگونہ بمانم من از جمالِ تو دور

اچھی طرح پر اس غزل کے اخیر مصرع کو ادا بھی نہین کیا تھا کہ اس کنیز نے بیساختہ رونا شروع کیا اور غم کے آثار اُسپر چھاگئے۔ اتنے مین مکان کے اندر سے ایک نوجوان کے چیخنے کی آواز آئی یہ آواز (بقول ایک ظریف کے) گویا کوہ ندا کی صدا تھی جسنے اُسکو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور فوراً وہ کنیز مکان کے اندر چلی گئی۔ اور دونون نے ملکر اپنی آہ وزاری سے ایک ماتم برپا کر دیا۔ تھوڑی دیر مین وہ نوجوان اندر سے نکلا اور عرض کیا۔ کہ "بزرگان من! مجھسے جو گستاخی اور بے ادبی ہوئی ہے اسکی معافی چاہتا ہون۔ حقیقت یہ ہے کہ مین اس کنیز سے عہد کر چکا ہون کہ تجھے فروخت نکرونگا۔ اور تیرا زرِ ثمن مجھپر حرام ہے۔ اسوقت لوجہ اللہ اُسکو آزاد کرتا ہون آپ بھی گواہ رہین اور مجھے اجازت دین کہ مطابق سنّت نبوی کے اس کنیز سے نکاح کرون"

نوجوان کی ان باتون کا جعفر کو نہایت افسوس ہوا کیونکہ وہ خود اُسپر فریفتہ ہو چکا تھا لیکن بے

اُس نوجوان نے اپنی گزشتہ سوانح عمری بیان کی تو جعفر مجبور رہوا - اور ہملوگ واپس آئے چونکہ مجھے اُس غریب کی حالت پر نہایت افسوس تھا لہذا جعفر کے سوار ہونیکے قبل مین نے عرض کیا کہ "مجھے اس شخص کے حال پر رونا آتا ہے اور میرے رونیکا بڑا سبب یہ ہے کہ آپ کی فیاضی سے یہ محروم رہا جاتا ہے - مین نہین سمجھتا ہون کہ اس سے زیادہ اعانت کا اور کون محتاج ہوگا"

جعفر نے کہا ہان سچ ہے وہ ضرور مستحق ترحم ہے - مگر مجھے اُس کنیز کے نہ ملنے کا غصہ ہے - مین نے عرض کیا کہ "دستگیری مستمندان - ترحم بر بیچارگان - شفقت بر اہل استحقاق - یہ تو آپکا خاصہ ہے انکو نہ چھوڑنا چاہیے - یہی وہ احسان ہے جو عمر بھر باقی رہیگا - تمام عمر کی نیک نامی - اس بدنامی سے تبدیل کرنا مناسب نہین ہے" میری تقریر سُنکر جعفر نے حکم دیا کہ اچھا چالیس ہزار دینار قیمت جو اوّل طے ہوچکی ہے وہ اُس نوجوان کو دیدیے جاوین - اور آیندہ کے واسطے امید دیجاوے - چنانچہ حکم کی فوراً تعمیل ہوگئی - اور جعفر کے صدقے مین بصرہ کے اہل دول مین وہ نوجوان بھی شامل ہوگیا -

طباعی وذہانت

طباعی اور ذہانت مین جعفر کے بہت سے اقوال مشہور ہین لیکن اس موقع پر صرف وہ واقعہ جسکو اکثر مؤرخین نے لکھا ہے ہم بھی لکھتے ہین

خلیفہ ہرون الرشید چونکہ علم و فضل کا حامی تھا - اسوجہ سے اُسکے دربار مین ماہرین اور مجتہدین فن ہر وقت موجود رہتے تھے ایکدن کا ذکر ہے کہ ایک یہودی منجم دربار مین حاضر ہوا معلوم نہین کس خیال سے ہرون الرشید نے منجم سے پوچھا کہ اچھا مین ایک سوال کرتا ہون اُسکا جواب دے سکتے ہو؟ نجومی نے بڑے دعوے سے عرض کیا کہ "وہ کونسی بات ہے جسکا جواب مین نہین

دے سکتا ہون۔ تب خلیفہ نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ۔ میری عمر اب کس قدر باقی ہے؟ نجومی نے فوراً زائچہ تیار کیا اور بیدھڑک کہہ گزرا کہ یہ سال امیرالمومنین پر کسیطح بخیر وعافیت گزرتا معلوم نہین ہوتا ہے۔ حضور کی عمر کا یہ اخیر مرحلہ ہے جو طے ہونیکو باقی ہے۔ ہر چند مثل خلیفہ منصور وغیرہ کے ہرون کو نجوم کے اقوال پر اعتقاد نہ تھا لیکن پھر بھی بمقتضاے فطرت انسانی گھبرا گیا۔ اور افسوس کر کے سنّاٹے مین چپ رہگیا۔ چنانچہ اس واقعہ سے جعفر برمکی وزیرالسلطنۃ کو اطلاع دیگئی کہ اسوقت دربار مین ایک یہودی نجومی نے اسطرح کی بیباکانہ پیشین گوئی کی ہے اور وہ ہنوز دربار مین موجود ہے۔ یہ غمناک واقعہ[1] سُنکر جعفر فوراً حاضر ہوا۔ خلیفہ ہرون الرشید کو مغموم دیکھکر نجومی سے پوچھا کہ کیا تیرا خیال ہے کہ حقیقت مین امیرالمومنین کی حیات کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے۔ اور یہ اخیر سال ہے؟ نجومی نے کہا کہ "ہان" تب جعفر نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ تم کب مروگے؟ نجومی نے کہا کہ ابھی میری عمر بہت باقی ہے اور اسقدر مدت تک مین زندہ رہونگا۔ اسکا یہ جواب سُنکر جعفر نے خلیفہ سے عرض کیا کہ "امیرالمومنین اس نجومی کے قتل کا حکم صادر فرمائین تو ابھی اسکی پیشین گوئی کا فیصلہ ہوسکتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتا ہے کہانتک سچ ہے" چنانچہ جعفر کے اصرار سے نجومی کو سولی دیگئی۔ اور جعفر کی اس کارروائی سے جو غلط جانفرسا خیال خلیفہ کے دل مین پیدا ہوگیا تھا وہ نکل گیا اور غم سے نجات پائی۔ ہرون الرشید نے جعفر کی اس عاقلانہ تدبیر کا شکریہ ادا کیا۔ تمام اہل دربار بھی خوش ہوگئے۔ اور یہ واقعہ عام طور پر مشہور ہوگیا چنانچہ اشجع سلمی نے اس عبرت خیز واقعہ کو نظم مین اسطرح پر ادا کیا ہے۔

نوٹ [1] ابن خلکان صفحہ ۱۳۱ و مراۃ الجنان یافعی۔

سل الراکب الموفی علی الجذع هل رأی
لراکبه نجما بدا غیر اعور
ولو کان نجم مخبرا عن منیة
لاخبر عن رأسه المتحیر
یعرفنا موت الامام کانه
یعرفنا ابناء کسری وقیصر
اتخبر عن نحس لغیرک شومه
ونجمک بادی الشر یا شر مخبر

سولی پر چڑھنے والے سے پوچھو کہ اسنے-
اپنا ستارہ دیکھا ہے ؟-
اگر کوئی ستارہ موت کی خبر دیسکتا-
تو اسکے سر کا حال بتاتا جو حیرت زدہ ہی-
یہ ہمکو خلیفہ کی موت کی خبر دیتا ہے-
گویا کسریٰ اور نوشیروان کی ولاد کا حال بیان کرتا ہے
تو دوسرون کی بدبختی کی خبر دیتا ہے-
لیکن ای بدترین پیشین گویان تیرا ستارہ تو صریح نحوس ہے

فہم وفراست

معاملہ فہمی اور تصفیہ مقدمات مین جعفر کا ذہن رسا قاضی ابو یوسف اور بڑے بڑے ائمہ وقت کے ہمپایہ تھا-اہم مطالب اور پیچیدہ مقدمات کا فیصلہ منٹون مین سُنا دیتا تھا-چنانچہ ہرون الرشید کے عہد کا واقعہ ہے کہ قاضی بصرہ کی عدالت مین ایک مقدمہ[1] دائر ہوا-اس مقدمہ کے فریقین نہایت معاملہ فہم اور قانون دان تھے-ایک فریق کے اعتراض کا جواب دوسرا ایسا دیتا تھا کہ حاکم کو ترجیح کا پہلو نہین ملتا تھا-چنانچہ اسی رد وقدح مین ڈیڑھ برس تک یہ مقدمہ دائر رہا اور کسی کے حق مین فیصلہ نہین ہوا-تب بمجبوری عدالت ماتحت نے قاضی ابو یوسف سے جو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے عہدے پر ممتاز تھے-استصواب کیا-اور روئداد مقدمہ لکھکر بھیجدی

نوٹ [1] افسوس ہے کہ لائق مؤرخ نے اصل مقدمہ کو نہین لکھا ہو کہ کیا دعویٰ تھا-جسکا جعفر نے فیصلہ کیا-

اور یہ استدعا کی کہ "یا تو مقدمہ عدالت العالیہ مین پیش ہو۔ یا کوئی مشہور عالم جو فقہ کے اصول روایت و درایت سے واقف ہو بصرہ روانہ کیا جاوے کہ وہ اس مقدمہ کو فیصلہ کرے"

قاضی صاحب نے خواجہ عُتبہ کو جو اُنکے ممتاز شاگردون مین سے تھے اس کام کیواسطے انتخاب کیا۔ اور بصرہ کو بھیجدیا۔ خواجہ صاحب نے عرضی دعوی اور جواب دعوی ملاحظہ کیا۔ اور فریقین کے عذرات کی سماعت کی اور کل بحث مقدمہ کی سُنی۔ لیکن نفس مطلب بالکل سمجھ مین نہ آیا۔ اور بسبب پیچیدگی کے فیصلہ نہو سکا۔ مجبوراً چند روز بصرہ مین قیام کرکے یہ فقیہ واپس آیا۔ تب قاضی بصرہ نے امیرالمومنین ہارون الرشید کے حضور مین ایک درخواست مفصل بھیجی اور بابت فیصلہ مقدمہ کے دریافت کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے فریقین کو اپنے دربار مین طلب کیا اور روئداد مقدمہ سُنکر حکم دیا کہ دربار خاص مین تمام علما کے سامنے اس مقدمہ کی سماعت کیجاویگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ لیکن فریقین کے دلائل کی تردید اور اُنکی تشفی نہوئی تب خلیفہ نے قاضی ابو یوسف کو حکم دیا کہ "یہ مقدمہ آپ کے سپرد کیا جاتا ہے مطابق احکام شریعت کے اسکا فیصلہ کرکے تجویز پیش کیجیے اور ہر دو فریق مین سے کسیکو شکایت کا موقع نہو وے۔ اور رضامندی باہمی سے یہ معاملہ طے ہو جاوے" چنانچہ امام صاحب کے یہان یہ مقدمہ برابر ایک ماہ تک پیشی مین رہا۔ لیکن حسب دلخواہ معاملہ طے نہوا۔ تب بہ مجبوری امام صاحب نے خلیفہ سے اطلاع کی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہے کہ مجھے امید نہین ہے کہ کوئی فقیہ یا دانشمند اسکو طے کرسکے۔ چنانچہ سب سے آخر مین یہ مقدمہ خلیفہ نے جعفر برمکی کے سپرد کیا اور یہ کہا کہ "مجھکو امید ہے کہ اسکا فیصلہ آپکے ہاتھ سے

ہو جائیگا۔ اور جہانتک عقل و دانش سے کام لیا جا سکتا ہو۔ اس مقدمہ مین لینا چاہیے" جعفر نے فریقین کو حکم دیا کہ وہ مکان پر حاضر ہون۔ اور جب وہ حاضر ہوے تو اُنکے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آیا۔ اور مقدمہ کے حالات سُنے۔ چنانچہ تین روز کے مختلف اجلاسون مین فیصلہ مقدمہ کا سنا دیا۔ اور ایسا فیصلہ کیا کہ جسمین فریقین رضامند رہے۔ جب خلیفہ نے مقدمہ کے حالات اور فیصلہ جعفر کا سُنا کمال خوش ہوا۔ بلکہ جوش مسرت مین یہ حکم دیا کہ "دوبارہ اس فیصلہ کو مجمع علما مین سُننا چاہتا ہون" چنانچہ ایک تاریخ مین امام[1] قاضی ابو یوسف، امام محمد شیبانی، ابو[2] مطیع بلخی وغیرہ مشہور علما کا جلسہ ہوا۔ اور جعفر نے سب کے سامنے روئداد مقدمہ بیان کر کے اُسکا فیصلہ سُنایا جسکو تمام علما نے تسلیم کیا۔ اور کہا انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر جعفر برمکی چند روز اصول و فروع فقہی مسائل پر توجہ کرے تو تمام فقہا سے اُسکا مرتبہ بلند ہو جائے۔

ظرافت

باوجود ان فضائل کے جعفر برمکی بالکل زاہد خشک نہ تھا۔ بلکہ نہایت زندہ دل اور ظریف تھا۔ ہر وقت خندہ پیشانی رہتا اُسکی بذلہ سنجیان اور بے تکلفی کی گفتگو سے اکثر خلیفہ ہرون الرشید ہنستے ہنستے لوٹ جاتا تھا۔ ایک دو مضمون ہمنے ایسے بھی پڑھے ہین کہ جسکے لکھنے سے تہذیب مانع ہے۔ لیکن ایک چٹکلہ اُسکی زندہ دلی کا لکھا جاتا ہے۔

خلیفہ ہرون الرشید، ابو یعقوب الندیم، ابو نواس، اصمعی، اور جعفر برمکی ایک روز تفریح طبع کی غرض سے صحرا مین جا نکلے۔ ایک بوڑھا آدمی خچر پر سوار منزل مارے ہوے کہین سے چلا آرہا تھا۔ خلیفہ نے کہا جعفر ذرا پوچھو تو سہی کہ یہ کون شخص ہے؟

نوٹ سلہ تاریخ اسدا ۃ صفحہ ۲۰ مطبوعہ مصر

جعفر۔ (بوڑھے سے مخاطب ہو کر) حضرت آپ کہانسے تشریف لاتے ہین؟

مسافر۔ بصرہ سے آرہا ہون۔

جعفر۔ کدھر کا قصد ہے؟

مسافر۔ بغداد کو جارہا ہون۔

جعفر۔ آخر بغداد کو کیون جاتے ہو کیا کام ہے۔

مسافر۔ اپنی آنکھونکا علاج کرنا ہے۔

یہ گفتگو سنکر خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ ذرا اُسکو چھیڑنا چاہیے۔ جعفر نے کہا مجھے خوف ہو کہ کچھ ایسی باتین نہ سُننا پڑین جو ناگوار طبیعت ہون۔ خلیفہ نے کہا کہ "نہین تمکو ہماری قسم کچھ تو ضرور کہو" مجبوراً پھر اُس بوڑھے سے جعفر نے پوچھا شیخصاحب اگر مین آپکو ایسی دوا بتلا دون کہ جس سے صحت ہو جاوے تو یہ آپ کو منظور ہے؟

مسافر۔ واہ سبحان اللہ! اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔

جعفر۔ اچھا سُنیے یہ عجیب و غریب نسخہ ہے جسکو آج سے پہلے مین نے کسیکو نہین بتلایا ہے خوب یاد کر لیجیے اُس نسخہ کے اجزا یہ ہین سورج کی کرن، چاند کی چمک، ہوا کی جھونک، چراغ کی لَو، یہ چارون چیزین تین تین اوقیہ[1] لیجیے۔ اور سبکو ملا کر اُس کھرل مین جسمین گہرائی (عمق) نہو تین مہینے تک کوٹکر ایک ٹوٹے ہوے برتن مین جمع کیجیے بعدہٗ اُسکو تین مہینے تک ہوا مین رکھیے پھر اونٹ کی پنڈلی کی سلائی سے سوتے وقت تین تین مرتبہ آنکھون مین لگائیے۔ بلاناغہ تین مہینے کے استعمال مین اس سے انشاء اللہ شفا ہو جاویگی۔ مسافر اس عجیب و غریب نسخہ کو سنکر جھلاّ اُٹھا۔ اور خچر سے اُترکر جعفر کیطرف جُھکا اور زور سے مارا اور کہا تمہارے نسخہ کی یہ اُجرت ہے اور چل کھڑا ہوا خلیفہ ہرون الرشید کو اُس پیر نابالغ کی اس حرکت سے بہت ہی ہنسی آئی مگر تین ہزار درہم دیکر رخصت کیا

نوٹ[1] ایک اوقیہ برابر ۲ تولہ ۳ ماشہ چھ رتی کے ہوتا ہے۔

جعفر کے قتل کا افسانہ

جعفر کی سوانح عمری مین جسقدر لکھا جاچکا ہے، وہ اُسکے حالات زندگی کا ایک مختصر خاکہ ہے لیکن سب سے زیادہ مہتم بالشان اُسکے قتل کا واقعہ ہے۔ اور قتل مین بھی صرف وہ حصّہ جو حضرت عباسہ کے متعلق ہے۔ محققین تاریخ کے نزدیک حضرت عباسہ کا واقعہ بھی منجملہ اُن افسوسناک غلطیون کے ہے جو تاریخ اسلام مین بطور قصّہ کہانی کے مشہور ہین۔ اور قبول عام اور امتداد زمانہ سے تمام تاریخون مین نقل ہوتی چلی آئی ہین۔ اور شہرت عام نے اُن غلط اور بیسر و پا روایتون کو ضرب المثل کے ایسے بلند درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ بعض مستند مؤرخین نے بھی باوجود شک و شبہہ کے اپنی تاریخون مین وہ واقعات لکھے ہین۔ چنانچہ اُن تحریرات کا (جنکو لکھے ہوے صدیون گزر چکے ہین) آج بھی یہ اثر ہے کہ قوم کے اکثر افراد اپنی محال پسندی کی عادت۔ یا بزرگانہ عقیدت کے جوش سے غلط افسانون کو تاریخ کے سچے واقعات سمجھکر فخریہ استعمال کرتے ہین۔ اور بجاے اسکے کہ تاریخ کے دامن پر جو بدنما داغ ہے مٹا وین اُسکو اپنی مینا کاری اور نقاشی سے ایک خوشنما پھول بنا دیتے ہین لیکن موجودہ تحقیقات سے آہستہ آہستہ اس قسم کی غلطیان کم ہوتی جاتی ہین۔ بلکہ وہ زمانہ قریب ہے کہ یورپ کی تاریخون، ناولون، اور کتب فلسفہ مین جو غلط مضامین مذہب اور معاشرت اسلام کے متعلق عہد ظلمت سے لکھے ہوے چلے آتے ہین وہ بھی مٹجا وین۔ کیونکہ یورپ کے بعض آزاد خیال مؤرخ اس قسم کے واقعات سے انکار کرتے جاتے ہین۔ جبکہ یورپ کا یہ خیال ہے کہ جو غلط الزام تاریخ اسلام پر متعصب عیسائیون نے لگائے ہین اُنکی تصحیح کیجاوے تو مسلمانون پر بدرجہ اَولے

فرض ہے کہ وہ بھی تحقیقات سے کام لین- اور ایسے واقعات کو حرف غلط کیطرح اپنی تاریخون سے مٹا دین- حضرت عباسہ کی شادی کی روایت جس بلند آہنگی سے مشہور ہوئی ہے اگرچہ اُسکی شہرت ہمارے زمانہ مین تعجب انگیز ہے- لیکن جس زمانہ مین اسلامی تاریخین لکھی جانا شروع ہوئین اُسوقت ہر واقعہ کی تنقید اور تحقیق کرنے کا دستور نہ تھا- اسلیے تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری کا یہ واقعہ خاص وعام مین مشہور ہوگیا- اور تیسری صدی سے آج تک برابر تاریخون مین نقل ہوتا رہا- اور یہانتک مشہور ہوا کہ عربی فارسی تاریخون سے اردو مین بذریعۂ اخبارات ورسائل کے پھیل گیا- اس معاملہ مین جسقدر حقیقۃً غلطی کا ہو وہ مسلمانون ہی کا ایجاد کردہ ہے کوئی غیر قوم اسمین شریک نہین ہے- علاوہ برین اس واقعہ کا ماخذ بھی صرف ایک ہی تاریخ طبری ہے لہذا اسبات کا فیصلہ آسان ہے اور اصول روایت اور درایت دونون سے یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے- لیکن جب تک مفصل واقعات جو غلط مشہور ہین معلوم نہو جادین اُسپر تاریخی حیثیت سے استدلال نہین ہوسکتا ہے لہذا اول وہ حالات ذیل مین لکھے جاتے ہین- اُسکے بعد محققین تاریخ کے اقوال لکھے جائینگے جس سے انشاء اللہ اصلیت واقعہ کی معلوم ہوجائیگی وباللہ التوفیق-

جعفر کا عقد عباسہ سے- اور اُسکا سبب

طبری کی سب سے پہلی روایت

علامہ ابو جعفر جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ ہجری نے زوال برامکہ کے جو اسباب لکھے ہین منجملہ اُسکے[1] ایک یہ بھی ہے

نوٹ [1] تاریخ کبیر طبری مطبوعہ ہالینڈ صفحہ ۶۷۶- جلد سوم ذکر ایقاع الرشید بالبرامکہ-

قد حدثنی احمد بن زهیر احسبه عن عمه
زاهر بن حرب ان سبب هلاک جعفر و البرامکة
ان الرشید کان لا یصبر عن جعفر وعن
اخته عباسه بنت المهدی وکان
یحضرهما اذا جلس للشرب ۔ فقال
لجعفر ازوجکها لیحل لك النظر
ولا یکون منه شیٔ مما یکون للرجل
الی زوجته فزوجها منه علی ذلك

کہ "احمد بن زہیر روایت اپنے چچا زاہر[1] بن حرب سے
کرتا ہے کہ جعفر برمکی اور اسکے خاندان کی ہلاکت کا
سبب یہ ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید کو بغیر اپنی بہن عباسہ
اور وزیر جعفر کے ایکدم بھی صبر نہ آتا تھا جب مے نوشی
کے جلسے ہوتے تو یہ دونون بھی شریک ہوا کرتے
تھے۔ اسلیے جعفر سے خلیفہ نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ تم دونو
عقد کر دون تاکہ شرعاً ایک دوسرے کا دیکھنا مباح ہو جاوے لیکن
زن و شوہر کے تعلقات نہون" اور اسی[2] شرط پر عباسہ کا نکاح جعفر سے

چنانچہ اس افسانہ کا جسقدر سرمایہ ہے وہ صرف مذکورہ بالا الفاظ ہین۔ صرف اس بنیاد پر بعض مؤرخین نے بڑی بڑی عمارتین قائم کر لی ہین۔ لیکن اس روایت کے ساتھ ہی مورخ مذکور نے اور اسباب بھی لکھے ہین (جو اپنے موقع پر لکھے جائینگے) مگر لطف یہ ہے کہ کسی حیثیت سے کسی روایت کو ترجیح نہین دی ہے۔

بہرحال اس متن کی شرح مین مصنف روضۃ الصفا و ضیاء الدین برنی و محمد دیاب الاتلیدی (مصنف اعلام الناس) و دیگر عرب و عجم کے مورخون نے جو کچھ لکھا ہے اُسکا یہ خلاصہ ہے۔ کہ "خلیفہ ہرون الرشید کا دستور تھا کہ سلطنت کے تمام کامون کے بعد شب کو عیش و طرب کے جلسون مین

نوٹ ۱؎ اعلام الناس مین بروایت ابراہیم بن اسحٰق اصلی راوی کا نام ابو نور زاہر بن صقلاب لکھا ہے۔
۲؎ بجنسہٖ یہی الفاظ کامل ابن اثیر کے بھی ہین دیکھو صفحہ ۰۵ جلد ۶ اسباب زوال۔

بیٹھا کرتا تھا۔ باوجودیکہ صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا تاہم اُسکی یہ مجلس رندانہ ہوتی تھی۔ پری پیکر نازنینوں کا جھرمٹ ہوتا۔ بے تکلف احباب جمع ہوتے۔ اور نبیذ[1] کا دور چلتا۔ اس قسم کے خاص جلسون مین

ہٰرون اور عبّاسہ کی محبّت کا سبب

خلیفہ کی بہن عباسہ بھی شریک ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ عبّاسہ مین علاوہ کمال حُسن کے سلیقہ شعاری۔ اور علم وادب تمام بیگمات شاہی سے زیادہ تھا۔ جسکے سبب سے ہٰرون الرشید کو کمال محبّت تھی۔ فطرتی محبّت کے علاوہ خاص اتحاد کا سبب یہ بھی تھا کہ خلیفہ ہادی اپنے عہد حکومت مین ہٰرون کو تخت سے محروم کرنا چاہتا تھا۔ اور دعویدار خلافت سمجھکر طرح طرح کی سختیان کرتا تھا۔ اُسوقت یہ عزیز بہن ہادی کو سمجھاتی تھی۔ کہ بھائی جان! ہرون پر اسقدر سختیان کرنا خلاف مصلحت ہے۔ آپ کے بعد تخت خلافت کا وارث ہٰرون ہے" چنانچہ اُسوقت کی سفارشون کا بھی کچھ اثر تھا کہ جو ہٰرون کے دل پر قبضہ کیے ہوے تھا۔ غرضکہ ازحد محبت تھی۔ لیکن جیسی بہن عزیز تھی ویسا ہی جعفر برمکی وزیر السلطنہ بھی پیارا تھا۔ ایسے جلسون سے جعفر کی غیر حاضری بھی ہٰرون کو شاق گزرتی تھی۔ کیونکہ جعفر کی بذلہ سنجیان اور ہر موقع پر عمدہ اشعار پڑھنا ہی اُس جلسہ کی ایک قابل قدر چیز تھی۔ اسلیے ہٰرون کی یہ خواہش تھی کہ اس بزم عیش مین بلاناغہ جعفر اور عباسہ دونون شریک ہوا کرین لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ عفت مآب، پارسا

نوٹ [1] خلیفہ ہٰرون الرشید کی مینوشی سے علامہ ابن خلدون نے انکار کیا ہے۔ لیکن نبیذ کا پینا اُنکو بھی تسلیم ہے۔ نبیذ کھجور کی تاڑی ہوتی تھی جسکو رنگین طبع بجاے شراب کے استعمال کرتے تھے۔ اور علماے عراق نے اُسکی حلت کا فتویٰ دیدیا تھا چنانچہ ابونواس لکھتا ہے ؎ اباح العراقی النبیذ وشربه عراقی سے امام ابوحنیفہ مراد ہین (ثمرات الاوراق) اور اس قسم کے جلسے اور مینوشی خلفا مین عام طور سے تھی۔ بلکہ اسوقت کی عام معاشرت کا یہ نمونہ تھا۔ اور مینوشی سے ہر جگہ نبیذ کا دور مراد ہے۔

شہزادی جعفر کے سامنے آتے ہوئے جھجکتی تھی اور ایک جگہ بیٹھنا ناپسند کرتی تھی۔ لیکن مجبورًا پھر بھی بھائی کے حکم کی تعمیل کرتی تھی۔ اس رکاوٹ کے دفعیہ کی ہرون نے یہ تدبیر نکالی کہ دونون کا عقد کر دیا جاے تاکہ شرعًا بھی ایکدوسرے کو دیکھنا مباح ہو جاے۔ اور جو مغائرت اسوقت ہے وہ جاتی رہے۔ چنانچہ اپنے اس خیال کو ایک مرتبہ جعفر سے باین الفاظ ظاہر کیا کہ "جو دلی[1] محبت تمسے ہی وہ ظاہر ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ عباسہ سے تمکو کسقدر انس ہی۔ لہذا میری خواہش ہی کہ مین تم دونون کا چپ چاپ عقد کر دون۔ کیونکہ شہرت اس کام کی منظور نہین ہے اسطور پر ایک دوسرے کا دیکھنا مباح ہوگا۔ لیکن شرط صرف اسقدر ہے کہ خلوت صحیحہ نہو۔" خلیفہ کا یہ (انوکھا) سوال سُنکر جعفر حیرت زدہ رہگیا۔ اور خلیفہ کے پاؤن پر اپنا سر رکھدیا اور عرض کیا کہ "امیر المومنین! باوجود اس مہربانی کے جو میرے حال پر ہے مجھے امید ہے کہ آپ میری جان اور مال اور میرے خاندان کی تباہی کبھی پسند نفرمائینگے۔ ابتداے آفرینش سے آج تک کسی غلام اور خادم نے اپنے ولی نعمت کے خاندان مین شادی نہین کی ہی۔ اگر کسی نے ایسا خیال بھی کیا تو وہ خانمان برباد ہوا۔ اور قیامت تک بدنامی اور رسوائی کے داغ سے نہ چھوٹا۔ آخر مین نے کیا گناہ کیا ہے کہ خلیفہ میرے خون کا پیاسا ہے۔ کیا میری خدمتگزاری کا یہی صلہ ہے کہ خاندان برمکی تباہ و برباد کر دیا جاوے۔ علاوہ برین مین ایک عجمی۔ آتش پرست (باعتبار خاندان) اور محتاج آدمی ہون۔ مجکو خاندان رسالت سے (روحی فداہ) نسبت ہی کیا ہے مین ایسی بات کے ہرگز لائق نہین ہون۔ میرے مان، باپ، بھائی، جسوقت اس خبر کو سُنین گے

نوٹ [1] ابن خلکان صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ و ضیا ربرنی صفحہ ۲۳ و روضۃ الصفا جلد ۳۔

تغیر مزاج امیر المومنین سے فوراً ہلاک ہو جائینگے۔ میرے دشمن اس خبر کو سنکر خوش ہونگے۔ اور
اسکو میرے اقبال کا خاتمہ سمجھینگے۔ امیر المومنین! عجم کی تواریخ پر غور فرمائین کہ سلطنت اکاسرہ
کی سات سو برس کی مدت مین کوئی واقعہ بھی ایسا گزرا ہے کہ کسی نے اپنی بہن یا بیٹی کا عقد
ایک دنی نوکر یا غلام سے کر دیا ہو؟۔ بلکہ اس قسم کی قرابت مین بہت احتیاط کی ہے اور بلا سوچے
سمجھے کبھی ایسی جرأت نہین کی ہے۔ اگر کسی غلام نے حرم مین دست درازی کی ہے تو وہ
نمکحرام کہلایا ہے۔ اور تباہ ہو گیا ہے۔ بلحاظ تقدس نسب یہ کیونکر جائز ہے کہ شہزادی عباسہ کے
شوہر ہونے کی عزت میرے لیے شایان ہو" چنانچہ جعفر کو اس خیال سے اسدرجہ پریشانی ہوئی
کہ چند روز کے واسطے طعام و شراب سبھی کچھ چھوٹ گیا۔ لیکن قضاے الٰہی سے کوئی چارہ نتھا۔
ہرون الرشید کے جاہ و جلال کے مقابلہ مین جعفر کا کوئی عذر نہ سنا گیا اور شرط مذکورۂ بالا پر
نکاح ہو گیا۔ جب اس نکاح کی یحییٰ و فضل وغیرہ کو اطلاع ہوئی تو اُنھون نے ایک مجلس ماتم
منعقد کی اور خوب روئے اور تمام خاندان سوگوار بن گیا۔ اور یحییٰ وغیرہ کا اُسوقت یہ خیال
تھا کہ "جب تمام دنیا مین ہماری شہرت ہوگئی۔ اور ہمارے جود و سخا نے تمام عالم کو گھیر لیا۔ تو
ہرون کو ہمپر رشک آیا ہے اور اس فکر مین ہے کہ ہمارے خزانے لوٹ لے۔ اور جاگیرین ضبط کرے
یہی عباسہ سبب ہماری ہلاکت کا ہوگی۔ بس خاندان کا اب خاتمہ ہے۔ موت کا زمانہ قریب ہے
جسکا انتظار ہر وقت کرنا چاہیے" جب نکاح کے بعد عباسہ و جعفر جلسون مین شریک ہونے لگے
تو ایک دفعہ پھر دونون کو ہرون الرشید نے مخاطب کر کے کہا "دیکھو! خدا کی قسم مین پھر تمکو سمجھائے
دیتا ہون۔ جس فعل سے مین نے تمکو روکا ہے کبھی بھولے سے بھی اُسکے قریب نہ جانا۔ کسی چھت کا

سایہ تم دونوں پر نہ پڑے جب تک ہرون وہان موجود نہو۔ کبھی ایسا نہو کہ بغیر میری موجودگی تم دونون ایک جگہ جمع ہو، چنانچہ دونون نے اس نصیحت کو سُنا اور جہانتک ممکن ہوا جعفر اپنے قول مین عرصہ تک ثابت قدم رہا۔ نکاح کے بعد اب کوئی امر مانع نہین تھا۔ اسلیے ہرون الرشید کی مجلس خلوت مین بے تکلف دونون شریک ہونے لگے۔ جب روزانہ نشست سے ہر ایک کو دوسرے کے حُسن خداداد کے نظارہ کا موقع ملا۔ تو طرفین مین محبّت بڑھنے لگی۔ لیکن ہرون کی موجودگی مین سوائے معمولی گفتگو اور ظاہری دیکھ بھال کے اور کیا ہو سکتا تھا عباسہ کو بمقابلہ جعفر کے محبّت کا بہت کچھ جوش تھا اور یہ جوش روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ جب اشارۃً کنایۃً ہرون کو افراط محبت کا حال معلوم ہوگیا۔ تو اُسکو اس نکاح پر نہایت افسوس ہوا۔ اور کسی قدر جلسہ کی آمد و رفت مین بھی کمی کردی۔ کیونکہ ایک دم سے تفرقہ کرنا بھی مصلحت نہ تھا۔ جب کسی قدر روک ٹوک ہوئی تو عباسہ نہایت بیچین ہوئی اور حالت بے صبری مین اپنی دلی حالت بذریعہ ایک تحریر کے جعفر تک پہنچا دی۔ لیکن جعفر نے قاصد کو حقارت سے نکالدیا۔ اور خط کا کچھ جواب نہ دیا۔ جب اس تدبیر مین کامیابی نہوئی تو اُسنے دوسری تدبیر یہ سوچی کہ عتابہ[1] مادر جعفر برمکی سے میل جول بڑھایا۔ اور نہایت قیمتی جواہرات اور تحائف عتابہ کے نذر کیے جب کسی قدر اپنے موافق کرلیا۔ تو ایک دفعہ عباسہ نے عتابہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ خاندان عبّاسیہ سے جو جدید تعلقات خاندان برمکی کے ہوے ہین۔ وہ جعفر کے واسطے باعث فخر ہین اور یہ رابطہ

نوٹ [1] یہ مضمون روضۃ الصّفا کا ہے۔ لیکن مصنف اعلام الناس لکھتا ہے کہ ایک مشّاطہ جو جعفر کے محل کی کنیزون کا بناؤ سنگھار کیا کرتی تھی عباسہ نے بذریعۂ رشوت کے اُسکو اپنی طرف ملالیا۔ اور لونڈیون کے روپ مین اُسی کے ذریعہ سے جعفر تک عباسہ پہنچ گئی۔ اعلام الناس صفحہ ۱۵۳۔

ون بدن قوی ہونا چاہیے اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ یہ تعلق باعث زوال برامکہ کا ہوگا۔ اور
جعفر کو کسی قسم کا نقصان پہنچیگا۔ جہانتک ہوسکے آپ کو میری مواصلت مین سعی کرنا چاہیے"۔
چنانچہ عتابہ نے عباسہ کا کہنا مان لیا۔ اور وعدہ کیا کہ کسی حیلہ سے مین تمکو جعفر سے خلوت مین ملا
دونگی[1]۔ اب عتابہ نے حیلے ڈھونڈھنا شروع کیے اور جعفر سے کہا کہ سنتی ہون اندنون ایک کنیز
بکنے[2] والی ہے۔ جو ملاحت۔ صباحت کے علاوہ نہایت ہوشیار وسلیقہ شعار ہے۔ بلکہ آج اُسکا
مثل نہین ہے۔ اور اسدرجہ اُسکی تعریف کی کہ جعفر غائبانہ مشتاق ہوگیا۔ اور بے صبر ہوکر ماں سے
کہا کہ جسقدر جلد ممکن ہو وہ کنیز خرید یجاے۔ چنانچہ عتابہ نے اقرار کیا کہ فلان شب کو وہ
آجاویگی۔ اور عباسہ کو اس حال سے مطلع کر دیا۔ لیکن عباسہ نے عتابہ کی ہدایت پر عمل نہین
کیا بلکہ اس ملاقات کے واسطے خود ہی یہ تدبیر سوچی کہ خلیفہ ہرون الرشید کی باغ مین دعوت
کیجاے۔ عباسہ کا یہ باغ دجلہ کے کنارے نہایت عمدہ موقع پر واقع تھا۔ اور ہر قسم کے درختوں سے
سرسبز تھا۔ چنانچہ عباسہ نے ہرون سے درخواست کی کہ اگر آپ مع مصاحبین اور ارکان سلطنت
کے میری دعوت قبول فرمائین تو کمال مہربانی اور بندہ نوازی ہے۔ اور میری یہ آرزو ہے کہ

نوٹ [1] ابن خلکان مین لکھا ہے کہ ہر جمعہ کو ایک باکرہ کنیز جعفر کے پاس خلوت مین بھیجی جاتی تھی۔ چنانچہ عباسہ نے
عتابہ سے یہی درخواست کی تھی کہ ایک جمعہ کو لونڈی کے روپ مین مجھے بھیجدو۔ لیکن عتابہ نے اس شرط کو اول نہین مانا تب
عباسہ نے عتابہ سے کہلا بھیجا کہ اگر میری یہ شرط نامنظور کی تو مین ہرون سے کہدونگی کہ مجھسے ایسا ایسا کیا گیا ہے۔ اور اگر مین
جعفر سے حاملہ ہوگئی تو تمھارے حق مین اچھا ہوگا۔ [2] ایسی گل اندام کنیزین جس سے خلفاے عباسیہ کی مجلس کا رنگ دوبالا
ہوجاتا تھا۔ وہ روم۔ ایشیاے کوچک کی خوبصورت لڑکیان ہوتی تھین جو لڑائی کی لوٹ مین پکڑ آتی تھین۔ دلال اُنکو سستے
داموں خرید لیتے تھے۔ اور موسیقی، شاعری، ایام العرب، ادب، خوشنویسی، ظرافت، اور حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے۔ ان
فنون مین کامل ہوکر وہ نہایت گران قیمت پر بازار مین بکتی تھین۔ المامون حصہ دوم صفحہ ۲۳۹

دس شبانہ روز تک باغ مین جشن کا جلسہ قائم رہے" ہرون نے اپنی عزیز بہن کی دعوت کو نہایت خوشی سے قبول کیا۔ عبّاسہ نے شاہانہ تکلف سے دعوت کی - اور مہمانداری کی کوئی شرط فروگزاشت نہین ہوئی دستور کے موافق ہر روز ایک حسین کنیز خلیفہ کی خوابگاہ مین بھی بھیجی جاتی تھی۔ جب تین راتین گزر گیئن تو عبّاسہ نے ہرون سے کہا کہ "آج تیسری رات ہے۔ جعفر تنہا سوتا ہے کوئی کنیز بھی خدمت کے واسطے نہین بھیجی گئی - اور مین بلا اجازت نہین جا سکتی ہون - اگر اجازت ہو تو ایک کنیز بھیجدی جاوے" ہرون نے پوچھا کہ گزشتہ شبو نمین کیون نہین بھیجی گئی - عبّاسہ نے کہا کہ بلا اجازت کیونکر بھیجدیتی - ہرون نے کہا غلطی ہوئی آج ضرور بھیجنا چاہیے - اگرچہ عبّاسہ نے ہر روز ایک کنیز جعفر کے پاس بھیجی تھی مگر مصلحتًا انکار کر گئی - جب ہرون سے کنیز کے بھیجنے کی اجازت ملگئی تو عبّاسہ نے آج خود لونڈیون کا سا روپ بھرا - اور شب خوابی کا لباس پہنکر جعفر کے پاس پہونچی - اگرچہ عبّاسہ نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ جعفر اُسکو نہ پہچان سکے لیکن جعفر نے دیکھتے ہی پہچان لیا[1] - اور ہرون کے خوف سے کانپنے لگا اور عبّاسہ کے قدمونپر اپنا سر رکھدیا اور عرض کیا کہ اے سیدہ[2]! میری ہلاکت مین کوشش نکر - میرے خاندان کی ذلت اور تباہی کا باعث نہو - تمھارے اور میرے دشمن بہت ہین - یہ ممکن نہین کہ یہ حال ظاہر نہو - صلۂ رحم اور محبّت کا جوش ہرون سے سفارش کر کے تمکو قتل سے بچا لیگا لیکن میرے بھائی اور باپ ضرور قتل کرڈالے جاوینگے - اور یہ تمکو اچھی طرح سے معلوم ہی کہ خلیفہ ہمارا دشمن ہے

نوٹ[1] ابن خلکان اعلام الناس در روضۃ الصّفا مین لکھا ہے کہ جعفر نے عبّاسہ کو نہین پہچانا تھا - صبح کو عبّاسہ کے کہنے پر معلوم ہوا کہ وہ کنیز نہین تھی بلکہ خود شہزادی عباسہ تھی - تب عبّاسہ کا فریب جعفر کو معلوم ہوا اور صبح کو اُس سے یہ شکایت کی کہ تو نے مجھے کھوٹے داموں پر بیچڈالا - ابن خلکان صفحہ ۱۲۳ [2] ضیاے برنی صفحہ ۲۶ -

اوراس قسم کے بہانے ڈھونڈھ رہا ہے" عباسہ نے جعفر کی باتون پر کچھ لحاظ نہ کیا۔ اور سب کو مذاق مین ڈالدیا اور نہایت نرم اور شیرین الفاظ مین جعفر سے کہا کہ "میرے پیارے شوہر! کیا شرعًا مین تجھپر حلال نہین ہون۔ میری طرف دیکھ! کیا میری نظیر دنیا مین ہے۔ میرے اوپر سے ہزارون جانین قربان ہون۔ تجکو کیا ہوگیا ہے۔ کیا تو میرا شوہر نہین ہے۔ اور مین تو کبھی کبھی ملنے کی خواستگار ہون۔ اوراس حال سے کسی کو خبر بھی نہوگی۔ اسوقت نامردانہ پرہیز ایک طرف ڈالدینا چاہیے" جعفر کے دل پر عباسہ کی تقریر کا پورا اثر پڑا۔ نہ ہرون کے معاہدے کا کچھ خیال رہا۔ نہ خاندان کی بربادی کی پروا کی اور اُس خلوتکدہ مین مقتضاے فطرت سے وہ سب کچھ ہوگیا جسکا ہارون مانع تھا۔ دس دن کے بعد دعوت کا جلسہ ختم ہوگیا۔ اس بے تکلفی کی ملاقات کے بعد چوری چھپے سے دونون کبھی کبھی ملا کرتے تھے۔ اس واقعہ کی اگرچہ کسیکو خبر نہین ہوئی لیکن عباسہ کے حمل نے اس راز کو طشت ازبام کردیا۔ اور وضع حمل کے بعد بہ خیال بدنامی عباسہ نے اُس لڑکے کو مکہ معظمہ کو روانہ کردیا[1]۔ اور سواے عباسہ کی کنیزون کے اور کوئی اس حال سے واقف نہوا۔ لیکن آخر کب تک یہ واقعہ چھپ سکتا تھا اتفاق[2] سے عباسہ کی ایک کنیز زبیدہ خاتون سے ملگئی اور اُسنے یہ تمام حالات زبیدہ سے بیان کردیے۔ چونکہ زبیدہ کو جعفر اور عباسہ دونون سے دلی رنج تھا لہذا ہرون سے جعفر کی شکایت کا اب یہ اچھا موقع ملگیا اگر

نوٹ [1] کہا جاتا ہو کہ جو غلام اس لڑکے کے ہمراہ گیا تھا اُسکا نام ریاش اور دایہ کا نام برّہ تھا [2] مصنف اعلام الناس لکھتا ہو کہ "زبیدہ نے اول یہ حالات خود نہین بیان کیے بلکہ ارجوان خادم کی زبانی ہرون تک پہنچاے اور یہ خادم جعفر کے پاس بطور مخبر کے تعینات تھا۔ جب ارجوان نے سب حالات بیان کردیے تو خود اُسکی تائید کی اور بہت کچھ بڑھا کر عباسہ اور جعفر کی شکایت کی بعدہٗ ہرون الرشید نے ارجوان کو قتل کردیا تاکہ یہ راز افشا نہو"

قطع نظر عداوت سابقہ کے یحییٰ[1] ناظر حرم کی بعض سختیاں بھی زبیدہ کو ناگوار خاطر تھین اسوجہ سے عباسہ کے تمام پوشیدہ حالات ہرون سے صاف صاف کہدیے۔ ہرون یہ واقعات سُنکر سناٹے مین رہگیا۔ اور زبیدہ سے پوچھا کہ "تمھارے پاس کوئی دلیل ہے کہ جعفر نے ایسا کیا ہے" زبیدہ نے کہا کہ "ہان عباسہ کے لڑکا پیدا ہوا ہے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوسکتی ہے" پوچھا کہ وہ لڑکا کہان ہے۔ زبیدہ نے کہا کہ وہ یہان موجود تھا۔ لیکن جب اسکے ظاہر ہونیکا خوف ہوا تو عباسہ نے مکہ معظمہ کو روانہ کردیا ہے" رشید یہ سُنکر چپ ہوگیا اور زبیدہ سے کہا کہ "دیکھو خبردار محل کی کوئی کنیز بھی اس حال سے واقف نہونے پائے" زبیدہ نے جواب دیا کہ اس محل مین ایسی کون کنیز ہے جو اس حال سے واقف نہین ہے۔ تب ہرون الرشید خاموش ہورہا اور اپنے دلی خیالات کو کسی پر ظاہر ہونے نہین دیا کہ اسکو اپنے وزیر سے رنج ہے۔ لیکن برامکہ کی تباہی اور بربادی کے خیالات اُسکو اُسی وقت سے پریشان کرنے لگے۔ اور دل ہی دل مین منصوبے

نوٹ [1] جب یحییٰ ضعیف ہوگیا تو ہرون نے مختلف خدمتین یحییٰ کے سپرد کردی تھین چنانچہ حرم سرا کی نظارت بھی یحییٰ کے سپرد تھی یحییٰ کے حکم سے محل مین خواجہ سراؤن کا آنا جانا بالکل بند ہوگیا تھا اور محل کے تمام دروازون مین تالا لگا کر اور کنجیان لیکر چلا جاتا تھا۔ اسوجہ سے حرم کو تکلیف تھی۔ ایک مرتبہ زبیدہ نے اسکی ہرون الرشید سے شکایت کی تو ہرون نے جواب دیا کہ یحییٰ کا کوئی فعل خلاف مصلحت نہین ہے۔ محل کی نگرانی اُسکے سپرد ہے اسوجہ سے ایسا حکم جاری کردیا ہوگا۔ مین اس معاملہ مین یحییٰ کو متہم نکرونگا۔ اور یحییٰ سے پوچھا کہ ام جعفر زبیدہ آپکی کیون شکایت کرتی ہے؟ تو یحییٰ نے خفا ہوکر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مین تیرے حرم مین متہم ہون۔ ہرون نے کہا میرا یہ خیال نہین ہے۔ تب یحییٰ نے کہا پھر تو عورتون کی باتین کیون سُنتا ہے۔ لیکن جب زبیدہ نے دوبارہ یحییٰ کی شکایت کی اور اُسنے مثل اول کے ٹالدیا تو زبیدہ نے غصہ ہوکہ ہرون سے کہا کہ تعجب ہے یحییٰ ہماری تو اسقدر نگرانی کرتا ہے مگر اپنے بیٹے جعفر کی کچھ بھی خبر نہین لیتا ہے جو سخت جور وظلم کا بانی ہورہا ہے تب ہرون نے متعجب ہوکر پوچھا کہ وہ کیا معاملات ہین جسکی یحییٰ کو خبر نہین ہے۔ تب زبیدہ نے جعفر وعباسہ کی عشق ومحبت کا تذکرہ کیا۔ از روضۃ الصفا و ابن خلکان حالات زوال برامکہ

باندھنا شروع کیے- آخر تصدیق واقعات کی غرض سے مکہ معظمہ جانیکا ارادہ کیا- اور جعفر کو بھی
ہمراہ لیا جب عباسہ کو ہرون کی روانگی معلوم ہوئی تو اُس لڑکے کو مکہ معظمہ سے یمن کیطرف
روانہ کر دیا- اس جگہ پہنچکر مورخین مین اختلاف ہی ایک گروہ کا تو یہ قول ہی کہ وہ لڑکا مکہ معظمہ
مین ملا- اور ہرون نے اُسکو اپنی بہن عباسہ اور جعفر سے مشابہ پایا بچہ کو رحم کھا کہ چھوڑ دیا
لیکن جعفر کو قتل کر ڈالا- دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ بعد قتل جعفر کے ہرون نے مدینہ منورہ کا
سفر کیا- اور وہان دو لڑکے عباسہ کے اُسکے حضور مین پیش کیے گئے اُن بچون کو دیکھکر ہرون کو
نہایت ہی تعجب ہوا کیونکہ علاوہ حُسن و جمال کے اُنکی زبان نہایت فصیح اور شستہ تھی اور جو
فصاحت و بلاغت آلِ ہاشم مین ہونا چاہیے وہ اُنمین موجود تھی- چنانچہ ہرون نے بڑے
لڑکے سے پوچھا کہ ای قرۃ العین تمھارا کیا نام ہی؟ اُسنے کہا کہ "میرا نام حسن ہے" پھر چھوٹے سے
پوچھا کہ "ای میرے پیارے تجکو کیا کہکے پکارتے ہین" تو اُسنے کہا کہ "مجکو حسین کہتے ہین" چنانچہ اُن
لڑکونکو بغور دیکھتا رہا پھر خوب رویا اور لڑکونکو مخاطب کر کے کہا کہ "تم دونون مجھکو بہت ہی پیارے
معلوم ہوتے ہو جو تمکو ستائے خدا اُسپر رحم نکرے" لیکن یہ نہ سمجھا کہ مین حقیقت مین کیا کہہ رہا
ہون اور کیا کر رہا ہون- کیونکہ تھوڑی ہی دیر مین مسرور کو حکم دیا کہ حسن و حسین دونونکو قتل کر کی اُس صندوق

نوٹ ۱؎ مصنف اعلام الناس لکھتا ہی کہ ارجوان نے ہرون سے یہ بھی کہا تھا کہ عباسہ اور جعفر مین خفیہ راہ و رسم سات
برس سے ہے- چنانچہ تین لڑکے پیدا ہو چکے ہین ایک چھ برس اور دوسرا پانچ برس کا ہی- تیسرا دو برس کا ہوکر فوت ہو چکا ہے- یہ دونون
لڑکے اسوقت مدینہ منورہ مین موجود ہین- اور اسوقت بھی عباسہ حاملہ ہے- چنانچہ یہ سنکر ہرون نے مسرور کو حکم دیا کہ رات کو وقت
جلاد اور دس فرد ور حاضر کرے- چنانچہ وقت مقررپر ہرون عباسہ کے خوابگاہ کے کمرہ مین گیا عباسہ کو حاملہ پایا- اور اسکو سوتے ہوے
سوتے مین قتل کر دیا- اور جسطرح سو رہی تھی ویسی ہی اُسکی نعش ایک صندوق مین رکھکر تالا لگا دیا اور یہ صندوق ایک کھود کر
اُسی مکان مین دفن کر دیا گیا اور بعد ازان یہ مزدور بھی بوُرونمین بھر کر بہی دیے گئے اور دجلہ مین ڈبو دیے گئے اسکے بعد جعفر قتل کر ڈالا گیا

مین حسین عباسہ کی نعش ہے بند کر کے دفن کردے۔ چنانچہ ہرون کے حکم سے یہ دونوں بچے قتل ہوے اور اپنی مان کے ساتھ ایک ہی صندوق مین زیرزمین دفن کردیے گئے۔ اسکے بعد جو اسباب زوال برامکہ کے ہوے وہ ان مؤرخین کے نزدیک تتمہ اس واقعہ کے ہین۔

طبری کی غلط روایت پر محققانہ نظر

طبری کے چند الفاظ اور مختصر روایت پر جسقدر طول طویل افسانہ لکھا گیا ہے وہ ہم لکھ چکے ہین۔ لیکن اس روایت کو صحیح سمجھنا سخت غلطی ہے کیونکہ اصول روایت و درایت سے جہانتک اس فرضی واقعہ کی تحقیقات کی گئی تو کوئی بھی اصلیت نہین پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اسلام کی ابتدائی تاریخون مین طبری نہایت مستند ہے اور واقعات تاریخی بہ سند متصل لکھے گئے ہین۔ لیکن یہ بھی طے شدہ مسئلہ ہے کہ بہت سے واقعات جو قصہ کہانی کے درجہ مین ہین وہ بھی بلا تحقیق اور بغیر لحاظ اسباب وعلل کے جو اُسوقت لوگونمین مشہور ہو رہے تھے لکھدیے ہین جسکو پچھلے مؤرخون نے تاریخی اصول سے غلط ثابت کردیا ہے لیکن چند روایات کی غلطی سے طبری کی عظمت وشان مین کچھ فرق نہین آسکتا ہے۔ کیونکہ مشاہیر مورخین مین طبری کا درجہ ابن اسحق، ابن کلبی، محمد بن عمر والواقدی، سیف بن عمر الاسدی، اور مسعودی، کے ہم پلہ ہے۔

روایت مذکورۂ بالا مین (اصل الفاظ پر غور کرو) طبری نے جن لفظون مین جعفر وعباسہ کے نکاح کا واقعہ لکھا ہے وہ بہت صاف ہین جس سے ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہو کہ احمد بن زہیر کا قول عام روایت کی بنا پر ہے۔ نہ مؤرخانہ حیثیت سے طبری نے اسکو لکھا ہے نہ خود تسلیم کیا ہے

کیونکہ آگے چلکر جو اسباب قتل جعفر کے طبری نے لکھے ہین وہ بلا ترجیح ہین۔جس سے پایا جاتا ہے
کہ واقعہ مذکورہ واقعہ مسلمہ نہین ہے۔ بلکہ اُسی قسم کی تاریخی غلطی ہے جسکی بکثرت نظیرین تاریخ
مین موجود ہین اور طبری کے بعد جو تاریخین لکھی گئیین اُنکا طرز بھی جداگانہ تھا۔ بعض مورخ
اختصار اور نقل روایت کو پسند کرتے تھے اور بعض طوالت کو لیکن اس اصول پر بھی
پورے طور پر عملدرآمد نہین کیا گیا۔ کیونکہ جو مختصر پسند تھے انھون نے یہانتک اختصار کیا کہ
سلاطین کے حالات مین صرف اُنکے نامونپر اکتفا کیا نہ اُنکے نسب نامے لکھے نہ عام اخلاق
وعادات دکھاے۔ نہ اصول سلطنت پر بحث کی۔ نہ ملک کے جغرافیہ اور عام طبعی حالات
پر لحاظ کیا اور ہر مضمون کو ناقص اور ادھورہ چھوڑ دیا اسوجہ سے ایسی تاریخین نہ مقبول
ہوئیین نہ معتبر سمجھی گئیین اور جنھون نے مفصل لکھا اُنھون نے تقلیداً متقدمین کے تمام
قصص وحکایات کو بھی تاریخ کے دائرہ مین شامل کرلیا اور جو بلا بعینہ نقل کرتے چلے گئے
یہانتک کہ جا بجا عنوان تبدیل کردیے جس سے اصل واقعہ کی ابتدا اور انتہا دونون
غائب ہوگئیین بہرحال ایسی تاریخین[1] جو دونون عیبون سے پاک ہین وہ بہت تھوڑی
ہین چنانچہ علامہ ابن خلدون کی یہ راے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "فن تاریخ
بظاہر تو نہایت آسان ہے۔ اور اسکا سمجھنا ہر عالم وجاہل کو یکسان ہے۔ کیونکہ گزشتہ
زمانہ کے واقعات اُس سے خوب معلوم ہوتے ہین۔ لیکن درحقیقت اسکے واسطے نہایت غور وتامل

نوٹ [1] کتاب العبر ودیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر۔ کتاب المختصر فی احوال البشر۔ کتاب المواعظ والاعتبار فی بیان الخطط والآثار علامہ مقریزی۔ اسی قسم کی تاریخین ہین اور تمام واقعات صحیح اور اصول تاریخ کے مطابق ہین۔

کی ضرورت ہی تاکہ ان واقعات کے اسباب دریافت ہون - مثلاً فلان واقعہ کیون ہوا - اور اسکے شروع ہونیکا سبب کیا تھا - اور پھر انجام کیا ہوا اسلیے فن تاریخ کو ایک عمدہ فن فنون حکمت سے سمجھنا چاہیے - مسلمانون مین بڑے لائق مورخ ہوے ہین جنھون نے تاریخ اور اخبار کو عمدہ طور پر جمع کیا ہے - مگر انکے بعد جو مورخ ہوے اُنھون نے تاریخ کو لغو اور دہمیات سے خلط ملط کر دیا ہے اور دہی بیہودہ باتین اور ضعیف روایتین - اور فرضی قصہ کہانیان ہم تک پہنچا دی ہین - نہ جنکے واقعات پر غور کیا گیا ہے - نہ حالات کی تنقیح پر توجہ کی گئی ہے - نہ جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کیا ہے اسلیے فن تاریخ مین تحقیق اور تنقیح کم ہے اور اوہام و غلطیان بہت ہین - اگرچہ تقلید انسان کی رگ و پے مین سمائی ہوئی ہے اور جہالت سب کو گھیرے ہوے ہے مگر سچ ہمیشہ سچ ہے جسپر کوئی غالب نہین ہو سکتا - اور جھوٹھ ہمیشہ جھوٹھ ہے جو ذرا سی فکر مین معلوم ہو جاتا ہے - اور ناقل ہمیشہ بلا تمیز صحت و غلطی کے نقل کر سکتا ہے - لیکن صرف عقل و ادراک ہی ایک ایسی چیز ہے جو خطا اور ثواب کو جدا کر سکتی ہے - اور علم ہی وہ شے ہے جس سے ہر چیز کی حقیقت کھُل جاتی ہے[۱] اور آگے چلکر علم تاریخ کی فضیلت مین لکھا ہے کہ جو شخص[۲] دینی و دنیاوی باتون کی تحقیق چاہتا ہو اُسے تاریخ سے واقف ہونا ضرور ہے - لیکن اس فن مین چند امور کا لحاظ رکھنا واجبات سے ہے اوّل ماخذ کا دریافت کرنا - دوسرے اُسپر غور و تامل کرنا - اور اُسکی تصدیق و تنقیح مین ثابت قدم رہنا، کیونکہ یہی دو باتین انسان کو لغزشون اور غلطیون سے بچاتی ہین - اگر ایسا نہ کیا جاے اور محض نقل و روایت پر اعتبار کیا جاے اور عادت و سیاست اور دنیا کی طبیعت اور انسان کی سوسٹیٹی کے

نوٹ [۱] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳ مطبوعہ ازہریۃ المصریہ [۲] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۶ -

مستحکم اصول پیش نظر رکھے جائین- اور غائب کو حاضر پر اور گزشتہ کو حال پر قیاس نکیا جائے تو کچھ شک نہین ہی کہ انسان لغزش سے کبھی نہین بچیگا- اور قدم اُسکا رہ راست سے ضرور ڈگ جائیگا- اور اکثر مؤرخین، مفسرین، اور ائمہ نقل سے واقعات روایات کے بیان کرنے مین یہی غلطی ہوئی ہی کیونکہ انھون نے محض نقل پر بھروسہ کرلیا اور اُسکے عیب و صواب پر نظر نہ کی- نہ انکو اصول و قواعد سے جانچا نہ نظائر و شواہد پر قیاس کیا نہ حکمت و عقل کی کسوٹی پر کسا- نہ خود موجودات کے طبائع سے واقف ہوے- نہ غور و تامل اور سمجھ بوجھ کو ان باتون کی تحقیق مین دخل دیا- اسلیے وہ حق سے بہک گئے اور وہم و غلطی کے جنگل مین جا پڑے- خصوصًا اعداد[1] کے بیان اور مال و لشکر کے شمار مین تو اُنھون نے ایسا مبالغہ کیا ہی کہ بادی النظر مین جھوٹ اور غلط معلوم ہوتا ہی۔

ناظرین! علامہ ابن خلدون نے جو اصول تاریخ نویسی کے لکھے ہین اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فن کسقدر مشکل ہے- اور مؤرخین کو محض واقعات کے نقل کردینے سے کیا کیا دقتین پیش آئی ہین- چنانچہ جعفر و عباسہ کا واقعہ بھی اسی قسم کے غلط افسانون کا ایک ٹکڑہ ہے- اور چونکہ سیکڑون واقعات اس قسم کے تاریخون مین موجود ہین جنکو عوام صحیح سمجھتے ہین حالانکہ وہ بالکل جھوٹے قصے ہین اسلیے بطور نظیر کے صرف دو واقعے ہم مقدمہ ابن خلدون سے نقل کرتے ہین جنکو علامہ موصوف نے عقلی قرائن کی بنا پر غلط قرار دیا ہے- اگرچہ سوانح عمری کا یہ طرز

نوٹ [1] اسکی نظیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات ہین کہ میدان جنگ مین صرف وہ نوجوان جنکی عمر بیس برس کی تھی چھ لاکھ تھے- علاوہ مصر و شام کی فوجون کے حالانکہ حضرت موسیٰ اور اسرائیل مین صرف چار پشت کا فرق تھا اسقدر مدت یعنی دو سو بیس برس مین نسل کی اسقدر ترقی نہین ہوسکتی ہے- کیونکہ مصر مین جب حضرت یوسف علیہ السلام تشریف لائے ہین تو اُسوقت بنی اسرائیل کی کل تعداد ستر نفر تھی-

نہین ہے کہ اسقدر طول طویل عبارتین نقل کیجاوین۔ مگر چونکہ ہمکو ایک غلط واقعہ پر مفصل ریویو کرنا ہے اسلیے امید ہے کہ ناظرین ان نظائر کو خارج از بحث قرار نہ دینگے بلکہ یہ بحث انکو مسئلہ متنازعہ کے حل کرنے مین اصول موضوعہ کا کام دیگی۔ وہو ہذا۔

جنت الارم یا شداد کی بہشت

منجملہ اُن واہی تباہی خبرون کے جنکو مفسرین نے بھی اپنی تفسیرون مین لکھا ہے اور جسکا خراب اثر مذہب اسلام پر پہنچتا ہے سب سے بیہودہ اور بعید از قیاس وہ روایت ہے[1] جو سورۂ والفجر کی آیت[2] اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ کی تفسیر مین نقل کیا ہے کہ ارم ایک شہر کا نام تھا جسکے بڑے بڑے ستون تھے اور عاد بن عوص بن ارم کے دو بیٹے تھے۔ شدید و شداد جو اسکے بعد وارث تاج و تخت ہوے۔ شداد نے جنت کی صفت سنکر اُسکے مثل ایک جنت بنانی چاہی۔ چنانچہ عدن کے جنگلون مین تین سو برس مین اسنے ایک شہر بنایا اور خود شداد کی عمر نوسو برس کی تھی اور جو شہر کہ اسنے بنوایا تھا وہ بہت بڑا تھا دیوارین اُسکی چاندی سونے کی اینٹ سے۔ اور ستون اسکے زبرجد و یاقوت سے بنائے گئے تھے۔ اور جبکہ وہ بنکر طیار ہوا تو شداد اپنی سب فوج کے ساتھ چلا جب وہ شہر ایک منزل رہگیا تب خدا نے ایک ایسی ہولناک آواز آسمان سے بھیجی کہ وہ سب مرگئے۔ اس روایت کو طبری ثعالبی، اور زمخشری وغیرہ مفسرین نے لکھا ہے۔ اور عبداللہ بن قلابہ صحابی سے یہ بھی

نوٹ [1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۹ [2] ترجمہ کیا تو نے نہین دیکھا کہ کس طرح پر کیا تیرے پروردگار نے قوم عاد کے ساتھ جو ارم کی اولاد تھی۔ اور ایسی قد آور تھی کہ انکے مانند شہرون مین پیدا نہین کیے گئے تھے۔

نقل کیا ہی کہ وہ اپنے اونٹ کو ڈھونڈھتے ہوے اس شہر مین پہنچے اور بیشمار جواہرات وہانسے رول کر اپنی جھولی مین بھر لائے جب معاویہ بن ابی سفیان کو یہ خبر پہنچی تو انھون نے حضرت عبد اللہ کو طلب کرکے سارا قصہ پوچھا۔ پھر کعب احبار سے اسکی تصدیق کی کعب احبار نے کہا کہ "یہ شہر ارم ذات العماد ہی اور اسمین ایک شخص مسلمانون مین سے آپکے زمانہ مین داخل ہوگا سرخ رنگ۔ پست قد۔ ابرو اور گردن پر تل ہوگا اور وہ اونٹ کی تلاش مین وہان پہنچے گا پھر جب انھون نے ابن قلابہ کو دیکھا تو کہا خدا کی قسم یہ وہی شخص ہے" اس روایت کو لکھکر علامہ موصوف لکھتے ہین کہ "اس شہر کی خبر آج تک کبھی نہین سنی گئی۔ نہ یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچی کہ زمین کی کسی ٹکڑے پر ایسا شہر آباد ہی۔ اور عدن کا میدان جہان ایسے شہر کا بنایا جانا گمان کیا جاتا ہی۔ وسط یمن مین واقع ہی۔ اور برابر اسکی آبادی چلی آتی ہی۔ اور مسافر و سیاح تمام ملکون سے وہان آتے جاتے رہتے ہین۔ لیکن کسی ایک نے ایسے شہر کی خبر نقل نہین کی۔ نہ کسی اور قوم نے اسکا حال بیان کیا۔ پس اگر یہ کہا جاتا کہ یہ شہر ویران ہوگیا اور اسکے آثار اب باقی نہین رہے تو زیبا تھا مگر انکے کلام سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتک موجود ہی بعض کہتے ہین کہ وہ دمشق ہی جسپر قوم عاد نے قبضہ کیا تھا۔ اور بعضونکا ہذیان یہانتک پہنچگیا ہی کہ وہ کہتے ہین کہ وہ شہر نظر سے غائب ہے۔ اور صرف جادوگر اور اہل ریاضت کو نظر آتا ہی[1]۔ یہ سب باتین از قبیل خرافات و مضحکات ہین۔ اور یہ سارے قصے اسوجہ سے لکھے گئے ہین کہ مفسرین نے صنعت عرب پر خیال نہین کیا اور ذات العماد کو ارم کی صفت قرار دیکر دھوکے مین پڑ گئے ورنہ اگر عماد سے ستون ہی مراد لیے جاوین تو بھی وہ صفت قوم کی ہی کہ بوجہ انکی

نوٹ [1] بعض کتابون مین لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضے کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالی نے اس باغ اور محل کو جو قوم عاد نے تعمیر کیا تھا۔ دنیا سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا ہے اور قیامت کے دن وہ بھی منجملہ اور آسمانی بہشتون کی ایک بہشت ہوگی۔ لیکن یہ بھی نرا اتہام ہے۔

قوت کی اس صفت سے انکو موصوف کیا۔ نہ یہ کہ مراد اُس سے کوئی خاص عمارت ہو۔ پس کوئی ضرورت نہین ہو کہ ایسی کہانیان بنائی جاوین اور خدا کی کتاب کی آیتون کی توجیہ کے لیے ایسے محامل بعیدہ تلاش کیے جاوین جنسے وہ ہرطرح سے پاک اور منزہ [سلہ] ہے۔

نوٹ [سلہ] اس معنی کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہو جسمین قوم عاد کے مردہ پڑے ہوے جسمون کی اُکھڑے ہوے درختون کے تنون سے تشبیہ دی ہو وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ ... کَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ (سورہ الحاقہ ۶۹ تبارک الذی)

[سلہ] علامہ موصوف نے شداد کی بہشت سے انکار کیا ہو۔ اور فی الحقیقہ خدا کی بہشت کے مقابلہ مین ایک کافر کی بہشت کا تذکرہ ایک بے جوڑ بات بھی ہے۔ قرائن عقلی کی بنا پر جو کچھ اُسوقت علامہ موصوف نے لکھا تھا اُسکی تائید زمانہ حال کی تحقیقات سے ہوتی ہے کیونکہ قوم عاد کی آبادی عربیا ڈزرٹا یعنی عرب کے ریتیلے میدان مین تھی۔ ابوالفدا اور معالم التنزیل کی تحقیقات کے موافق بھی یہ قوم یمن وعمان کے قریب آباد تھی اور احقاف کہلاتی تھی۔ عرب کے نقشہ مین جو ریگستان پچاس درجہ طول و بیس درجہ عرض پر واقع ہو وہ الاحقاف ہو جہان قوم عاد آباد تھی اور انکے آثار آجتک ان مقامات کے نامون مین پائی جاتے ہین جو خلیج فارس کے کنارہ پر یا قریب جوار کے میدانون مین واقع ہین (دیکھو جغرافیہ ریورنڈ فاسٹر ملک عرب)۔ چونکہ اپنے زمانہ مین عوص کی اولاد دیگر قبائل سے بہت ممتاز تھی اور شرقی وجنوبی عرب کی مالک تھی اور سیاست وقوت وغیرہ مین اوروں پر فائق تھی اسلئے بطور مثال کے خداوند تعالے نے سورہ والفجر مین عاد کا ذکر کیا ہو۔ انکے رہنے کی عمارتین تھین لیکن وہ ریگستانی محل اس قابل نہین تھے کہ قرآن مجید مین اُنکا ذکر کیا جاتا۔ جو خیال اس آیت کی تفسیر مین علامہ موصوف نے ظاہر کیا ہو تفسیر جلالین و بیضاوی و تفسیر کبیر مین بھی اُسکی تائید کیگئی ہو۔ خلاصہ اُسکا یہ ہو کہ جسطرح بنی ہاشم اپنے دادا ہاشم کے نام سے مشہور ہین اُسیطرح قوم عاد اپنے دادا ارم کے نام سے مشہور تھی۔ مختصر شجرہ قوم عاد اولی کا یہ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

سام

۱ عیلام — ۲ اسور — ۳ ارفکسد — ۴ لود — ۵ ارم

ارم

۱ عوص — ۲ حول — ۳ جیثر — ۴ مس

عوص ← عاد اولی

جیثر ← ثمود (عاد ثانی)

یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کی ہو کہ مفسرین نے شداد کو جس عاد کی ولاد مین لکھا ہو وہ ایک تیسرا عاد ہو جسکا زمانہ ۱۹۲۱ برس قبل حضرت مسیح کے تھا یعنی عاد اولی و ثانی کے بہت زمانہ بعد ہوا ہو یہ شداد ملطاط ابن عبدالشمس (سبا اکبر) کی ولاد مین تھا اور اسکے باپ کا بھی نام عاد ہے یہ بڑی شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ اور اسنے بڑی عالیشان عمارتین بنوائی تھین جنکے نشان اب بھی پائے جاتے ہین بہرحال تاریخی حیثیت سے بھی تفسیر مین عاد ثانی و ثالث عاد اولی کے حالات خلط ملط ہین۔ شداد کا قصہ جسکو مفصل لکھا ہو وہ بدائع الظہور و تفاسیر مین لکھا ہے۔

حکایت بوران و زنبیل

ایسے ہی غلط اور بے سروپا زنبیل[1] کا قصہ ہے جسکو مصنف عقد الفرید نے حالات شادی خلیفہ مامون الرشید مین لکھا ہے۔

نوٹ [1] علامہ ابن خلدون نے صرف عقد الفرید کا بلحاظ طوالت کے حوالہ دیدیا ہے لیکن بنظر دلچسپی ناظرین یہ طولانی قصہ شرح مقامات حریری سے بہت ہی مختصر کر کے لکھا جاتا ہی جسکو عربی لٹریچر کا مذاق ہو وہ عقد الفرید یا شریشی ملاحظہ کرے "اسحق موصلی کہتا ہی کہ مین ایکدن مامون الرشید کی خدمت مین حاضر ہوا خلیفہ عیش و طرب مین مصروف تھا۔ مجھے دیکھا تو علیحدہ کمرے مین لیگیا اور وہان نبیذ کا دور چلنے لگا۔ جب شام ہو گئی تو مجھسے کہا کہ تا واپسی میری تم حاضر رہنا مین دار الحرم مین جاتا ہون" جب آدھی رات گزر چکی اور خلیفہ واپس نہ آیا تب مجھے بھی وحشت ہوئی اور مکان کا قصد کیا کیونکہ ایک کنیز کی یاد نے مجھے بےچین کر دیا تھا۔ غرضکہ مین اُٹھ کھڑا ہوا راستہ مین پیشاب کی حاجت ہوئی تو ایک کوچہ مین چلا گیا۔ وہان کیا دیکھتا ہون کہ دیوار سے متصل ایک ریشمی زنبیل لٹکی ہوئی ہے اول تو مین سوچتا رہا لیکن پھر بیدھڑک اُسمین بیٹھ گیا۔ میرا بیٹھنا تھا کہ ڈوریان کھینچ گئین۔ اور مین یکایک ایک خوشنما اور وسیع ایوان مین جا اترا۔ جن چار کنیزون نے مجھے اوپر کھینچا تھا اُنہین سے ایک نے شمع ہاتھ مین لی اور میرے آگے آگے چلی اور ایک دوسرے کمرہ مین لے گئی جو شاہانہ طرز پر سجا ہوا تھا۔ مین وہان جاکر ٹھہرا تھوڑی دیر مین ایک پردہ اُٹھایا گیا اور چند کنیزین نمودار ہوئین جو عود کی انگیٹھیان، اور شمع وغیرہ لیے ہوے تھین۔ اور اُنکے ہمراہ ایک کمسن عورت تھی جو حسن و جمال کی دیوی تھی۔ چودھوین رات کا چاند اُسکے حُسن سے شرماتا تھا۔ مین فوراً اُسکی تعظیم کے واسطے اُٹھ کھڑا ہوا بہ کمال مہربانی مرحبا خیر مقدم کہکر مجھے بٹھایا اور میرے حالات سُننے کی مشتاق ہوئی مین نے عرض کیا کہ "ایک دوست کے مکان سے آتا ہون اتفاقیہ اس کوچہ مین آنکلا تھا۔ زنبیل کو معلق دیکھکر حالت نشہ مین بیٹھ گیا۔ اگر مجھسے قصور ہوا ہو تو امیدوار معافی ہون" کہا مضائقہ نہین انجام بخیر ہے۔ پھر پوچھا تمھارا پیشہ کیا ہے۔ مین نے عرض کیا کہ بزاز ہون بغداد مین دوکان ہے۔ کہا کہ کچھ اشعار سے ذوق ہے۔ مین نے کہا کچھ یونہین برائے نام۔ تب اُس بی بی نے مجھسے پڑھنے کی فرمایش کی۔ مین نے کہا کہ مین تو مہمان ہون۔ میزبان کے سامنے اشعار پڑھتے ہوے ذرا طبیعت رُکتی ہے مناسب ہے کہ آپ ہی ابتدا کرین یہ سُنکر بولی کہ سچ کہتے ہو۔ پھر اُسنے محدثین کے اقوال اور قدما کے منتخب اشعار سُنائے۔ تب مجھے نہایت تعجب ہوا مین یہ نہین کہہ سکتا ہون کہ باعث تعجب اُسکا حسن و جمال تھا یا کمال ادب یا طرز کلام؟ جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو وہ مجھسے مخاطب ہوئی کہ ہان اب شرم کو چھوڑ دو اور کچھ اشعار پڑھو مین نے الامر فوق الادب سمجھکر اساتذہ کے منتخب اشعار سنائے۔ ہر ہر شعر کو پسند کیا۔ آخر مین یہ کہا کہ خدا کی قسم بازاری لوگون مین یہ صفت نہین ہو سکتی ہے۔ بعد اس صحبت کے دسترخوان بچھایا گیا جو خوان سامنے آئے اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ سوائے سلاطین کے اور کسیکو یہ نعمت میسر نہین ہو سکتی ہے

جب [illegible] سے فراغت ہوئی تو قصص حکایات کا سلسلہ چھڑ گیا۔ طرفین سے عمدہ عمدہ لطیفے اور قصے بیان کیے گئے۔ جب مین بیان کر چکا تو مجھسے کہا تعجب ہے کہ ایک [illegible] کو ایسی ایسی شاہانہ حکایتین یاد ہین۔ مین نے عرض کیا کہ آپکا فرمانا صحیح ہے حقیقت یہ ہے کہ میرا ایک ہمسایہ [illegible] مین جایا کرتا ہے مین بھی اُسکے پاس کبھی کبھی جا بیٹھتا ہون یہ قصے اُسکے سُنے سُنائے یاد ہو گئے ہین۔ غرضکہ اسی قسم کے مذاکرہ مین ساری رات کٹ گئی اور صبح کا وقت آگیا اُسوقت اس بی بی نے مجھسے کہا کہ تم جامع صفات ہو۔ صورت بھی اچھی ہے ادب بھی جانتے ہو لیکن میرے خیال مین صرف ایک چیز کی کمی ہے۔ مین نے پوچھا کہ وہ کیا۔ کہا اشعار کا راگنی سے پڑھنا۔ مین نے کہا کہ مجھے بھی اسکی مدت سے آرزو ہے مگر افسوس ہے کہ یہ فن حاصل نہین ہوا۔ اگرچہ میرا یہ انکار ظاہری تھا لیکن راگنی کا نام [illegible] مین بولیا اور بول اُٹھا کہ منا سب ہے اگر یہ تھوڑی سی رات نغمہ و سرود کے ساتھ ختم ہو۔ یہ سنکر بولی کہ یہ تو مجھپر تعریض ہے مین نے کہا نہین بلکہ ادب و محفل کی ابتدا آپ سے ہوئی تھی اختتام بھی آپ پر ہونا چاہیے۔ مجبوراً میری فرمایش پر عود بجایا۔ سبحان اللہ کیا کہنا تھا جب مین نے بہت کچھ تعریف کی تو کہا یہ بھی جانتے ہو کہ یہ کسکے اشعار ہین اور طرز کسکا ہے؟ مین نے [illegible] تو خود ہی جواب دیا کہ یہ اشعار فلان شاعر کے ہین اور راگنی اسحاق موصلی کی ہے۔ ہنوز باتونکا تار نہین ٹوٹا تھا کہ صبح کے آثار پیدا ہوے اور ایک بوڑھی عورت نے جو اُسکی دایہ تھی آنکر کہا کہ بس! جلسہ ختم۔ ڈراپ سین ہوتے ہی مین بھی رخصت ہوا چلتے وقت مجھسے کہا خبردار کوئی اظہار نہو

"المجالس بالامانات" مکان پر پہنچکر بعد فراغ نماز فجر سو رہا۔ ہنوز نیند پوری [illegible] تھی کہ خلیفہ ہارون رشید کے خادم نے آنکر جگا دیا اور ساتھ لیگیا۔ امیرالمومنین کو بھی رات کا خمار باقی تھا۔ رات کے جلسے کے حالات [illegible] لگے اور بیتابانہ طور پر حضور تو اُن زیادہ مانوس تھے رات ہوتے ہی پھر وہی دھن سوار ہوئی اور مجھسے کہا کہ مین محل [illegible] جاتا ہون مین نے کہا بسم اللہ تشریف لیجائیے کوئی امر مانع نہین ہے۔ لیکن مجھے پھر وہی حکم ہوا کہ خبردار یہانسے باہر نجانا۔ اور خدام کو [illegible] کر دیگئی کہ جانے نہ پائے لیکن صبح ہوتے ہی تمام رات کا سماں مین بھی بھول نہین سکتا تھا۔ اسلیے حاجب کو سمجھا بوجھا کر نکل کھڑا ہوا اور سیدھا اُسی طریق سے اُسی محل مین جا پہنچا۔ آج بھی اُسی قسم کی صحبت رہی۔ صبح کو مکان پہنچا۔ لیکن آج بھی خلیفہ کے خادم آئے اور اپنے ساتھ لیگئے امیرالمومنین نے فرمایا تم روز گھر بھاگ جاتے ہو۔ مین نے عرض کیا کہ حضور تو عیش و طرب مین مشغول رہتے ہین تنہائی سے مجھے وحشت ہوتی ہے اسلیے چلا جاتا ہون لیکن امیدوار معافی ہون۔ غرضکہ ادھر ادھر کی باتون مین دن ختم ہو گیا۔ اور خلیفہ نے محل مین جاتے وقت [illegible] مجھسے کہلا لیا کہ آج صبح تک حاضر رہونگا۔ لیکن خلیفہ کے جاتے ہی پھر خیالات نے پریشان کر دیا اور پہرے کی حراست سے بھاگ نکلا لیکن آخر [illegible] کسیکو چادر اور کسی کو انگوٹھی دیکر اور کسی کی خوشامد کرکے راضی کر لیا۔ اور سیدھا محل مین جا پہنچا۔ مجھے دیکھتے ہی اُس بی بی نے فرمایا کہ تم تو اپنا گھر بنا لیا ہو پہر۔ روز بھاگ چلے آتے ہو۔ مین نے کہا صاحب مہمان کی دعوت تین روز تک ہوتی ہے۔ آج کے بعد اگر مین حاضر ہون تو میرا خون حلال ہے۔ پھر مجلس شروع ہوئی اور معمول کے موافق جلسہ رہا۔ چونکہ آج تیسرا دن اور آخری جلسہ تھا۔ مین نے خیال کیا کہ

ہم نظر انداز کرتے ہین۔ اگر ناظرین کو شوق ہو تو مقدمہ ابن خلدون ملاحظہ فرمائین۔ لیکن خاص

خلیفہ تک یہ حالات ضرور پہنچینگے اسلیے مین نے کہا کہ میرا ایک چچازاد بھائی بھی ہے جو کہ مجھسے زیادہ خوبصورت، ادیب، اور ماہر موسیقی ہے۔ اسحٰق کی تمام راگنیون کا حافظ ہے یہ سنکر مجھسے کہا کہ طفیلی ہوکر اسقدر شوخیان کرتے ہو۔ مین نے کہا کہ آپکو اختیار ہے۔ پھر کہا کہ اچھا اگر تمھارا بھائی ایسا ہی ہے جیسا کہتے ہو تو مجھے اسکے آنے مین کوئی عذر نہین ہے۔ چونکہ صبح ہوگئی تھی۔ مین بھی رخصت ہوکر گھر پہنچا لیکن پہنچتے ہی گرفتار ہوگیا اور آج پھر اسی محل کو بری طرح سے لیگئے۔ مامون الرشید غضبناک بیٹھا تھا دیکھتے ہی کہا اسحٰق! تو باغی ہوگیا ہے۔ اور اسقدر انحراف کا کیا سبب ہے سچ کہہ! مین نے عرض کیا کہ خلوت مین گزارش کرونگا۔ چنانچہ جب مجمع منتشر ہوگیا تو مین نے تمام کہانی سنادی۔ کہا اگر مطابق واقعہ کے ہوا تو خیر ورنہ سزا دیجائیگی۔ جب وقت مقرر آپہنچا تو مین مامون الرشید کو اپنے ساتھ لیکر چلا۔ لیکن راستہ مین مین نے یہ سمجھایا کہ براہ مہربانی آپ مجھے وہان حکومت نہ کیجیے گا۔ نہ سلطنت کا کوئی اظہار ہو۔ بلکہ میرے تابع ہونا پڑیگا۔ امیر نے اقرار کیا۔ لیکن یہ کہا کہ اگر اُس عورت نے مجھسے متعلق آگہی کے کچھ فرمایش کی تو مین کیا کرونگا۔ مین نے کہا اسکا بندوبست مین کرلونگا۔ غرضکہ مامون الرشید کو سمجھا کر اُس محل تک مین لیگیا۔ اور زنبیل مین بیٹھکر دونون محل مین جا اُترے اور ہم دونون ایک جگہ بیٹھ گئے۔ مامون تو اُسکا حُسن و جمال دیکھکر غش کرگیا۔ جب اُس بی بی نے مامون کو میرے پاس بیٹھے دیکھا تو مجھسے کہا کہ اپنے بھائی کے ساتھ تمنے انصاف نہین کیا۔ اور مامون سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ میرے قریب صدر مین بیٹھین۔ یہ تو گھر کے آدمی ہین (کیونکہ چوتھا دن تھا) آپ ہمارے مہمان ہین۔ چنانچہ پھر علمی مباحثے ہونے لگے لیکن مامون ہر ایک بات مین اُسپر غالب رہا۔ بعد اس مذاکرہ کے نبیذ کا دور چلا۔ اور ساتھ اُسکے اُس بی بی نے عود بجانا شروع کیا۔ چونکہ مامون تین رطل پی چکا تھا سرور زیادہ ہوا اور اُسی حالت مدہوشی مین تیز نظرون سے مجھے دیکھکر زور سے کہا کہ اسحٰق! مین نے کہا لبیک یا امیر المؤمنین۔ کہا فلان راگ شروع کر۔ مامون کی زبان سے یہ کلمہ سنتے ہی وہ بی بی سمجھ گئی کہ یہ امیر المؤمنین مامون الرشید ہین جھٹ پردہ مین چلی گئی۔ جب مین گانے سے فارغ ہوا تو پوچھا کہ یہ کسکا مکان ہے؟ ایک کنیز بولی کہ حسن بن سہل کا (اُسوقت یہ وزیر اعظم تھا) حکم ہوا کہ فوراً حسن حاضر کیا جاوے ایک بوڑھی عورت اُسکو بلا لائی خلیفہ نے پوچھا کہ تمھاری کوئی بیٹی ہے؟ عرض کیا کہ ہان ایک کنیز ہے جسکا نام بوران ہے۔ پھر پوچھا کہ شادی ہوچکی ہے۔ جواب ملا نہین۔ کہا اچھا مین اُسکا خطبہ کرتا ہون۔ حسن نے کہا کہ بوران آپکی لونڈی ہے آپکو اختیار ہے چنانچہ تیس ہزار دینار نقد پر عقد ہوگیا۔ خلیفہ نے مجھسے کہا کہ خبردار اس واقعہ کو کسی سے نہ کہنا چنانچہ اسحٰق کہتا ہے کہ مین نے اس واقعہ کو امیر المؤمنین مامون الرشید کے انتقال تک کبھی ظاہر نہین کیا۔"

دیکھو عقد الفرید عبد ربہ جلد ۳ صفحہ ۵۶ ۳ مطبوعہ مصر و مقامات حریری مشہور بہ شریشی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵۔ علامہ ابن خلدون کے نزدیک یہ جلسہ بھی محض لغو ہے۔ البتہ شادی کا ہونا مسلّم ہے اور واقعہ تاریخی ہے۔ لیکن نہ اس رنگ پر۔ یہ حالات شادی نہایت دلچسپ ہین لیکن ہم اس سے زیادہ نہین لکھ سکتے۔ جسکو مفصل دیکھنا منظور ہو وہ اردو مین تاریخ المامون۔ اور عربی مین شرح مقامات حریری ملاحظہ کرے۔ جس شان و شکوہ سے مامون الرشید کی شادی ہوئی ہے اُسکی نسبت عربی مورخون کا یہ فخریہ دعویٰ ہے کہ گزشتہ اور موجودہ زمانہ کوئی اُسکی نظیر نہین لا سکتا۔"

جعفر و عباسہ کی شادی پر جو ریمارک اس نامور مؤرخ نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ "اقوال موضوعہ مین سے عباسہ کا بھی قصہ ہے جسکو برامکہ کے زوال مین تمام مؤرخین نے نقل کیا ہی کہ ہرون الرشید نے اپنی بہن عباسہ کا جعفر بن یحیی برمکی سے اس شرط پر نکاح کر دیا کہ دونون مین خلوت صحیحہ نہو - اور مقصود اس نکاح سے یہ تھا کہ جعفر و عباسہ دونون اسکی مجلس مین بے تکلف آسکین - لیکن جب عباسہ کو جعفر سے دلی محبت ہوگئی تو اُسنے کسی حیلہ سے خلوت صحیحہ حاصل کی اور وہ حاملہ ہوگئی جب رشید کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ نہایت غضبناک ہوا - لیکن یہ بالکل جھوٹا قصہ ہی اور کسی طرح پر ممکن نہین ہے کہ ہرون الرشید جیسا بلند ہمت اور عظیم القدر خاندان[1] والا شخص اپنے عربی شرف کو عجم کے ایک غلام سے رشتہ داری کرکے خراب کریگا - اگر کوئی غور و انصاف کی نظر سے دیکھیگا تو اُسکو صاف معلوم ہو جائیگا کہ یہ بالکل گڑھت ہے - کہان خلیفہ ہرون الرشید اور عباسہ اور کہان ایک عجمی غلام جعفر! دونون کے مرتبے اور شان مین زمین و آسمان کا فرق ہے - حقیقت یہ ہے کہ برامکہ کے ادبار کے اسباب کچھ اور ہی ہین"

نوٹ [1] خلیفہ ہرون الرشید کا تقدس مذہبی اور عزت خاندانی ظاہر ہی کیونکہ ہرون الرشید سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تک صرف چار پشت کا فرق ہی (ہرون بن مہدی بن عبد اللہ ابو جعفر منصور بن محمد سجاد بن علی بن عبد اللہ بن العباس) اور حضرت عبد اللہ بن عباس ترجمان القرآن اور ابن عم رسول اللہ صلعم کے ہین - اب باقی رہی نسب کی بحث - چنانچہ فقہا کا اسپر اتفاق ہی کہ "ایک قریشی دوسرے قریشی کا کفو ہی - اور اسیطرح پر بقیہ قبائل عرب باہم کفو ہین - لیکن کوئی عجمی کبھی کسی عربی کا کفو نہین ہو سکتا ہی - اگرچہ وہ عالم اور بادشاہ ہی کیون نہو - اور رد المحتار مین علامہ شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہی کہ اگر ہاشمیہ کسی قریشی غیر ہاشمی سے نکاح کرلے تو وہ جائز رکھا جاویگا - اور اگر عربی غیر قریشی سے نکاح کرلے تو اُسکے ولی کو اختیار ہی کہ اس نکاح کو اسیطرح پر رد کردے جس طور سے کوئی عربی عورت کسی عجمی سے نکاح کرلے"
اور عرب کے نزدیک عجم سے وہ لوگ مراد ہین جو کسی عربی قبیلہ کی طرف منسوب نہون - اور اصطلاح عرب مین اُنکا نام موالی د عتقا ہے خواہ عربی زبان بولتے ہون یا نہین -

پھر اسکے بعد اپنے عقلی دعوے کے ثبوت مین علامۂ موصوف نے خلیفہ ہٰرون الرشید کی سوشیل لائف پر یہ ریمارک کیا ہو کہ "ہٰرون الرشید پر یہ الزام کہ وہ اپنے ہم نشینون مین شراب پیا کرتا تھا اور ہمیشہ حالت نشہ مین رہتا تھا۔ حاش للہ یہ بالکل غلط ہے۔ اور اسکے مرتبۂ خلافت اور شان عدالت دونون سے بھی یہ بعید ہے۔ کیونکہ ہٰرون الرشید کی ہر وقت علما، صلحا، سے صحبت رہا کرتی تھی اور فضیل بن عیاض اور ابن سماک سے گفتگو ہوا کرتی تھی ور سفیان ثوری سے مکاتبت جاری رہتی تھی۔ اور انکے وعظ سے وہ متاثر ہوتا تھا۔ طواف مکہ مین دعائین مانگتا تھا۔ پنجگانہ نماز کا پابند تھا۔ اور صبح کی نماز اول وقت جماعت سے پڑھا کرتا تھا طبری وغیرہ نے لکھا ہو کہ ہٰرون الرشید ہر روز ایک سو رکعت نماز نفل کی پڑھتا تھا۔ اگر ایک سال فتوحات ملکی مین رہتا۔ تو دوسرے سال حج کو جاتا تھا۔ ابن ابی مریم جو اس دربار کا ایک مسخرہ تھا اُسپر ایک مرتبہ سخت ناراض ہوا جبکہ اسنے نماز مین ہنسانا چاہا۔ اور یہی رشید ہو کہ جسنے امام مالک سے موطا لکھنے کی فرمایش کی تھی۔ جو ایسا شخص ہو بھلا وہ کیونکر دائم الخمر ہو سکتا ہے۔ اور زمانۂ جاہلیت کے بھی تمام شرفا شراب سے پرہیز کرتے تھے۔ اور اسکا پینا بُرا جانتے تھے۔ یہی ہٰرون الرشید ہے جسنے ابو نواس اپنے دربار کے ملک الشعرا کو اس جُرم پر جیلخانہ بھیجدیا کہ وہ ہمیشہ شراب خواری مین مست رہتا تھا ہے۔ ہان اس سے انکار نہین ہے کہ وہ نبیذ پیتا تھا۔ جسکی حلت کا علماے عراق نے فتوی دیدیا لیکن شراب کا پینا تو بالکل اتہام ہے۔ اور یہ شہرت بھی اخبارات موضوعہ سے ہے جو برابر[1] تاریخون مین نقل ہوتی چلی آئی ہے" قطع نظر عقلی دلائل کے جو علامہ ابن خلدون نے لکھے ہین

نوٹ [1] از مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۰ الغایت ۱۲۔

ہمارے پاس واقعی ثبوت اسکا موجود ہی کہ عباسہ کی شادی خاص عباسیہ خاندان مین ہوئی ہے۔

احمد بن زہیر کی روایت کی غلطی

جسکو ہم آگے چلکر لکھینگے۔ اب اس موقع پر یہ دکھلانا ہی کہ احمد بن زہیر جو اصلی راوی اس واقعہ کا ہے۔ اُسکی روایت کس درجہ تک قابل سند ہے کیونکہ واقعات تاریخی کے استدلال مین صرف وہی روایت مستند سمجھی جاتی ہی کہ جسمین سند کا سلسلہ علی التواتر ہو۔ اور سب سے اخیر راوی جسپر اخبرنا وحدثنا کا سلسلہ ختم ہوجاوے ایسا شخص ہو کہ جو اُس واقعہ مین شریک رہا ہو۔ جو سلسلہ روایت طبری نے لکھا ہے وہ احمد سے چلکر زاہر پر ختم ہو جاتا ہے جو ایک ہی معتزلہ خاندان کے دو آدمی ہین اُنمین سے کسی ایک کا بھی کسی معاملہ یا مشورہ مین شریک ہونا اور وقت قتل جعفر کے موجود ہونا پایا نہین جاتا ہے۔ کیونکہ خود طبری نے اُن لوگون کے نام لکھے ہین جو اس معاملہ مین اول سے آخر تک ہرون الرشید کے شریک وسہیم رہے ہین جو مؤرخ اسکے مدعی ہین کہ جعفر کی شادی عباسہ سے ہوئی ہے۔ اور یہی شادی خاندان برامکہ کی بربادی کی باعث ہوئی اُنکی دلیل روایت کی حیثیت سے بس یہی ہے کہ اسکو طبری نے لکھا ہے۔ لیکن خود اُنھون نے اسکی جانچ نہین کی ہے کہ طبری کے کونسے ایسے الفاظ ہین جو قطعی طور پر ثبوت مین داخل ہو سکتے ہین۔ علاوہ برین طبری کی روایت پر جو حواشی لکھے گئے ہین۔ اُنمین کوئی سلسلہ سند متصل کا نہین ہے جسپر اعتبار کیا جاوے بلکہ شاعرانہ خیالات کی بنا پر جو دل مین آیا ہی لکھتے چلے گئے ہین۔ اگر واقعی وہ معاملات پیش آئے ہوتے جو ہم لکھ چکے ہین تو طبری ہی اُنکو کیون چھوڑ دیتا۔ اور چند کمزور الفاظ پر احمد بن زہیر کی روایت کو ختم کر دیتا۔ کیونکہ طبری نے عقد عباسہ کی صرف دو وجہین بیان کی ہین ایک یہ کہ

ہرون الرشید کو جعفر اور عباسہ دونون سے ایسا عشق تھا کہ بغیر دیکھے ان دونون کے بیقرار ہو جاتا تھا۔ اور کسیطرح صبر ہی نہوتا۔ دوسری[1] یہ کہ رات کی مجلس مین دونون آتے تھے۔ مگر ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اسلیے یہ تجویز ہوئی کہ "شرائط خاص پر عقد کر دیا جاے تاکہ عباسہ کو جعفر کا دیکھنا مباح ہو جاے"۔ پہلے سبب کو ہم تسلیم کرتے ہین۔ ہو سکتا ہے کہ ہرون الرشید کو بلحاظ فطری محبت کے اپنی بہن عباسہ سے اور بلحاظ ذاتی قابلیت وصفات علمی کے وزیر جعفر سے ایسی محبت ہو گئی ہو جو عشق کے درجہ تک پہنچتی ہے۔ لیکن صرف مجلس مین دونون کو شریک کرنے کے واسطے ایسی تکلیف اور خلاف شرع فعل کرنے کی ہرون کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ یہ ثابت[1] ہو چکا ہے کہ فضل۔ جعفر۔ و یحیٰی یہ سب کے سب ہرون الرشید کی اجازت سے دار الحرم مین جاتے تھے اور خلیفہ کی بیٹیان اور بہنین اُنکے سامنے آتی تھین۔ کوئی پردہ نکرتا تھا۔ اور پردہ ہو بھی نہین سکتا تھا۔ کیونکہ فضل و ہرون وغیرہ یہ سب برادران رضاعی تھے۔ سلطنت اور وزارت کے خاندان مین کوئی مغائرت نہ تھی۔ باہمی میل جول اور معاشرت کے آداب ویسے ہی برتے جاتے تھے جو باپ، بھائی، اور بیٹون مین ہونا چاہیے۔

لیکن حقیقت[2] یہ ہی کہ خلافت عباسیہ کے رقیبون نے خواہ وہ سادات ہون یا کوئی اور محض بدنام

نوٹ [1] دیکھو اعلام الناس صفحہ ۵۷ مطبوعہ بمبئی [2] شیعی علمانے جو تاریخین لکھی ہین وہ بالاتفاق یہی کہتی ہین کہ جعفر کے قتل کا سبب عباسہ کا معاملہ تھا۔ لیکن جناب رئیس المحدثین سید نعمت اللہ الموسوی الحسنی الجزائری نے اپنی کتاب زہر الربیع مین حسب ذیل سبب لکھا ہے "سبب استیصال برامکہ ظاہرا حکایت خواہر رشید بود واما سبب حقیقی آن پس نفرین حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام کہ در موقف عرفات بر ایشان نفرین کرد۔ بہ سبب آنکہ ایشان حضرت کاظم علیہ السلام را سعایت کردند و سبب شہادت آن جناب ایشان بودند۔ جلد اول صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ بمبئی۔

کرنے کے واسطے یہ قصہ تصنیف کر کے مشہور کر دیا تھا۔ اور اسی مشہور افسانے کو طبری نے بھی بجنسہ نقل کر دیا ہے۔ ورنہ بلحاظ عام حالات خلیفہ ہرون الرشید، و اقتضائے شریعت، اور دیگر قرائن عقلی کے ہر طرح پر یہ واقعہ غلط ہے۔ متاخرین مورخون مین سے خاوند شاہ مصنف روضۃ الصفا نے بھی خواہ تقلیداً یا بلحاظ حالات مشہورہ جعفر و عباسہ کا قصہ لکھا ہے لیکن تسلیم کیا ہے کہ یہ افسانہ ہے اور کسی تاریخی واقعہ مین اسکا شمار نہین ہے۔ چنانچہ اپنے بچاؤ کے واسطے تمہید مین لکھتے ہین "آزانجملہ قضیہ جعفر و عباسہ خواہر ہرون ست و این قضیہ را خامہ مشکین رقم از ثقہ نقل میکند اگر فی الجملہ مخالفت بروایات مسودہ داشتہ باشد معذور دارند" علی ہذا القیاس ابن خلکان نے جو واقعات لکھے ہین اُس سے بھی اس فرضی واقعہ کا ابطال ہوتا ہے۔ لیکن ان قیاسات کے علاوہ سب سے زیادہ صحیح اور قابل اعتبار شہادت ہمارے پاس ابو محمد عبداللہ[1] بن مسلم بن قتیبہ دینوری کی تحریر ہے جسکے سامنے کسی تحقیقات کی پھر ضرورت نہین رہتی ہے اور تمام شبہات دور ہو جاتے ہین یہ مستند مؤرخ کتاب المعارف مین خلیفہ مہدی عباسی کی اولاد ذکور و اناث کے حالات مین لکھتا ہے۔

و لد المهدی موسیٰ و هرون و البانوقة وامهم الخیزران ام ولد۔ و علیا و عبید اللہ	کہ مہدی عباسی کے خیزران (کنیز شرعی) سے موسیٰ اور ہرون دو بیٹے اور بانوقہ ایک دختر

نوٹ [1] ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کاتب علم نحو لغت اور حدیث مین یکتائے زمانہ تھا ۲۱۳ھ مین بمقام کوفہ پیدا ہوا۔ اسحٰق بن راہویہ۔ اور حاتم سجستانی سے تحصیل علم کی تھی۔ کتاب المعارف۔ آداب الکاتب۔ عیون الاخبار۔ طبقات الشعراء۔ غریب القرآن۔ غریب الحدیث۔ مشکل القرآن۔ دلائل النبوۃ اسکی مشہور تصنیفات ہین۔ آخر عمر تک خاص بغداد مین درس دیتا رہا ہے خلیفہ معتمد علی اللہ کے عہد مین مرگ مفاجات سے ۲۷۰ھ ہجری مین انتقال کیا۔ دینور (بلاد جبل مین متصل قرمیسین ایک شہر ہے) کا عرصہ تک قاضی رہا اسوجہ سے دینوری مشہور ہوا۔ طبقات الادبا صفحہ ۲۷۲

امهما ريطه بنت ابي العباس والعباسة لام ولد والعالية ومنصورة وسليمة امهم البحترية بنت الاصبهند ويعقوب واسحق لام ولد وابراهيم لام ولد فاما البانوقة فماتت صغيرة - واما العباسة فزوجها هرون من محمد بن سليمن فمات عنها فزوجها من ابراهيم بن صالح بن علي	اور ریطہ بنت ابو العباس سے علی و عبید اللہ دو بیٹے - اور ایک کنیز سے عباسہ - اور بحتریہ بنت الاصبہند سے عالیہ منصورا، سلیمہ تین لڑکیان اور ایک کنیز سے یعقوب اور اسحق اور ایک سے ابراہیم تھے لیکن بانوقہ نے بچپن ہی مین انتقال کیا - باقی رہی عباسہ اسکی شادی خلیفہ ہرون الرشید نے اول محمد بن سلیمان بن علی عباسی سے کی اور جب اس شہزادیکا انتقال ہوگیا تو ابراہیم بن صالح بن علی سے دوسرا نکاح کر دیا

قبل اسکے کہ سطور مرقومۂ بالا پر ریمارک کیا جاسے یہ ظاہر کر دینا مناسب ہے کہ ابو عبد اللہ مسلم ۲۱۳ھ ہجری مین جعفر برمکی کے قتل کے چھبیس برس بعد پیدا ہوا - اور خاص دار الخلافہ بغداد مین اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ طی کر کے دنیا سے انتقال کر گیا - اسلیے جیسا قریب زمانہ ابو عبد اللہ کو ملا وہ طبری کو میسر نہین آیا - اور جس زمانہ مین اس مؤرخ نے اپنی تاریخ لکھی ہے اُسوقت برامکہ کی اولاد اور متوسلین بلکہ خلیفہ ہرون الرشید کے زمانہ کے لوگ موجود تھے جنھون نے بچشم خود یہ حالات دیکھے تھے - اس صورت مین ابو مسلم کی شہادت سے زیادہ اور کون شہادت معتبر ہو سکتی ہے - اگر فی نفسہ ایسا ہوتا تو جعفر کے عقد کے بھی حالات ضرور یہ مؤرخ لکھتا - اور طبری اور المعارف[1] کے الفاظ مین مقابلہ کرنے سے بھی اس بحث کا تصفیہ ہو جاتا ہے - کیونکہ ابو عبد اللہ نے نہ صرف عباسہ کے شوہرون ہی کا نام بتایا ہے بلکہ اُنکے نسب نامے لکھے ہین جس سے قطع نظر صحت واقعہ کی

نوٹ [1] المعارف صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مطبع العامرية الشرقيه مصر

عام مؤرخین کے اس الزام کا قطعی جواب ہوتا ہے کہ ہرون الرشید نے صرف حلت نظر کی غرض سے عباسہ کا نکاح کر دیا تھا۔ یہ سمجھ مین نہین آتا ہے کہ جس دیندار خلیفہ نے اپنی بیوہ اور سوگوار بہن کو محمد بن سلیمان کے مرنے کے بعد رنڈاپے کی مصیبتون سے بچایا اور شرع کا پابند رہا وہ کیونکر ایسے نکاح کو جائز رکھ سکتا تھا جسکے شرائط کو اصول شریعت اور عقل وحکمت سے کوئی تعلق نہو۔ بلکہ صرف اپنا عیش مقصود ہو۔!!

کتاب المعارف سے اگرچہ یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ کس عمر مین عباسہ کی پہلی شادی ہوئی لیکن شہزادی عباسہ سنہ ۱۵۴ ہجری مین بمقام کوفہ پیدا ہوئی تھی[1]۔ اور سنہ ۱۷۰ ہجری مین جس سال ہرون الرشید تخت نشین ہوا ہے اُسنے محمد بن سلیمان بن علی عباسی کو بصرہ، بحرین یمامہ، عمان، اہواز، اور فارس کی گورنری[2] عطا کی تھی اس سے پایا جاتا ہے کہ غالباً اسی سال شادی بھی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ اس وقت عباسہ کی عمر سترہ[17] برس کی تھی جو عین شادی کا وقت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عباسہ کا یہ پیارا شوہر تین ہی برس زندہ رہا اور سنہ ۱۷۳ ہجری مین بمقام بصرہ لاولد فوت ہوگیا۔ اور بعد انتقال محمد بن سلیمان کے خلیفہ ہرون الرشید نے ابراہیم بن صالح بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب سے عباسہ کا عقد کر دیا۔ المعارف کی شہادت کے علاوہ ابراہیم کے عقد کی تصدیق صالح بن بہلہ طبیب ہندی کے حالات سے بھی ہوتی ہے۔ جس کو علامہ

نوٹ [1] کامل اثیر جلد ۶ خلافت ہرون الرشید [2] یہ شہزادہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ مین کوفہ کا بھی گورنر رہ چکا تھا صفحہ ۲۱۵ جلد ۵ کامل اثیر۔

ابن ابی اصیبعہ[۱] نے تذکرہ عیون الانبا مین لکھا ہے قطع نظر اسکے کہ علامہ موصوف کی یہ کتاب اعلیٰ درجہ کے صحیح واقعات کا مجموعہ ہے یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ صالح ہندی دربار ہرون الرشید کا طبیب تھا۔ اور اسنے ابراہیم عباسی کا ایسے وقت مین علاج کیا تھا جبکہ وہ بظاہر مرچکا تھا اور بعد صحت کے ہرون الرشید نے عباسہ کا عقد ابراہیم سے کیا تھا۔ لہذا وہ روایت بجنسہ ذیل مین لکھی جاتی ہے۔

صالح (سالی) بن بہلہ ہندی معالج ابراہیم عباسی

(اطبای ہند مین مشہور تھا۔ معالجات اسکی مشہور ہین عہد خلافت ہرون الرشید مین ہندوستان سے عراق گیا تھا) ابوالحسن یوسف بن ابراہیم الحاسب المعروف بابن الدایہ بروایت احمد بن رشید کاتب (بحوالہ مولی سلام الابرش) بیان کرتی ہین

نوٹ ۱ ابوالعباس احمد بن سدیدالدین قاسم بن خلیفہ مشہور بابن ابی اصیبعہ ساتوین صدی ہجری کے مشہور علما مین سے ہے۔ اسکا باپ ملک العادل، ملک المعظم، ملک الناصر، کے دربار کا طبیب تھا۔ اور آنکھون کے علاج مین خصوصاً مشہور تھا۔ سنہ ٦٤٩ ہجری مین وہ فوت ہوا۔ احمد نے بھی فن طب پر توجہ کی اور یعقوب بن سقلاب عیسائی کا شاگرد ہوا۔ اور جالینوس کی تمام کتابین پڑھیین۔ اور رضی الدین رحبی دمشقی سے زکریا رازی کی طب کا عملی حصہ پڑھا بعدہ قاضی القضاۃ رفیع الدین دمشقی اور سیف الدین مدی اور شمس الدین خوی سے علوم حکمیہ حاصل کیے۔ اور تخمیناً سنہ ٦٤٣ ہجری مین عیون الانبا فی طبقات الاطبا تصنیف کی جس سے سارے زمانہ مین مشہور ہوگیا۔ تمام مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ اطبا کے حالات مین اس جامعیت سے کسی نے کوئی کتاب نہین لکھی ہے۔ علامہ موصوف نے علاوہ اس کتاب کے معالم الامم واخبار ذوی الحکم (ہسٹری فلاسفہ یونان) وحکایات الاطبا فی علاجات الادوا (اطبا کے تاریخی معالجات کا تذکرہ) وکتاب التجارب والفوائد بھی تصنیف کین ہین۔ جنمین سے ہر ایک بے نظیر ہے سنہ ٦٦٩ ہجری مین بمقام صرخد (شام) فوت ہوا۔ منتخب از تہذیب الاخلاق جلد اول نمبر ٣٦ مطبوعہ ٣ اکتوبر سنہ ١٨٩٦ء مقام علی گڈھ۔

کہ ہرون الرشید کے سامنے دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ اور لوگون کا مجمع تھا مگر جبرئیل بن بختیشوع طبیب اُسوقت غیر حاضر تھا۔ لہذا امیر المؤمنین نے حکم دیا کہ فوراً جبرئیل بھی حاضر کیا جاے احمدی جہان جہان جبرئیل کے ملنے کی امید تھی اُن مکانون مین تلاش کیا مگر کہین جبرئیل کا پتہ نہ لگا تب اطلاع کی گئی۔ ہرون جبرئیل کو بھلا بُرا کہہ رہا تھا کہ اتنے مین جبرئیل بھی آن پہنچا۔ ہرون کو اس حال مین دیکھکر عرض کیا کہ "اگر امیر المؤمنین اپنے بھائی ابراہیم بن صالح کے حال پر خاموشی سے آنسو بہاتے تو مناسب تھا" تب ہرون نے ابراہیم کا حال پوچھا جبرئیل نے کہا کہ "وہ قریب المرگ ہین شاید نماز عشا تک زندہ رہین" یہ سُنکر رشید رونے لگا۔ دسترخوان سامنے سے اُٹھا دیا گیا۔ مجلس درہم برہم ہو گئی۔ اتنے مین جعفر برمکی نے عرض کیا کہ "جبرئیل کا علاج رومی ہے۔ اور صالح ہندی طبیب ہے۔ اور اُسی طرز پر علاج بھی کرتا ہے۔ اگر ارشاد ہو تو مین اُسکو طلب کرون اور ابراہیم کے دیکھنے کو بھیجون" چنانچہ خلیفہ نے منظور کیا صالح نے اچھی طرح ابراہیم کو دیکھا اور جعفر کے پاس لوٹ آیا۔ لیکن اُسنے کہا کہ مین سواے امیر المؤمنین کے اور کسی سے ابراہیم کا حال بتانا نہین چاہتا ہون۔ چنانچہ جعفر مع صالح کے ہرون الرشید کی خدمت مین حاضر ہوا صالح نے کہا کہ "امیر المؤمنین مین اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ ابراہیم اس عارضہ مین آج رات کو ہرگز نہین مریگا اور اگر مرجاے تو میرے تمام لونڈی غلام لوجہ اللہ آزاد سمجھے جاوین۔ اور کل مال و دولت میرا فقرا کو تقسیم کر دیا جاے۔ اور میری بیبیان مطلقہ سمجھی جائین" ہرون الرشید نے کہا "افسوس ہے کہ تو معاملات غیب پر حلف اُٹھاتا ہے" صالح نے کہا "حضور کا فرمانا سچ ہے العلم عند اللہ ضرور ہے لیکن مین جو عرض کرتا ہون اُسکو غیب سے کوئی تعلق نہین ہے۔ بلکہ

علمی حیثیت (تجربہ طبابت) سے عرض کرتا ہون" یہ سُنکر ہرون خوش ہوگیا- لیکن جب عشا کا
وقت آیا- تو خبر آئی کہ ابراہیم نے انتقال کیا یہ سُنکر ہرون فوراً جعفر کے پاس گیا اور صالح کو بہت
کچھ بُرا بھلا کہا اور کہا کہ ہندوستان اور اُسکی طب پر لعنت ہی اور کہتا جاتا تھا کہ ہاے افسوس!
میرا ابن عم موت کے گھونٹ پی رہا ہے اور مین عیش وطرب مین ڈوبا ہوا ہون- چنانچہ اسی وقت
اپنی جگہ سے اُٹھا اور ابراہیم کے گھر پر پہنچا خادمون نے تعظیماً مسند اور کرسی بچھانا شروع کی لیکن
ہرون تلوار ٹیک کر کھڑا ہوگیا- اور کہا کہ عزیزون کی مصیبت مین جلوس اچھا نہین معلوم ہوتا ہی
فرش تہ کر ڈالو چنانچہ اُسی جگہ زمین پر بیٹھ گیا (اُسوقت سے فرش زمین پر بیٹھنا بنی عباس مین
سنت قرار پا گیا) صالح طبیب بھی خاموش کھڑا تھا اور سب لوگ بھی سناٹے مین تھے- انگیٹھیون سے
خوشبو نکل رہی تھی کہ یکبارگی صالح چیخ اُٹھا اور کہنے لگا کہ کیا سچ مچ میری بیبیوں پر طلاق ہوگی اور
وہ دوسرون کے عقد مین جاوینگی- اور میری قسم ٹوٹ جاویگی خدا کی قسم امیرالمومنین آپکا بھائی
زندہ ہی وہ فوت نہین ہوا ہے- کیا آپ اُسکو زندہ دفن کر دینگے- آپ مجھے اجازت دین کہ مین
اندر جا کر دیکھون" ہرون نے اجازت دی اور صالح تنہا ابراہیم کے پاس گیا- احمد کہتا ہی کہ مین نے
ایک آواز سُنی گویا کوئی تالی بجا رہا ہے- پھر یہ آواز بند ہوگئی- اور ایک تکبیر کی آواز آئی- اور صالح
تکبیر کہتا ہوا نکل آیا- پھر کہا کہ امیرالمومنین تشریف لے چلیے تاکہ مین آپ کو ایک عجیب تماشا دکھاؤن
چنانچہ ہرون مع مسرور غلام اور ابو سلیم کے اندر داخل ہوا اور صالح نے ابراہیم کے داہنے ہاتھ
کے انگوٹھے کے ناخون مین سوئی چبھو دی ابراہیم نے ہاتھ گھسیٹ لیا تب صالح نے کہا کہ امیرالمومنین
کہین مردہ بھی درد سے حرکت کرتا ہے- پھر صالح نے کہا کہ ابراہیم اسی وقت باتین کر سکتا ہے-

مگر مجھے خوف ہے کہ اس صدمہ سے دل پھٹ جائے اور حقیقتاً ابراہیم کا دم نکلجائے۔ کیونکہ اسوقت ابراہیم کفن مین لپٹا ہوا ہے اور حنوط کی خوشبو اڈرہی ہے۔ چنانچہ کفن اوتارکر غسل دیا گیا۔ اور وہ تمام خوشبوئین بدن سے دور کی گئین اور شاہانہ لباس پہنایا گیا۔ اور عمدہ عطریات لگائے گئے۔ اور خوابگاہ کے پلنگ پر لٹا دیا اور کچھ علاج بھی کیا اور ہرون سے کہا کہ تھوڑی دیر مین ابراہیم باتین کرینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابراہیم کو چھینک آئی اور کروٹ بدلکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور بعد اس واقعہ کے خلیفہ ہرون الرشید نے اپنی بہن عباسہ بنت المہدی سے ابراہیم کا عقد کر دیا اور مصر و فلسطین کی گورنری مرحمت فرمائی یہانتک کہ ابراہیم نے بمقام مصر انتقال کیا۔[۱]

چنانچہ[۲] اسکی تصدیق اخبار الاول سے بھی ہوتی ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید نے پہلی تاریخ ربیع الاول ۱۷۶ہجری مین ابراہیم کو مصر کی گورنری مرحمت فرمائی تھی۔ اور آخرالامر اس شہزادے نے اسی جگہ انتقال بھی کیا۔ واقعۂ مذکورۂ بالا سے یہ اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ پہلی شادی سے قبل عباسہ کا عقد جعفر سے نہین ہوا۔ کیونکہ ۱۷۰ہجری سے قبل نہ ہرون الرشید خودمختار والی ملک تھا اور نہ جعفر اُسکا وزیر تھا اور نہ دونون کے باہمی تعلقات افراط کے درجہ پر پہنچے تھے۔ لیکن معترض یہ کہہ سکتے ہین کہ یہ تیسرا عقد ہوگا جو بعد فوت ابراہیم عباسی کے کیا گیا۔[۳] لیکن جس عورت کے دو عقد قبل اسکے

نوٹ [۱] وعاش ابراهيم بعد ذلك دهراً ثم تزوج العباسه بنت المهدي و ولي مصر و فلسطين و توفي بمصر و قبره بها [۲] اخبار الاول باب چہارم صفحہ ۱۰۳۔ تقریری گورنران مصر منجانب خلفائے عباسیہ۔ [۳] نہایت افسوس ہے کہ باوجود محنت شاقہ کے ہمکو کسی تاریخ سے ابراہیم کے عقد کی تاریخ اور عباسہ کے انتقال کا سنہ معلوم نہین ہوا ورنہ اس بحث کو ہم اور واضح طور پر لکھتے۔

ہو چکے ہون اُسکے تیسرے عقدمین اس قسم کے شرائط فضول تھے۔ بہرحال جعفر و عباسہ کی عقدمین جسقدر رطول طویل قصے لکھے گئے ہین اور جن جن پہلوؤن سے اسمین ناول کا رنگ پیدا کیا گیا ہے وہ بجاے اسکے کہ مُسلّم قرار پاتے تاریخی اصول سے بالکل غلط ثابت ہوتے ہین جسکو واسطے کسی مزید شہادت کی ضرورت نہین ہے ہان ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ اگر جعفر و عباسہ کا واقعہ صحیح نہین تھا تو پھر کیا سبب ہے کہ علاوہ طبری کے کامل ابن الاثیر۔ ابوالفدا وغیرہ نے جو مستند مورخ ہین یہ واقعات لکھے ہین بلکہ حد تواتر کو پہنچ گئے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ ان تاریخون کا ماخذ اصلی طبری ہے اور یہ مورخ محض طبری کی روایت کش ہین اور چونکہ یہ تاریخین طبری کے بعد مین تصنیف ہوئی ہین اسلیے کم و بیش سب نے اس واقعہ کو نقل کر دیا ہے لیکن اصل روایت صرف ایک ہی ہے لہذا اس روایت مین کثرت رواۃ کی بنا پر استدلال نہین ہو سکتا ہے اور یہ قصہ ممکن تھا کہ تاریخی حیثیت تک نہ پہنچتا بلکہ چند روز مین خود بخود مٹ جاتا۔ لیکن ہرون الرشید نے برامکہ کے قتل مین جو بے عنوانی کی اُسکا بھی یہ نتیجہ ہوا کہ خیالی تصورات تصدیق کے درجہ تک پہنچ گئے۔ حالانکہ برامکہ کی خودسری کا علاج آسان تھا ایک ادنیٰ اشارہ سے جعفر قتل ہو سکتا تھا۔ جسکی مثال بالکل خلیفہ مامون الرشید اور فضل بن سہل ذوالریاستین کا واقعہ ہے کہ جب یہ وزیر سلطنت پر حاوی ہو گیا۔ اور بقاے سلطنت کے واسطے اُسکا قتل ضروری سمجھا گیا۔ تو مامون کے اشارے سے وہ قتل کر دیا گیا۔ اسمین کوئی شک نہین ہے کہ برامکہ کی بربادی کے اسباب بالکل ٹلکی ہین۔ جیسا کہ ذیل کے واقعات اور ہرون الرشید کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت عباسیہ مین اس خاندان کا اجتماع ناممکن ہو گیا تھا

(۱) عالیہ بنت المہدی کی روایت

ابن بدرون[1] راوی ہے کہ بعد قتل جعفر کے عالیہ بنت المہدی نے ہرون الرشید سے پوچھا کہ بھائی صاحب! جب سے آپنے جعفر کو قتل کیا ہے اُسدن سے مین دیکھتی ہون کہ ایکدن بھی آپکا خوشی مین بسر نہین ہوا اسکا کیا سبب ہے؟ اور یہ کہ آپنے جعفر کو کس وجہ سے قتل کیا ہے؟ یہ سنکر رشید نے کہا کہ "میری جان! اگر مجھے معلوم ہو کہ میری قمیص بھی جعفر کے قتل کا سبب جانتی ہے تو مین اُسکو جلا دون"

اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ مین ہرون نے خود جعفر کے قتل کا سبب اُسوقت بیان کیا ہے جب بعد قتل کے جعفر کے اصلی خیالات لوگون سے دریافت کیے ہین۔ وہو ہذا۔

(۲) جعفر کے اصلی خیالات کا اندازہ

عیسیٰ[2] پسر فیروز شاہ صالح بن سلیمان عباسی سے راوی ہے کہ بعد قتل جعفر کے مجکو ہرون الرشید نے ملازمت سے برخاست کر دیا کیونکہ مین جعفر برمکی کا آوردہ تھا۔ لیکن چند روز بعد مجھے بلایا اُسوقت خلیفہ خلوت مین بیٹھا ہوا تھا۔ سوائے ایک دو خادمون کے اور کوئی نہ تھا۔ مجھسے کہا کہ "مین ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہون۔ لیکن یاد رہے کہ اگر جھوٹ ہوا تو میرے ہاتھ سے رہائی محال ہے۔" مین نے عرض کیا کہ "امیر المؤمنین کیا مجھے اپنی جان عزیز نہین ہے کہ مین جھوٹ عرض کرونگا" یہ سنکر سبکو رخصت کر دیا۔ جب تنہائی ہوئی تو مجھسے کہا کہ "تجھے خدا کی قسم! سچ سچ بتلا دے کہ جعفر نے میرے قتل کی کونسی تدبیر سوچی تھی؟ آیا زہر خورانی کی نیت تھی یا تلوار سے سر جدا کرنا منظور تھا۔ تو جعفر کا ہمراز رہا ہے۔ اسلیے تجھے یہ حال خوب معلوم ہوگا" مین نے خدا اور رسول کی قسم کھا کر

نوٹ [1] حیات الحیوان جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۔ ابن خلکان ۱۳۴ [2] تاریخ ضیاء برنی صفحہ ۱۶۰۔

عرض کیا کہ جعفر نے کوئی تدبیر امیر المؤمنین کے قتل کی نہین کی تھی۔ بلکہ وہ سچا خیر خواہ تھا۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ مین نے جعفر کا اسلحہ خانہ دیکھا تو معمولی مقدار سے زیادہ آلات حرب جمع تھے۔ میرا دل کھٹکا۔ اور وزیر السلطنۃ سے خلوت مین پوچھا کہ حضور کو اسقدر اسلحہ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو بادشاہونکا کام ہے۔ آپ کے کس مصرف کے ہین۔ جعفر نے کہا کہ یہ سچ ہے لیکن اگر امیر المؤمنین پر کوئی غنیم چڑھ آے اسوقت یہ کام آسکتے ہین۔ تب مین نے کہا کہ خلیفہ تو خود ہی آپ کی فکر مین ہین۔ یہ سُنکر جعفر نے کہا کہ رب کعبہ! اگر امیر المؤمنین میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالین تب بھی مین اُنکے حق نعمت نہین بھول سکتا ہون۔ ظاہر و باطن مین امیر المؤمنین اور اُنکی اولاد کا مین خیر خواہ ہون۔" یہ سُنکر ہرون نے کہا کہ مین نے جعفر کو صرف معاملات سلطنت کے لحاظ سے قتل کیا ہے۔ اور مصلحت مُلکی اُسوقت یہی تھی افسوس! اگر سلطنت نہوتی تو جعفر کیون قتل کیا جاتا؟ قیامت کے دن مین جعفر کو کیا مُنھ دکھاؤنگا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ وہ اخلاقانہ فیاضی سے ہرگز اپنے خون کا دعوی مجھپر نکریگا۔" اسکے بعد ہرون رونے لگا۔ اور جعفر کا خوب ہی نوحہ کیا۔ اور مجھے اصلی عہدے پر بحال کر دیا۔" اب اس بحث کو ہم خلیفہ مامون الرشید کی ایک پولیٹکل تقریر پر ختم کرتے ہین جو ایک موقع پر احمد بن داؤد سے مخاطب ہو کر کی تھی۔ اور جو اس موقع کے بھی مناسب ہے جسکے پڑھنے سے ان تمام خیالات اور مباحثات کا خود بخود تصفیہ ہو جائیگا۔ اور آگے چلکر جو اسباب زوال تحریر ہین اُسکی تصدیق ہو جائیگی

(۳) جعفر کا قتل مُلکی حیثیت سے تھا

اور وہ یہ ہے "بادشاہ بعض وقت اپنے خاص ارکان دولت کے ساتھ جو باتین کر گزرتا ہے۔ عوام ہرگز اُسکا

انصاف نہین کرسکتے وہ دیکھتے ہین کہ وزیر یا نائب السلطنۃ نے جو وفاداریان کین۔ اُنکی بارسے حکومت کی گردن کبھی ہلکی نہین ہوسکتی وہ بے تکلف راے لگا لیتے ہین کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا صرف حسد یا تنگدلی کی وجہ سے کیا۔ لیکن اُنکو کیا معلوم ہے کہ اسکے بعض افعال خود سلطنت کیے خانہ برانداز ہین۔ اب بادشاہ دو مجبوریون مین گھر جاتا ہے نہ اس راز کو عوام پر ظاہر کرسکتا ہے نہ اُس وزیر یا نائب سے درگزر کرسکتا ہے۔ مجبورانہ وہ کرگزرتا ہے جو ظاہر مین نکرنا چاہیے۔ وہ جانتا ہے کہ عوام تو کیا خواص بھی اُسکو معذور نہ رکھین گے۔ لیکن ضرورت کسیکی نکتہ چینی کی پروا نہین کرسکتی[1]"

اسباب زوال برامکہ

واقعات مذکورہ بالا سے یہ اچھی طرح پر ثابت ہو چکا ہے کہ جس سبب کو ہمارے بعض مورخین نے غلطی سے اصل سبب قرار دیا ہے وہ محض ایک واہی تباہی قصہ ہے اور فی نفسہ خاندان برامکہ کے تباہی کے اسباب پولٹیکل ہین۔ ابتدا ًجزئی جزئی واقعات سے ہرون الرشید کے اشتعال کو تحریک ہوئی اور جب برامکہ حقیقتاً تمام ملک کے مالک بنگئے اور ہرون الرشید برائے نام خلیفہ رہگیا۔ اُسوقت سیاست مُلکی کے قانون نے قطعی طور پر استیصال کردیا۔ بلحاظ طرز حکومت زمانۂ موجودہ ہرون پر یہ الزام لگایا جاسکتا ہے کہ اُسنے برامکہ پر بڑا ظلم کیا۔ لیکن جب عام طور پر شخصی سلطنتون کے اختیارات اور اُنکی مجبوریون پر نظر ڈالی جاتی ہے

نوٹ [1] المامون حصہ دوم صفحہ ۷۶ ۔ بحوالہ رسالہ حکم و آداب صفحہ ۶۰ ۔

اُسوقت یہ سنگین جُرم محض خفیف ہو جاتا ہے- اور انصافاً یہی کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ہوا مناسب تھا- یہی حال ہٰرون اور برامکہ کا ہے- اب ہم برامکہ کے وہ حالات لکھتے ہین جنکو تمام مؤرخین نے اسباب زوال سے تعبیر کیا ہے-

(۱)

تیاری قصر جعفر برمکی

زمانہ کا دستور ہے کہ جب کسی امیر یا وزیر السلطنتہ سے بادشاہ ناراض ہو جاتا ہے تو اُسکا ہر فعل گناہ- اور ہر کام معیوب سمجھا جاتا ہے- کامل بن الاثیر کی روایت ہو کہ منجملہ اسباب زوال کے ایک سبب یہ بھی تھا کہ جعفر نے خاص دارالخلافتہ بغداد مین ایک بے نظیر عمارت تیار کی- اور جسکی تیاری مین دو کرور درہم صرف کر ڈالے- جعفر کی یہ اولوالعزمی حقیقت مین ہٰرون کے واسطے باعث غصہ تھی کیونکہ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے (ہٰرون کا دادا تھا) جب بغداد کی تعمیر کی تو اُسکی بھی کُل فیاضی جعفر برمکی کے ایک قصر کے برابر (یعنی دو کرور درہم) تھی- ہٰرون نے یہ خیال کیا کہ جب ایک قصر کی تیاری مین اسقدر صرف ہوا ہے تو دیگر مصارف کا کیا ٹھکانہ ہے- جب یہ قصر رفیع الشان بنکر تیار ہو گیا اور جعفر نے اُسمین رہنا چاہا تو ایک تاریخ مقرر کر کی چند نجومی جمع کیے اور اُنسے پوچھا کہ اس مکان مین جانے کے واسطے کونسی تاریخ سعید ہو سب نے زائچہ بنا کر دن اور وقت تجویز کیا- اور یہ قرار پایا کہ جعفر برمکی وقت شب کے اس جدید مکان مین داخل ہو چنانچہ جعفر اپنے مکان کو جا رہا تھا- رات کا وقت سناٹے کا عالم تھا لوگ آرام کر رہے تھے لیکن ایک شخص کھڑا ہوا کہہ رہا تھا

تدبر بالنجوم ولست تدری ورب النجم یفعل ما یشاء	ترجمہ	تم نادان بنکر ستارون پر اپنی تدبیر قائم کرتے ہو- اور ستارون کا خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے-

یہ برجستہ شعر سُنکر جعفر ٹھٹھر گیا اور قائل سے پوچھا کہ تمھارا اس شعر کے پڑھنے سے کیا مطلب ہے اُسنے کہا "کچھ نہین" اتفاقیہ زبان سے نکل گیا ہے جعفر نے اُسکو تو انعام دیکر رخصت کردیا لیکن اپنے حق مین اُسنے بدفالی سمجھی - جب جعفر مکان مین داخل ہوا تو شعرا نے مبارکباد کے قصیدے پڑھے اور ابونواس شاعر نے بھی ایک مدحیہ قصیدہ پڑھا - لیکن اتفاق سے اُسمین یہ دو شعر اُسکی زبان سے نکل گئے -

اربع البلاء ان الخشوع لبادی	اے مکان شکستگی کا آثار تجھپر ظاہر ہے -
علیك وانی لم اخنك ودادی	لیکن مین نے تیری دوستی مین خیانت نہین کی
سلام علی الدنیا اذا ما فقدتم	اے برمک کی اولاد - جب تم دنیا سے گم ہوجاؤ -
بنی برمك من رائحین وغادی	تو دنیا کو سلام ہے -

جعفر نے جب یہ تشبیب کے اشعار سُنے تو بہت افسوس کیا - اور ابونواس سے کہا کہ "خدا محفوظ رکھے تمنے آج ہماری موت کی خبر سُنائی ہے" اسکے تھوڑے دنون کے بعد جعفر قتل کیا گیا[1] - چنانچہ اسکی تائید ابراہیم بن مہدی اور جعفر کی حسب ذیل گفتگو سے بھی ہوتی ہے -

ابراہیم[2] بن مہدی عباسی راوی ہے کہ مین ایکدن جعفر کے اس نئے محل مین گیا - جعفر کو نہایت غضبناک پایا - لیکن مجھے دیکھا تو معانقہ کیا اور مجلس مین جاکر بیٹھ گیا - جب غصہ دھیما ہوا تو مین نے پوچھا کہ برہمی مزاج کا باعث کیا تھا ؟ - جعفر نے کہا کہ "منصور جو ہمارا دشمن ہے - آج اس مکان مین آیا تھا مین نے اُس سے پوچھا کہ بغداد یا اُسکے اطراف مین بلحاظ

نوٹ [1] حیات الحیوان جلد ۲ و روضۃ الصفا و مراۃ الجنان [2] روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۰۴

عمارت اور کمال صنعت کے کوئی دوسری عمارت ہے جو اس قصر کے مثل ہو۔ اور آپکی
نظرون مین یہ کیسی معلوم ہوتی ہے۔ یہ سُنکر منصور نے کہا کہ اسمین ایک عیب ہے مین نے پوچھا
کہ وہ کیا؟ کہا کہ اسمین درخت خرما نہین ہے۔ اُسکا یہ جواب سنکر مین نے کہا سبحان اللہ دو کروڑ
کی رقم تو صرف ہو چکی ہے اور آپ اسمین عیب نکالتے ہین" جب جعفر کہہ چکا تو مین نے کہا کہ آپکو
معلوم ہے کہ منصور حاسد اور دشمن ہے کیا عجب ہے کہ یہ ساری باتین خلیفہ ہرون الرشید سے
کہدے کہ وزیر السلطنت نے نئے محل مین تو اسقدر صرف کیا ہے دیگر جواہرات اور مال کا کیا
شمار ہوگا۔ اگر ہرون نے منصور کا یہ قول تسلیم کرلیا تو آپ قیاس فرما سکتے ہین کہ اُسکے مزاج کا
کیا حال ہوگا؟ یہ سُنکر جعفر ہنس پڑا اور مجھسے مخاطب ہو کر کہا کہ "جو لوگ دولت کو جمع کرکے
دفینہ کرتے ہین بھلا وہ ایسی عمارت کیونکر بنا سکتے ہین۔ اور مین نے یہ مکان اسلیے بنایا ہے
کہ لوگ دیکھین اور سمجھین کہ مجکو خدا نے اپنی مہربانی سے کسقدر دولت عطا فرمائی ہے۔ اور
اصل مین مین نے یہ مکان بنا کر منعم حقیقی کے عطیہ کا اظہار کیا ہے لہذا آپ ہی خیال کیجیے کہ
یہ صرف خواہشات نفسانی مین ہوا ہے یا اظہار تجمل مین۔ اور میرا ایثار فی سبیل اللہ ہے۔ مین
نہین چاہتا ہون کہ اگر مین دنیا سے رخصت ہون۔ تو مال و دولت کی خزانے چھوڑ جاؤن۔
کیونکہ خلیفہ میری جاگیرات اور خزانون کی فکر مین ہے۔ جو کچھ ہے صرف کرکے جاؤنگا اور میرے
بعد آپ کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ میرے باپ یحییٰ اور بھائی فضل کے پاس کسقدر سرمایہ تھا
اور گھر سے کیا برآمد ہوا" ابراہیم کا قول ہے کہ حقیقت مین جیسا جعفر کہتا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور
جعفر کے قتل کے بعد جب برامکہ کے مکانات کی تلاشی لی گئی تو جیسا خیال تھا اُسکا ہزارواں حصہ بھی

نہ برآمد ہوا۔ مؤرخ طبری[1] بروایت علی بن سلیمان لکھتا ہے کہ جعفر برمکی یہ کہا کرتا تھا کہ "میرے مکان مین کوئی عیب نہین ہے۔ ہان یہ ضرور ہے کہ اُسکے مالک کی عمر کوتاہ ہے[2]"

۲۔ خریداری بارعہ کنیز

تمام مؤرخین کا اسپر اتفاق ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید نے تخت خلافت پر بیٹھکر تمام مالی و ملکی انتظامات اپنے وزیر کے سپرد کر دیے تھے۔ کُل خزانے کا مالک وزیر اعظم تھا۔ جب کبھی روپیہ کی ضرورت ہوتی تو خلیفہ کو وزیر سے درخواست کرنا پڑتی تھی لیکن اسپر بھی یہ حال تھا کہ کبھی ملتا تھا اور کبھی نہین۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک کنیز بکنے آئی جسکا نام بارعہ تھا۔ موسیقی، حساب، خوشنویسی مین کامل دستگاہ رکھتی تھی اور اسکے مالک نے یہ قسم کھائی تھی کہ ایک لاکھ درہم سے کم پر نہ فروخت کرونگا۔ اور ہرون اُس کنیز کا شیدا تھا۔ جعفر سے کہا کہ ایک لاکھ درہم خزانہ سے دیدیا جاسے۔ جعفر نے یحییٰ سے مشورہ لیا اور کہا کہ "اگر رشید اسی طرح پر خرچ کریگا تو خزانہ جلد خالی ہو جائیگا" چنانچہ جعفر نے یہ حکمت کی کہ خزانہ سے توڑے نکال نکال کر راستہ مین پھیلا دیے تاکہ ہرون کی اُسپر نظر پڑے کیا عجب ہے کہ اسطرح پر خریداری سے باز آوے۔ چنانچہ جب خلیفہ کی نظر روپیہ کے اُس انبار پر پڑی جو گذرگاہ مین ڈھیر تھا تو خزانچی سے پوچھا کہ یہ روپیہ کیسا بکھرا پڑا ہوا ہے۔ اُسنے کہا کہ بارعہ[3] کی قیمت کیواسطے یہ روپیہ خزانے سے نکالا گیا ہے۔ چنانچہ اُسوقت تو خریداری کنیز کی ملتوی ہو گئی۔ لیکن ہرون نے ایک مکان علحدہ بنوایا اور اُسکا نام بیت المال عروس رکھا

نوٹ [1] طبری کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۰۴ مطبوعہ ہالینڈ [2] جعفر نے خاص اہتمام سے یہ محل بنوایا تھا۔ اور وقت تیاری کے یحییٰ سے پوچھا کہ مین اس مکان کو کیسا بنواؤن۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ مکان گویا ایک قمیص ہے چاہے ڈھیلا بنا خواہ تنگ۔ از عقد الفرید [3] روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۸۴

اور یہ روپیہ اُسمین امانتاً رکھوا دیا۔ اور بعد اس واقعہ کے خزانہ کی جانچ شروع کی تو معلوم ہوا کہ برامکہ نے خزانہ خالی کر دیا ہے۔

(۴) ابوالربیع محمد بن لیث کی شکایت

دنیا مین کیسا ہی عاقل اور مدبر کیون نہو لیکن یہ ممکن نہین ہے کہ وہ تمام ملک کو راضی رکھ سکے۔ برامکہ کے اوج حشم کو دیکھکر اکثر حاسد اور دشمن پیدا ہو گئے تھے۔ اُنمین سے محمد بن لیث بھی ایک قوی دشمن برامکہ کا تھا۔ چنانچہ تمامہ بن اشرس[1] بروایت احمد بن یوسف روایت کرتا ہے کہ محمد بن لیث نے جو عہد خلیفہ ہرون الرشید مین ایک باوقار عالم تھا خلیفہ کو ایک طولانی خط لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "امیرالمؤمنین! قیامت کے دن تو خدا کو کیا جواب دیگا کہ تو نے یحییٰ بن خالد اور اُسکی اولاد کو مسلمانون پر حاکم مقرر کر رکھا ہے۔ جو کام اہل اسلام کا تھا وہ زندیقون کے سپرد کیا ہے" خط کا مضمون پڑھکر ہرون چپ ہو رہا اور ایکدن یحییٰ برمکی سے پوچھا کہ "محمد بن لیث کے حق مین آپ کا کیا خیال ہے" یحییٰ نے کہا کہ "امیرالمؤمنین وہ منافق اور مرتد ہے۔ مذہب اسلام سے اُسے کوئی تعلق نہین ہے۔ صرف اپنی شیرین زبانی سے لوگون کو فریب دیتا ہے اور مسلمانون کی بدگوئی اور جھوٹی شکایتین کیا کرتا ہے"

بہرحال برامکہ کے مذہب اور عقائد کیطرف سے ہرون کو ایک قسم کا مشتبہ خیال پیدا ہو گیا تھا لیکن فی نفسہ یہ خاندان مذہب اسلام کا پابند تھا۔ گو فلسفہ کے ذوق نے زندقہ اور ارتداد سے منسوب کر دیا تھا۔ لیکن مؤرخین کے نزدیک برامکہ حقیقت مین زنادقہ سے نہین تھے۔

نوٹ [1] طبری کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۶۸۔

(۴) فضل بن ربیع کی مخالفت

برامکہ[۵۱] کے کھلے ہوے دشمنون مین ایک فضل[۵۲] بن ربیع حاجب بھی تھا جو برامکہ کی برابری کا دعویدار تھا۔ اگر اُسکا اختیار رہتا تو وہ بھی برامکہ کے درجہ پر پہنچتا۔ اُسکے مخبر اور جاسوس صرف اسی کام کے واسطے مقرر تھے کہ وہ اس خاندان کے جزو کل حالات جو روزمرہ معلوم ہون دریافت کیا کرین۔ اور جو نئی بات معلوم ہوتی وہ فوراً ہرون الرشید سے جا کر کہدیتا۔ جس سے ہرون کا دل پھر گیا تھا۔ عبداللہ بن سلیمان[۵۳] بن وہب کا قول ہے کہ جب خدا کسی قوم کا زوال نعمت اور ہلاکت چاہتا ہے تو اُسکے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے چنانچہ برامکہ کے زوال مین یہ بھی ایک سبب تھا کہ وہ فضل بن ربیع کے معاملات مین پہلوتہی کرتے تھے۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ فضل بن ربیع یحیی برمکی کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اُسوقت یحیی لوگون کی حاجت روائی کر رہا تھا۔ چنانچہ فضل نے بھی دس رقعے مختلف مضمون کے پیش کیے۔ یحیی نے ہر ایک مین کوئی نہ کوئی عیب نکالکر اُسکو واپس کر دیے۔ تب فضل غصہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ جعفر بھی اُسوقت یحیی کے پاس موجود تھا۔ روانگی کے وقت یحیی نے ایک خادم کو حکم دیا کہ فوراً دوڑو جسوقت فضل گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو سُننا دیکھو وہ کیا کہتا ہے کیونکہ انسان اپنے دلی خیالات کا اظہار تین[۵۴] موقعون پر کرتا ہے اوّل جب پلنگ پر بقصد آرام لیٹنا چاہتا ہے۔ دوسرے جب اپنی بی بی کے پاس تنہا بیٹھتا ہے۔ تیسرے جب گھوڑے پر سوار ہوتا ہے چنانچہ جسوقت فضل گھوڑے پر سوار ہوا

نوٹ ۵۱ حیوٰۃ الحیوان دمیری جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ ۵۲ منصور، مہدی اور ہادی کے زمانہ مین بھی فضل حاجب تھا۔
۵۳ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۵۲۱ و مرآۃ الجنان یافعی۔

تو اُسکی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

متیٰ[1] وعسی یثنی الزمان عنانہ		کب (اور یہ قریب ہے) زمانہ اپنی باگ پھیریگا۔
بتصریف حال والزمان عثور		حالت کو بدلکر۔ اور زمانہ بڑا ٹھوکر کھانیوالا ہے۔

یحییٰ نے یہ سُنا تو فضل کو بُلایا اور سب کام کر دیے۔ چنانچہ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد برامکہ کا زوال ہوا۔ علاوہ محمد بن لیث اور فضل ربیع کے اسمٰعیل بن صبیح بھی برامکہ کی بُرائیاں ہرون سے بیان کیا کرتا تھا۔ اور ممکن ہے کہ اکثر لوگ ایسے مخالف ہونگے جس سے ہرون کا اشتعال بڑھگیا تھا۔

(۵) ذراوہ محمد مشیر خاص کی گمشدگی

خلیفہ ہرون الرشید کے خاص مصاحبون مین ذراوہ محمد ایک مشہور شخص تھا۔ ایک دن خلوت خاص مین ذراوہ اور جعفر برمکی دونون موجود تھے۔ ذراوہ نے اس خیال سے کہ شاید خلیفہ کو کوئی راز کی بات وزیر سے کہنا منظور ہو اجازت لیکر جانا چاہا۔ لیکن ہرون نے روانگی کا حکم نہین دیا۔ تب جعفر نے اشارۃً سمجھا کہ ذراوہ سے کوئی خاص بات کہنا منظور ہے اور خود اجازت لیکر رخصت ہو گیا۔ اور ایک خادم سے کہتا گیا کہ جب ذراوہ چلا جاوے تو مجھسے آنکر اطلاع کرنا۔ جب خلوت ہو گئی اور سوا اس مصاحب کے کوئی باقی نرہا۔ تو ہرون نے ذراوہ سے کہا کہ تم ہمارے خاص مصاحب ہو۔ جہانتک ہو سکے جعفر سے بچتے رہنا کیونکہ میری خاص مہربانیان جعفر کی رشک وحسد کا باعث ہونگی۔ ایسا نہو کہ تمکو کوئی سخت صدمہ پہنچ جاے۔

نوٹ [1] جامع الحکایات مین یہ اشعار لکھے ہین جو عربی کا ترجمہ ہین ؎

قضا عجب نبود گر عنان بگرداند		صفات اہل زمان در زمان بگرداند
سر در یسرت بخشند ترا پس از اندوہ		چو حال گردان حال جہان بگرداند

ذراوہ نے عرض کیا کہ "امیر المومنین کی محبت اور خیر خواہی میری محافظ ہے۔ جبتک یہ مستحکم ہے مجھے کوئی صدمہ نہین پہنچا سکتا ہے" اور چلتے وقت بہت سی راز کی باتین ذراوہ سے کہین جب جعفر کو معلوم ہوا کہ ذراوہ خلیفہ سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر پہنچ گیا ہے۔ تو خود ذراوہ کے مکان پر گیا جہانتک ممکن ہوا ذراوہ نے وزیر کی عزت اور تعظیم کی اور ادھر اودھر کی باتین کرتا رہا۔ آخر جعفر نے پوچھا کہ آج جو خاص معاملات پر خلیفہ سے گفتگو ہوئی ہے مین اُسکو سُننا چاہتا ہون۔ ذراوہ نے بہت کچھ معذرت کے بعد کہا کہ "مجکو یہ زیبا نہین ہے کہ امیر المومنین کے اسرار کسی غیر سے کہون اور غالبًا اسکو آپ بھی جائز نرکھین گے"

جب جعفر کا اصرار ختم ہوگیا اور ذراوہ نے کچھ نہ بتایا تب جعفر رخصت ہو کر اپنے مکان مین آیا اور ذراوہ فورًا خلیفہ کے حضور مین حاضر ہوا اور جو گفتگو ابھی ہوئی تھی وہ سب کہہ سُنائی ہٰرون رشید جعفر پر بہت غصہ ہوا اور دلی رنج بھی بڑھگیا۔ اور ذراوہ سے کہا کہ "جعفر تمھارا دشمن ہوگیا ہے لیکن اطمینان رکھو اُسکی بات جو تمھارے خلاف ہوگی نہ سنونگا۔ بلکہ موجودہ اعزاز مین بھی اضافہ کرونگا" چنانچہ ذراوہ باطمینان رخصت ہوگیا اور اپنے ایک خادم کو جعفر کے پاس روانہ کردیا۔ اور جو گفتگو ابھی خلیفہ سے ہوئی تھی اُسکی اطلاع جعفر کو کردی۔ جعفر کو کھٹکا ہوا۔ اور سمجھا کہ واقعی خلیفہ ہر جرم کا انتقام لیگا۔ اسلیے جعفر نے مناسب سمجھا کہ کسی حکمت سے ذراوہ کو خلیفہ کی نظر سے پوشیدہ کردے۔ ہر چند یہ مشکل کام تھا لیکن جعفر نے تمام حجاب، اور مصاحبین اور خُدام کو اپنی طرف ملالیا۔ اور کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی جعفر کے خلاف ایک بات بھی زبان سے نکال سکے۔ اور حاجب و خُدام سے

کہدیا کہ جب ذراوہ حاضر ہو تو کوئی اُسکی اطلاع خلیفہ سے نکرے بلکہ یون کہدے کہ ابوقت
ملاقات کا گزر گیا ہے- یا یہ کہ اسوقت کسیکو جانے کی اجازت نہین ہے۔ اور جب خلیفہ دریافت
کرے تو ہر ایک یہی جواب دے کہ وہ ان دنون بیمار ہے- عارضہ مہلک ہے کیا عجب ہے کہ
عنقریب فوت ہو جاے- اور جب اسی طور پر چند روز گزر جائین تو یہ کہنا کہ اُس غریب کا
انتقال ہو چکا ہے" چنانچہ جعفر کے حکم کے بموجب سب نے ایسا ہی کیا- جب خلیفہ کو ذراوہ
کے انتقال کی خبر پہنچی تو سُنکر بہت افسوس کیا اور اُسکے اہل و عیال کے واسطے وظیفہ مقرر
کر دیا لیکن جو لوگ اس سازش مین شریک تھے اُنکو اس صریحی جھوٹ سے اب دغدغہ
پیدا ہوا کہ ایسا نہو یہ راز کھُلجاے اسلیے سب کو یہ فکر ہوئی کہ یا تو ذراوہ کو قتل کر ڈالنا چاہیے
یا یہ فکر کیجاے کہ وہ کہین کو چلا جاے اور خلیفہ کو اسکی مطلق خبر نہو- اتفاق سے ان معاملات
کی جعفر عبداللہ ہاشمی کو بھی جو جعفر کا دشمن تھا خبر ہو گئی وہ ذراوہ سے جاکر ملا اور سب حالات
بیان کیے اور یہ فکر کی کہ ذراوہ اور ہرون الرشید کی شکارگاہ مین ملاقات کرا دے- چنانچہ
ایسا ہی کیا- ذراوہ کو دیکھکر ہرون الرشید بہت خوش ہوا- اور یہ سمجھ لیا کہ واقعی یہ سب شرارتین
جعفر کی ہین- جب شکار سے واپس آیا تو ایک مجلس جشن مرتب کی اور ذراوہ کی زبانی سب حالات سُنے
علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہین کہ جب بطور تعریض کے مجلس رشید مین ایک موقع پر مغنی نے یہ اشعار گائے

لیت ھندا انجزتنا ما تعد	کاش ہندا اپنا وعدہ پورا کرتی-
وشفت انفسنا مما تجد	اور ہماری روح کو غم سے شفا دیتی-

نوٹ ۱؎ یہ واقعہ مفصلاً تاریخ برنی سے لکھا گیا ہے کیونکہ عربی تاریخون مین مختصراً تحریر ہے-

کاش وہ ایک دفعہ بھی خود مختار بنتی		واستبدت مرۃ واحدۃ
وہ شخص عاجز ہے جو خود مختار نہو		انما العاجز من لا یستبد

تو رشید نے کہا کہ "خدا کی قسم عاجز میں ہی ہوں" اور بطور تعریض کئی مرتبہ کہا انما العاجز لا یستبد۔ اس واقعہ سے بھی ہرون الرشید کا جوش بڑھگیا اور جعفر کے قتل پر متوجہ ہوگیا

(۶) گمنام خطوط سے اشتعال طبع پیدا ہوا

اسباب مذکورۂ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ واقعات چھوٹے چھوٹے تھے مگر ہرون الرشید جعفر اور اُسکے خاندان کی طرف سے بدظن ہو چکا تھا۔ اور بہت سے بُری خیالات اُسکے دل مین جم گئے تھے۔ لیکن واقعات مذکورہ کو اُن خطوط اور گمنام عرائض[۲] نے اور بھی مستحکم کردیا جو برامکہ کی شکایت مین ہرون کے پاس بھیجی گئین جسمین یہ اچھی طرح سے ہرون کو بتایا گیا کہ حقیقت مین ملک وسلطنت کے مالک تو برامکہ ہین اور خلافت برای نام ہے۔ چونکہ مہدی اور منصور کے زمانہ سے یہ خاندان مالک الملک ہو رہا تھا۔ اسوجہ سے ہرون کی نظر اسقدر وسیع نہین تھی کہ وہ سمجھ لیتا کہ سلطنت اور وزارت مین کیا فرق ہے لیکن رعایا کی نظرین ان واقعات کو اچھی طرح دیکھ رہی تھین کہ خلافت عباسیہ عنقریب بنا جنم لیا چاہتی ہے۔ چنانچہ ان اشعار سے اُسکی تصدیق ہوتی ہے۔ جو ایک گمنام خط مین ہرون الرشید کو لکھے گئے ہین۔

نوٹ ۱؎ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۱۔
۲؎ دیکھو ابن خلکان و مرآۃ الجنان یافعی حالات جعفر برمکی۔

عربی	ترجمہ
قل[ف] لامين الله فى ارضه	خدا کی زمین کا جو امانت دار ہے۔
ومن اليه الحل والعقد	اور جو حل و عقد کا مالک ہے اُس سے کہدو۔
هذا ابن يحيى قد غدا مالكا	کہ یہ یحیی کا بیٹا تیری طرح مالک بن بیٹھا ہے۔
مثلك ما بينكما حد	تجھ مین اور اسمین کوئی حد فاصل نہین۔
امرك مردود الى امره	تیرا کہنا اسکے حکم سے رد ہو جاتا ہے۔
وامره ليس له رد	لیکن اسکا حکم رد نہین ہو سکتا۔
وقد بنى الدار التى ما بنى ال	اسنے ایک مکان بنایا ہے۔
فرس لها مثلا ولا الهند	جسکے مثل فارس اور ہند کسی نے نہین بنایا۔
والدر والياقوت حصباؤها	موتی اور یاقوت اُسکی کنکھریان ہین۔
وتربها العنبر والند	اور اسکی خاک عنبر اور لوبان ہے۔
ونحن نخشى انه وارث	ہملوگون کو یہ ڈر ہے کہ جب آپ کو قبر چھپا لیگی۔
ملكك ان غيبك اللحد	تو وہ ملک کا وارث ہو جائیگا۔

جب ہرون نے یہ اشعار پڑھے تو اشتعال کی تحریک اور زیادہ ہوگئی اور بُری طرح سے برامکہ کے پیچھے پڑ گیا۔

(۷) عرب کا گروہ اور اُسکا اقتدار

ہر ایک سلطنت مین شخصی ہو یا جمہوری یہ نہایت مشکل ہے کہ ایک شخص یا ایک خاندان نیکنام ہو کر

نوٹ ف یہ اشعار حیوۃ الحیوان دمیری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ سے نقل کیے گئے ہین۔

زندگی بسر نہین کرسکتا ہے۔ اور لوگ اسکے فوراً مخالف بلکہ جانی دشمن ہوجاتے ہین۔ چنانچہ حالات خلافت مامون الرشید[۹۱] مین شمس العلما مولانا شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہین کہ عرب کا گروہ جو دربار مین ایک بڑی قوت رکھتا تھا۔ ہمیشہ سے اہل عجم کا حریف مقابل تھا۔ ہرون الرشید کے زمانے مین خاندان برامکہ کی بربادی کا اصلی باعث یہی لوگ ہوے تھے اور یہ امر مسلم ہے کہ ہرون الرشید کی سلطنت دو قوتون سے مرکب تھی فوجی قوت کا عنصر عرب تھا فوج اور اکثر سرداران فوج عرب تھے ملکی صیغہ عجم یعنی برامکہ کے ہاتھ مین تھا اور اسوجہ سے عیش و دولت کے مزے انھین کو زیادہ حاصل تھے۔ یہ حالت ضرور دونون مین رشک پیدا کرنیوالی تھی۔ امین و مامون کی رقابت نے یہ علیحدگی اور بڑھا دی۔ کیونکہ عرب زبیدہ کے تعلق سے امین کے طرفدار تھے اور عجم۔ مامون کو اپنا بھانجا کہتے تھے۔ ہرون الرشید جسقدر مامون کی طرف زیادہ جھکتا جاتا تھا۔ عرب اسکو اپنی شکست سمجھتے تھے اسلیے اس فتنہ کے برپا کرنے مین بھی یقیناً عرب کا بہت بڑا حصہ ہے۔ عرب کا گروہ برامکہ کی شان و شوکت اور اقتدار کو حسد کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور ہرون کو بات بات پر برانگیختہ کرتا تھا۔ اور چھوٹی چھوٹی معمولی خبرین، ہولناک اور واقعات عظیم کے پیرائے مین دکھلائی جاتی تھین۔ جس سے ہرون کا اشتعال طبع روز بروز بڑھتا گیا۔

(۸) یحییٰ بن عبداللہ کی رہائی

عہد ہرون الرشید مین جسقدر بغاوتین حصول خلافت مین ہوئین منجملہ اُسکے یحییٰ بن عبداللہ الحسنی[۹۲] (برادر محمد مہدی

نوٹ [۹۱] المامون طبع دوم حصہ اول صفحہ ۴۰ [۹۲] ابن خلکان صفحہ ۱۳۳۔ کامل اثیر صفحہ ۵۰ طبری کبیر صفحہ ۶۶۶ جلد ۳ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۔ ابوالفدا جلد

ملقب بہ نفس زکیہ) کی بغاوت بھی مشہور رہے۔ ہرون کے مقابلے مین بمقام طبرستان یحیی
نے علم بغاوت بلند کیا۔ چنانچہ فضل برمکی کی حکمت عملی سے ہرون الرشید کو کامیابی ہوئی
اور یحیی دارالخلافۃ مین حاضر ہوا۔ خلیفہ نے بنظر احتیاط و اعتبار جعفر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ
اس قیدی کو اپنی نگرانی مین رکھے اور جہانتک ممکن ہے حفاظت کیجاسے۔ چنانچہ جعفر نے
یحیی کو اپنی حفاظت مین لے لیا۔ ایکدن جعفر نے یحیی کو اپنے پاس بلایا اور سب حال دریافت
کیے۔ چونکہ یحیی کو یقین تھا کہ ہرون الرشید آل ابوطالب کا جانی دشمن ہے اسلیے نہایت
عاجزانہ لہجہ مین کہا۔ "اے جعفر! باوجود اس فضل و تقدس کے کیا تو مجھے ہلاک کریگا۔ کیا تجکو
معلوم نہین ہے کہ مین فرزند علی ہون۔ خداے عزوجل سے ڈر اور رسول مقبول کی دشمنی
سے محترز رہ۔ مین بیگناہ ہون۔ ہرون نے مجھسے فریب کیا ہے اور پناہ دیکر خلاف معاہدہ
مجکو قید کیا ہے"۔ جعفر نے رحم کھا کر اُس علوی کو چھوڑ دیا اور کہا کہ جہان جی چاہے چلے
جاؤ"۔ یحیی نے کہا مجھے گرفتاری کا خوف ہے۔ تب ہمراہی ایک خاص شخص یحیی کو ایک
محفوظ جگہ مین بھیجدیا۔ لیکن جعفر کے ایک خادم نے جو فضل بن ربیع کا مخبر تھا یہ حال فضل سے
کہدیا اور فضل نے موقع پا کر رشید سے سب حال بیان کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے بعد تحقیقات
کے جب واقعہ کی صحت کر لی تو ایکدن اثناے کلام مین کھانے کیوقت جعفر سے پوچھا کہ
"یحیی حسینی کا کیا حال ہے"؟ جعفر نے کہا "امیرالمؤمنین وہ بدستور قید مین ہے اور بھاری
زنجیرون مین جکڑا ہے"۔ یہ سنکر رشید نے پھر پوچھا کہ تجھے میری جان کی قسم کیا یحیی قید مین ہے؟
تب تو جعفر سمجھ گیا اور کہا کہ نہ اے امیرالمؤمنین مین نے اُسکو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک

خلیفہ برحق کو کوئی آزار اُسکی ذات سے نہین پہنچ سکتا ہے" ہرون الرشید کو اس بغاوت انگیز ملزم کے چھوڑ دینے کا نہایت افسوس ہوا۔ لیکن بظاہر خوش ہوکر کہا کہ بہت خوب کیا۔ میرا بھی یہی ارادہ تھا۔ جب جعفر رخصت ہوا تو ہرون اُسکو دیکھ رہا تھا اور کہتا جاتا تھا "قتلنی اللّٰہ ان لم اقتلک فکان من امرہ ما کان" طبری نے اس روایت کو ابو محمد یزیدی کی زبانی بیان کیا ہے جو ایک معتبر راوی ہے اور تحریر واقعہ کے قبل یہ لکھتے ہین "جو لوگ یہ کہتے ہین کہ ہرون الرشید نے جعفر کو بلا سبب قتل کروا دیا یہ محض غلط ہے سبب یہ تھا کہ جعفر نے یحیی کو قید سے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اُسکی نظربندی کی سخت ہدایت جعفر کو کی گئی تھی" اس واقعہ کے بعد ہی جعفر کے قتل کا حکم صادر ہوا تھا۔ اور ہرون کا غیظ و غضب پورے جوش پر تھا۔

(۹) علامہ ابن خلدون کی راے زوال برامکہ پر

اسباب مذکورہُ بالا جو قلمبند ہو چکے ہین وہ مختلف مؤرخین کی راے ہین۔ لیکن امام المؤرخین علامہ ابن خلدون نے جعفر و عباسہ کی شادی کے غلط افسانے پر ریویو کرنیکے بعد برامکہ کے زوال پر یہ راے لکھی ہے کہ "برامکہ پورے طور پر دولت عباسہ کے خزانون پر قابض ہوگئے تھے۔ یہانتک کہ ہرون الرشید کو وقت ضرورت کے تھوڑا سا بھی روپیہ خزانہ سے نہین ملتا تھا۔ برامکہ کا قدم استقلال اور استحکام کے ساتھ سلطنت مین جم گیا تھا اور وہ حکومت پر غالب تھے رشید کو سلطنت مین دخل و تصرف کا کچھ بھی اختیار باقی نہ تھا اور تمام دنیا مین آہستہ آہستہ انکی شہرت پھیل گئی تھی اور سلطنت کے تمام اعلیٰ درجہ کی منصب

نوٹ ؎ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۰ و تاریخ لقطۃ العجلان نواب صدیق حسن خان بہادر مرحوم۔

انھون نے حاصل کرلیے تھے چنانچہ وزارت، کتابت، حجابت اور سپہ سالاری کے تمام معزز عہدو نپر یحیی برمکی کی اولاد مین سے پچیس[۱] شخص حکمران تھے۔ مختصر یہ کہ سیف و قلم دونون کے برامکہ مالک تھے۔ اور دولت عباسیہ کے قدیم جان نثار ذلت سے خارج کردیئے گئے تھے اور یہ سارے کرشمے یحیی کے دم سے تھے کیونکہ وہ ایام ولیعہدی سے تختنشینی تک ہارون الرشید کا اتالیق تھا بلکہ یحیی کی گود مین بچپن سے پرورش ہوا تھا۔ اور یحیی کو باپ کہتا تھا۔ یہ ذریعہ اور بھی اعزاز کا باعث تھا۔ تمام اعیان سلطنت برامکہ کی طرف متوجہ تھے۔ دور دراز ملکون سے بادشاہون کے تحائف برامکہ کے پاس آتے تھے اور یحیی سلطان کہلاتا تھا۔ اور خزانہ دولت سے بھرتا چلا جاتا تھا۔ تمام خاندان فقیری کی ذلت سے چھوٹ گیا تھا۔ چھوٹے بڑے سب امیر کبیر تھے۔ جن الفاظ مین برامکہ کی مدح کیجاتی تھی وہ الفاظ خلیفہ کے مدحیہ قصائد مین بھی نہوتے تھے۔ شعرا اور سائلین بڑے بڑے صلے پاتے تھے۔ تمام جاگیرات اور علاقے برامکہ کے قبضہ مین تھے۔ جب یہانتک نوبت پہنچی تو دوست بھی دشمن بنگئے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ بنو قحطبہ یعنی جعفر کے ننہال کے لوگ بھی اُسکی بُرائی کے درپے ہوگئے۔ تب تو رشید تمام شکایتون پر توجہ کرنے لگا اور برامکہ کی معمولی فروگزاشتین اسکو جرم سنگین معلوم ہونے لگین یہ اسباب تھے جنھون نے برامکہ کو تباہ کردیا اور اُنکی لائف ہمارے واسطے عبرت کی داستان بنگئی۔"

(۱۰) خلافتِ عباسیہ کے مالک برامکہ تھے

علامہ ابن خلدون کے ہر ہر جملہ کی تصدیق اکثر واقعات سے ہوتی ہے۔ خصوصاً برامکہ کا کُل سلطنت پر

نوٹ [۱] نہایت افسوس ہے کہ آج ان پچیس آدمیون کے نہ نام معلوم ہوسکتے ہین نہ حالات۔

قابض اور مالک کامل ہونا بہت زور کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور صرف یہی سبب جعفر کے
قتل اور آل برمک کی بربادی کیواسطے کافی ہے۔ مصنف حیوٰۃ الحیوان لکھتا ہے کہ جب ہٰرون الرشید
نے دارالسلطنۃ سے نکلکر ملک کا دورہ شروع کیا تو جس جگہ اور جس باغ مین اُسکی ڈیرے
کھڑے ہوتے تھے۔ وہان یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ برامکہ کی جاگیر ہے۔ ان صداؤن نے
ہٰرون کے کان بدمزہ کردیے تھے۔ اور بعض اشخاص کو جعفر نے بلا حکم کے قتل بھی کر ڈالا
تھا۔ اس سبب سے بھی ہٰرون ناخوش تھا۔

متعلق اسباب زوال جہانتک تحقیقات ہوسکی وہ سب رائین تحریر ہوچکی ہین۔ علامہ ابن خلکان
کی ایک روایت باقی ہے وہ بھی لکھی جاتی ہے "سعید بن سالم سے لوگون نے پوچھا کہ برامکہ پر رشید
کیون غضبناک ہوا۔ سعید نے کہا خدا کی قسم اُنکا قصور مستلزم قتل نہ تھا لیکن اُنکا زمانہ طول
پکڑ گیا تھا اور ہر طوالت کا انجام ملال ہے۔ دیکھو عمر بن الخطاب[1] اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے
زمانہ کو یہ کیسا اچھا زمانہ تھا۔ عدل و انصاف جاری تھا۔ زمانہ پُر امن تھا۔ فتوحات کی ترقی اور

نوٹ [1] حضرت عمرؓ ۱۳ ہجری ۶۳۴ مین خلیفہ ہوے۔ ۱۰½ برس کی خلافت کے بعد ۲۳ ہجری ۶۴۴ مین شہید ہوے۔ ایام جاہلیت
مین جب قریش کے قبیلون مین لڑائی ہوتی تو آپ سفیر ہوکر جایا کرتے تھے۔ اکثر منافرہ کے جلسون مین بھی پیش ہوتے تھے
اس عہد مین ملک شام۔ بعلبک۔ حمص۔ بیت المقدس۔ حلب۔ انطاکیہ۔ تبریز۔ آذربیجان۔ ہرات۔ جرجان فتح ہوا۔ سلطنت
کسریٰ برباد ہوئی۔ سب سے پہلے امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا۔ سزا مین تازیانہ اور رات کے لیے چوکیدار مقرر کیے
دفتر مرتب کیا گیا۔ شہرون مین قاضی بھیجے۔ رمضان کے مہینے مین مسجدون مین قندیلین جلائین۔ اور حضرت عثمانؓ
۲۳ ہجری ۶۴۴ مین مسند خلافت پر بیٹھے ۱۲ برس خلافت کرکے ۳۵ ہجری ۶۵۶ مین شہید ہوے۔ جزیرۂ قبرس۔ اندلس
خراسان۔ اصطخر۔ طبرستان، کرمان، سجستان، نیشاپور، سیستان، قہستان، مرو، اور طالقان فتح ہوا۔ ۳۰ ہجری ۶۴۹ مین
قرآن شریف کے سب نسخے جمع کرکے دوبارہ ترتیب کیا اور وہی آجتک جاری ہے۔ مسجد الحرام کو وسیع کیا۔ اور بطور
پولیس کے اول سپاہی مقرر کیے۔

امرا کی وسعت تھی۔ لیکن جب اُنکے زمانہ نے طول پکڑا دونون خلیفہ قتل ہوے۔ جب رشید نے دیکھا کہ برامکہ کی طرف لوگ رجوع ہین۔ اُنکے مداح ہین تو وہ ناراض ہوگیا اور بادشاہ تو اس سے کم مین بھی ناخوش ہوجاتے ہین"۔ برامکہ کے دشمن بہت تھے۔ فضل ربیع وغیرہ برامکہ کے محاسن کو چھپا دیتے تھے اور اُنکے قبائح شائع کرتے تھے چنانچہ اسکا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا اور کھلی ہوئی مخالفتین طرفین سے ہونے لگین۔ اور عداوت کا اعلان پورا پورا ہو گیا۔ چنانچہ واقعات ذیل سے اسکی شہادت ہوتی ہے۔ بقول حافظ شیرازی۔

ہمہ کارم زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر
نہان کے ماند آن رازی کزو سازند محفلہا

(۱۱) عبرت حکیم بختیشوع[1] بن جبرئیل کہتا ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید ایکدن قصر خلد مین بیٹھا ہوا تھا کہ مین بھی وہان جا نکلا وسط مین دریای دجلہ کا خوشنما منظر عجیب لطف دے رہا تھا۔ سامنے سے آل برمک کی رفیع الشان عمارتین نظر آرہی تھین یحیی برمکی کے دروازے پر سوار اور پیادون کا ہجوم ہو رہا تھا۔ رشید نے دیکھا تو کہا کہ "خدا یحیی برمکی کا بھلا کرے غریب ہمارے واسطے کیسی سخت محنت اُٹھاتا ہے۔ ہم اُسکی بدولت آرام سے عیش کرتے ہین"۔ حکیم مذکور کہتا ہے کہ ایک زمانہ کے بعد پھر مجھے قصر خلد مین جانیکا اتفاق ہوا اور وہی گزشتہ سمان آنکھون کے سامنے تھا اُس روز مین نے رشید کو یہ کہتے سُنا

نوٹ [1] یونانی اطبا مین نہایت ہی جلیل القدر اور فاضل طبیب تھا۔ خلفاے عباسیہ سے جسقدر دولت کے حسنات اسکو حاصل ہوے وہ دوسرے کو نہین ملے۔ خلیفہ متوکل کے عہد مین اس طبیب سے اعلی رتبہ کا کوئی شخص نہ تھا۔ بلکہ لباس اور دیگر سامان آرائیش مین اسمین اور خلیفہ مین کچھ فرق نہ تھا۔ ۲۵۶ھ مین فوت ہوا۔ طبقات الاطبا صفحہ ۱۳۸ جلد ۱

کہ "حقیقت مین یحییٰ تو خلافت کرتا ہے۔ مین تو براے نام ہون"۔ مین اُسی وقت سمجھ گیا کہ بس اب برامکہ کی خیر نہین ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۴) یحییٰ برمکی سے مخالفت کا اعلان

ہرون الرشید خاندان برامکہ مین یحییٰ برمکی کا سب سے زیادہ ادب کرتا تھا۔ لیکن جب اشتعال طبع بڑھگیا تو یحییٰ کی بھی ہر ہر بات پر اعتراض ہونے لگا۔ یحییٰ[1] کا دستور تھا کہ وہ بلا اجازت ہرون الرشید کے پاس چلا جاتا تھا۔ کسی دربان اور حاجب سے اطلاع کرانے کی ضرورت نہوتی تھی چنانچہ ایکدن یحییٰ دستور کے موافق ہرون کے پاس چلا گیا اُسوقت جبرئیل بن بختیشوع[2] حکیم موجود تھا یحییٰ نے سلام کیا تو ہرون نے سلام کا جواب دھیمی آواز سے دیا اور جبرئیل سے مخاطب ہوکر کہا کہ "تمھارے مکان مین کوئی شخص بلا اجازت آسکتا ہے" جبرئیل نے عرض کیا کہ یہ کیونکر ممکن ہے۔ پھر یحییٰ سے پوچھا کہ بلا اجازت کیون آئے ہو؟ یحییٰ نے جواب دیا کہ "یہ کوئی نئی بات نہین ہے۔ مین بلا اجازت اسی وقت نہین آیا ہون بلکہ جسوقت امیرالمومنین بستر خواب مین ہوتے تھے تو مین وہان تک چلا جاتا تھا۔ لیکن اسوقت مجھے معلوم ہوا کہ اب میرا وہ درجہ نہین رہا

نوٹ

سلہ طبری کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۶۷ مطبوعہ ہالینڈ۔

سلہ جبرئیل بن بختیشوع بن جارجیس یونانی دربار ہرون الرشید کا مشہور فاضل طبیب تھا۔ اسکے علاج بڑے بڑے کیمشہور ہین ۱۷۵ھ مین جب جعفر برمکی بیمار ہوا ہے تو خلیفہ نے اسی طبیب کو اسکے علاج کیواسطے مقرر کیا تھا۔ دربار رشید مین اسکا مرتبہ وزارت سے کم نتھا۔ جب امین الرشید تخت نشین ہوا ہے تو وہ بھی اسکی بڑی عزت کرتا تھا اور بغیر اجازت اس طبیب کے پانی تک نہ پیتا تھا۔ ۲۳ برس تک ہرون الرشید کی اسنے خدمت کی تھی اور عہد مامون الرشید مین بمقام مدائن ۲۱۳ھ مین فوت ہوا۔ اور دیر مارسرجس مین دفن ہوا۔ علاوہ طب کے دیگر فن مین بھی اسکی تصنیفات ہین۔ طبقات الاطباء صفحہ ۱۳۷ جلد ۲۔

اور میرا آنا امیر المومنین کو ناگوار ہے۔" یہ جواب سُنکر ہرون نادم ہوکر چپ ہو رہا۔ اور یحییٰ نے سمجھا کہ بس اب اقبال کا خاتمہ ہوگیا۔ بلکہ ہرون نے یحییٰ کی یہانتک حقارت کردی تھی۔ کہ مسرور کو حکم دیدیا تھا کہ اب کوئی غلام یحییٰ کی تعظیم کو نہ کھڑا ہو۔ ع ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔

(۱۳) برامکہ عمدہ جاگیرات کے مالک تھے

مبردؔ[1] نحوی لکھتا ہے کہ ابو عبید اللہ بارستانی نے قاضی یحییٰ ابن اکثم سے اور اُنھون نے اسمٰعیل بن یحییٰ ہاشمی سے سوال کیا تھا کہ آپ کو برامکہ کے قتل کا سبب معلوم ہے۔ تو اسمٰعیل نے کہا کہ ہان مجھے اس معاملہ کے ظاہر و باطن سے اطلاع ہے۔ مین ایکدن ہرون رشید کے ہمراہ شکارگاہ مین تھا کہ ناگاہ دور سے کچھ سوار نظر آئے۔ رشید نے پوچھا کہ یہ کس کا موکب ہے مین نے عرض کیا کہ آپ کے بھائی جعفر بن یحییٰ کی اردلی کے سوار ہین۔ تب اپنے داہنی بائین دیکھا تو بہت سے سوار ہمراہ رکاب تھے۔ پھر اُس طرف نظر کی تو جعفر کے سوار نہ دکھائی دیے تب مجھسے پوچھا کہ وہ لوگ کیا ہوے۔ مین نے عرض کیا کہ آپ کے بھائی صاحب کسی دوسرے راستہ سے تشریف لے گئے ہین اور جدھر سے آپ جا رہے ہین اُنکو یہ راستہ معلوم نہو گا۔ کہا نہین بلکہ بات یہ ہے کہ جعفر نے ہمکو اس قابل نہین سمجھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہوکر باعث زیب و زینت کا ہو۔ مین نے کہا امیر المومنین معاف فرمائیے اگر جعفر کو یہ جگہ معلوم ہوتی تو ہرگز تجاوز نکرتے اور ضرور آپ کے ساتھ ساتھ چلتے۔ اور بھی اسی قسم کی معذرت آمیز مین نے گفتگو کی۔ تھوڑی دور چلکر ایسی جگہ پہنچے جہان مویشیون کی کثرت تھی۔ اور خوبصورت مکانون کا سلسلہ لگا تار چلا گیا تھا

نوٹ [1] اعلام الناس صفحہ ۱۵۳۔

اور اسی جگہ سے گانوں کیطرف جانیکا راستہ تھا۔ تھوڑی دور چلکر گانوں کے دروازے پر پہنچگئے یہان کی زمین سرسبز و شاداب اور علی العموم موضع کی عمدہ حالت تھی۔ کھلیانون مین غلہ کی افراط تھی۔ اور رعایا بھی خوشحال نظر آتی تھی۔ یہ دیکھکر میری طرف مخاطب ہوا۔ اور پوچھا کہ یہ کسکی جاگیر ہے۔ مین نے کہا جعفر کی یہ سُنکر چپ ہو رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور آگے چلا۔ راستہ مین جہانتک جانیکا اتفاق ہوا کوئی موضع بھی ایسا نہ ملا جسکی حالت خراب ہوتی۔ بلکہ سرسبز و شاداب تھے۔ ہر موضع کو دیکھتا اور مجھسے پوچھتا تھا کہ یہ کسکا ہے؟ مین عرض کرتا تھا کہ آپ کے بھائی جعفر کا۔ جب شکار سے دارالخلافہ بغداد مین واپس آئے۔ مین نے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ تب ہرون نے چارونطرف دیکھا مین بھی سمجھ گیا اور جو مجمع تھا وہ منتشر ہوگیا۔ جب مین اکیلا رہگیا تو مجھسے مخاطب ہوا اور کہا اسمعیل! تم دیکھتے ہو برامکہ نے دولت سے اپنا گھر بھر لیا ہے۔ خود امیر بنگئے ہین۔ اور میری اولاد کو فقیر کر دیا ہے۔ انکی معاملات سے مین نے ابتک غفلت کی ہے" یہ سُنکر مین نے اپنے دل مین کہا کہ اب اس خاندان پر بلا نازل ہوا چاہتی ہے۔ پھر مین نے کہا کہ امیر المومنین کے یہ خیالات کس بنا پر ہین کہا جو کچھ ہے ظاہر ہے۔ مین نے صریحی غفلت کی ہے۔ کیونکہ مین دیکھتا ہون کہ شہر سے اسقدر نزدیک مسلسل ایک ہی پٹری پر برامکہ کی جاگیر ہے۔ میری اولاد مین سے کسی ایک کی بھی ایسی جاگیر نہین ہے۔ دارالسلطنۃ کے قریب کی تو یہ حالت ہے دور دراز ممالک کا معلوم نہین کیا حال ہوگا؟ مین نے کہا کہ برامکہ تو آپ ہی کے خادم اور بندے ہین۔ اُنکا خزانہ، اور جاگیرین حقیقت مین آپ ہی کا مال ہے۔ یہ سُنکر مجھے قہر کی نظرون سے دیکھا اور کہا "یہ بات نہین ہے

بلکہ وہ بنی ہاشم کو اپنا غلام سمجھتے ہین اور خود ہی خلیفہ ہین۔ اور بنی عباس کے پاس جو دولت ہے اُسکو بھی وہ اپنا عطیہ سمجھتے ہین"۔ مین نے کچھ اور عرض کیا تو کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو میری باتین اُنکو بتلا دیگا۔ مین تجکو حکم دیتا ہون کہ افشاے راز نہو۔ اور اگر ہوا تو مین سمجھونگا کہ یہ تیرا ہی کام ہے مین نے کہا "نعوذ باللہ! مین آپ کا راز کہون یہ کیسے ہو سکتا ہی؟ خلیفہ ہرون الرشید کی یہ پہلی تقریر تھی جو برامکہ کی مخالفت مین کی گئی پھر مین رخصت ہو کر مکان چلا گیا اور دوسرے دن صبح کو حاضر ہوا۔ اُسوقت باب السلام کے شرقی جانب ہرون الرشید بیٹھا ہوا تھا۔ مین بھی پاس جا کر بیٹھ گیا اور سامنے جانب مغرب جعفر کے محل نظر آ رہے تھے دروازے پر سرداران فوج عمّال، اور امراے دربار کا ایک ہجوم لگا ہوا تھا اور پھر در جعفر کے دروازے پر ایسا ہی مجمع رہتا تھا" یہ رنگ دیکھکر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا اسمٰعیل! مین کل تمسے کیا کہتا تھا دیکھو! جعفر کے دروازے پر کسقدر لونڈی غلامون اور سوارون کا مجمع ہے اور ایک مین ہون کہ میرے دروازے پر ایک بھی نہین ہے"۔ مین نے کہا "امیرالمؤمنین آپ کو خدا کی قسم! اپنے دل مین اس قسم کے خیالات نہ کیجیے جعفر حقیقت مین آپ کا خادم اور غلام ہے اور سپہ سالار بھی ہے۔ اگر اُسکے دروازے پر فوج نہو گی تو کس کے دروازے پر ہو گی کیونکہ جعفر کا دروازہ تو فی نفسہٖ آپ ہی کا دروازہ ہے"۔ یہ سُنکر کہا کہ "دیکھو گھوڑون کی اسقدر کثرت ہے کہ یہانتک تانتا لگا ہوا ہے۔ صرف میری تنگی کے واسطے جعفر ایسا کرتا ہے۔ خدا کی قسم مین ان باتون پر اب صبر نہین کر سکتا ہون"۔ پھر اُسکا غصّہ بھڑک اُٹھا اور ایسا جوش مین آیا کہ گفتگو کرنا بھی بند کر دی۔ تب مجھے یقین ہو گیا کہ ؎

بگڑی ہو کچھ ایسی کہ بنائے نہین بنتی ۔۔۔ ظاہر ہے یہ جس سے کہ یہی حکم قضا ہے

اور مین اجازت لیکر گھر چلا گیا۔ راستہ مین جعفر کو آتے ہوے دیکھا مین قصداً چھپ گیا۔ اور جعفر خلیفہ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ بعد معمولی آداب کے ہرون نے اپنے داہنی جانب جعفر کو بٹھایا اور از حد تعظیم کی۔ دیر تک بہ خندہ پیشانی باتین کرتا رہا۔ اور اپنے خاص خادمون مین سے ایک خادم مرحمت فرمایا۔ یہ خادم نہایت حسین، ظریف، کاتب، محاسب، ہوشیار اور عقیل تھا۔ امیر المومنین کی اس فیاضی سے جعفر نہایت خوش ہوا۔ حالانکہ یہ خادم جاسوس تھا اور جعفر کے حق مین بلا تھا۔ ہرون سے ایک ایک حال جعفر کا آنکر کہا کرتا تھا۔ اس واقعہ کے تیسرے دن مین جعفر کی خدمت مین حاضر ہوا جب تخلیہ ہو گیا اُسوقت مین نے جعفر سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو بطور نصیحت کے کچھ عرض کرون کیونکہ مین یہ جانتا تھا کہ جو گفتگو اسوقت ہوگی یہ خادم ضرور جاکر ہرون سے کہدیگا۔ جعفر نے کہا کہ آپ کو اجازت ہے جو کہنا ہے کہئے۔ اور یہ وہ زمانہ ہے کہ جب خلیفہ نے جعفر کو خراسان کا گورنر مقرر کرکے چند روز کے بعد معزول کر دیا تھا اور اب نہروان کی حکومت سپرد کی گئی تھی اور سامان سفر درست ہو رہا تھا۔ مین نے عرض کیا کہ اے میرے سردار! آپ ایسے شہر کو تشریف لیجانے والے ہین جسکے اطراف نہایت وسیع ہین اور خیر و برکت کی جگہ ہے۔ اگر آپ بعض جاگیرین امیر المومنین کی اولاد کے نام منتقل فرماوین تو باعث ترقی دولت کا ہو سکتا ہے۔ جب مین کہہ چکا تو جعفر نے میری طرف غضبناک ہوکر دیکھا اور کہا کہ اے اسمٰعیل تمھارے ابن عم ہرون الرشید میرے ہی طفیل مین روٹی کھاتے ہین اور سلطنت عباسیہ کا قیام میری ذات سے ہوا ہے۔ خزانہ کو دولت سے پُر کر دیا ہے۔ اسپر بھی صبر نہین آتا ہے۔ اب اُن چیزون پر تاک لگائی ہے۔ جسکو مین نے اپنی اولاد کے واسطے

ذخیرہ کیا ہے کہ وہ میرے بعد اُنکے کام آوے۔ خدا کی قسم اگر کوئی شے بھی مجھسے ہٰرون نے طلب کی تو اُسپر جلد وبال نازل ہوگا۔" مین نے عرض کیا کہ "خدا کی قسم جیسا آپ کا گمان ہے اُسکے مطابق امیرالمؤمنین نے ایک حرف بھی نہین کہا ہے بلکہ یہ میری ذاتی راے ہے۔ تب جعفر نے کہا کہ پھر ایسی فضول تقریر کا کیا نتیجہ ہے اور مین تھوڑی دیر بیٹھکر اپنے گھر چلا گیا۔ اور اُسدن سے نہ مین جعفر کے پاس گیا نہ دربار مین حاضر ہوا کیونکہ مین نے سمجھا کہ یہ وزیر ہے اور وہ بادشاہ۔ انکے جھگڑے مین پڑنا فضول ہے۔ دونون آپسمین نبٹ لینگے۔ لیکن زوال برامکہ مین اب کچھ دیر نہین ہے کیونکہ اُنکے معاملات مین کمزوری آگئی ہے۔ بعد اسکے خادم ام جعفر نے مجھسے بیان کیا کہ اُس غلام نے جو بطور مخبر تعینات تھا یہ تمام باتین جو مجھسے اور جعفر سے ہوئین تھین ہٰرون کو لکھ بھیجین اور وہ اُسکے پڑھتے ہی غضبناک ہوگیا۔ اور برامکہ کی بربادی کے حیلے سوچنے لگا۔"

(۱۳) تفویض حکومت خراسان علی بن عیسے

برامکہ کی سب سے بڑی جاگیر جسپر تمام فیاضیوں اور اخراجات کا دارومدار تھا، وہ خراسان کا ملک تھا۔ کیونکہ معمولی مالگزاری داخل خزانہ ہوتی تھی۔ باقی متفرقات آمدنی کے مالک برامکہ تھے۔ اس جاگیر کا رشک وحسد سب سے زیادہ علی بن عیسی بن ماہان بن مالک کو تھا اور اُسکی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ جسطرح ممکن ہو یہ ملک برامکہ کے قبضہ سے نکلکر میرے پاس آجاے۔ لہذا ہمیشہ جعفر اور یحیی کی برائیان بیان کیا کرتا تھا۔ جب ہٰرون کا مزاج برامکہ کی کیطرف سے برہم دیکھا تو دل کھولکر خوب ہی شکایتین کین۔ اور یحیی کے احسانات بالکل بھلا دیے۔ جس وقت علی کی تقرری کا ہرون الرشید نے ارادہ کیا تو

یحییٰ[1] سے مشورہ کیا کہ اگر آپ کی راے ہو تو مین فضل اور جعفر کو کوئی عمدہ خدمت عطا کردن
اور خراسان کی حکومت علی بن عیسیٰ کو سپرد کردون۔ یحییٰ نے کہا کہ بہت مناسب ہے
اور کسی قسم کی مخالفت نہین کی۔ چنانچہ[1] سنہ ١٨٠ھ مین منصور بن یزید الحمیری کو جو بجاے فضل کے
سنہ ١٧٩ھ مین متقرر کیا گیا تھا معزول کرکے علی کو خراسان کی گورنری مرحمت فرمائی۔ اور جعفر
کو بغاوت شام کے دور کرنیکے حیلہ سے وزارت سے بھی الگ کر دیا۔ اور پھر وزارت یحییٰ برمکی
کے سپرد کردی۔ علی نے جب یہ موقع پایا تو خراسان مین جاکر خوب دست درازیان شروع
کین اور حفظ ماتقدم کے لحاظ سے ایک اور چال چلا یعنی اپنا میر منشی یحییٰ کی خدمت مین روانہ
کیا۔ اور اُسکو انعام کثیر کا وعدہ کرکے کہا کہ تم یحییٰ سے ایک **امان نامہ** میرے نام لکھالاؤ
چنانچہ وہ منشی دربار یحییٰ مین حاضر ہوا اور یحییٰ سے تمام حالات خلوت مین جاکر عرض کردیے
یحییٰ برمکی نے نہایت صاف دلی سے ایک خط اپنے قلم سے لکھکر میر منشی کو حوالہ کر دیا۔ مضمون
اُسکا یہ تھا کہ تمام برائیون سے خدا ہم دونون کو بچاے۔ اگر تمھارے دل مین مجھسے یا میری
اولاد کی جانب سے کوئی بدگمانی ہے کہ ہم تمھارے بدخواہ ہین یا تمھارے کامون مین خلل انداز
ہین تو اس خیال کو دل سے نکال ڈالو۔ کیونکہ مین اُن لوگون مین نہین ہون جنکے یہان بدی کا
بدلہ بدی ہے۔ ہماری طرف سے محبت اور بھلائی کے ہر وقت امیدوار رہو۔ اور اسکا بھی

نوٹ [1] طبری کی روایت ہے کہ یحییٰ نے اول مخالفت کی تھی۔ لیکن جب علی نے تحائف پیش کیے اُسوقت ہرون نے بطور تعریض کے یحییٰ سے کہا کہ تم اسکے مخالف تھے۔ لیکن اس خیر و برکت کو دیکھو۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ امیرالمومنین کی راے صائب ہے اور میرے علم سے اُسکا علم وسیع ہے لیکن یہ مال جبر کا ہے اور جو تین برس مین فراہم ہوا ہے وہ ایک گھنٹہ مین جمع ہو سکتا ہے۔ جلد ٣ صفحہ ٢٠٠، سنہ ٥٣ ابن خلدون جلد ٣ حالات ١٨٠ھ و کامل ابن اثیر صفحہ ٥٠ جلد ٦ و تاریخ ضیاء برنی۔

خیال مت کرو کہ جو جاگیر فضل اور جعفر کے قبضہ مین تھی آج اسپر کون قابض ہی۔ عدل و انصاف بڑی دولت ہے یہ ہاتھ سے نجانے پاے دنیا کی سرخروئی اور آخرت کی نجات اسی پر ہی۔ والسلام۔

جب یحییٰ کی تحریر علی کے ملاحظہ سے گزری تو بہت خوش ہوا۔ اور انعام واکرام سے میرمنشی کو مالامال کردیا۔ اب چونکہ یحییٰ کی مخالفت کا بھی خوف باقی نہین تھا۔ اسلیے رعایا پر سخت گیری اور ظلم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا۔ موروثی جاگیرین ضبط کرلین اور جن وسائل سے روپیہ جمع ہوسکا خوب ہی فراہم کیا۔ لوگ یحییٰ سے شکایت کرتے تھے۔ مگر وہ مجبور تھا۔ چند سال کے بعد قیمتی جواہرات اور دیگر مال، لونڈی، غلام وغیرہ لیکر علی بغداد مین داخل ہوا۔ اور دربار عام مین حاضر ہونے کی اجازت چاہی تاکہ جو تحائف خراسان سے لایا ہے اُسکو علی رؤس الاشہاد پیش کرے۔ اس کارروائی سے یہ دکھلانا منظور تھا کہ بمقابلہ برامکہ کے میری کارگزاری کی بیلک اور سلطنت مین وقعت ہو۔ اور خراسان کے محاصل کا اندازہ بھی ہوجائے کہ بمقابلہ اصلی نکاسی کے جعفر کسقدر خزانہ شاہی مین داخل کرتا تھا۔ علی کی درخواست کو خلیفہ ہرون الرشید نے منظور کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ ایک وسیع میدان مین دربار عام کی تیاریان کیجاوین اور وہان علی اپنی نذر پیش کرے۔ چنانچہ ایک خوش فضا میدان مین ایک رفیع الشان بارگاہ سجائی گئی۔ اور صدر مین تخت شاہی بچھایا گیا علی نے نہایت فرزانگی اور سلیقہ شعاری سے اپنے تحائف کو پیش کیا۔ ایک جانب اشرفیون کے انبار تھے۔ دوسری جانب دینار و درہم کے ڈھیر تھے۔ تیسری جانب

نوٹ [۱] عہد حکومت مامون الرشید مین خراسان کا سالانہ خراج حسب ذیل تھا۔ کم وبیش یہی عہد ہرون الرشید مین سمجھنا چاہیے۔ دو کرور اسی لاکھ درہم۔ چار ہزار گھوڑے۔ ایک ہزار غلام۔ بیس ہزار تھان۔ تیس ہزار رطل ہلیلہ۔ دو ہزار نقرہ چاندی۔ مقدمہ ابن خلدون فصل ۲۔

ریشمی کپڑے اور قیمتی اسباب تھا۔ چوتھی جانب ترکی غلام صف باندھے کھڑے ہوئے تھے
جنکے گلے مین مرصع تلوارین حمائل تھین اور قصب مصری کی دستارین اُنکے سر پر تھین اُنھین
کے برابر حور وش کنیزون کا جھرمٹ تھا۔ جنکے قیمتی لباس اور زیورون کے جھلا جھلی سے میدان
جگمگا رہا تھا۔ مشک نافے اس کثرت سے تھے کہ بغداد کا جنگل مہک رہا تھا۔ اسکے بعد عربی اونٹ
اور گھوڑون کی قطار تھی۔ جو قیمتی ساز و یراق سے مرتب تھے۔ جب یہ تحائف اپنے اپنے موقع
پر سجا دیے گئے اُسوقت امیر المومنین کی سواری آئی یہ سامان دیکھکر خوش ہوگئے۔ دور سے
سرخ اسفید اور سیاہ انبار نظر آئے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ مصاحبین نے عرض کیا کہ اشرفی نقرئی
اور مشک ازفر کے انبار ہین جو نظر آرہے ہین۔ غرضکہ ایک ایک چیز کا نامہ میرے نام لکھا
ہوتا تھا۔ جب سب سامان دیکھ چکا تو صدر ایوان مین آنکر تخت زرین جا کر عرض کردیے
بھی موجود تھے اور دربار لگا ہوا تھا۔ یحیٰی نے جعفر سے کہا دبیر منشی کو حوالہ کر دیا۔ مضمون
مین کسقدر ظلم و ستم سے خزانہ جمع کیا ہے۔ اور یہ ساری نمایش اسے دل مین مجھے امیر کی
کا مزاج ہماری طرف سے برہم ہو جائے اور لوگون کو معلوم ہو کہ خراسان کے کامون مین خلل
اس کارروائی سے میرے دل پر علی نے کاری زخم لگایا ہے۔ مین نہین ہون جنکے بیان بدی کا
پر افسوس اور رنج کرنا فضول ہے کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے۔ خلیفہ امیدوار رہو۔ اور اسکا بھی
غریب رعایا سے یہ دولت حاصل کی ہے۔ لیکن تھوڑے دن مین نتیجہ معلوم ہو جا
کہ یہ روپیہ کیونکر جمع ہوا ہے۔ خراسان مین عنقریب فتنہ و فساد کی آگ بھڑکنے والی ہے۔ بجائے
ایک ایک درہم کے جو خزانہ مین اسوقت آیا ہے خلیفہ کے سو سو دینار خرچ ہونگے تب بھی ملک کی

بغادتین ددرہونگی-خراسان اورماورارالنہر بالکل تباہ کردیا گیا ہے-علی نے امیرالمومنین
کے ساتھ بھلائی نہین کی ہے بلکہ یہ سلطنت کی بربادی کے آثار ہین"۔ جعفر کی اس گفتگو کو
لوگون نے سُنا تو ہرون الرشید سے اطلاع کردی-خلیفہ نے جعفر سے پوچھا-تو جعفر نے بھی
صاف صاف کہدیا کہ "امیرالمومنین کو اس مال پر جو بہ جبر رعایا سے وصول کیا گیا ہی خوش
نہونا چاہیئے"۔ خلیفہ نے یہ جواب نہایت ناگواری سے سُنا-اور علی بن عیسیٰ کی اسدرجہ عزت
کی کہ سب دربار کو اُس سے حیرت اور عبرت ہوئی-یحییٰ اور جعفر نہایت افسردہ دل ہوگئے
جب مکان پر پہنچے تو یحییٰ نے جعفر سے کہا کہ "جو تم کہتے ہو وہ بالکل سچ ہے تمھارے اقوال
آب زر سے لکھنے کے قابل ہین-لیکن ہرون لالچی اور طامع ہے اب وہ کچھ نہین سُنیگا-اور
جہانتک ہوگا ہماری ہلاکت کی فکر کریگا"۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد روز بروز خلیفہ کا مزاج بگڑتا گیا

(۱۴) جعفر کے قتل کا جوش

احمد بن محمد واصل راوی ہے کہ ایک دن خلوت مین ہرون
کے پاس مین کھڑا ہوا تھا لوبان اور عطریات کی خوشبو سے
تمام محل مہک رہا تھا-ہرون لحاف اوڑھے ہوے لیٹا تھا مگر جاگ رہا تھا کہ جعفر ریکی آگیا
اور کسی معاملہ مین مشورہ کر کے فورًا واپس ہوا-جب جعفر رخصت ہوا-تو ہرون کی زبان سے
بیساختہ یہ کلمہ نکلا کہ "اے خدا! تو جعفر کو ایسی توفیق دے کہ وہ مجھے ہلاک کرے یا مجھے اُسپر
قدرت مرحمت فرما کہ مین اُسکا سرتن سے جدا کردون-کیونکہ اب میری زندگی تلخ ہے"
یہ باتین ہرون خود بخود کر رہا تھا-مین نے سُنا تو میرا بدن کانپ اُٹھا اور سمجھا اگر ہرون
کو یہ معلوم ہوجاے کہ مین نے اِن کلمات کو سُنا ہے تو وہ مجھے زندہ نچھوڑیگا-مین اسی

دھن مین تھا کہ خلیفہ نے لحاف سے سر نکالا اور کہا کہ مین نے ابھی جو کہا ہے وہ تو نے سُنا ہے
مین نے انکار کیا۔ ہرون نے کہا کہ نہین تو نے ضرور سُنا ہے کیونکہ اسوقت عود اور مجمر تیرے
ہاتھ مین ہے۔ اگر جان عزیز ہے تو افشاے راز نہو۔ خیر اسوقت کی تو بات ٹل گئی لیکن تھوڑی
روز مین ہرون نے اپنا حوصلہ پورا کیا۔۔

(۱۵) جعفر کے قتل کا مشورہ[سلہ]

ابو الحسن عیسیٰ بن موسیٰ راوی ہے کہ ایکدن مجکو ہرون الرشید نے بلا کر کہا کہ "مین ایک راز مخفی کہنا چاہتا ہون مگر خوب سمجھ لو کہ افشاے راز پر نتیجہ اچھا نہوگا" مین نے عرض کیا کہ "امیر المومنین کی مجھپر کمال شفقت ہوگی کہ آپ مجھسے وہ راز ظاہر نکرین کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص قیاس اور عقل سے وہ واقعات سمجھ جاے اس صورت مین صرف شبہہ مین میری جان جاتی رہیگی۔ لیکن رشید نے میرا عذر نہ سُنا اور کہنے لگا۔ میرا قطعی ارادہ ہے کہ برامکہ کا استیصال کر دون۔ اور فضل بن ربیع کو جو

(۱۶) وزارت کی تبدیلی پر ہرون الرشید کی خیالات

امیر المومنین مہدی کا پروردہ ہے وزارت عطا کرون مگر افسوس ہے کہ فضل [illegible] سعد [illegible] و دانش نہین ہے جو برامکہ مین ہے۔ ایسا نہو [illegible] زوال پر ملک مین بدنظمی اور ابتری پھیل جاے۔ یہ خیالات اکثر میرے دل مین آتے ہین لیکن سخت مجبور ہون۔ نہ تو غیرت اور حسد کی مجھ مین تاب ہے اور نہ قتل برامکہ مناسب سمجھتا ہون۔ کیونکہ سلطنت کا قیام اُنکے دم سے ہے۔ اس معاملہ مین میری قوت فیصلہ بالکل کمزور ہے۔ تمھاری کیا راے ہے

نوٹ سلہ نمبر ۱۴۔ ۱۵ تاریخ برنی سے لکھے گئے ہین۔

مین یہ تقریر سُنکر دم بخود رہگیا۔ کیونکہ نہ تو صاف جواب دے سکتا تھا اور نہ بغیر کچھ کہے ہوے چارہ تھا۔ اور مین اچھی طرح سمجھتا تھا کہ خلافت عباسیہ کا نظم و نسق جعفر اور یحییٰ کے ہاتھ مین ہے اُنکے قتل ہوتے ہی خلافت کا ڈھیر ڈھیلا پڑ جائیگا۔ اسلیے مین نے عرض کیا کہ امیرالمومنین کی راے مین میرے مشورہ کی ضرورت نہین ہے۔ لیکن جہانتک ممکن ہو غور و فکر سے کام لینا مناسب ہے اور تمثیلاً برامکہ کی چند خدمات کا مین نے ذکر کیا۔ رشید نے سر جھکا لیا۔ جس جگہ ہملوگ بیٹھے ہوے باتین کر رہے تھے یہ ایک خوش فضا باغ دجلہ کے کنارہ تھا۔ اس باغ کے متصل ایک ٹکڑا اراضی کا افتادہ تھا۔ لوگون سے پوچھا کہ یہ کسکی زمین ہے کسی نے جواب نہین دیا۔ فضل ربیع سے بھی (جو اُسوقت حاجب تھا) دریافت کیا اُسنے بھی کہا کہ مجھے اسکا علم نہین ہے تب جعفر کو بلا کر دریافت کیا اُسنے اول سے آخر تک اُسکی ہسٹری بیان کر دی کہ پہلے فلان شخص کے قبضہ مین تھی اور اسوقت فلان شخص مالک ہے۔ تب ہرون کو اطمینان ہوگیا اور نظر اغماض سے میری طرف دیکھا جسمین یہ کنایہ تھا کہ ایسے عاقل اور دانا وزیر کو کیونکر قتل کرون۔"

خلیفہ ہرون الرشید کی ناراضی کا اثر خاندان برامکہ پر اُنکی باہمی مشورے اور ہرون و یحییٰ کا معاہدہ

جب یحییٰ برمکی کو خلیفہ ہرون الرشید کے افعال و حرکات سے یقین ہوگیا کہ اُسکا جوش انتقام اور غلبۂ غضب کسی طرح کم نہو گا اور وہ روز سیاہ عنقریب آنیوالا ہے کہ جعفر قتل ہوگا اور خاندان کے چھوٹے بڑے جیلخانہ کی سخت مصیبتین اُٹھائینگے۔ اسلیے یحییٰ نے اپنے تمام خاندان کو جمع کیا۔ اور اُنسے مخاطب ہو کر

یحییٰ کا مشورہ خاندان سے

کہا کہ تم سب کو معلوم ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید کا مزاج کسقدر برہم ہے
اب مصلحت یہ ہے کہ ہمارے پاس جسقدر مال دولت، اور جاگیرین
ہین اُنکی ایک فہرست مرتب کرین۔ اول مین اپنا تمام سرمایہ
پیش کرونگا۔ خاندانی عزت کا اگر کچھ بھی پاس ہے تو یہ سب سرمایہ جمع کرکے ہرون کو دیدینا
چاہیے۔ ممکن ہے کہ اس کارروائی سے اُسکا غصہ ٹھنڈا ہو جاے کیونکہ وہ بڑا لالچی ہے۔ مین
اُسکے مزاج سے خوب واقف ہون" یحییٰ کی تقریر سُنکر سب لڑکے ہکا بکا رہگئے فضل نے
جو فرزند رشید تھا۔ باپ سے مخاطب ہوکر عرض کیا کہ "میرے پیارے باپ! آپکی ہمیشہ ہمکو
یہ نصیحت تھی کہ جہانتک ہوسکے دنیا مین نیک نامی حاصل کرو، مساکین و فقرا کی اعانت کرو
دولت کو جمع مت کرو اب آپ فرماتے ہین کہ اثاث البیت کی فہرست تیار کیجاے۔ اور
جو اندوختہ ہے وہ برآمد کیا جاے۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ مال ہمارے پاس اب کہان ہے
اور اگر الامر فوق الادب کی تعمیل کیجاے اور ہم اپنا کل سرمایہ ہرون کے خوش کرنیکو
دے دین تو بھی کوئی نتیجہ نہو گا۔ کیونکہ ہرون طامع ہے۔ اس دولت کو دیکھکر اُسکی طمع کو اور
تحریک ہوگی اور جلب منفعت کی غرض سے وہ ہمکو جیلخانہ بھیجدیگا۔ میرے نزدیک دیدہ و دانستہ
ہلاکت مین نہ پڑنا چاہیے۔ بفرض محال اگر کچھ ہوا تو یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے بڑھاپے پر
رحم کرکے آپکو زندہ چھوڑدیگا لیکن ہمارا زندہ رہنا محال نظر آتا ہے۔ اور اسوقت بھی امید
حیات نہین ہے۔ خدا کا حکم عنقریب جاری ہونیوالا ہے۔ الحکم حکمہ والقضاء قضاءہ"
جب یحییٰ نے فضل کا عاقلانہ جواب سُنا تو رونے لگا چونکہ کُل کنبہ کے دل سوز و گداز سے

بھرے ہوئے تھے یحییٰ کی آواز سنتے ہی سب کے سب اس ماتم مین شریک ہو گئے۔ اب برامکہ پر ایک ایک دن بھاری تھا۔ صدقہ اور خیرات کا یہ حال تھا کہ راتون کو مساکین اور فقرا کے مکان پر جو کچھ ہو سکتا تھا روانہ کرتے تھے اور اپنی خدمات اور حالت پر افسوس کیا کرتے تھے۔" جو مشورہ یحییٰ برمکی نے اپنے بیٹون کو دیا تھا۔ اگر اسپر عملدرآمد لیا جاتا تو ممکن تھا کہ ہرون الرشید کا غصہ دھیما ہو جاتا اور اپنے خیالات سے درگزر کرتا لیکن افسوس ہے کہ خود فضل و جعفر کو طمع نے اس مفید مشورہ سے فائدہ نہ اُٹھانے دیا۔

(۲) جعفر کو اپنے قتل کا یقین تھا۔

علی بن سلیمان سے روایت ہے کہ ایک دن جعفر اپنے مکانات کی سیر کر رہا تھا اور ہر چیز کو نہایت غور و فکر سے دیکھ رہا تھا جب سب دیکھ چکا تو کہا کہ اُس مکان مین کوئی عیب نہین ہے شاہان عجم کے مکانات کے نمونہ پر بنا ہے ہان اگر کچھ عیب ہے تو یہی کہ اُسکے مالک کی حیات کا جام لبریز ہو چکا ہے۔" پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رونے لگا۔ نجوم مین جعفر کو کمال تھا اسی عالم مین اُسنے اپنا زائچہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ خانہ طالع ہبوط مین ہے۔ منحوس ستارے مسعود پر غالب ہو رہے ہین چنانچہ اس واقعہ کے تین مہینے بعد قتل ہوا۔ اور ایک سال مین کل خاندان تباہ و برباد ہو گیا۔

(۳) احباب کے مشورے

برامکہ کے عام احسان اور فیاضی نے رعایا کے دلونپر پورا قبضہ کر لیا تھا۔ اسلیے سارا ملک (باستثنا چند امرا) برامکہ کا طرفدار تھا۔ احباب جیسی جیسی وحشت انگیز خبرین سُنتے تھے۔ ویسے ہی مفید مشورے برامکہ کو

دیتے تھے۔ عثمان بن عبدالرحمن ایک خراسانی فاضل راوی ہے کہ جب مین نے رشید کا
مزاج برامکہ کیطرف سے برہم پایا تو یحییٰ کیخدمت مین حاضر ہوا۔ اور جو غمناک واقعات
مدینۃ السلام مین اس معاملہ کے متعلق مین نے سُنے تھے اُسکا ذکر کیا اور مشورہ دیا کہ خلیفہ
کے کئی بیٹے ہین مصارف بھی زیادہ ہوگئے ہین۔ نقدی تو آپ کے پاس نہین ہے۔ البتہ
جاگیرین فضل و جعفر کے پاس موجود ہین مناسب ہے کہ اُنمین سے آپ امین و مامون
کو دیدین کہ ہرون کا غصہ کم ہوجاے۔ یحییٰ نے سُنا تو رو کر کہنے لگا کہ میری ہمیشہ لڑکون کو
یہ نصیحت رہی کہ خوب صرف کرو اور دنیا مین نیک نام ہوکر رہو۔ چنانچہ جو جاگیرین تھین اُنمین
سے بڑا حصہ اوقاف کا ہے۔ آمدنی مین سے خفیف رقم خزانہ مین رہتی ہے۔ بفرض محال اگر
گنج قارون بھی ہرون کو دیدیا جاے تو ہمکو زندہ نچھوڑیگا رضینا بقضاء اللہ اور
اور کلام مجید کی یہ آیت پڑھکر چپ ہورہا من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔ ومن
جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلھا وھم لا یظلمون ۵

(۴) اسحٰق بن سلیمان سے مشورہ

ثمامہ راوی ہے کہ ایکدن مین یحییٰ کے ہمراہ اسحٰق بن سلیمان کے
مکانپر حاضر ہوا۔ اسحٰق نے یحییٰ کا استقبال کیا اور بڑے تپاک
سے لاکر مسند پر بٹھایا اور خود یحییٰ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تب یحییٰ
نے کہا کہ اسوقت آپ دونون صاحب موجود ہین مجھے مفید مشورہ دیجیے کیونکہ ہرون کے
مزاج سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے قتل پر تلا ہوا ہے۔ موقع ملنے پر وہ کسی کو نہین چھوڑیگا۔
ثمامہ کہتا ہے کہ دوسری نماز کے وقت تک ہم لوگون نے نشست کی۔ لیکن کوئی مفید راے

قائم نہوئی اور کسی کی زبان سے کچھ نہ نکلا۔ جب یحییٰ نے یہ رنگ دیکھا تو دل کھولکر خوب رو دیا اور کہا "اَلْمُقَدَّرُ کَائِنٌ" جو ہونیوالا ہے وہ حکم الٰہی سے ہے۔ ہمارے زوال کی واضح علامت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ آپ کی زبان بھی بند ہے۔ حالانکہ تمام بغداد مین آپکی صائب رائے مشہور ہے۔ پھر یحییٰ اُٹھ کھڑا ہوا اور مکرر کہا کہ اَلْمُقَدَّرُ کَائِنٌ اس گفتگو کے ایک ہفتہ بعد جعفر قتل ہوا ہے۔

(۵) خلیفہ ہرون الرشید اور یحییٰ کا معاہدہ

ہرون الرشید کے طرز عمل اور روزانہ معاملات سے یحییٰ کو اپنی تباہی کے سامان نظر آرہے تھے اور دن رات اسی اودھیڑبن مین رہتا تھا۔ جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ یحییٰ کے قویٰ بالکل مضمحل ہوگئے تھے اور حزن و ملال کی علامتین اُسکے چہرے پر نظر آتی تھین جب رشید نے یحییٰ کو دیکھا کہ وہ بالکل تحلیل ہوگیا ہے۔ اور ہر وقت اُسپر اوداسی چھائی رہتی ہے۔ تو ایک دن یحییٰ سے پوچھا کہ ای باپ! مین آپ کو اندنون حالت پریشانی مین دیکھتا ہون اسکا باعث کیا ہی؟ یحییٰ نے جواب دیا کہ اُس شخص کی غمنا کی کیا پوچھتے ہو جسکو سامنے موت کا فرشتہ کھڑا ہو" خلیفہ نے تجاہل عارفانہ سے یحییٰ کو جواب دیا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میری حیات مین آپ کو اس قسم کے واقعات پیش آوین۔ آخر وہ ہے کون جسکی طرف سے آپ کو خدشہ ہے؟ یحییٰ نے کہا کہ "سوائے امیرالمومنین کے اور کون ہے جس سے مجھے خوف ہوسکتا ہے۔ میری مشکلات کی انتہا آستانۂ خلافت تک ہے خود سلطنت ہمارے خاندان کی دشمن ہی۔ یہی باعث میری پریشانی کا ہے"۔ یحییٰ کی تقریر سُنکر رشید نے بہت سی قسمین

کھائین - اور کہا کہ جب تک مین زندہ ہون کسی قسم کی برائی نکرونگا۔" یحیی نے کہا کہ مجھے
زبانی باتون کا اعتبار نہین ہے کیونکہ جب غضب کی آگ بھڑکتی ہے اُسوقت معاہدے
اور حلف کا خیال نہین رہتا ہے۔" تب خلیفہ نے ایک کاغذ پر اُن قسمون کو جسکا زبانی اقرار
تھا لکھا اور بطور معاہدے کے کچھ اور بھی اضافہ کیا۔ بعد تکمیل کے عبداللہ بن علی،
عباس بن محمد، محمد بن ابراہیم، اور موسی بن عیسے کی جو بنی ہاشم سے تھے
اس معاہدے پر دستخط ہوے۔ علاوہ اس شہادت کے ارکان فوج کی بھی مہرین ہوئین
اور دستاویز یحیی کے حوالہ کر دیگئی اور دستاویز کے دیتے وقت ہرون الرشید نے کہا
کہ بخدا اسے لایزال! میرے دل مین کبھی خاندان برامکہ کی بُرائی کا خیال بھی نہ آوے گا"
ہرون الرشید کی اس کارروائی سے یحیی بہت خوش ہوا۔ اور اپنے بیٹے فضل سے کہا کہ
اس کاغذ کو باحتیاط رکھنا کسی وقت یہ کام آویگا۔ فضل نے کہا کہ "اگرچہ ہرون میرا بھائی
ہے (باعتبار رضاعت) لیکن وقت انتقام کے اپنی تحریر کا وہ کچھ بھی خیال نکریگا۔ بلکہ اُسکا
جو جی چاہیگا کر گزریگا" چنانچہ جب جعفر کے قتل کا وقت آگیا اور اُس دستاویز کی یاددہانی
کی گئی تو ہرون نے کچھ بھی خیال نہین کیا اور نتیجہ فضل کی راے کے موافق ہوا۔

واقعات سفر مکہ معظمہ ۱۸۶ھ ہجری

خلافت عباسیہ مین سب سے زیادہ جس خلیفہ نے حج کیے ہین وہ صرف ہرون الرشید ہے
جسکی تفصیل مسعودی نے بقید سنین لکھی ہے۔ لیکن ۱۸۶ھ ہجری مین جو اخیر حج اس نامور خلیفہ نے

کیا ہو اُسکو تمام مؤرخوں نے کسی قدر مفصل لکھا ہو کیونکہ بلحاظ واقعات کے بھی یہ سفر خاص سمجھا جاتا ہے

مقاصد سفر

جو مؤرخ جعفر و عباسہ کی شادی کے قائل ہین وہ یہ لکھتے ہین کہ جب زبیدہ خاتون کی شہادت سے ہرون کو یہ یقین ہو گیا کہ جو لڑکا عباسہ سے پیدا ہوا ہے وہ مکہ معظمہ روانہ کر دیا گیا ہے اسلیے واقعات کی صحت کے لیے اُسنے یہ سفر کیا تھا۔ لیکن جبکہ مبتدا کی یہ خبر ہے وہ خود ہی غلط ہے۔ اسلیے یہ بھی ایک معمولی فقرہ ہے۔ بلکہ اصلیت یہ ہے کہ ہرون الرشید کو پولیٹیکل مصلحت سے دارالسلطنۃ مین جعفر کا قتل کرنا منظور نہ تھا۔ اسلیے حج کا قصد کیا۔ اور بلا شبہہ بمقابلہ بغداد یا اُسکے اطراف کے ارض حجاز مین کسی قسم کی مشکلات کا سامنا ہرون کو نہین کرنا پڑا۔ اور جب جعفر کے قتل کا مصمم ارادہ ہو گیا اُسوقت اول انبار (متعلق صوبہ رقہ) کیطرف کوچ کیا پھر وہانسے مدینہ منورہ پہنچا۔ اس مابین سفر مین کوئی واقعہ بجز اسکے قابل ذکر نہین ہے کہ

مدینہ منورہ مین خلیفہ اور برامکہ کی فیاضی

خاندان خلافت نے اہل مدینہ کو انعامات سے مالامال کر دیا۔ چنانچہ اس سال[2] کا نام "عام الاعطیۃ الثلاثۃ" قرار پایا اور بمقابلہ خلیفہ کے برامکہ نے جو فیاضیان اس سفر مین کین ہین اُنکی نسبت محمد بن مناذر نے حسب ذیل اشعار لکھے ہین۔

نوٹ [1] کامل ابن اثیر صفحہ ۲۰ واقعات حج ۱۷۵ عرب مین ہر بڑے بڑے واقعات کی تاریخین بطور یادگار کو قائم ہوتی ہین چونکہ ہرون الرشید۔ امین الرشید۔ مامون الرشید تینون نے ملکر معمول سے زیادہ فیاضی کی تھی اسوجہ سے اس سال کا نام عام الاعطیۃ الثلاثۃ قرار پایا

اتانا بنو الاملاک من[1] آل برمک	ہمارے ملک مین آل برمک آئے جو بادشاہونکی نسل سے ہین
فیا طیب اخبار و احسن منظر	توکیا اچھی خبر ہے اور کیا اچھا منظر ہے۔
لھو رحلۃ فی کل عام الی العدا	ہر سال اُنکا ایک سفر دشمنون کی طرف ہوتا ہے۔
و اخری الی لبیت العتیق المعطر	اور دوسرا سفر کعبہ پاک کی طرف
اذا نزلوا بطحاء مکۃ اشرقت	جب یہ بطحای مکہ مین اُترتے ہین تو وہ
بیحیی و بالفضل بن یحیی و جعفر	یحیی اور فضل بن یحیی اور جعفر کی وجہ سے چمک اُٹھتا ہی
فتظلم بغداد و تجلو لنا الدجی	جب یہ تینون چاند حج کرتے ہین تو مکہ مین اُجالا
بمکۃ ما حجوا ثلاثۃ اقمر	ہوجاتا ہے اور بغداد مین تاریکی چھا جاتی ہے۔
فما خلقت الا لجود اکفھم	اُنکی ہتیلیان سخاوت کے لیے بنی ہین۔
و اقدامھم الا لسعی مظفر	اور پانؤن ظفر مند کوشش کے لیے۔
اذا رام یحیی الامر ذلت صعابہ	جب یحیی کام کا ارادہ کرتا ہی تو مشکلین سہل ہوجاتی ہین
و ناھیک من راع لہ و مدبر	اور اس سے بڑھکر کام کا مدبر اور محافظ کون ہوگا۔

غرضکہ اسی طرح پر تالیف قلوب کرتا ہوا۔ ہرون الرشید مکہ معظمہ پہنچا اور خالد بن عیسی[52] کاتب کے مکان مین ٹھہرا علاوہ یحیی، جعفر، فضل، اور موسی کے اس سفر مین محمد برمکی بھی ہمراہ رکاب تھا جو اپنے بھائیون سے علیحدہ ابن نوح کے یہان فروکش تھا۔ در پردہ اگرچہ ہرون الرشید جعفر کے قتل کی فکر مین تھا۔ لیکن انتظام سلطنت سے بھی غافل نہتھا

نوٹ [1] ابن خلکان و مستطرف جلد اول صفحہ ۲۱۱ - [52] طبری کبیر صفحہ ۶۷۵ جلد ۳ واقعات حج ۱۸۶ہجری

معاہدۂ امین الرشید و مامون الرشید بمقام مکہ معظمہ

کیونکہ سب سے بڑا کام اُسنے یہ کیا کہ شہزادۂ قاسم جسکا موتمن لقب تھا اُسکے واسطے لوگون سے بیعت لی کہ بعد امین و مامون کے یہی وارث تاج و تخت ہوگا اور جزیرۂ ثغور و عواصم کی حکومت بھی اُسکے سپرد کی اور بنظر فساد آئندہ و استحکام سلطنت یہ بھی کیا کہ امین و مامون کو خانۂ کعبہ کے اندر لیجاکر نصیحت کی پھر دونون سے جدا جدا معاہدے لکھوائے اور اُسپر گواہیان ثبت کین اور علی رؤس الاشہاد حسین بن یحیی برمکی، جعفر بن یحیی، فضل بن ربیع حاجب، اور فقہا و علما بھی شامل تھے۔ یہ دستاویزین پڑھکر سُنائی گئین اور بعد تکمیل یہ معاہدہ سونے کی نلوے مین رکھکر حرم کعبہ مین دروازے کے اوپر آویزان کرا دیا گیا۔ اس کارروائی سے بھی لوگونکو معلوم ہوا کہ اصلی مقصد اس سفر سے یہی تھا پھر شعراکے قصائد اور خلیفہ کی فیاضی نے اُس واقعہ کو اور بھی چمکا دیا۔

اگرچہ بظاہر خلیفہ ہرون الرشید ایسے کام کرتا جاتا تھا جس سے نہ اُسکا ما فی الضمیر معلوم ہو اور نہ برامکہ مین انتشار و وحشت پیدا ہو لیکن پھر بھی دلی جذبات کو نہ روک سکا اور اسی مقدس مقام سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ سب سے پہلی چشمک یہ ہوئی کہ مقام عسفان

ابتدائی چھیڑ چھاڑ

مین جعفر برمکی جو دعوت ہمیشہ کیا کرتا تھا وہ اس مرتبہ ہرون الرشید نے نامنظور کی جس سے جعفر کو یقین ہوگیا کہ بس اب میری خیر نہین ہے

نوٹ لہ کامل اثیر صفحہ ۵ جلد ۶۔ المامون حصہ اول تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۳

و بِلّٰہِ درِ ما قال ؎ آ لگی ہے سرِ گرداب فنا کشتیِ عمر * ہر نفس بادِ مخالف کا ہی جھونکا ہمکو

یحییٰ برمکی و خلیفہ ہرون الرشید کی مناجات خانۂ کعبہ مین

واقعات مذکورۂ بالا کے ذیل مین ایک دلچسپ بات اور بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ خاندان خلافت اور وزارت مین اس درجہ رنج بڑھگیا تھا کہ حرم محترم مین دونون نے ایک دوسرے کی بربادی کی دعا مانگی ہے۔ اس موقع پر پہنچکر علامہ ابن الاثیر[1] الجزری تحریر فرماتے ہین کہ لوگون نے اس واقعہ کو سبب زوال برامکہ نہین قرار دیا ہے۔ حالانکہ سب سے بڑا اور قوی سبب تو یہی ہی (یعنی مناجات کعبہ اثر سے خالی نہین جاتی ہی) چنانچہ یحییٰ[2] حرم کا پردہ پکڑکر یہ مناجات کرتا ہے۔ کہ "اے خدا! مین گنہگار ہون۔ اور میرے گناہ بھی بیشمار ہین۔ جنکو تیرے سوا کوئی نہین جانتا ہے۔ اگر تیری یہ مرضی ہے کہ مجکو سزا دیجاے تو مین راضی ہون لیکن یہ سزا مجکو دنیا ہی مین دیجاے۔ مجھے کچھ افسوس نہوگا اگر میری دولت اور اہل و عیال مجھسے چھین لیے جاوین۔ لیکن اے خدا میری عزت باقی رہے"۔
یہ دعا کرکے دروازہ مسجد حرم تک پہنچا تھا کہ پھر لوٹ آیا اور عرض کیا کہ "اے خدا! اپنی عزت کو مین نے دعا مین مستثنی کیا ہے۔ نہین تو یہ بھی سلب کرلے مین راضی ہون"۔ چونکہ خانۂ کعبہ

نوٹ [1] کامل اثیر صفحہ ۸۰ جلد ۶ [2] یحییٰ کی دعا مین دو روایتین ہین لہذا ہر دو روایات مع اصلی الفاظ کی نقل کیجاتی ہین (روایت موسیٰ بن یحییٰ برمکی) "اللھم ان ذنوبی جمۃ عظیمۃ لا یحصیھا غیرک ولا یعرفھا سواک اللھم ان کنت تعاقبنی فاجعل عقوبتی بذلک فی الدنیا وان احاط ذلک بسمعی وبصری وولدی ومالی حتی تبلغ رضاک ولا تجعل عقوبتی فی الاخرۃ۔ (بروایت احمد بن حسن بن حرب) اللھم ان کان رضاک فی ان تسلبنی مالی واھلی وولدی فاسلبنی الا الفضل۔ طبری کبیر صفحہ ۶۷۴ جلد سوم۔ حیات الحیوان دمیری صفحہ ۱۱۲ جلد ۲۔

کی دعا قبولیت کے اثر سے خالی نہین رہتی ہے لہذا خدا نے یحییٰ کی دعا کو سُن لیا۔ مسرو کی روایت ہے کہ جب ہرون طواف کر رہا تھا اُسوقت اُسنے یہ دعا مانگی کہ "اے خدا! تو خوب جانتا ہے کہ جعفر واجب القتل ہے مین تجھسے اُسکے قتل مین استخارہ چاہتا ہون"۔ چنانچہ وقت واپسی مکہ معظمہ انبار کے قریب ہرون الرشید نے جعفر کے قتل کا حکم دیدیا تھا۔

واقعات قتل جعفر برمکی

ہے عجب سیر اگر دیدۂ بینا دیکھے
دیکھنا ہو جسے عبرت کا تماشا دیکھے

حج سے فارغ ہو کر خلیفہ ہرون الرشید نے مکہ معظمہ سے کوچ کر دیا۔ اور منزل بمنزل ٹھہرتا ہوا حیرہ پہنچا اور چند روز قصر عون العبادی[۱] مین قیام کیا۔ چونکہ مکہ معظمہ ہی سے خلیفہ کا مزاج برہم ہو گیا تھا۔ اور معمولی باتو نپر چھیڑ چھاڑ ہونے لگی تھی۔ اسلیے جعفر متردد تھا اور اپنے بچاؤ کی تدبیرین سوچتا تھا۔ یاس کا یہ عالم تھا کہ بات بات پر[۲] زائچے کھینچتا اور شگون لیتا تھا۔ غرضکہ جعفر اپنے خیالات مین ڈوبا ہوا تھا اور ہرون الرشید اپنی دُھن مین تھا کہ قافلہ حیرہ سے انبار پہنچا۔

علی بن عیسیٰ کی مخالفت

یہان ایک دوسری چھیڑ یہ ہوئی کہ علی[۳] بن عیسیٰ بن ماہان نے جو قدیمی دشمن اس خاندان کا تھا موسیٰ برمکی کی شکایت ہرون الرشید سے کرنا شروع کی کہ "موسیٰ نے رعایای خراسان کو

نوٹ [۱] طبری کبیر صفحہ ۶۷۰ بروایت فضل بن سلیمان بن علی [۲] ابن خلکان صفحہ ۱۳۶ [۳] کامل ابن اثیر زوال برامکہ صفحہ ۷۰ - و طبری کبیر صفحہ ۶۷۰ جلد ۳

بھڑکا دیا ہے۔ اور اسپر آمادہ کیا ہے کہ وہ اطاعت سلطانی سے آزاد ہو جائین اور اسی قسم کی خط و کتابت امرائے خراسان سے ہو رہی ہے" یہ سُنکر ہرون جھلّا اُٹھا اور موسیٰ کو قید کر کے بمقام کوفہ عباس بن موسیٰ کے پاس بھیجدیا۔ اگرچہ بعدہٗ ام الفضل کی سفارش سے

ہرون الرشید کا بمقام عمر ٹھہرنا اور جعفر کا قتل ہونا

رہا کر دیا گیا۔ لیکن جب بمقام عمر[1] پہنچا تو پوری پوری تیاریان قتل کی کی گئین۔ کیمپ شاہی اس جگہ پڑ گیا اور خود سیر و شکار مین مشغول ہوا۔ اگرچہ جعفر کیطرف سے ہرون نہایت ہی غضبناک ہو رہا تھا مگر اپنی حکمت عملی سے اسکی کوشش کر رہا تھا کہ جعفر کو کسی قسم کی بدگمانی اُسکی جانب سے نہو۔ چنانچہ[2] تاریخ قتل سے ایک دن پیشتر کا واقعہ ہے کہ حسب دستور جعفر برمکی دربار مین حاضر ہوا۔ ہرون الرشید نے بعد سلام کے مزاج پُرسی کی اور نہایت عزت و تپاک سے اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور دیر تک باتین کرتا رہا پھر جعفر نے جو ڈاک آئی تھی وہ پیش کی اور کل کاغذات پڑھکر سُنائے اور احکام جاری کیے۔ چلتے وقت عرض کیا کہ "آج میری خراسان کی روانگی کا دن ہے"۔ ہرون نے سُنا تو ایک منجم کو طلب کیا اور اُس سے پوچھا کہ اب کیا وقت ہے اُسنے عرض کیا کہ ساڑھے تین گھڑی دن چڑھگیا ہے۔ تب منجم سے اصطرلاب لے لیا اور دل ہی دل مین کچھ حساب لگایا اور آسمان کو دیکھکر کہا کہ "برادر من! آج کا دن تو نحس ہے۔ اور یہ گھڑی سفر کیواسطے خطرناک ہے۔ کل بعد نماز جمعہ روانہ ہونا شب کو نہروان مین قیام کر کے سنیچر کو دن ہی دن

نوٹ [1] یہ ایک گاؤن کا نام ہے جو صوبہ انبار مین جانب قبلہ واقع ہے۔ ماخوذ کتاب المعارف [2] اعلام الناس صفحہ ۱۶۰

روانہ ہوجانا۔ جعفر بھی اسپر رضامند ہوگیا۔ اور خود بھی اصطرلاب سے دیکھکر کہا "بیشک جو امیرالمومنین نے ارشاد فرمایا ہے وہ صحیح ہے تمام ستارے احتراق[1] مین ہین" پھر اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے خیمہ مین چلا گیا ارکان سلطنت اور خدّام نے خیمہ تک مشایعت کی اور ہرون الرشید نے بڑے اعزاز سے رخصت کیا۔ غرضکہ آج کا دن تو اس حکمت سے ٹالا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو کرمانی[2] (بروایت بشار الترکی) کہتا ہے کہ ہرون الرشید نے شکار کا قصد کیا اور جعفر کو بھی اپنے ساتھ لیگیا۔ اور سارا دن شکار مین ختم کر دیا۔ واپسی کے وقت جعفر سے کہا کہ آج کی رات عیش وطرب مین کاٹنا چاہیے۔ جعفر نے انکار کیا۔ لیکن ہرون نے نہ مانا اور باصرار کہا کہ نہین آج ضرور جشن کرو تب طوعاً وکرہاً سامان مجلس مرتب کیا گیا۔ ہرون الرشید کی جعفر کے حال پر آج خاص مہربانی تھی۔ اور لحظہ بلحظہ نقل بخورات۔ اور عطریات کی کشتیان آتی تھین۔ جبرئیل بن بختیشوع[3] کی روایت ہے کہ آج خلیفہ نے جعفر کی بہت خاطر وتواضع کی تھی اول وقت جب ملاقات ہوئی تو معانقہ کیا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور ہاتھ مین ہاتھ دیکر تخمیناً ایک ہزار گز کے فاصلہ تک دونون ٹہلتے رہے۔ جب اپنے خیمہ کو لوٹنے لگا تو جعفر سے کہا کہ "تمکو ہماری جان کی قسم!

نوٹ [1] احتراق اور تصمیم نجوم کی اصطلاح مین دو متقابل لفظ ہین۔ مرکز آفتاب سے جب کسی ستارہ کا فاصلہ ۶ درجہ ہوتا ہے تو کہتے ہین کہ ستارہ احتراق مین ہے۔ اور جب یہ فاصلہ ۱۶ دقیقہ کم ہو تو کہتے ہین کہ ستارہ تصمیم مین ہے بہرحال پہلی صورت نحس اور دوسری سعد ہے۔ [2] طبری کبیر صفحہ ۶۰۳ جلد سوم [3] دیکھو تذکرۂ عیون الانبا ابن ابی اصیبعہ حالات جبرئیل بن بختیشوع صفحہ ۱۳۴ جلد اول۔

جشن کی رات

آج جشن کا دن ہو جاؤ اور خوشی مناؤ۔ اور مجھسے کہا کہ جبرئیل مین اپنے خیمہ مین جاتا ہون تم میرے بھائی کے ساتھ جاکر شریک جلسہ ہو

چنانچہ مین جعفر کے ساتھ اُس خیمہ مین چلا گیا جو جشن کے واسطے مرتب کیا گیا تھا۔ ابوزکار الکلوذانی مغنی (نابینا) بھی موجود تھا۔ سوائے انکے اور کوئی نہ تھا[1] خلیفہ کی مہربانی کا یہ حال تھا کہ خادم پر خادم چلے آتے تھے لیکن جعفر اُنکے آنے جانے پر ٹھنڈی سانسین بھرتا تھا اور مجھسے کہتا تھا کہ ابو عیسیٰ! امیر المومنین کی مہربانیون سے مین کانپ رہا ہون یہ معاملات خالی از علت نہین ہین پھر نبید کا دور چلنے لگا جعفر کے حکم سے ہر پیالہ پہ ابوذکار یہ گاتا تھا۔

ان بنی المنذر حین انقضوا	منذر کا خاندان جب فنا ہو گیا۔
بحیث شاد البیعة الراهب	جہان کہ راہب نے کلیسا بنایا تھا۔
اضحوا ولا یرهبهم راهب	اُنکی یہ حالت ہو گئی کہ نہ اُنسے کوئی ڈرتا ہے
حقا ولا یرجوا هو راغب	نہ کسیکو اُنسے کچھ امید ہے۔
کانت من الخز لبوسا نهو	اُنکے لباس پشمینہ کے تھے۔
لو یجلب الصوف لهو جالب	صوف تو اُنکے لیے کوئی لایا ہی نہین

جب خلیفہ ہرون الرشید نے معلوم کر لیا کہ جعفر بدستور مجلس نشاط مین بیٹھا ہے اُسوقت اُسنے اپنے خاص خادم ابو ہاشم مسرور الکبیر کو طلب کیا اور اُس سے مخاطب ہو کر

نوٹ [1] روضۃ الصفا کی روایت ہے کہ کاتب ابن ابی شیخ بھی اس جلسہ مین موجود تھا۔

حسب ذیل گفتگو شروع کی۔[1]

ہرون الرشید۔ مسرور! جس کام کے واسطے مین نے تجھکو اسوقت طلب کیا ہی میری نزدیک اُسکے انجام دینے کی قابلیت نہ محمد (امین الرشید) مین ہی نہ عبداللہ (مامون الرشید) اور قاسم (موتمن) مین۔ یاد رکھ! مین جو حکم دیتا ہون ٹھیک ٹھیک اسکی تعمیل کرنا ورنہ تیرے اعزاز اور مرتبہ مین فرق آجائیگا۔

مسرور۔ امیرالمومنین! اگر حکم ہو تو تلوار اپنے سینہ مین پشت سے پار کر دون ؟

ہرون الرشید۔ ہان مجھکو تجھسے ایسی ہی امید ہی۔ تو جعفر برمکی کو پہچانتا ہے۔؟

مسرور۔ ہان مین جانتا ہون۔ ایسا کون ہے جو اس بزرگ شخص کو نہ جانتا ہو۔

ہرون الرشید۔ تو نے دیکھا ہوگا کہ مین نے آج صبح کو اُسکو کس اعزاز سے رخصت کیا ہے۔

مسرور۔ "ہان"

ہرون الرشید۔ اچھا اب تو رخصت ہو اور جعفر کا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کر۔

مسرور۔ (کانپ کر) امیرالمومنین! یہ تو سخت مشکل کام ہے۔ اگر یہ خدمت کسی اور سے لیجاے تو مناسب ہے۔

ہرون الرشید۔ نہین ہرگز نہین۔ یہ کام تجھی کو کرنا پڑیگا اب اگر کوئی عذر کیا تو تیرا سر قلم کر دیا جائیگا۔

جب مسرور نے ہرون الرشید کا غصہ بڑھتے ہوے دیکھا تو جان کے خوف سے رخصت ہوا اور ہرون الرشید نے حماد بن سالم، ابو عصمہ، ہرثمہ بن اعین معزز سردارونکو بھی

نوٹ [1] دیکھو طبری کبیر صفحہ ۶۷۷ جلد ۳ و روضۃ الصفا و کامل ابن اثیر و اعلام الناس و تذکرہ ابن ابی اصیبعہ حالات جبرئیل

مسرور کے ساتھ کر دیا۔ علاوہ انکے سوڈان کے حبشیونکا ایک مختصر گارد تھا جسمین چالیس سپاہی تھے)
چنانچہ مسرور اپنے ہمراہ ارکان سلطنت اور فوجی گارد کو لیکر جعفر کے خیمہ کیطرف روانہ ہوا پھر تنہا
جعفر کے خیمہ مین داخل ہوا۔ جعفر کی صحبت اپنے رنگ پر جمی ہوئی تھی اور ابوزکار مغنی یہ گا رہا تھا

فلا تبعد۔ فکل فتی سیاتی	تو دور نہو (یعنی زندہ رہ) ہر جوان کو موت آئیگی۔
علیہ الموت یطرق او یغادی	رات کو آئے یا صبح کو۔
و کل ذخیرۃ لا بد یوما	اور ہر ذخیرہ۔
وان کرمت نصیرا لی نفاد	گو بڑا ہو۔ ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا۔
و لو فودیت من حدث اللیالی	اور حوادث زمانہ کے مقابلہ مین اگر فدیہ دیکر تجھکو بچایا جا سکتا
فدیتک بالطریف و بالتلاد	تو مین نئی پرانی سب چیزین تیرے فدیہ مین دیتا۔

ابوزکار نے دوسرے مصرع کو اچھی طرح ادا بھی نہین کیا تھا کہ یکایک جعفر نے مسرور کو دیکھا۔

مسرور۔ ہان ابوزکار کیا خوب حسب حال گا رہے ہو۔ مین بھی اسی لیے آیا ہون اور وقت بھی آ پہنچا ہے
جعفر۔ مسرور تمھارے آنیسے مجھکو مسرت ہوئی لیکن بلا اجازت چلے آنیکا افسوس ہے
مسرور۔ بیشک آپکو افسوس ہوا ہوگا۔ لیکن مین جس کام کیواسطے آیا ہون وہ تو اس سے بھی زیادہ قابل افسوس ہے
جعفر۔ مسرور یہ موقع اشارہ و کنایہ کی گفتگو کا نہین ہے جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہو۔

نوٹ ۱ہ کسی عجمی شاعر نے ان اشعار کا ترجمہ حسب ذیل کیا ہے۔

مرگ در مردمان ہمے آید	بامداد و شبانگہ و بیگاہ
گرچہ پنہان کنی از و خود را	آشکارا کند بجوید راہ
انچہ داری بدست اگر بدہی	ہم نیابی از و تو ہیچ پناہ

مسرور: (نہایت غصہ سے) امیر المؤمنین نے آپ کے قتل کا حکم دیا ہے۔

جعفر: مسرور یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ خدا کی قسم نبیذ کے نشہ مین بطور مذاق کے ایسا حکم دیا ہوگا یہ اُنکا اصلی حکم نہین ہے۔ تم لوٹ جاؤ۔

مسرور: یہ مذاق نہین ہے مین آپ کا سر کاٹنے آیا ہون۔

جعفر: مسرور تم اسوقت واپس جاؤ۔ اگر صبح کو امیر المؤمنین کو پشیمان پانا تو کہدینا کہ جعفر زندہ ہے اور اگر وہ اپنے حکم پر مستقل رہا تو مجھے کوئی عذر نہوگا اور رات بھر کی مہلت کا صلہ اسقدر دونگا کہ جسکا حساب نہین ہے اور اگر یہ ناممکن ہے تو مجھکو امیر المؤمنین کے سامنے لیجا کر کھڑا کردے کیا عجب ہے کہ مجھے دیکھکر رحم آجاے اور اپنے حکم کو منسوخ کردے۔

مسرور: مجھے خوب معلوم ہے امیر المؤمنین آپکو کسیطرح پر زندہ نہین چھوڑینگے۔

جب جعفر نے مسرور کی یہ گفتگو سُنی تو اُسکو اپنے قتل کا یقین ہوگیا اور مسرور سے کہا کہ "اچھا میرے قتل مین تھوڑا سا اور توقف کر اور خلیفہ سے جاکر کہہ کہ حکم کی تعمیل کردی گئی اور مین بھی خلیفہ کا حکم اپنے کانون سے سننا چاہتا ہون" چنانچہ مسرور نے یہ منظور کیا اور خلیفہ سے جاکر اطلاع کی کہ مین نے جعفر کو قتل کردیا ہے۔ ہرون الرشید اُسوقت غضبناک بیٹھا ہوا تھا پوچھا سر کہان ہے؟ مسرور نے عرض کیا کہ فلان خیمے مین جہان قتل کیا گیا ہے حکم دیا کہ فوراً پیش کر۔ چنانچہ مسرور جعفر کے پاس گیا اور کہا کہ اب تو میرے قول کی آپ کو تصدیق ہوگئی اُسوقت جعفر رونے لگا اور مسرور کے قدمون پر گرنا چاہا۔

اور نہایت عاجزی کے لہجہ سے کہا کہ "مجھے اسقدر مہلت دو کہ مین حرم سرا مین جاکر جو وصیت کرنا ہے
کر آؤن"۔ لیکن مسرور نے یہ درخواست نا منظور کی اور کہا کہ "جو وصیت کرنا ہو یہان کر لیجیے
اندر جانیکی اجازت نہین مل سکتی ہے"۔ تب جعفر نے کہا کہ "ای مسرور! میرے جسقدر حقوق تجھپر
ہین کیا اُسکے مکافات مین ایک ساعت کی مہلت دینے کی تجھکو قدرت نہین ہے؟" مسرور نے
کہا مین مجبور ہون امیر المومنین کے حکم کے خلاف کیونکر کرون۔ جب جعفر کو یقین ہو گیا کہ
کمبخت مسرور کسی طرح اُسکو زندہ نہین چھوڑ سکتا۔ اسوقت کلمہ طیبہ آواز بلند پڑھا اور حاضرین جلیسہ کو

جعفر کی وصیت

مخاطب کرکے کہا کہ "تم گواہ رہو۔ میرے جسقدر لونڈی غلام ہین
وہ آج سے فی سبیل اللہ آزاد ہین اور میرا جسقدر مال ہے وہ
مساکین پر وقف ہے۔ جسقدر امانتین اور قرضہ میرا لوگون پر ہے مین اُسکو بھی معاف کرتا ہون"
حاضرین جلیسہ کا اُسوقت بُرا حال تھا۔ سب زار زار رو رہے تھے جبرئیل[1] کی روایت ہے کہ پھر ہرثمہ بن اعین
نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور جعفر کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ "ای فاسق اُٹھ کھڑا ہو"۔ اتنے مین ہرون الرشید کا ایک
خادم آیا اور کہا کہ جلد لیچلو۔ چنانچہ جعفر کو اُسکی خیمے سے ہرون الرشید کے خیمے تک بُری طرح گھسیٹتے
لیگئے اور اُسی جگہ مسرور نے ایک ہاتھ تلوار کا جعفر کی گردن پر ایسا مارا کہ سر تن سے جدا ہو گیا۔!!

جعفر کی موت

چھتیس برس کی عمر مین سترہ[2] برس سات مہینے گیارہ دن
وزارت کرکے محرم کی آخری تاریخ (مستہل صفر)

نوٹ [1] طبقات الاطبا صفحہ ۱۲۴ جلد اول [2] ایام وزارت کی تعداد تمام مورخون نے سترہ برس لکھی ہے
لیکن تاریخی مطابقت سے تخمیناً پندرہ برس کا زمانہ ہوتا ہے۔

سنیچر کی رات[1] ۲ صفر ۱۸۷ہجری مین بمقام عمر نہایت حسرت و بیکسی کی حالت مین یہ بلند اقبال وزیر دنیا سے رخصت ہوا[2] - ع خوش درخشید و لے دولت مستعجل بود -

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۵

واقعات بعد از قتل جعفر برمکی

جب مسرور جعفر کو قتل کر چکا تو خون مین رنگی ہوئی تلوار لیے ہوے ہرون کے سامنے حاضر ہوا اور جعفر مرحوم کا سر جس سے خون کے فوارے جاری تھے - ایک طشت مین رکھکر پیش کیا - جسوقت ہرون الرشید کی نظر اُس خون آلودہ چہرے پر پڑی تو بیساختہ ایک ٹھنڈی سانس لی اور چیخ مارکر رونے لگا - جبرئیل بن بختیشوع[3] طبیب کا قول ہے کہ جعفر کو قتل ہوے آدھا گھنٹہ بھی نہین گزرا تھا کہ ایک خادم آیا اور کہا کہ چلیے امیر المومنین یاد فرما رہے ہین چنانچہ مین

نوٹ [1] صفر کی چاندرات اور سنیچر کی شب مین جعفر قتل ہوا - یہی روایت معتبر ہے اکثر شعرا نے مرثیون مین اسکا ذکر کیا ہے - چنانچہ رقاشی نے بھی لکھا ہے کہ سفا انی السبت بالامر الذی ھد رکننا ۔ وفی صفر جاء البلاء مصمما -

[2] جعفر کے قتل کے واقعات طبری کبیر، روضۃ الصفا، کامل ابن اثیر، اعلام الناس، المعارف، حیات الحیوان سے لکھے گئے ہین -

[3] جبرئیل راوی ہے کہ پہلی تاریخ محرم ۱۸۷ہجری کو مین نے رشید سے شکایت کی کہ آپ کی غذا روز بروز کم ہوتی جاتی ہے اسکا کیا سبب ہے کچھ جواب نہ دیا - جب مین نے متواتر پوچھا تو کہا کہ بغداد کی آب وہوا اندنون مجھے موافق نہین ہے اور دار السلطنت سے دور دراز مقام پر جانا بھی منظور نہین ہے تمہارے نزدیک دار السلطنت سے متصل اگر کوئی مقام ہو تو تجویز کرو کہ تبدیل آب وہوا کیواسطے وہان چلون - مین نے حیرہ کا نام لیا یہ ناپسند کیا - کیونکہ وہ دور تھا لیکن انبار کو پسند کیا، اور بغداد سے کوچ کر دیا - مگر کمی غذا کی شکایت بدستور رہی - یہانتک کہ جسدن جعفر کو قتل کیا ہے اُس روز خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور مجھسے کہا کہ مین تھوڑا تھوڑا اسوجہ سے کھاتا تھا کہ بیمار نہ ہو جاؤن - طبقات الاطبا حالات جبرئیل صفحہ ۱۳۴ جلد اول

فوراً حاضر ہوا۔ جعفر کا سر ایک طشت مین ہرون کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کہا کہ "جبرئیل تم مجھسے پوچھا کرتے تھے کہ غذا کیون گھٹ گئی ہے" مین نے عرض کیا کہ جی ہان۔ کہا "مجھے اسی کی فکر تھی جو اسوقت دیکھ رہے ہو۔ اب مین اچھا ہون چنانچہ اُسی وقت کھانا منگایا اور مثل تندرست آدمیوں کے خوب سیر ہو کر کھایا"

ہرون الرشید کا دربار

ایک مورخ لکھتا ہو کہ جعفر کا سر ہرون کے سامنے رکھا ہوا تھا اور وہ اُسکے دانتون پر قمچی مارتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ "اے جعفر مین نے تجھکو کیسا رتبہ دیا تھا کیا اُسکا یہی عوض تھا۔ افسوس! تو نے میرا کچھ بھی حق نہ پہچانا میرے خسروانہ مراحم کا تو نے کچھ بھی لحاظ نہ کیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ ذرا دیر مین زمانہ کیسے انقلاب برپا کر دیتا ہو۔ افسوس! تو نے میرے اور اپنے دونون کے حق مین بُرا کیا"

پھر حاضرین جلسہ کے سامنے جعفر کے اور جرائم بھی بیان کیے۔ بعدہ خاص انتظام کر کے دربار سے اُٹھ گیا

محمد بن اسحٰق[1] (بروایت جعفر بن محمد بن حکیم) راوی ہو کہ مجھسے خود سندی بن شاہک نے بیان کیا کہ جعفر کے قتل کی صبح کو میرے پاس ہرکارہ آیا اور ایک لفافہ میرے حوالہ کیا جب مین نے اُسکو کھولکر پڑھا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین ہرون نے خود اپنے قلم سے لکھا ہو جسکے یہ الفاظ تھے

یا سندی اذا نظرت فی کتابی هذا فان کنت قاعداً فقم ـ وان کنت قائماً فلا تقعد حتی تصیر الیّ	سندی! جسوقت تم اس خط کو پڑھو۔ پس اگر بیٹھے ہو تو اُٹھ کھڑے ہونا۔ اور اگر کھڑے ہو تو پھر نہ بیٹھنا یہانتک کہ مجھ تک پہنچ جاؤ

نوٹ [1] طبری کبیر صفحہ ۷۰۰ جلد ۳ مطبوعہ ہالینڈ۔

چنانچہ ہرون الرشید اُسوقت موضع عمر مین تھا۔ جسقدر جلد ممکن ہوا مین بھی جا پہنچا۔
اول عباس بن فضل بن ربیع سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ خلیفہ میرے ہی انتظار
مین اسوقت فرات کے کنارے بیٹھا ہوا ہے۔ مین نے فوراً اپنی حاضری کی اطلاع کرائی
چنانچہ اُسیوقت حضور مین طلب ہو گیا۔ جو لوگ بیٹھے تھے وہ رخصت کر دیے گئے۔
جب خلوت ہو گئی تو کہا میرے قریب آنکر بیٹھو۔ جب مین قریب ہو گیا تو پوچھا جانتے
ہو مین نے تمکو کیون خط لکھا ہے؟ مین نے عرض کیا کہ امیر المومنین مجھے کیا علم ہے؟
تب کہا کہ ایک امر مین مشورہ کرنا ہے لیکن وہ ایسی بات ہے کہ اگر اُس سے میری
قمیص واقف ہو تو مین اسوقت فرات مین ڈالدون" پھر مجھسے پوچھا کہ معتمد افسران فوج
اور خدام مین سے کون کون موجود ہین مین نے عرض کیا کہ ہرثمہ اور مسرور الکبیر"
کہا ہان سچ ہے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ ان دونون کو اپنے ہمراہ لیکر مدینۃ السّلام

احکام ضبطی جاگیرات برامکہ وگرفتاری خاندان

بغداد کو روانہ ہو اور برامکہ کے کل مکانات
ضبط کر کے ہر ایک پر گارڈ مقرر کر دو تاکہ کوئی
شے مکان سے نکلنے نہ پائے اور جعفر کی نعش
کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا بغداد کے پلون پر لٹکا دیا جائے اور سر جداگانہ جسر
اوسط پر آویزان کیا جائے" چنانچہ مین نے بہمراہی ہرثمہ بن اعین، و ابراہیم
بن حمید المروزی جعفر کے سر کو روانہ کر دیا اور خود بغداد پہنچکر برامکہ کی تمام جاگیرین ضبط کر لین
میرے پہنچنے کے بعد ہرثمہ بھی آگیا تھا اور جعفر کی نعش ایک اونٹ پر تھی جسپر پالان تک نہ تھا۔

اور سر جسر اوسط پر عبرۃ للناظرین لٹکا دیا گیا تھا- اسکے بعد مین نے جعفر کے مکان پر مسرور کو فضل کے مکان پر ابراہیم بن حمید اور حسین خادم کو اور یحیی و محمد کے مکان پر یحیی بن عبدالرحمن اور رشید کو بہ حیثیت ایک ذمہ دار افسر کے نگران مقرر کیا- اور متعلق ضبطی دیگر جاگیرات کے اسی قسم کی احکام تمام شہر و نین جاری کر دیے گئے کہ کل مال و اسباب برامکہ کا ضبط کیا جاے-

جعفر کے قتل کا اثر خاندان پر

جب اس انتظام سے فرصت ہوئی تو برامکہ کی گرفتاری کی فکر ہوئی چنانچہ سب سے پہلے یحیی- **فضل و موسی** جو رشید کے ہمراہ تھے گرفتار کر لیے گئے اور جسقدر مال و اسباب و خزانہ سفر مین ہمراہ تھا وہ بھی ضبط کر لیا گیا- محمد برمکی گرفتاری سے محفوظ رہا- کیونکہ ہرون کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے محمد برمکی کو اپنے بھائیون فضل و جعفر وغیرہ سے کسی قسم کی ہمدردی نہ تھی- اس سبب سے ہرون محمد سے خوش تھا- اور جو جاگیر محمد برمکی کے نام تھی وہ بھی بدستور ضبطی سے بری کر دیگئی

عبرت کیا خدا کی شان ہی کہ جس کے سامنے بڑے بڑے مغرور اور متکبرون کی گردنین جھک جاتی تھین جسکا اعزاز اور مرتبہ خود خلیفہ سے بڑھکر تھا- آج اُسکا سر بغداد کے ایک پل پر لٹک رہا ہی جسکا کوئی پرسان حال نہین ہی- کل تک وہ اقبالمند تھا اور آج دنیا مین اُس سے زیادہ بدنصیب کوئی نہین !!- جعفر کے شاعر ابو نواس نے اس غمناک سین کو نہایت دلکش الفاظ مین اسطرح پر دکھایا ہے-

یا ایها المغتر بالدهر	اے زمانے پر دھوکہ کھانے والے !
والدهر ذو صرف و ذو غدر	یہ ذرا مین پھر جاتا ہے اور دھوکہ دے جاتا ہے-
لاتامن الدهر وصولاته	اُس سے اور اُسکے حملون سے-
وكن من الدهر على حذر	ہمیشہ بچتے رہنا-
ان كنت ذا جهل بتصريفه	اگر تو اُسکے اُلٹ پھیر سے واقف نہین ہے
فانظر الى المصلوب بالجسر	تو اُسکو حال ہے عبرت پکڑ جسکو بغداد کے پل پر سولی دیگیی ہے

[illegible]

ان قیدیونکے ہمراہ زبیدہ بنت منیر فضل برمکی کی والدہ اور دنانیر[1] کنیز یحییٰ برمکی بھی تھی-

قیدیون سے سلوک

لیکن ہرون نے اسقدر مہربانی کی کہ قیدیون کسی قسم کی سخت سزا نہین دیجاتی تھی تمام ضرورت کے سامان مہیا تھے- اور جو خدمتگار و کنیزین برامکہ کی تھین وہ سب اُنکے پاس تھین عبدالملک بن صالح جوان قیدیون پر نگران مقرر تھا وہ بھی بہت اچھی طرح سے پیش آتا تھا- تاہم جعفر مرحوم کے بعد جو مصیبت اس خاندان پر نازل ہوئی وہ قیامت سے کم نہ تھی- ہرون الرشید کے خوف سے برامکہ کی قرابت والے بھی اپنے رشتہ سے انکار کرتے جاتے تھے اور جن لوگونکو برامکہ کی دوستی کا دعوی تھا وہ دشمن ہوگئے تھے-

یحییٰ[2]- فضل- موسی- خالد کے علاوہ جو نوجوان اس خاندان کے گرفتار ہوے وہ حسب ذیل تھے

شجرہٴ قیدیان آل برمک

پسران جعفر بن یحییٰ	پسران فضل بن یحییٰ	پسران محمد بن یحییٰ	پسران خالد بن یحییٰ
۱ عبدالملک	۱ عاصی	۱ یحییٰ	۱ ابراہیم
۲ یحییٰ	۲ مزید	۲ جعفر	۲ مالک
۳ خالد	۳ خالد	۳ زید	۳ جعفر
	۴ معمر		۴ عمر
			۵ معمر

نوٹ [1] یحییٰ برمکی کی کنیزون مین دنانیر کا درجہ سب سے بڑھکر تھا- علاوہ کمال حسن و صباحت منظر کے علم موسیقی مین یکتائی فن تھی نظم و نثر، خوشنویسی، اور حساب مین ماہر تھی- موسیقی مین بذل- ابن جامع- ابراہیم- اسحق- حکم الوادی کی شاگرد تھی- اور ایک ایک راگنی کی تعلیم مین یحییٰ نے ہزارہا دینار صرف کیے تھے- ہرون الرشید اکثر دنانیر کے ذوق نغمہ و سرود مین یحییٰ کے گھر جایا کرتا تھا- موسیقی مین کتاب مجرد فی الاغانی اسکی تصنیفات سے مشہور ہے جعفر کے قتل کے بعد ہرون نے اس سے فرمایش کی کہ عود بجا کر کوئی چیز سناؤ تو اُسنے انکار کیا لیکن جب بہت اصرار ہوا تو درد انگیز لہجہ مین ایسے اشعار سنائے کہ تمام مجلس چیخ اُٹھی- اغانی جلد ۱۶ صفحہ ۱۳۶ [2] عقد الفرید جلد سوم صفحہ ۲۱-

لیکن علاوہ مذکورۂ بالا اشخاص کے جنکو کچھ بھی لگاؤ رشتہ داری یا ملازمت وغیرہ کا تھا۔ وہ سب گرفتار ہوگئے تھے۔ طبری[1] کی روایت ہی کہ جسوقت جعفر۔ فضل۔ اور محمد کے لڑکے ہرون الرشید کے سامنے پیش کیے گئے تو اسنے اِن سب کو قید سے رہا کردیا۔ اور بعض روایت سے محمد برمکی کی گرفتاری بھی پائی جاتی ہی مگر وہ حقیقت مین براے نام تھی کیونکہ طبری کا بھی یہی قول ہے کہ محمد برمکی اِن مصائب سے مستثنی رہا ہے۔ ان نوجوانون کی گرفتاری دیکھکر کوئی ایسا سخت دل نہ تھا جو برامکہ پر غم کے آنسو نہ بہاتا ہو۔ مگر یحییٰ کے صبر واستقلال مین کچھ بھی فرق نہ آیا تھا۔ مثل سچے اور پاک نفس مسلمانون کے وہ ہرون الرشید کے شدائد پر صبر کرتا تھا لوگ تعزیت سے اسکے غم کو ابھارتے تھے مگر وہ دو ایک غمناک کلمے کہکر چپ ہوجاتا تھا۔ اور مشیت ایزدی سے دم بخود تھا۔ ایوب[2] بن ہرون بن سلیمان بن علی نے یحییٰ کو تعزیت نامہ لکھا اُسکے جواب مین یحییٰ نے بجز اسکے اور کچھ نہین لکھا کہ "انا بقضاء اللہ راض وبالخیار منہ عالم ولا یؤخذ اللہ العباد الا بذنوبهم وما ربك بظلام للعبید وما یعفوا اللہ اکثر وللہ الحمد" محمد بن اسحق[3] راوی ہے کہ جب جعفر قتل ہوچکا تو لوگون نے یحییٰ سے کہا کہ "تمھارا پیارا بیٹا جعفر آج قتل کرڈالا گیا اور تمھارے مکان ویران کردیے گئے" یہ سُنکر کہا کہ "جسطرح جعفر قتل ہوا ہے ویسے ہی ہرون کا بیٹا بھی قتل ہوگا اور ایسے ہی اُسکے مکان بھی ویران اور برباد ہونگے (امین الرشید کے قتل ہونے پر یہ یحییٰ کی پیشین گوئی لوگون کو بہت یاد آتی تھی) جب ہرون الرشید نے یہ دلگداز کلمات سنے تو کہا "مجھے ڈر ہے کہ کہین ایسا ہی نہو

نوٹ [1] طبری کبیر صفحہ ۶۷۹ جلد سوم [2] طبری کبیر صفحہ ۶۸۵ جلد سوم [3] طبری صفحہ ۶۸۳ جلد سوم

کیونکہ یحیی جو کچھ کہتا ہے وہ صحیح ہوتا ہے" دہرون الرشید کا خیال تھا کہ وہ بڑا کامل نجومی ہے جو کچھ کہتا ہے نجوم کے موافق کہتا ہی) سہل بن ہرون راوی ہو کہ ہرون الرشید کا کمپ رقہ مین پڑا ہوا تھا۔ مین یحیی کے ہمراہ رکاب تھا کہ یکایک یحیی کو بیچین ہو کر نیند آگئی پھر چند سیکنڈ مین گھبرا کر اُٹھ بیٹھا اور مجھسے مخاطب ہو کر کہا کہ سہل! یہ کیا ہوا۔ خدا کی قسم میری حکومت اور عزت جاتی رہی" مین نے عرض کیا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہین؟ تب کہا یہ شعر کسنے پڑھا۔

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا	حجون سے لیکر صفا تک گویا کوئی کبھی دوستون مین تھا ہی نہین
انیس ولم یسمر بمکۃ سامر	اور گویا مکہ مین کبھی کسی نے قصّہ نہین کہا تھا۔
مین نے فی البدیہہ جواباً عرض کیا۔	
بلی نحن کنا اھلھا فابادنا	ہان ہم وہانکے رہنے والے ستھے۔
صروف اللیالی والجدود العواثر	لیکن ہمکو زمانہ کے انقلابات اور تقدیر نے مٹا دیا

یحیی چپ ہو رہا۔ لیکن جس روز یہ گفتگو ہوئی ہی اُسدن سے مین برابر دیکھتا رہا کہ دیکھیے کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہی چنانچہ تیسرا ہی دن تھا مین یحیی کے پاس بیٹھا ہوا لوگون کے عرائض پر حکم لکھ رہا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور یحیی پر گر پڑا۔ یحیی نے سر اُٹھا کر پوچھا کہ کمبخت

یحیی کا صبر اور استقلال

بتا تو سہی کیا خبر لایا ہے؟ اُسنے کہا کہ "امیر المؤمنین نے ابھی **جعفر** کو قتل کرا دیا ہے" جب وہ کہہ چکا تو مکرر پوچھا کہ ہان

نوٹ لہ عقد الفرید جلد سوم صفحہ ۲۱ مہ ابن خلکان مین لکھا ہے کہ سندی بن شاہک نے جعفر کو بعد قتل خواب مین دیکھا کہ وہ زرد کپڑے پہنے ہوے ہو اور مذکورۂ بالا ہر دو شعر پڑھ رہا ہے۔

فی الحقیقہ جعفر قتل ہوگیا اُسنے کہا ہان یہ سُنکر یحییٰ کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر گر پڑا اور کسی قسم کا تغیر نہین ہوا اور کہا کہ "قیامت بھی یکایک اسی طرح آویگی"

تعداد مال منضبطہ

جعفر کے قتل کے بعد ہی اگرچہ بغداد کو ہرثمہ روانہ کردیا گیا تھا کہ برامکہ کے مکانات اور مال و اسباب کو ضبط کرلے۔ لیکن اس ابتدائی حکم کے بعد بہت سختی سے اُسکا عملدرآمد ہوا۔ سہل بن ہرون کہتا ہے کہ برامکہ کے کل مال و اسباب و نقدی و جاگیرات کی ضبطی سے تین کرور چھ لاکھ چھتیر ہزار دینار وصول ہوے منجملہ اسکے ایک کرور بیس لاکھ کی رقم صرف آمدنی خراج کی تھی جو برامکہ کی جاگیرات سے وصول ہوکر داخل خزانہ ہوئی تھی۔

برامکہ کی مدح سرائی کی ممانعت

جب برامکہ کا تباہ شدہ قافلہ بغداد پہنچا تو ہرون الرشید نے مردون کو جیلخانہ **حبس زنادقہ** (منصور نے بنایا تھا) مین اور عورتون کو **دارالبانوقہ** مین (بانوقہ ہرون کی بہن کا نام تھا) قید کردیا۔ اور تمام ملک مین عام منادی کرادی کہ کوئی شخص برامکہ کی تعریف نکرے نہ اُنکے مرثیے لکھے ورنہ وہ تعزیر کا سزاوار ہوگا۔ لیکن ہرون الرشید کا یہ حکم محض فضول تھا۔ جعفر کا قتل کوئی معمولی بات نہ تھی۔ پبلک پر عموماً اور اعیان سلطنت پر خصوصاً جعفر کے قتل کا اثر ہوا تھا یہ ممکن ہے کہ طبقۂ امرا کو جعفر کے قتل سے کچھ نقصان نہ پہنچا ہو۔ لیکن عوام الناس کے واسطے

نوٹ [۱] بادنیٰ تغیر یہی روایت سلام الابرش کی ہے دیکھو کامل ابن اثیر ذکر تباہی برامکہ [۲] یہ روایت عقدالفرید سے لکھی ہے سکۂ انگریزی کے مطابق ۱۵ کرور ۳۳ لاکھ ۸۵ ہزار روپیہ ہوا۔

یہ واقعہ خدا کا ایک قہر تھا - ہزاروں - نہین - بلکہ لاکھوں ہی خاندان اُسکی فیاضی اور سلوک سے
امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے - جعفر کا مکان فقرا، علما، شعرا، اور مشائخ کا مرجع و مآب تھا -
جہان چند آدمی جمع ہوجاتے تھے اُسی جگہ برامکہ کا ذکر ہونے لگتا تھا - عوام جعفر و یحییٰ کے
حالات سننے کے اسقدر شائق تھے کہ راہ چلتے شعرا سے اُنکے مرثیے پڑھوا کر سُنتے تھے - اور اسکا
کچھ بھی خیال نتھا کہ بموجب احکام سلطنت ہم ملزم ہین - باوجود ممانعت کے شعرا نے جسقدر
آل برمک کے مرثیے لکھے ہین اُنکی تعداد اُن مرثیون سے کہین زیادہ ہے جو ایک اُولوالعزم
بادشاہ کے انتقال پر لکھے جاسکتے ہین - خلافت عباسیہ اور برامکہ کے شعرا نے جو مرثیے جعفر
مرحوم کے لکھے ہین اسکا انتخاب ذیل مین درج کیا جاتا ہے -

سیف بن ابراہیم[1]

ھوت انجم الجود وشلت یدالندی		برمکیونکے بعد فیاضی کا ستارہ ٹوٹ پڑا اور سخا دستکے ہاتھ لُنج ہوگئے
وغاضت بحور الجود بعد البرامك		اور بخشش کا دریا خشک ہوگیا -
ھوت انجم کانت لابناء برمك		خاندان برمک کے ستارے جن سے اونٹ
بھا یعرف الحادی طریق المسالك		چلانے والے راستہ پہچانتے تھے غروب ہوگئے -

ابونواس[2]

یا غائبًا فی الثری تبلی محاسنه		ای وہ شخص کہ خاک مین گم ہوگیا ہے اور لوگ اُسکی خوبیونکا وظیفہ پڑھتے ہین

شعر	ترجمہ
الله يوليك غفرانا و احسانا	خدا تجھکو مغفرت اور احسان عنایت کرے۔
ان كنت جرعت كاس الموت واحدة	اگر تو نے موت کا ایک پیالہ پیا ہے۔
في كل يوم اذوق الموت الوانا	تو ہم لوگ ہر روز طرح طرح کی موت چکھتے ہین۔

دعبل بن علی الخزاعی

شعر	ترجمہ
ولما رايت السيف جندل جعفرا	جب مین نے دیکھا کہ تلوار نے جعفر کو خاک پر گرا دیا
ونادى مناد للخليفة في يحيى	اور خلیفہ کے منادی نے یحیی کی نسبت اعلان کیا
بكيت على الدنيا وايقنت انما	مین دنیا پر رویا اور مجھکو یقین ہوگیا۔
قصارى الفتى فيها مفارقة الدنيا	کہ آدمی کا اخیر نتیجہ دنیا کو چھوڑنا ہے۔

رقاشی

شعر	ترجمہ
هل الخالون عن شجوي فناموا	جن لوگون کے دل غم سے خالی ہین وہ آرام سے سو رہے
وعيني لا يلائمها منام	لیکن میری آنکھون سے نیند کو انس ہی نہین ہوتا۔
وما سهري لاني مستهام	میری بیداری اسلیے نہین ہے کہ مین شیفتہ ہون۔
اذا ارق المحب المستهام	جبکہ عاشق شیفتہ بے خواب رہتا ہے۔
ولكن الحوادث ارقتني	البتہ مصیبتون نے مجھکو بیخواب کر رکھا ہے۔
فلي سهر اذا هجد النيام	تو جب اور لوگ سوتے رہتے ہین مین جاگتا رہتا ہون

اصبت بسادة كانوا نجوما	مجھکو اُن سردارون کے مرنیکی مصیبت پیش آئی
بهم نسقى اذا انقطع الغمام	جنسے ہملوگ سیراب ہوتے ہین جبکہ مینہ بند ہوجاتا ہے
على المعروف والدنيا جميعا	جب خاندان برمک نرہا تو
لدولة آل برمك السلام	دنیا اور بھلائی دونون کو سلام ہے۔
جزعت عليك يا فضل بن يحيى	اے فضل بن یحییٰ مین تیرے لیے روتا ہون۔
ومن يجزع عليك فلا يلام	اور جو تجھپر روئے وہ قابل ملامت نہین۔
فلم ار قبل قتلك يا ابن يحيى	تیرے قتل سے پہلے مین نے ای یحییٰ کے بیٹے
حساما فله السيف الحسام	یہ نہین دیکھا تھا کہ تلوار تلوار کو کاٹے۔
أ اللهو بعدكم واقر عينا	کیا مین تملوگونکے بعد کھیل کود سکتا ہون اور میری آنکھین ٹھنڈی ہو سکتی ہین
على اللهو بعدكم حرام	تمہارے بعد مجھپر کھیل کود حرام ہے۔
وكيف يطيب لي عيش وفضل	کیا میری زندگی پر لطف ہو سکتی ہے۔
اسير دونه البلد الشآم	جبکہ ایسے منحوس شہر مین فضل قید ہے۔
وجعفر ثاويا بالجسر أبلت	اور جعفر پل پر پڑا ہوا ہے جسکی خوبیون کو
محاسنه السمائم والقتام	گرد اور لون نے مٹا دیا ہے۔
اقول وقمت منتصبا لديه	مین اُسکو (لاشہ) کے پاس سر وقد کھڑا ہوکر کہتا رہا
الى ان كاد يفضحني القيام	یہانتک کہ قریب تھا کہ میری فضیحتی ہو۔
اما والله لولا خوف واش	کہ واللہ اگر چغل خور اور خلیفہ کی
وعين للخليفة لا تنام	آنکھون کا ڈر نہوتا جو کبھی سوتی نہین۔

لطفنا حول جذعك واستلمنا	تو مین تیری سولی کے گرد طواف کرتا-
كما للناس بالحجر استلام	اور بوسہ دیتا جسطرح حجر اسود کو لوگ بوسہ دیتے ہین

طبری اور اغانی مین جعفر مرحوم کے جسقدر مرثیے لکھے ہین اُنکے انتخاب کے واسطے بھی البرامکہ کی وسعت کافی نہین ہے لہذا مذکورہ بالا اشعار پر اکتفا کیا جاتا ہے- یون تو اپنے اپنے رنگ پر ہر ایک شاعر نے جعفر کے مرثیے خوب لکھے ہین لیکن ان سب مین رقاشی کا مرثیہ نہایت دلکش ہے کیونکہ اس شاعر نے اپنے سچے جوش اور دلی ذوق سے لکھا ہے ایک مؤرخ لکھتا ہی کہ جس مقام پر جعفر کا سر آویزان تھا- رقاشی وہان بیٹھ کر پہرون رویا کرتا تھا اور جیسا کہ اُسنے اخیر شعر مین لکھا ہے فی الحقیقہ جعفر کے سر کے گرد طواف کیا کرتا تھا- اور جب ان اشعار پر پہنچتا تھا تو اُسکو سخت رقت ہوتی تھی اور چونکہ سلطنت نے برامکہ کی مدح سرائی کو قانوناً جرم قرار دیا تھا- اسوجہ سے رقاشی علی رؤس الاشہاد نہ تو مرثیہ پڑھ سکتا تھا- نہ اُس مرحوم کا ماتم کر سکتا تھا- لیکن جعفر کے عام احسانات رقاشی پر اسقدر تھے کہ اُسنے بلا خوف مواخذہ قانونی کے خفیہ طور پر جعفر کا مرثیہ لکھ ڈالا اور اسکا کچھ بھی خیال نہین کیا کہ مثل دیگر شعرا کے مین بھی قتل کر دیا جاؤنگا-

اغانی[1] کی روایت ہے کہ جب مخبرون نے ہرون الرشید سے رقاشی کے حال کی اطلاع کی تو اُسنے رقاشی کو دربار مین بُلایا اور مخاطب کر کے کہا کہ اے رقاشی! کیا تو نے میرا حکم نہین سُنا ہے کہ کوئی شاعر جعفر کا مرثیہ نہ لکھے اور نہ برامکہ کی مدح سرائی کرے- پھر تجھے کس چیز نے

نوٹ [1] اغانی علامہ اصفہانی صفحہ ۳۵-۳۶ جلد ۱۵-

جعفر کے مرثیہ لکھنے پر جرأت دلائی ہے ؟ رقاشی نے عرض کیا کہ امیرالمومنین جعفر کی سرکار سے مجھکو ایک ہزار دینار سالانہ وظیفہ ملتا تھا اسکے علاوہ جعفر کے احسانات مجھپر اسقدر ہین کہ جس سے مین مجبور ہوا" جب رشید نے یہ مرثیہ سُنا تو اُسکا بھی دل بھر آیا اور حکم دیدیا کہ جب تک رقاشی زندہ رہے اُسکو دو ہزار دینار سالانہ وظیفہ ملا کرے" حقیقت مین رقاشی بڑا خوش نصیب تھا کہ وہ زندہ بچ گیا۔ ورنہ یہ وہ زمانہ تھا کہ **مارشل لا** جاری تھا۔ جسنے برامکہ کا ذکر کیا وہ مارا گیا۔ اگر خوبی قسمت سے زندہ رہجاتا تو جیلخانہ کی سختیان ضرور اُٹھاتا۔ جسکی تائید مین یہ دو نظیرین کافی ہین۔

(۱) ابراہیم بن عثمان بن نہیک کا قتل

طبری[۱] کی روایت ہے کہ بعد قتل جعفر کے ابراہیم بن عثمان بن نہیک برامکہ کا ذکر کر کے اُنکے حال پر رو دیا کرتا تھا۔ بلکہ روتے روتے اُنکی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ جعفر کا قصاص مانگنے لگتا تھا اور جب نبیذ پیکر کنیزون کے ساتھ مجلس عیش مین بیٹھتا تو تلوار ہاتھ مین لیکر کہتا تھا "واجعفراہٗ واسیداہٗ ! ہائے جعفر ہائے میرے سردار مین تیرے قاتل کو ضرور قتل کرونگا اور تیرے خون کا معوض لونگا" جب ابراہیم مین یہ جوش انتقام بڑھگیا تو ابراہیم کے بیٹے نے رشید سے جا کر اطلاع کر دی۔ رشید نے ابراہیم کو بُلایا اور اُسے خوب نبیذ پلائی۔ اور جب ابراہیم نشہ مین متوالا ہو گیا تو رشید نے ابراہیم سے کہا کہ "مین جعفر کو قتل کر کے نادم ہون۔ بلکہ یہی جی چاہتا ہے کہ بغداد سے چلا جاؤن۔ اور جعفر کے غم مین مجھے نیند حرام ہو رہی ہے" بقول شخصی دیوانہ

نوٹ [۱] طبری کبیر صفحہ ۶۹۹ جلد سوم و کامل اثیر صفحہ ۱۷ جلد ۶ و ابن خلدون۔

ہوئے بس ست"۔ رشید کی باتین سُنتے ہی ابراہیم رونے لگا اور اُسکے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر رشید سے کہنے لگا کہ "اے ابوالفضل! خدا تجھپر رحم کرے خدا کی قسم تونے بڑی غلطی کی ہے اب دنیا مین جعفر کا مثل کہان مل سکتا ہے"۔ یہ سنکر رشید جھلا اُٹھا اور ابراہیم سے کہا "چل اُٹھ کھڑا ہو ملعون"۔ دو قدم اُٹھکر چلا تھا کہ پیچھے سے اُسکے بیٹے نے تلوار کا ایک ہاتھ لگایا۔ جسکے صدمہ سے جانبر نہو سکا اور چند ہی راتون مین اُنتقال کر گیا۔

(۲) انس بن ابی شیخ کا قتل

دوسرا[۱] واقعہ انس بن ابی شیخ کا ہے (خالد الخداء المحدث کا بھتیجا تھا) زبیر بن بکار بروایت جعفر بن الحسین کہتا ہے کہ جعفر کے قتل کی صبح کو خلیفہ ہرون الرشید اور انس سے کچھ گفتگو ہوئی اور اُسی روز اُسکو قتل کر دیا۔ اور ابن قتیبہ کا قول ہے کہ انس جعفر کی دوستی مین سولی دیا گیا اور یہ شخص زندیق بھی تھا۔[۲]

آل برمک کا بغداد مین قید ہونا۔ اور مصائب اُٹھانا۔ یحیی کا ہرون الرشید سے رہائی کی درخواست کرنا۔ اور نامنظور ہونا۔ مع دیگر واقعات

جعفر کا غم سب سے زیادہ فضل برمکی کو تھا۔ اور اپنے عزیز بھائی کے فراق مین کسی وقت اُسکو آہ وزاری سے فرصت نہ تھی۔ خالد بن عثمان فضل کا ایک مصاحب راوی ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد فضل کا کھانا، پینا، بالکل چھوٹ گیا تھا اور یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اسی حالت مین دنیا سے

نوٹ [۱] طبری کبیر صفحہ ۶۸۱ و کتاب المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۳۰ [۲] طبری نے اس واقعہ کے ذیل مین یہ شعر بھی لکھا ہے ؎ تلمظ السیف من شوق الی انس + فالسیف یلحظ والاقدار تنتظر۔

رخصت ہوں۔ جب ہرون نے یہ حال سُنا تو رات کے وقت فضل کے پاس گیا اور جب فضل نے ہرون کو آتے ہوے دیکھا تو واسطے تعظیم کے کھڑا ہو گیا۔ اور ہرون کو سلام کر کے بیساختہ رونے لگا۔ ہرون نے فضل کو مخاطب کر کے کہا کہ جعفر کے قتل کا تمکو اسقدر افسوس کیوں ہے؟ وہ تو فاسق اور بدکردار آدمی تھا۔ تمسے اُسکو دلی رنج تھا۔ کیونکہ مجھے اکثر جعفر نے اسپر آمادہ کیا تھا کہ مین تمکو مضرت پہنچاؤن علاوہ برین تمہاری مان اور ہے اور جعفر کی مان اور۔" ہرون کی تقریر سُنکر فضل سے ضبط نہو سکا اور رونے لگا۔ تب ہرون نے گلے لگا لیا۔ اور جو چادر اوڑھے تھا وہ فضل کو اوڑھا دی پھر کھانا منگایا اور قسمین دلا کر کسی قدر کھلایا اور پھر فضل سے کہا کہ تم جعفر کا غم نہ کرو وہ تمسے نہ صرف عداوت ہی رکھتا تھا بلکہ تمکو معزول کرنا چاہتا تھا۔" فضل نے جواب دیا کہ "مین نے مانا جعفر ایسا ہی تھا۔ لیکن اُسکا قصور ایسا نتھا جسپر امیرالمومنین نے قتل کر دیا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اب جعفر جیسا وزیر آپ کو میسر نہین آسکتا ہے اور وہ بیگناہ قتل کیا گیا ہی جب اُسکے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا تو مین نہین کہہ سکتا ہون یحیی اور نیز میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا"۔ فضل کی تقریر سُنکر ہرون چپ ہو رہا اور خفا ہو کر چلا گیا بعد ازان ان قیدیونپر جو سختی کی گئی ہے وہ ناقابل بیان[1] ہے۔

ہرون اور فضل کی گفتگو

جیلخانہ مین فضل پر تشدد

ابوالحسن احمد بن حسین (عدالت مین محرر تھا) راوی ہے کہ ایکدن مسرور نے چند غلامون کو طلب کیا اور انکو جیلخانہ

نوٹ [1] تاریخ ضیا برنی و ابن خلکان سے یہ واقعہ لکھا گیا ہے۔

روانہ کیا۔ اور پھر چند غلام اپنے ساتھ لیکر خود روانہ ہوا۔ مندیل سر پر بندھی ہوئی تھی۔ اور ایک تازیانہ ہاتھ مین تھا۔ مین سمجھ گیا کہ فضل کو سزا دینے جاتا ہے۔ ضرورتاً مین بھی چلا اور مسرور کو سلام کیا۔ مجھے دیکھکر کہنے لگا کہ تم بھی چلو دیکھو تو آج فضل کے ساتھ کیا کرتا ہون؟ یہ سنکر میرے ہوش جاتے رہے۔ کیونکہ مین فضل کا پروردہ تھا اور ہر روز دو مرتبہ جیلخانہ مین جاکر دیکھ آتا تھا مسرور نے جیلخانہ مین پہنچکر فضل کو بُلایا۔ اور نہایت حقارت آمیز کلمات سے مخاطب ہوا۔ فضل نے کہا کہ "مسرور ہمپر یہ عتاب کیون ہے" جواب دیا کہ امیر المومنین نے مجھکو حکم دیا ہی کہ مین تمھارے مال و دولت کی تصدیق کرون کہ کسقدر رہے اور جو کچھ ہے وہ پیش کیا جاے کیونکہ امیر المومنین کو روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ اگر صحیح صحیح نہ بتاؤگے تو دوسَو تازیانے لگائے جاینگے" فضل نے کہا "اے مسرور تو خدا سے نہین ڈرتا ہے کہ مین تجھے اُسکے قہر سے آگاہ کرون۔ جو تجھے حکم ہے اُسکو پورا کر البتہ اسقدر التجا ہے کہ کوڑے کی آواز یحیی کے کانون تک نہ پہنچے ورنہ اُسکے دل پر سخت صدمہ پہنچیگا۔ دوسرے یہ کہ امیر المومنین سے کہدینا کہ ہمارے پاس جو دولت تھی وہ سب خرچ ہوچکی ہے۔ بلکہ اس ایثار و کرم سے امیر المومنین رضامند تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ تمپر خدا کی رحمت ہو کیا اچھی زندگی بسر کرتے ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ نہ ہمنے چوری کی ہے نہ خیانت۔ جو مال تھا وہ سب فی سبیل اللہ صرف ہوچکا ہے اور مسرور! تو خوب جانتا ہے کہ ہم اپنی عزت کو مال سے بچاتے ہین۔ اور جان تو مال سے کہین زیادہ عزیز ہے۔ بجاے ایک کوڑا کھانیکے جان دیدینا آسان ہے" مسرور نے فضل کی باتین سُنین تو غصہ سے آگ ہوگیا اور چارون غلامون کو جو اُسکے ہمراہ تھے حکم دے دیا کہ فی نفر

سزائے تازیانہ فضل برمکی

پچاس پچاس کوڑے فضل کی پیٹھ پر ماریں چنانچہ اُن ظالموں نے نہایت بیدردی سے مسرور کا حکم پورا کیا۔ شدت ضرب سے فضل بیہوش ہوگیا تھا۔ جب مسرور چلا گیا تو مین نے فضل کا سر گود مین لے لیا۔ تھوڑی دیر مین فضل نے آنکھ کھولی۔ مین نے تسلّی دی اور کہا کہ ہرون الرشید پر خدا کی لعنت ہو جسنے تمکو صدمہ پہنچایا ہے۔ فضل نے کہا کہ "اسکی جوابدہی قیامت مین ہوگی" اور مجھے حکم دیا کہ ایک ہوشیار جرّاح کو لاؤ کیونکہ میرے جسم کا اکثر حصّہ پھٹ گیا ہے اور زخمون کی تو کوئی انتہا نہین ہے۔ مین نے جرّاح کو حاضر کر دیا اور علاج شروع ہوگیا۔ جب یحیےٰ کو فضل کی خبر ہوئی تو خودکشی پر آمادہ ہوگیا۔ لیکن گارد متعینہ جیل نے اُسکو اس ارادہ سے روکا۔ جسوقت بغداد مین یہ خبر مشتہر ہوئی ہے اُسوقت لوگون کا بُرا حال تھا۔ مگر ہرون کے خوف سے سب دم بخود تھے۔ مین روزانہ مزاج پُرسی کو جایا کرتا تھا۔ چنانچہ چند روز مین فضل کو صحت ہوگئی غسل صحت کے دن ایک دوست سے قرض لیکر بیس ہزار دینار اُس جرّاح کو انعام دیے اور مجھسے کہا کہ

فضل کی ایک تقریر

برادر من! دیکھتے ہو ہرون نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ میرے باپ نے ہرون پر بہت کچھ احسان کیے ہین خلیفہ ہادی ہرون کے قتل پر تلا ہوا تھا۔ صرف میرے باپ کی سعی کا نتیجہ ہے کہ وہ زندہ رہا اور ہماری ہی کوشش سے ہرون کو تخت سلطنت پر بیٹھنا نصیب ہوا ہے۔ میری مان کا اُسنے دودھ پیا ہے اور جسقدر ممالک فتح ہوے ہین وہ ہماری ہی جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ جو خدمت ہمارے سپرد تھی اُسمین اور نیز جاگیرات مین ہمنے کوئی خیانت نہین کی ہے نہ کبھی بدخواہی کا خیال ہمارے دل مین آیا ہے

ہمارے ساتھ ہٰرون نے بڑے بڑے وعدے اور عہدنامہ کیے ہین لیکن افسوس ہے کہ اسوقت اُسنے سب کو بھلا دیا ہے مال کے حیلے سے ہمکو قید کر دیا ہے۔ نہ اُسکو خدا کا خوف ہے، نہ لوگون سے شرم ہے کہ آخر اس ظلم کو دیکھکر خلق خدا مجکو کیا کہے گی ہٰرون الرشید کی بیوفائی اور عہدشکنی مسلمانون کو یاد رہیگی اور ہم تو اب چند روز کے مہمان ہین۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ہمارے بعد ہٰرون کو بھی بقا نہین ہے۔" ابن خلکان کی روایت ہے کہ زمانۂ قید مین فضل یہ اشعار پڑھا کرتا تھا۔

الی الله فیما نالنا نرفع الشکوی[1]	جو مصیبت ہمپر پڑی ہم اُسکا شکوہ خدا سے کرتے ہین
ففی یده کشف المضرة والبلوی	کیونکہ اُسی کے ہاتھ مین تکلیف اور مصیبت کا دفع کرنا ہے
خرجنا من الدنیا ونحن من اھلھا	ہم دنیا سے خارج ہوگئے حالانکہ ہم ابھی تک دنیا ہی مین ہین
فلا نحن فی الاموات فیھا ولا الاحیا	سو ہم نہ زندہ ہین نہ مردہ۔

مذکورۂ بالا واقعہ کے بعد خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کا یہ شعر ہمکو یاد آتا ہے۔

ماجرا ہوگا ہمارا عبرت اورون کے لیے
جیت جائینگے بہت سنکر ہماری داستان

باپ کی اطاعت

باپ اور بیٹے مین جو فطرتی محبت ہوتی ہے وہ ظاہر ہی لیکن فضل کو یحیی[2] کے ساتھ جو محبت تھی وہ اس واقعہ سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے

نوٹ [1] علامہ ابن خلکان تحریر فرماتے ہین کہ اسمین اختلاف ہے کہ یہ اشعار ابو العتاہیہ کے ہین یا صالح بن عبد القدوس کے جب وہ بحکم مہدی عباسی بالزام زندقہ قید تھا۔ لیکن دیوان ابو العتاہیہ کا جزو اول (فی الزہدیات) ہمارے سامنے ہے اسمین یہ اشعار درج ہین۔ مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۰۔ [2] حیات الحیوان دمیری صفحہ ۶۵ جلد ۲ و ابن خلکان صفحہ ۵۲۰

یحیی کو زمانۂ قید مین بواسیر کا عارضہ تھا اور اُس زمانہ مین جاڑا شدت سے پڑتا تھا۔ قیدیون کو بجاے گرم پانی کے سرد دیا جاتا تھا۔ یحیی کو بھی مجبورًا اُسی سرد پانی سے وضو کرنا پڑتا تھا جب فضل نے دیکھا کہ یحیی کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تو اُسنے یہ ترکیب نکالی کہ آفتابہ قندیل کے پاس رکھدیتا تھا۔ صبح کی نماز تک حدت قندیل سے پانی مین گرمی آجاتی تھی یحیی اُس پانی سے وضو کرتا تھا۔ یحیی نے جب اپنے بیٹے کی یہ خدمت دیکھی تو بہت خوش ہوا۔ اور دعائین دینے لگا جب داروغہ جیل کو یہ حال معلوم ہوگیا تو اُس کمبخت نے قندیل کمرے سے علٰحدہ کرادی۔ تب فضل نے یہ تدبیر کی کہ ابتداے شب سے آفتابہ کو اپنے پیٹ مین لگا لیتا تھا۔ چنانچہ بمقابلہ سرد پانی کے کسی قدر گرمی آجاتی تھی۔ اس حال کو دیکھکر آخر کار داروغہ کو بھی رحم آگیا اور سزائین بند کردین۔

قید مین سب سے زیادہ سختی فضل برمکی پر تھی اور اُسکی ایذا دہی کے واسطے ہرون الرشید طرح طرح کی فکرین کرتا تھا۔ یحیی برمکی اگرچہ بسبب ضعیفی کے قید کی سزاؤن سے مستثنیٰ تھا تاہم فضل کی تکلیفین دیکھکر وہ بیچین ہوجاتا تھا۔ جب ہرون الرشید فضل کے صبر و استقلال کا امتحان کرچکا اور جہانتک ممکن ہوا اُسکو سزا بھی دیچکا۔ تب یحیی کو ستانا شروع کیا۔

عبدالملک بن صالح کی گرفتاری بالزام بغاوت

اور ایک دوسرا حیلہ نکال کر فضل کے قتل کی دھمکی دی۔ لیکن یحیی نے کچھ اسکی پروانہ کی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسی زمانہ مین عبدالرحمٰن عباسی نے اپنے باپ عبدالملک

واقعات ۱۸۷ھ

نوٹ سلہ یہ واقعہ حسب ذیل تواریخ سے ماخوذ ہے کامل اثیر صفحہ ۹۵ جلد ۶۔ تاریخ ضیاء برنی صفحہ ۱۳۴۔ طبری کبیر صفحہ ۶۹۲ جلد ۳۔ ابن خلدون جلد ۳

ابن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی) کی ہرون الرشید سے شکایت کی کہ وہ خلافت
کا دعوی دار ہے اور امیر المؤمنین کو معزول کرنا چاہتا ہے اور اپنی تائید مین قمامہ کاتب
کو پیش کر دیا۔ یہ بغاوت انگیز خبر سنکر ہرون سے ضبط نہو سکا اور فورًا عبدالملک کو گرفتار کرکے
فضل بن ربیع کے سپرد کر دیا کہ تم اسکو اپنی قید مین رکھو۔ چنانچہ زمانۂ قید مین ایکدن عبدالملک
کو اپنے سامنے طلب کیا اور نہایت غصّہ ہو کر کہا کہ "عبدالملک اِتمنے نا سپاسی کی۔ اور ہماری
بخشش و احسانات کے منکر ہوے"۔ عبدالملک نے نہایت فصاحت سے تقریر شروع کی
اور عرض کیا کہ "مجھے تو آپ کی اطاعت فرض ہے۔ کیونکہ آپ خلیفۂ رسول اللہ اور حامی دین ہین
لیکن جو کچھ آپ فرماتے ہین اسکی کچھ بھی اصلیت نہین ہے یہ سارا فساد ہمارے حاسدونکا
ہے اور انھین اسکی کچھ بھی خبر نہین ہے کہ باعتبار قرابت کے مجھے امیر المؤمنین سے کسقدر
تعلق ہے"۔ ہرون نے کہا "نہین یہ بالکل غلط ہے۔ جیسا تم زبان سے کہتے ہو ویسا دل سے
کرنا نہین چاہتے ہو۔ خود قمامہ نے جو تمھارا کاتب ہے تمھاری بدنیتی اور مخالفت کی مجھسے
اطلاع کی ہے ذرا اُسکی بھی تقریر سُنو"۔ چنانچہ قمامہ فورًا حاضر کیا گیا۔ ہرون نے کہا کہ "بلا خوف و خطر
جو کچھ جانتے ہو بیان کرو"۔ قمامہ نے کہا کہ عبدالملک جو امیر المؤمنین کے سامنے حاضر ہے
وہ نقض بیعت پر آمادہ ہے اور بغاوت کیا چاہتا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ "امیر المؤمنین!
قمامہ تو جھوٹا ہے۔ جبکہ وہ میرے سامنے تہمت لگا رہا ہے تو میرے پیچھے وہ ضرور جھوٹ بولتا
ہوگا۔ ایسے شخص کی باتونکا مجھے کیونکر یقین آسکتا ہے۔ ہرون نے کہا مین نے مانا قمامہ جھوٹ
بولتا ہے لیکن عبدالرحمن بھی تمھاری مفسدانہ کارروائیون کی خبر دیتا ہے اگر کہو تو وہ بھی

پیش کیا جاے اور ہمارے نزدیک ان ڈوگواہون سے زیادہ اور کیا سچی شہادت ہوسکتی ہے" جب عبدالملک نے عبدالرحمن کا نام سنا تو کہا "امیرالمومنین! وہ تو مامور ہوا اسلیے وہ معذور ہوا اور اُسکی بات کا یون بھی مجھے اعتبار نہین ہے کیونکہ خداوند تعالی فرماتا ہے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ عبدالرحمن گو میراہی بیٹا ہے لیکن جبکہ وہ باغی ہوگیا تو پھر ایسی نافرمان اولاد کی باتون کا یقین نہین ہوسکتا" یہ سُنکر رشید اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا معاملہ کی اصلیت تو مجھپر کھُل گئی ہے مگر اس معاملہ مین مجھے عجلت منظور نہین ہے مین خدا کو حکم قرار دیتا ہون۔ عبدالملک نے کہا مین بھی رضامند ہون۔ خدا میرا حکم ہے اور امیرالمومنین حاکم ہین۔ کیونکہ مین جانتا ہون امیرالمومنین خدا کی رضامندی پر اپنی خواہشات نفسانی کو ترجیح نہ دینگے" اس گفتگو کے بعد عبدالملک کو پھر قید مین بھیجدیا اور بعد چند روز کے دوبارا اپنے سامنے بلاکر ایکدن پھر سمجھایا عبدالملک نے کہا کہ "امیرالمومنین خدا سے خوف کیجیے بجاے شکرگزاری کے خدا کی نعمتون کی ناشکری نہ کیجیے۔ آپ کے قیام سلطنت کیواسطے جو کوششین مین نے کین ہین ذرا اُسپر خیال فرمائیے" لیکن ہٰرون الرشید نے کچھ خیال نہین کیا اور کہا کہ اگر بنی ہاشم پر رحم کرنے کی میری عادت نہوتی تو مین ضرور تجکو قتل کردیتا۔ کیونکہ بغاوت کے تمام سامان مین اپنی آنکھون سے دیکھ رہا ہون۔ بعدہٗ مسرور کو یحیی[1] کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا۔ مین نے سُنا ہے کہ تو اسکی کوشش کر رہا ہے کہ عبدالملک بن صالح تخت خلافت پر بیٹھے۔ اور مین محروم کیا جاؤن۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ عبدالملک جسقدر تمھاری عزت کرتا ہے

نوٹ [1] عبدالملک ہٰرون الرشید کی زمانہ تک برابر قید رہا۔ امین الرشید نے تخت سلطنت پر بیٹھکر قید سے رہا کیا۔ اور شام کا گورنر مقرر کردیا۔

ویسی میری نہین کرتا ہے۔ اگر اصلی حالات ظاہر کرو تو مین فوراً تمکو قید سے چھوڑ دونگا اور پھر اُسی اعزاز پر پہنچا دونگا۔" یحیی نے جب یہ پیام سُنا تو مسرور سے کہا "میرا خدا گواہ ہے اگر مین اسمین شریک ہون مجھپر یہ محض بہتان ہے۔ ہان اگر خلیفہ کو یہ منظور ہے کہ معاملات سلطنت مین خیانت کا الزام لگا کر مجھے بدنام کرے۔ اور لوگونپر یہ ظاہر کرے کہ جو سزا دیجاتی ہے وہ حق بجانب ہے تو ایسی حیلہ سازی کی میرے قتل کیواسطے حاجت نہین۔ کیونکہ نہ صرف علام الغیوب بلکہ ساری خدائی جانتی ہے کہ ہملوگ بیگناہ ہین لیکن اگر وہ قتل کرنا چاہتا ہے تو ہمکو قتل کردے تاکہ اُسکا بھی دلی بخار نکلجاے اور ہم بھی اس مصیبت سے چھوٹ جائین اب رہی یہ بات کہ مین عبدالملک کی محبت کا دم بھرتا ہون اور اُسکی عزت کرتا ہون۔ یہ امر بلحاظ تقدس دینی کے ہے۔ اسکو کسی دنیاوی معاملہ سے تعلق نہین۔ اور سچ یہ ہو کہ عبدالملک مین ادب، شرم، وحیا، پارسائی، دیانت اور عقل وفہم سب عباسیون سے بڑھکر ہے نعوذ باللہ ایسے نفس زکیہ کو حکمرانی کی آرزو کیونکر ہوسکتی ہے؟ اور اسکی تصدیق خود عبدالملک سے ہوسکتی ہے اُسوقت ہرون الرشید کو میری سچائی کا حال معلوم ہوجائیگا۔" چنانچہ مسرور نے یحیی کا جواب ہرون الرشید کو جا سُنایا۔ ہرون نے یہ پیام سُنکر کہا کہ جو کچھ یحیی نے کہا ہو وہ بالکل غلط ہو مین تحقیق کر چکا ہون عبدالملک کے واسطے بیعت ہو چکی ہے۔ یحیی سے دوبارہ جا کہ کہو کہ اگر صحیح صحیح حالات ظاہر کردوگے تو اس قید سے چھوٹ جاؤ گے۔ ورنہ فضل کے قتل کا حکم صادر ہو چکا ہے۔" اور فضل کے قتل کی دھمکی اسوجہ سے دیگئی تھی کہ یحیی کو فضل سب سے زیادہ عزیز تھا لیکن مسرور کو درپردہ یہ حکم تھا کہ فضل کو یحیی سے الگ کر کے دوسری جگہ چند روز تک قید رکھے

کیونکہ فضل کے فراق کی طاقت یحیی مین نہین ہے وہ ضرور عبدالملک کی بیعت کا حال کہدیگا۔ چنانچہ جب مسرور نے یحیی سے دوبارہ جاکر کہا تو یحیی رونے لگا۔ اور کہا کہ اے مسرور مجھے اس بیعت کی کچھ بھی خبر نہین ہے۔ بفرض محال اگر میرا گناہ بھی ہے تو مستحق سزا کا مین ہون۔ غریب فضل نے کیا کیا ہے کہ وہ قتل کیا جاتا ہے؟ خداوند تعالی ایسا مکابرہ پسند نہین کرتا اور وہ جبار منتقم ہے ضرور اس ظلم کا بدلا لیگا۔ مسرور نے جواب دیا کہ آپ ہرون الرشید کی نازک مزاجی سے واقف ہین جو اُسنے حکم دیا ہے اگر مین اُسکی حکم کی تعمیل نکرون تو مجھے مع اہل و عیال قتل کرڈالیگا۔ یہ کہکر فضل کا ہاتھ پکڑ لیا اور لے چلا اُسوقت یحیی کی حالت قابل رحم تھی۔ آنسوؤنکا دریا جاری تھا۔ یحیی نے رخصت کے وقت فضل کو دعا دی۔ مسرور کی روایت ہے کہ جب مین فضل کو باہر لے آیا تو ایک گوشہ مین لیجاکر اُسکے کپڑے اوتروالیے۔ اور بجز ایک شلوار کے اُسکے پاس کچھ نرہا اُسوقت فضل نے کہا کہ اے مسرور ہرون الرشید سے میرا ایک پیام کہدینا اور وہ یہ ہے کہ جو معاہدے تمنے کیے تھے وہ سب شکست کردیے۔ اب بجز بچّون اور عورتون کے کوئی نہین ہے۔ جیسا برتاؤ تو اُنسے کریگا ویسا ہی لوگ تیرے ساتھ کرینگے۔ مسرور نے فضل کی آنکھو نپر پٹی باندھدی لیکن تھوڑی دیر بعد پھر کھولدی۔ اور کہا کہ میرا جی نہین چاہتا ہے کہ مین تجھ ایسے نوجوان کو قتل کرون۔ اب مین پھر جاتا ہون۔ خلیفہ سے عرض کرونگا۔ فضل نے کہا افسوس جسقدر آج تو مجھپر مہربان ہے۔ کاش جعفر مرحوم کے ساتھ ایسی شفقت کی ہوتی۔ کیونکہ جعفر نے کسی قسم کی بدسلوکی تجھسے نہین کی تھی۔ چنانچہ مسرور نے تین دن تک یحیی سے فضل کو الگ رکھا

جب کچھ نہ معلوم ہوا تو مجبوراً پھر یحیی کے پاس بھیجدیا۔ اور مسرور نے بھی سفارش کی کہ فضل عالم اور پارسا ہے اُسکو عبد الملک کی بیعت کا کچھ علم نہین ہو ورنہ وہ ضرور بیان کر دیتا چنانچہ ہرون نے بھی اُسکی سچائی کا اسطرح پر تجربہ کیا کہ فضل سے پوچھا کہ قیدمین تمھارے ساتھ کس کس شخص نے سلوک کیا ہو۔ فضل نے صاف کہدیا کہ یحیی ابن معاذ اور محمد بن عباس نے میری ہر طرح مدد کی ہے چنانچہ ہرون نے بھی معاذ سے دریافت کیا تو اُسنے بھی تصدیق کی ہرون نے باوجود عداوت برامکہ کے یحیی کی وفاداری پر تحسین کی۔ لیکن محمد بن عباس نے چونکہ انکار کر دیا تھا۔ لہذا اُسکو چار مہینے کے واسطے قید کر دیا۔

ہرون الرشید کے حکم سے قدم قدم پر مخبر اور جاسوس بیٹھے ہوے تھے۔ جو شخص برامکہ کی خدمت کرتا یا مالی امداد پہنچاتا فوراً اسکی اطلاع کیجاتی تھی مگر وہ لوگ جنکو برامکہ سے فائدہ پہنچا تھا بلا خوف وخطر جیل مین جاکر یحیی وغیرہ سے ملتے اور جسقدر ممکن تھا اُنکی مدد کرتے تھے۔

یحیی برمکی کا خط بنام خلیفہ ہرون الرشید

سیار[1] بن معروف راوی ہو کہ جب زمانہ قیدمین یحیی برمکی پر سختی ہونے لگی۔ اور پاؤن کی بیڑیان معمولی مقدار سے بھاری کر دی گئین اُسوقت یحیی نے ہرون کو ایک خط لکھا جسکا مضمون یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط یحیی کیطرف سے امیر المومنین ہرون الرشید کے نام ہو جو تمام مسلمانون کا امام اور رسول اللہ صلعم کا جانشین ہے۔ یحیی گنہگار رہے اور اُسکو اپنے گناہون کا اقرار ہے لیکن پھر بھی وہ

نوٹ [1] عقد الفرید جلد سوم صفحہ ۲۴-۱ علام الناس صفحہ ۱۶۲- تاریخ ضیا برنی صفحہ ۱۶۶

امیرالمؤمنین کی مہربانیون کا امیدوار ہے - کیونکہ جب سے امیرالمومنین نے اپنی مہربانی کی نظر پھیر لی ہے اُسوقت سے تمام بلائین اُسپر ٹوٹ پڑی ہین - راحت محنت سے تبدیل ہوگئی ہو اور نیند کے بعد آنکھون نے شب بیداری کا سُرمہ لگا لیا ہے - بجاے جگمگاتے ہوے عالیشان محلون کے تنگ وتاریک زندان مین گرفتار ہے - اب مرتے دم تک اُسکو بجز غم کھانیکے اور کوئی کام نہین ہے - اُسکی مصیبت کا ایک ایک دن سال کے برابر ہے اور جورات کہ رنج وغم مین کٹتی ہو وہ درازی مین روز قیامت کے ہم پلہ ہے - موت اُسکے سامنے ہردم کھڑی رہتی ہو اب وہ مرنے پر آمادہ ہو - ای موت! کاش تو اپنے وقت سے پہلے آجاتی اور قید حیات سے چھڑا دیتی امیرالمؤمنین مجھے اسکا افسوس نہین ہو کہ مین آپ کی فیاضیون سے محروم ہون - بلکہ دلی صدمہ یہ ہے کہ آپ سے دور ہون - امیرالمؤمنین! خدا گواہ ہے اگر مین جھوٹ کہتا ہون - مجھے اپنی عزت اور مال واسباب کے تلف ہونے اور جعفر کے قتل کیے جانے کا کچھ بھی افسوس نہین ہے کیونکہ مین اچھی طرح جانتا ہون کہ یہ سب چیزین مستعار تھین - اور اگر شی مستعار اُسکے مالک کو واپس کیجاے تو شکایت بیجا ہے - میرا مقصد اس تحریر سے صرف اسقدر ہے کہ جعفر پر جو مصیبت آئی وہ اُسکے گناہون کا نتیجہ تھا - مین اس معاملہ مین کوئی نکتہ چینی نہین کرنا چاہتا - نہ یہ کہتا ہون کہ آپ نے ظلم کیا بلاشبہہ جس سزا کا وہ مستحق تھا سیاست ملکی نے اُسکو پورا کیا -

ہان یہ فقیر اقرار صالح کے ساتھ اپنے گناہون کا معترف ہے اور امیرالمومنین سے معذرت کرتا ہے اگر اسکے خدمات اور ضعیفی پر لحاظ فرمایا جاے تو وہ اُسکا مستحق ہے کیونکہ نوکرون سے قصور ہوا ہی کرتے ہین - اور آقا ہمیشہ معاف کر دیا کرتے ہین - پس اگر امیرالمؤمنین بھی رحم فرمائین

اور رضامند ہو جائین تو آخرت کی نجات اور دنیا کی نیکنامی کے لیے بس ہے"

نثر کے بعد جو نظم یحیی برمکی نے لکھا ہے اُسکا انتخاب بھی ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

قل للخليفة ذی الصنيعه	خلیفہ سے کہدو جو صاحب احسان
والعطايا الفاشيه	اور کثرت سے انعام دینے والا ہے۔
وابن الخلائف من قريش	اور قریشی خلفاء
والملوك العاليه	اور بلند پایہ بادشاہونکی اولاد مین سے ہے۔
رأس الامور وخير من	جو مہمات کا سردار ہے اور اُن سب سے بڑھکر ہے
ساس الامور الماضيه	جنھون نے امور کو انجام دیا۔
ان البرامكة الذين	"برمکی" جنپر
رموا لديك بداهيه	تیری وجہ سے مصیبت پڑی
صفر الوجوه عليهم	اُنکے چہرے زرد ہین
خلع المذلة باديه	اور اُنپر علانیہ ذلت کا لباس ہے۔
فكانهم مما بهم	تو گویا وہ اُس مصیبت کی وجہ سے
اعجاز نخل خاويه	درخت کے تنے ہین جو اُلٹ گیا ہے۔

لیکن خلیفہ ہرون الرشید نے یحیی کے اس طولانی خط کو پڑھکر یہ مختصر جواب لکھا۔

نوٹ [1] عقد الفرید اور اعلام الناس مین یحیی کا خط نظم مین پورا موجود ہے۔ لیکن جواب کے اشعار صرف اعلام الناس مین ہین

یا آل برمك إنكم	اے خاندان برمک—
كنتم ملوكا عاتية	تم سرکش بادشاہ تھے—
فعصيتم وطغيتم	تمنے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ گئے—
وكفرتم نعمائيه	اور میری نعمتون کی ناشکری کی—
هذي عقوبة من عصى	یہ اُس شخص کی سزا ہے—
من فوقه وعصانيه	جو اپنے افسر کی اور میری نافرمانی کرے—

اور نظم کے خاتمے پر قرآن شریف کی یہ آیت لکھی وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا[1] قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ" جب یحییٰ برمکی نے ہرون الرشید کا جواب پڑھا تو اُسکو یقین ہوگیا کہ بس اب میری قید سے رہائی نہوگی اور دلی رنج وغم کا یہ نتیجہ ہوا کہ یحییٰ کو بخار آنے لگا- اب یحییٰ کا یہ حال تھا کہ وہ زمین پر سوتا تھا اور اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا تھا-

یحییٰ کی اقبال اور ادبار کی حکایت

زمانۂ قید کا ذکر ہے کہ یحییٰ برمکی سے کسی نے سوال کیا کہ اے وزیر مکرّم! سب سے عمدہ واقعہ جو آپکے

نوٹ [1] اور خدا ایک گاؤن کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہان کے لوگ (ہر طرح پر) امن و اطمینان سے تھے ہر طرف سے بافراغت انکا رزق انکے پاس چلا آتا تھا پھر انھون نے خدا کی نعمتونکی ناشکری کی تو انکے کرتوتون کے بدلے مین اللہ نے انکو مزہ بھی چکھا دیا کہ بھوک اور خوف کو (اُنکا) اوڑھنا (بچھونا) بنا دیا- سورۂ نحل پارہ ۱۴ رکوع ۱۴
(ترجمہ مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی صفحہ ۴۴۷)

زمانۂ اقبال مین ہوا ہو بیان فرمائیے۔ یحییٰ نے کہا کہ ایک دن واسطے تفریح کے مین دریا کیطرف گیا۔ کشتی پر سوار ہوتے وقت انگوٹھی کا نگینہ دریا مین گر پڑا۔ یہ نگ یاقوت احمر کا تھا جسکی قیمت ایک ہزار مثقال سونا تھا۔ مین نے اس واقعہ کو فال قرار دیا۔ اور گھر کو واپس آیا تو باورچی نے وہی یاقوت میرے سامنے لاکر پیش کیا۔ مین نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور باورچی سے پوچھا کہ تجھے یہ کیونکر ہاتھ لگا۔ اُسنے کہا کہ مین نے آج ایک مچھلی خریدی تھی اُسکے پیٹ سے یہ یاقوت نکلا۔ مین نے خیال کیا کہ وزیر کے سوا اور کون ہے جسکے نذر کے قابل یہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ تو میرے اقبال کے زمانہ کا ہے۔ اب میرے ادبار کا ذکر سنو کہ اسی قید مین ایک دن مین نے گوشت کھانا چاہا۔ ہزار دینار قرض منگائے۔ اور گوشت، سرکہ، ہانڈی، اور ضروری سامان خرید کرایا۔ اور آگ جلاکر گوشت پکانا شروع کیا۔ آگ پھونکتا جاتا تھا اور میری داڑھی زمین پر لگ لگ جاتی تھی۔ جب گوشت تیار ہوگیا تو مین نے روٹی پکانا شروع کی اور ہانڈی کو اوتارنا چاہا۔ اُسوقت میرا ہاتھ ڈگمگایا اور ہانڈی ہاتھ سے چھوٹ کر چولھے مین گر پڑی شوربا جو دل سے مرغوب تھا وہ سب گر چکا تھا۔ مجبوراً زمین پر سے بوٹیان چُن لین اور صاف کرکے اُسی کو کھایا اس سے زیادہ مصیبت کا[1] اور کیا واقعہ ہوگا۔ اور اس سے زیادہ عبرتناک ذیل کا واقعہ ہے

یحییٰ کی بی بی اور اُسکی مصیبت

محمد بن غسان[2] گورنر کوفہ کا بیان ہے کہ عید الضحیٰ کے دن مین اپنی والدہ کی خدمت مین حاضر تھا

نوٹ [1] اعلام الناس صفحہ ۱۹۴۔ حیات الحیوان دمیری ابن خلکان و تاریخ نگارستان مین بھی یہ روایت کم و بیش تحریر ہے
[2] تاریخ ضیاء الدین برنی و تاریخ اسحاقی بروایت احمد بن خطیب کاتب

کہ اُسکی مجلس مین مین نے ایک ضعیف عورت کو دیکھا جو پُرانی چادر اوڑھے ہوے نہایت فصاحت و بلاغت سے بول رہی ہے۔ میری مان نے کہا کہ بیٹا! اپنی خالہ کو سلام کرو۔ مین نے پوچھا کہ یہ کون ہین؟ تب کہا کہ یہ عتابہ ام جعفر برمکی ہین۔ یہ دیکھکر مین دنگ رہگیا۔ اور انقلاب زمانہ پر مجھے نہایت تعجب ہوا۔ پھر مین نے سلام کیا اور پوچھا کہ یہ کیا حال ہے بیان فرمائیے؟ کہا ای بیٹا! کیا پوچھتا ہے دنیا ایک آنے جانے والی چیز ہے۔ کل کی بات ہے کہ عید کے دن میرے سرہانے چارسو کنیزین کھڑی ہوتی تھین۔ باوجود اسکے میرا خیال تھا کہ جعفر مجھسے نافرمانی کرتا ہے۔ اور ایک دن یہ ہے کہ میرے پاس دو پوستین ہین جنمین سے ایک اوڑھنا ہے اور ایک بچھونا!! فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

حقیقت مین برامکہ کی تباہی اور اُنکی مصیبت کے حالات پڑھنے سے دل پر زمانے کے انقلاب کا پورا اثر پڑتا ہے اور انسان کے اقبال وادبار کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے۔ یہ ہی جعفر کی والدہ ہے کہ جو آج معمولی تن کے کپڑونکو محتاج ہے۔ اور کل اُسکے بیٹے جعفر کا وہ زمانہ تھا کہ ہزارون اُسکے مکان سے خلعت فاخرہ پہنکر نکلتے تھے۔

جعفر کے قتل پر خلیفہ ہرون الرشید کا تاسف۔ وزیر کی ضرورت۔ ملکی بغاوتین۔ سفر رے۔ جعفر کی نعش کا جلانا۔ اور بغداد سے سفر رقہ

جعفر کے قتل کے بعد خلیفہ ہرون الرشید کو کسی وقت اطمینان نصیب نہین ہوا۔ گو پولٹیکل اسباب سے جعفر کو قتل کر دیا تھا۔ مگر ہر مشکل موقع پر جعفر یاد آتا تھا۔ خصوصاً جب ملک مین بغاوتین ہوئین لگیں

اور گورنرون کی سرکشی کی خبرین آنے لگین۔ اُسوقت جعفر کا نام وردِ زبان ہوتا تھا۔ اور چونکہ وزارت کمزور ہاتھون مین تھی۔ اسلیے انتظامات مُلکی مین ایک ایک مصاحب سے صلاح لیتا تھا

ابوالحسن[1] علوی کا بیان ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد ہرون الرشید دن رات پریشان اور غمناک رہتا تھا۔ اسی زمانہ مین ایکدن مین بھی ہرون کے پاس گیا۔ اپنے پاس بُلاکر بٹھا لیا۔ اور باتین کرنے لگا۔ پھر سب کو رخصت کر دیا۔ جب مین تنہا رہگیا تو مجھسے مخاطب ہوکر کہا کہ "ایک راز کی بات کہنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ افشا نکروگے کیونکہ اپنے آقا کے حقوق نعمت سے تم واقف ہو" مین نے عرض کیا کہ "امیرالمؤمنین! ایسی گفتگو ہونا چاہیے جسے دراشتاً یا فراستاً کوئی نہ پہنچ سکے۔ ورنہ درباری لوگ قیاس عقلی پر بہت کچھ خبرین مشہور کر دینگے" خلیفہ نے کہا کہ نہین وہ ایسی بات ہے جسکو کنایۃً بھی کوئی نہین سمجھ سکتا ہے۔ پھر مجھسے کہنے لگا کہ "ابوالحسن! مجھسے بڑی غلطی ہوگئی کہ مین نے انجام کار پر کچھ خیال نہ کیا اور صرف ذاتی غصہ، کینہ، عداوت، اور حسد سے مین نے ایسے خاندان کو تباہ کر دیا جسکی ذات سے میری سلطنت کا نظام تھا۔ دیکھو ملک مین ہر طرف بدامنی پھیل رہی ہے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ ہر شورش کے دبانے کے واسطے مجکو خود جانا پڑتا ہے۔ ورنہ پیشتر یہ حال تھا کہ ملک کا بڑے سے بڑا حادثہ بارغ سے بیٹھے بیٹھے برامکہ کی تدبیرون سے ختم ہوجاتا تھا۔ جب بہت ہی بڑی ضرورت ہوتی تھی اُسوقت جعفر یا فضل کو بھیجدیتا تھا۔ برامکہ کی بربادی کے مسئلہ پر مین نے

نوٹ [1] تاریخ ضیاءالدین برنی صفحہ ۴۵-

جعفر کو قتل کر کے ہرون الرشید کا نادم ہونا

برسون غور کیا تھا۔ لیکن اخیر کو میری عقل جاتی رہی۔ اور مغلوب الغضب ہو گیا اور اپنی نادانی و ناتجربہ کاری سے جو نکرنا تھا وہ کر چکا۔ جب مین نے جعفر کو قتل کر دیا تو پھر دوسرون کے قتل کی ضرورت نہین رہی۔ لیکن کلیتاً اس خاندان کو مین نے برباد کر دیا۔ اب جو کام برامکہ کے سپرد تھے۔ بتاؤ مین کسکے سپرد کرون؟ مین نے عرض کیا جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب اُسکی تلافی محال ہے۔ پشیمانی سے کوئی فائدہ نہین ہے۔ میری راے مین بشرطیکہ امیر المؤمنین کے نزدیک بھی مناسب ہو تو **فضل بن ربیع** جو اس خاندان کا پروردۂ نعمت ہے وزیر مقرر کر دیا جاے۔" میری راے سُنکر ہرون الرشید نے کہا کہ "ابوالحسن! خدمت وزارت کا مستحق وہی شخص ہے جو تمام قوم مین افضل ہو۔ سیف و قلم کا مالک ہو اور اُسکی تقریر مین یہ اثر ہو کہ خواص و عوام دونون کو اپنا شیدا بنالے۔ انمین سے ایک بات بھی فضل مین نہین ہے نہ اُسکا کنبہ بڑا ہے نہ مکارم اخلاق مین مشہور ہے۔ نہ فیاضی مین اُسکی شہرت ہے۔ جسکی باعث ملک کا اُسکی طرف رجحان ہو۔ نہ کسی خاص ہنر مین کمال ہے نہ عقل و فہم مین ممتاز ہے۔ علاوہ برین درہم و دینار کا بندہ ہے۔ فضل بن ربیع کو تم مجھسے زیادہ نہین جانتے ہو۔ فضل کیطرف سے مجھے بھی افسوس ہے کیونکہ وہ ہمارا ہی خادم اور پروردہ ہے۔ لیکن ایسے لوگونکو معزز درجہ پر مقرر کرنیسے ملکی غرض

نوٹ لہ مصنف زہر الربیع لکھتا ہے "ہرون الرشید عزم کرد کہ برامکہ را استاصل نماید و از وقتی کہ این ارادہ کرد تا ہنگامیکہ ایشانرا از میان برداشت دہ سال گذشت۔ مسرور خادم سبب تاخیر قتل ایشان را از وقت ارادہ از رشید پرسید گفت کسی را ندیدم کہ بجاے ایشان قرار بدہم و اگر ایشان را دفع میکردم مملکت من فاسد می شد و بعد از انکہ اشخاصے بہم رسید کہ بجاے ایشان توان داد ایشان را نابود کردم۔ جلد اول صفحہ ۲۴۴۔

حاصل نہین ہوسکتی ہے۔ اولوالعزم بادشاہون کا قول ہے کہ انتظامی خدمتین اور بڑے بڑے
عہدے اُن لوگونکو دینا چاہییے کہ جنکی ذات سے اس عہدہ کو شرف اور اعزاز حاصل ہو۔ اور
جنکے قلم اور کلام سے بادشاہ کا مطلب پورا ہوجاے۔ اور اگر اُس خدمت سے وہ معزول
کردیے جائین تو بھی اُنکے ذاتی اعزاز اور حشم مین کچھ فرق نہ آئے۔ بدرجہ مجبوری مین بھی
چاہتا ہون کہ فضل بن ربیع کو خدمت وزارت پر مقرر کرون لیکن مجھے یقین ہے کہ جو کام
برامکہ نے کیے ہین اُسکا ہزاروان حصّہ بھی فضل سے نہو گا۔" یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ فضل بھی
آموجود ہوا۔ اور آتے ہی یہ رپورٹ پیش کی کہ "جملہ سرداران فوج سلیمان کے لڑکون کے
ہمراہ آئے ہین اور اُنکا یہ بیان ہے کہ پچھلے زمانہ مین ہمارے بزرگون کی بڑی عزت ہوتی تھی
اور ہم خلیفہ کے کام آتے تھے۔ اب زمانہ امیرالمومنین مین ہمسے کوئی کام نہین لیا جاتا ہے
لہذا ہم درخواست کرتے ہین کہ ہمارا استعفا منظور فرمایا جاے اور اپنی جاگیر پر واپس جانے کی
اجازت دیجاے کیونکہ موجودہ برتاو امیرالمومنین کا ہمکو پسند نہین ہے۔ ایسی ملازمت سے
کاشتکاری کرکے زندگی بسر کرنا بدرجہا بہتر ہے۔" مین نے ان لوگون کو ہرچند سمجھایا کہ اسوقت
امیرالمومنین خلوت مین ہین وقت فرصت کے عرض کرنا مگر اُنھون نے نہین مانا۔ سلیمان کر
کے یہ لڑکے بڑے فسادی ہین اُنکے سر مین باغیانہ خیالات ہین میرے نزدیک یہ گستاخ
واجب القتل ہین۔" جب فضل اپنی تقریر ختم کرچکا تو ہرون الرشید نے میری طرف دیکھا
(یعنی اسبات کا اشارہ کیا کہ فضل کی عقل و سمجھ کو دیکھو) پھر فضل کو حکم دیا کہ "میری طرف سے پیام دو
کہ کوئی شبہہ نہین ہے کہ تمھاری ساتھ مین نے غفلت کی ہے جس سے تمکو صدمہ پہنچا۔ لیکن مجھے تمھاری

ضرورت اُس سے بھی زیادہ ہے کہ جتنی ابوجعفر منصور و خلیفہ مہدی کو تھی جو کچھہ ہوا مین اُسکی
معافی چاہتا ہون۔ آیندہ کیواسطے میری مہربانی کے امیدوار رہو" فضل نے ہرون الرشید کا
جواب سُنکر کہا کہ "ایسے سرکشون کیواسطے ایسا نرم جواب مناسب نہین ہے" لیکن خلیفہ یہہ
گستاخانہ جواب سُنکر فضل پر بہت غصہ ہوا اور کہا کہ "میرے حکم مین دخل دینے کا تجکو کیا حق ہے
جو مین نے حکم دیا ہے وہ اُن لوگونسے جا کر کہدے۔ اور پھر میری طرف دیکھکر کہا کہ بجای جعفر
اور یحیی کے ایسے شخص کی سفارش کرتے ہو جسکی عقل اور سمجھہ کا یہ حال ہے" تھوڑی دیر مین
فضل واپس آیا اور عرض کیا کہ "مین نے امیرالمومنین کا فرمان سنا دیا۔ سب گھوڑون پر سے
اُتر پڑے اور اطاعت کا سر جھکا دیا۔ اور خوشی خوشی دعا دیتے ہوے واپس گئے" پھر مجھسے
کہا کہ "دیکھو اسوقت نرمی سے کیسا کام نکل گیا۔ اگر مین فضل کے کہنے پر چلتا تو معلوم نہین کیا
انجام ہوتا۔ اور مین نے تاریخ عجم مین پڑھا ہے کہ کسری (پدر نوشیروان عادل) نے بزرجمہر سے
پوچھا کہ عورتین جسقدر باتون سے خوش ہوتی ہین اتنا مال سے نہین آخر اسکا سبب کیا ہے؟
حکیم نے جواب دیا کہ عورتین ناقص العقل ہوتی ہین۔ اُنکی سمجھہ مال یا مقاصد مال تک
نہین پہنچتی ہے۔ غرضکہ تمنے میری بات کا نتیجہ سمجھہ لیا ہوگا۔ اب مین تمکو ایک واقعہ

جعفر کی ذکاوت

جعفر کی ذکاوت و فراست کا سناتا ہون۔ ایک روز مین شکار مین
تھا۔ جعفر برمکی میرے آگے آگے چلا جا رہا تھا۔ مجھے اُسوقت اُسکے
جرائم کی یاد آگئی اور طبیعت مین غصہ پیدا ہوگیا اور دل مین یہ خیال آیا کہ جعفر کی گردن اُڑا دون
اور اس خیال سے دل کو ایسی مسرت ہوئی کہ مجھے ہنسی آگئی جعفر نے پیچھے پھر کر دیکھا اور

مجھسے پوچھا کہ بغیر مشاہدے کسی عجیب شے کے ہنسی کا کیا سبب ہے؟ مین نے کہا کہ شب کو کنیزون نے جو بے تکلفی اور مسخرہ پن کی باتین کی تھین اُسی کا خیال آگیا ہو۔ جعفر نے کہا نہین بلکہ امیرالمومنین کا یہ خیال[٤١] ہے کہ جعفر کشتنی ہے خداوند نعمت! اس خیال سے ڈرنا چاہیے۔ مین بیگناہ ہون۔ خون ناحق اپنی گردن پر نہ لیجیے" مین جعفر کی ذہانت سے دنگ رہگیا جب یہ قصہ کہہ چکا تو پھر مجھے رخصت کردیا اور تاکید کی کہ دیکھو ان باتون کا کسی سے ذکر نہ آئے چنانچہ مین رخصت ہوگیا اور اس گفتگو کا یہ نتیجہ نکالا کہ سلطنت اور وزارت دونون کی کم عقلی سے ملک مین ابتری پیدا ہوتی ہے۔ جہشیاری[٤٢] کی روایت ہے کہ برامکہ کے معاملات مین ہرون افسوس کیا کرتا تھا۔ بلکہ ایک دفعہ یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ برامکہ کی نیت اچھی ہے تو مین اُنکو پھر اصلی درجہ پر پہنچا دون"۔ جعفر[٤٣] کا قتل نہ صرف اُسکے دوستون کو گران تھا۔ بلکہ مسرور جو دشمن برامکہ اور جعفر کا قاتل تھا۔ اُسنے اکثر موقعون پر کہا ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد مجھے کھانے مین مزا نہ ملا۔ جب مین بغداد مین سوار ہوکر نکلتا تھا تو مجھے یہی ڈر لگا رہتا تھا کہ کہین ایسا نہو کہ رعایا مجھے سنگسار کر ڈالے۔ یہ تو خود میرا حال تھا۔ اور ہرون الرشید کی یہ حالت تھی کہ بالکل مجیب رہتا تھا۔ جب اطراف ملک سے کوئی وحشت انگیز خبر آتی تو چلا اُٹھتا تھا کہ آج اگر برامکہ ہوتے تو یہ کچھ بھی نہوتا" اور اسکی یہ پریشانی دم مرگ تک نہ گئی۔ جب امین اور مامون مین لڑائی ہوئی اور طاہر ذوالیمینین فتحیاب ہوا اور امین مارا گیا۔ اُس وقت تمام ملک مین یہ صدا نہایت بلند تھی کہ یہ بیگناہ جعفر کے خون کا بدلہ ہے"

نوٹ [٤١] مصنف علام الناس ذہبی اایک حکایت مین جعفر کا یہ واقعہ لکھا ہے صفحہ ١٣٢ [٤٢] ابن خلکان صفحہ ٢٢٥ جلد دوم [٤٣] تاریخ منیا ...

جعفر کے قتل کے بعد چونکہ ہرون الرشید مختل الحواس ہوگیا تھا۔ اور نظامِ سلطنت بھی درہم برہم تھا اس سبب سے خاندانِ خلافت کے بعض ارکان خودسر ہوگئے تھے۔ اور صوبہ جات مین بھی بغاوت انگیز خیال پیدا ہو چلے تھے۔ اسیلیے جب کسی قدر خمار اُترا تو اس طرف متوجہ ہوا لیکن نیکوفورس (نقفور) قیصر روم[1] سے جنگ چھڑ جانیکی وجہ سے ان سازشونکا کوئی انتظام نہین ہوا لیکن جب غزوہ روم سے فراغت ہوئی تو خراسان کی فکر ہوئی کیونکہ جب سے یہ ملک برامکہ کی حکومت سے نکلا تھا اُسیوقت سے یہان کی ہوا بگڑ گئی تھی چنانچہ ۱۸۹ھ مین خراسان کے انتظام کے واسطے خود ہرون نے سفر کیا۔ اور اس سفر کی تحریک کا بڑا سبب یہ ہوا۔ کہ اعیان خراسان[2] نے علی بن عیسیٰ گورنر کے ظلم وستم کی متواتر عرضیان بھیجی تھین اور یہ بھی لکھا تھا کہ علی امیرالمومنین کی مخالفت پر تیار رہے۔ چنانچہ جمادی الاولی ۱۸۹ھ ہجری مین ہرون نے رَے کا سفر کیا۔ مامون الرشید اور قاسم دونون شہزادے بھی ساتھ تھے۔ چار مہینہ تک رَے مین کمپ شاہی پڑا رہا علی بن عیسیٰ بھی جوابدہی کے لیے حاضر ہوا۔ لیکن علی نواطاعت کی حکمت عملی سے ہرون الرشید کا خیال پلٹ دیا۔ اور لاکھون ہی کے قیمتی تحفے نذر کیے اور علاوہ شاہی نذرانہ کے مامون الرشید، قاسم، افسران فوج، کتاب، اور تمام اہل دفتر کو جدا جدا تحفے دیے۔ خلیفہ ہرون الرشید کی لالچی طبیعت نے اُسکے ظلم وستم کی کچھ بھی تحقیقات نہین کی اور پھر خراسان کو واپس کردیا اور آخر ذی الحجہ مین بغداد کو لوٹ آیا۔ غریب جعفر کا سر اسوقت تک جسر بغداد مین لٹکا ہوا تھا۔ سہل[3] بن ہرون راوی ہے کہ مین نے جعفر کی بھری کیطرف دیکھا

نوٹ[1] دیکھو واقعات ۱۸۷ھ ہجری[2] کامل اثیر صفحہ ۶۰،۶۳، جلد ۶ واقعات ۱۸۹ھ [3] عقد الفرید جلد سوم۔

سورج کی سیدھی کرنین جعفر کے منھہ پر پڑتی تھین - تو خدا کی قسم یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سورج
جعفر کی بھوؤن کے اندر سے نکل رہا ہے - جب ہرون کی نظر جعفر کے چہرے پر پڑی تو اُسکے
قریب گیا اور پریشان بالون کو جمع کر کے چہرہ کو گرد و غبار سے صاف کیا - اور آنکھون کو
جو کھُلی ہوئی تھین بند کر دیا عبد الملک بن فضل حاجب نے کہا کہ افسوس جعفر کا گناہ اسدرجہ
عظیم الشان تھا کہ اُسکو امیر المومنین کا عفو بھی نہ معاف کرسکا، ہرون الرشید نے کہا کہ "جو
شخص حد سے گزر جاتا ہی اُسکی یہی سزا ہے - پھر حکم دیا کہ جعفر[1] کا سر اور نعش جلا دیجائے
چنانچہ اُسیوقت حکم کی تعمیل ہوگئی - جسوقت جعفر کا سر جلایا جا رہا تھا - ہرون کہتا جاتا تھا
کہ اگرچہ جعفر کا اثر زائل ہوگیا ہے - لیکن اُسکے حالات باقی رہین گے - اور گو اُسکا مرتبہ
گھٹ گیا ہے مگر اُسکا ذکر بلند ہوگا"

عبرت ایک محرر[2] کا بیان ہی کہ مین نے ہرون الرشید کے دفتر کے جمع خرچ کو دیکھا تو
ایک فرد حساب مین لکھا تھا کہ جعفر برمکی کو نقد اسقدر، اور عطریات اور کپڑا
اسقدر مرحمت کیا گیا جسکی کل میزان تیس ہزار درہم تھے دوسری فرد کو دیکھا تو معلوم ہوا
کہ قیمت نفط اور بوریہ جسمین جعفر کی نعش جلائی گئی چار درہم اور نیم دانگ تھی -
جبتک جعفر کا سر پُل پر لٹکتا رہا - لوگون کیواسطے وہ بھی ایک عجیب و غریب تماشا تھا، جو آتا تھا
عبرت کے آنسو بہا کر وہان سے گزر جاتا تھا - ایکدن ایک عورت نے اس سر کو دیکھا تو کہا
جسطرح کل تو سخاوت مین فرد تھا - ویسا ہی آج لوگون کے واسطے عبرت ہے"

نوٹ [1] طبری کبیر صفحہ ۶۸۳ جلد سوم بروایت محمد بن اسحاق [2] نگارستان [3] حیات الحیوان صفحہ ۱۱۳ جلد ۲ و کامل ابن اثیر صفحہ ۷۰ جلد ۶

حالات سفر رقہ

خلیفہ ہرون الرشید نے رے سے واپس ہوتے ہوے بغداد مین قیام نہین کیا- اور دارالسلطنۃ سے باہر ہی باہر رقہ کو کوچ کر دیا- بعد روانگی کے ہرون الرشید کو یہ خیال ہوا کہ" برامکہ کو اپنے ہمراہ رقہ لیجانا مناسب ہی کیونکہ لشکری، بازاری، دیہاتی، اور شہری رعایا مع اعیان ملک کے سب برامکہ کے مرہون منت ہین ایسا نہو کہ میری عدم موجودگی مین جیل پر دھاوا کرکے قیدیان برامکہ کو چھوڑا لیجائین" اسلیے یحیی کی بیڑیان کاٹ دی گئین- اور ایک اونٹ پر عماری کسوا کر اُسپر بٹھا دیا- اور حکم دیا کہ یحیی میرے ساتھ رہے اور فضل، موسی، و مستورات کی سواریون کے اونٹ لشکر کے ساتھ کر دیے جائین چنانچہ حمید بن ابراہیم مروزی کو ان لوگو نپر نگران مقرر کیا کہ لشکر کے ساتھ ساتھ رہے- اور جب کوچ و مقام کرتا ہوا یہ لشکر دیر قائم مین پہنچ گیا تو ہرون نے یحیی کے پاس پیام بھیجا- کہ یہ مقام مع اطراف کے ہمیشہ تمھارے قبضۂ حکومت مین رہا ہے لہذا اگر تم پسند کرو تو مین تمکو اجازت دیتا ہون کہ اسی جگہ پر رہو- لیکن تمھارے اہل وعیال ساتھ نرہ سکین گے- اور نہ تمپر کسی قسم کا پہرہ ہوگا- لیکن فضل وغیرہ قید رہین گے- یحیی نے کہا مین اُس قید کو جو اہل وعیال کے ساتھ ہو اس آزادی پر فوق دیتا ہون- چنانچہ جب لشکر رقہ پہنچگیا- اُسوقت سب قیدی ایک جگہ کر دیے گئے- مسرور اور ہرثمہ بن اعین کا پہرہ مقرر رہا- لیکن یہ حکم ہو گیا تھا کہ برامکہ سے جو لوگ ملنا چاہین وہ بلا مزاحمت مل سکتے ہین اور تین لاکھ درہم اور تین تین سو جوڑے کپڑے مرحمت فرمائے- اور جو سزائین دیجاتی تھین

نوٹ ١ه تاریخ ضیاءالدین برنی-

وہ بند کردی گئین- اس کارروائی سے برامکہ و نیز رعایای بغداد کی تالیف قلوب منظور تھی کیونکہ برامکہ کی سخت سزائین دیکھکر بعض لوگ خلیفہ کے مقابلہ مین تلوار اُٹھانے کو تیار تھے-

سرداران قبائل اعراب کا جعفر کی تعزیت کو آنا

جعفر کے قتل سے رقہ پہنچکر اب کسی قدر آرام ان قیدیونکو ملا تھا- دوست واحباب یحیی وغیرہ سے ملنے آتے تھے اور جعفر کی تعزیت کرتے تھے- خلیل بن ہشیم کی روایت ہے کہ رقہ مین مختلف قبائل عرب کے سردار آتے تھے- ایکدن عبدالعزیز بن حمید جو تمام قبائل اعراب کا سردار تھا جعفر کی تعزیت کو آیا- جب یحیی کو اونٹ پر سوار دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑا اور یحیی کے قدم کا بوسہ لیا- اور اس حال مین دیکھکر رونے لگا- پھر بلند آواز سے جعفر کا مرثیہ پڑھنا شروع کیا- عبدالعزیز کے چارون طرف لوگون کا ہجوم تھا- یحیی کے آنسو جاری تھے- حاضرین چیخین مار مار کر روتے تھے اور عبدالعزیز وہ شخص ہے جسکو جعفر نے نہایت اعزاز کا درجہ دیا تھا- گھوڑے کی سواری، تیراندازی، اور بہادری مین (جو عرب کا حصہ ہے) عبدالعزیز بےمثل تھا- جب عبدالعزیز لشکر مین آیا تو ہرون الرشید کو بھی ان حالات سے اطلاع ہوئی کہ عبدالعزیز نے علی رؤس الاشہاد جعفر کا مرثیہ پڑھا ہے- اسلیے عبدالعزیز کو واسطے جوابدہی کے ہرون الرشید نے اپنے حضور مین طلب کیا- اور مخاطب کر کے کہا کہ عبدالعزیز! کیا تمنے نہین سُنا ہی کہ مین نے تمام ملک مین منادی کرادی ہے کہ کوئی جعفر کا مرثیہ نہ پڑھے- نہ اُسکے غم مین سوگوار ہو ورنہ وہ سیاست کا مستحق ہوگا- باوجود اسکے تمنے میرے حکم سے انحراف کیا- بتاؤ کیا وجہ ہے کہ تمکو اس عدول حکمی کی سزا نہ دیجائے

عبدالعزیز نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! جعفر مرحوم کا غم اس سے کہین بالاتر ہو کہ آپ کے
حکم سے مرثیہ پڑھنا، تعزیت کرنا، ایکدم سے بند ہو جاے۔ اور پھر جعفر ایسے شخص کا کہ جسکا مثل
ہفت اقلیم مین نہ تھا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اُسکی مدح نہ کیجاے۔ اور ایسے بزرگون کا مرثیہ
پڑھنا تو ایک رسم ہو جسکو خلیفہ خود جانتا ہے۔ اور مین جعفر سے بے انتہا نفع اُٹھا چکا ہون۔
اگر اس مصیبت مین جعفر کا شریک نہون تو میری ناسپاسی ہے۔ البتہ مین ملزم ہون لیکن
بطفیل جعفر! امیر المؤمنین میرا قصور معاف فرمائین۔" خلیفہ نے عبدالعزیز کا جواب نہایت
ناگواری سے سُنا۔ غصّہ سے چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اور عبدالعزیز سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تمنے
جعفر کے گناہون کا حال نہین سُنا ہے۔ اور میرے اعلان کی صدا بھی تمھارے کانون مین
نہین گئی ہے۔ ورنہ ایسی نافرمانی تمسے نہوتی۔ بہر حال اب بھی بہتر ہے کہ تم اپنے ملک کو لوٹ جاؤ
تاکہ میری رعایا اور فوج مین ایسی گستاخی کی جرأت نہو۔" چنانچہ عبدالعزیز یہین سے ملکہ
واپس چلا گیا۔ اور خلیفہ ہرون الرشید نے بھی اس معاملہ مین زیادہ زور نہین دیا۔ کیونکہ اگر
عبدالعزیز پر ذرا بھی سختی کیجاتی تو تمام اعراب بگڑ جاتے اور ملک مین ایک شورش ہو جاتی۔
خاندان برامکہ اعراب (بدو) کی (جنکی تقریر و خطبون پر لغت و فن ادب کا مدار ہے) ہمیشہ قدردانی
کرتا تھا۔ اسواسطے یہ بادیہ نشین قبائل برامکہ کے ہر وقت مطیع رہتے تھے۔

رقہ مین ہرون کے کیا خیالات تھے

رقہ پہنچکر ہرون الرشید کے خیالات مین تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ اور برامکہ کو بنظر ترحم دیکھنے لگا تھا۔ اگرچہ برامکہ قید تھے مگر اُنسی قیدیون کا سا برتاؤ نہین تھا۔ جو لوگ برامکہ کی دوستی کا دم

بھولے تھے۔ وہ بلا سے جاتے تھے اُنسے اپنی پریشانی کہتا اور چپ ہو جاتا تھا۔

محمد بن عبد ایک مقرب دربار ہرون الرشید راوی ہے کہ بمقام رقہ بعد نماز فجر ہرون الرشید نے مجھے بلا بھیجا۔ مین ڈر گیا کہ معلوم نہین کیا کہنا چاہتا ہے۔ چنانچہ مین قصر ابیض (کوشک سفید) مین پیش کیا گیا۔ خلیفہ صحن مکان مین ٹہل رہا تھا۔ میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ٹھنڈی سانس بھری۔ پھر مصری خچر پر سوار ہو کر سیر کو نکلا۔ اور مجھسے کہنے لگا کہ "خلفا مین سے کسی کو خداوند تعالے نے ایسے فرزند، اہلکار، امرا، غلام، اور خادم نہین عطا فرمائے تھے جیسے میرے ہین۔ اور اُس خداوند عالم کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ جسنے اپنے رسول کے چچا کی اولاد کو یہ سلطنت بخشی۔ اگر وہ خدا مجھسے یہ نعمتین چھین لیتا تو بھی مجھے اسقدر رنج نہوتا۔ جتنا رنج مجھکو جعفر کے قتل کا ہے" مین نے ڈر کے مارے عرض کیا کہ "مجھے برامکہ سے جسقدر محبت تھی وہ اسوجہ سے تھی کہ امیر المومنین اُنپر مہربانی فرماتے تھے۔ اب مجھے بھی اُنسے کوئی ہمدردی نہین ہے" خلیفہ نے کہا کہ محمد! تم مجھسے مت ڈرو۔ مین تم سے واقعی اپنا درد دل کہنا چاہتا ہون۔ تم میرے خلاف کیون کہتے ہو۔ اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ جو کچھہ مین نے کہا ہے وہی میرے دل مین ہے۔ جب مین نے دیکھا کہ اسوقت ہرون الرشید رحمدل ہو رہا ہے۔ تو عرض کیا کہ "ابھی کچھہ نہین بگڑا ہے۔ سواے جعفر کے سب خاندان زندہ ہے۔ اگر امیر المومنین رحم فرمائین تو برامکہ کو اُسی درجہ پر پہنچا دینا ممکن ہے" یہ سُنکر مجھسے کہنے لگا کہ "محمد! سمجھدار ہو کر ایسی باتین کرتے ہو۔ اس خاندان مین جو سب سے زیادہ محترم تھا۔ مین نے اُسکو تو قتل کر دیا اور بقیہ کے ساتھہ جو کچھہ کیا گیا اُس سے اُنکی رسوائی اور ذلت مین کوئی دقیقہ باقی نہین رہا۔ تو یہ

کیونکر ہوسکتا ہی کہ مین انتظامات سلطنت پھر اُنکے سپرد کر دون۔ معلوم ہوتا ہی کہ تم قانون سیاست اور امور سلطنت سے واقف نہین ہو۔ یہ کہکر حرم سرا مین چلا گیا۔

اسمین کوئی شک نہین ہے کہ ہرون الرشید اب وہ نہین رہا تھا جو پہلے تھا مگر اپنے احکام کا پابند تھا آزادی کے ساتھ جو قید برامکہ کو تھی اُسی حالت مین اُسکو رکھنا منظور تھا۔

چنانچہ ہرثمہ نے بخیال رضامندی بمقام رقہ جب اِن قیدیون پر سختی کی اور معمولی استعمال کی چیزین دینا بند کر دین تو اُسپر ہرون الرشید سخت ناراض ہوا۔ اور دوسرا ایکدل افسر نگران مقرر کیا اور کہا کہ "یحیی بجای باپ کے ہے اُسکے مجھپر بہت سے حقوق ہین۔ لہذا کسی قسم کی تکلیف نہ دیجاے"

جب خلیفہ ہرون الرشید سفر رقہ سے بغداد کو واپس گیا۔ اس سال نہایت شدت سے جاڑا پڑا تھا اسلیے حکم دیا کہ "ایکہزار خچرون پر لکڑی۔ اور تین سو پر کوئلہ لدوا کر یحیی کے پاس بھیجا جاے۔ اور تین سو نفیس کپڑے۔ علاوہ پوستین سمور، اور قاقم کے عتابہ ام جعفر کی پاس روانہ کیے جائین"

اور خود اپنے قلم سے ایک رقعہ لکھا جسکا یہ مضمون تھا کہ "آپ بجاے خیزران (مادر ہرون) کے ہین۔ اور آپکی لڑکیان میری بہنین ہین۔ اگر یحیی کے پاس رہنا مناسب ہے تو وہان قیام کیجیے۔ ورنہ بغداد مین تشریف لائیے آپ کیواسطے کوئی روک ٹوک نہین ہے"

خلیفہ ہرون الرشید کا خط بنام مادر یحیی برمکی

اور دوسرا خط یحیی برمکی کی والدہ کے نام حسب ذیل لکھا۔
مادر من! شرم و خجالت مانع تھی اس سبب سے آج تک مین نے کوئی عریضہ نہین لکھا تھا۔ اور یہ تو آپ پر ظاہر ہی کہ جعفر نے کیا گناہ کیا تھا۔ اور اُسکی خیانت کس درجہ تھی؟ اور ایسے جرم کی خلفا اور بادشاہ کیا سزا دیتے ہین؟ چونکہ

معاملہ سلطنت کا تھا میں نے بھی وہی کیا جو کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ قصور کی معافی کی گنجائش باقی نہیں تھی میں نے غور و فکر کے بعد جعفر کے قتل کا حکم دیا ہی۔ اور چونکہ جعفر قتل ہوچکا۔ اسلیے آل برمک کو کوئی موقع مجھسے مصالحت کا باقی نہیں رہا۔ اب حکم الٰہی جاری ہوچکا۔ پشیمانی اور تاسف بیسود ہی۔ میں نے ابتک کوئی چیز نہیں بھیجی تھی۔ اب جو ضرورت ہو لکھیے۔ فوراً بھیجی جائیگی" چنانچہ یہ دونون خط مع سامان سرہاکے پہنچے۔ یہ عورتین بہت خوش ہوئین۔ اس ضعیفہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن فاطمہ[1] ملقب بہ عتابہ نے

نوٹ [1] فاطمہ دختر محمد بن حسین بن قحطبہ ملقب بہ عتابہ کی نسبت ایک مورخ لکھتا ہی کہ وہ عالمہ اور متکلمہ تھی۔ خصوصاً خوشنویسی اور حساب مین فرد تھی۔ لیکن یہ عزت صرف فاطمہ ہی کو نہین تھی بلکہ تاریخ سے واضح ہی کہ برامکہ مین جسطرح علی العموم مرد قابل تھے ویسے ہی اس خاندان کی عورتین بھی جامع صفات تھین جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہی" ایک دن خلیفہ ہرون الرشید دربار عام مین بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور ہرون کو مخاطب کرکے یہ دعا دی "یا امیر المؤمنین اقر اللّٰہ عینك و فرحك بما اتاك و اتم سعدك لقد حكمت فقسطت" یعنی خدا امیر المومنین کی آنکھ ٹھنڈی کرے اور جو دیا ہے اُس سے فرحت بخشے اور سعادت کو پورا کرے، بیشک تونے انصاف سے حکومت کی ہے" جب یہ کہہ چکی تو خلیفہ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اُسنے جواب دیا کہ مین خاندان برامکہ سے ہون جنکے مردون کو تونے ہلاک کردیا ہے جنکی دولت چھین لی ہے اور اُنکی فیاضیان بند کردی ہین یہ سُنکر خلیفہ نے کہا کہ مردون کی بابت تو اب کچھ نہین ہوسکتا۔ حکم الٰہی سے جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ البتہ مال تجھے واپس ہوسکتا ہے۔ اسکے بعد حاضرین جلسہ سے پوچھا کہ تم بھی سمجھے کہ اس عورت نے کیا کہا؟ سب نے کہا اسنے امیر المؤمنین کو دعا دی ہے خلیفہ نے کہا کہ بیشک تم کچھ نہین سمجھے وہ مجھکو کوس رہی ہے۔ پہلی بات تو وہ یہ کہتی ہے کہ مین اندھا ہو جاؤن۔ کیونکہ جب آنکھ کو اُسکی معمولی حرکت سے سکون ہوتا ہی تو وہ ٹھنڈی ہوجاتی ہے اور اسکا ٹھنڈا ہونا عدم بصارت کی دلیل ہے اور دوسرا فقرہ اس آیت سے ماخوذ ہے حتّیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذنٰھم بغتۃ (یہانتک کہ جو نعمتین اُنکو دی گئین تھین جب اُنکو پاکر خوش ہوے یکایک ہمنے اُنکو (عذاب مین) دھر پکڑا) اور تیسرا فقرہ اس شعر سے ماخوذ ہے ؎ اذا تم امر بدا نقصہ + ترقب زوالا اذا قیل تم + (جب کوئی کام پورا ہوچکتا ہی تو اسمین نقص شروع ہوجاتا ہے۔ اسلیے ہر چیز کے تمام ہونے پر زوال کے امیدوار رہنا چاہیے) یعنی اب میری سلطنت کا خاتمہ قریب ہے۔ اور چوتھا فقرہ اس آیت سے ماخوذ ہے واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا ٥ (اور جنھون نے سرتابی کی وہ (ٹیڑھے رستے چلے اور آخر کار) دوزخ کے کندے بنگئے) خلیفہ ہرون الرشید کی اس عجیب و غریب نکتہ سنجی سے سب دنگ رہگئے اور وہ عورت چلی گئی۔ المستطرف فی کل فن مستظرف جلد اول صفحہ ۸۰۔

ہرون الرشید کے ہر دو خط کا جواب اپنے قلم سے لکھا اور روانہ کر دیا۔ جسکا مضمون حسب ذیل[1] ہے۔

فاطمہ مادر جعفر برمکی کا خط ہرون الرشید کے نام

امیر المومنین کا فرمان۔ خدمتگزار کنیز کے پاس پہنچا۔ بمقتضائے بزرگی جو شفقت آمیز کلمات لکھے ہین وہ معلوم ہوے۔ لیکن امیر المومنین کی عالی ہمتی پر مجھے سخت تعجب ہی کہ جعفر مرحوم کے سوگ مین میرے دل کے زخم کو تازہ کر دیا۔ جعفر کی خیانت اور عدول حکمی جو بیان کی گئی ہے امیر المومنین کو اپنی فیاضی سے سزاوار تھا کہ مجھہ تک ان باتون کا ذکر نہ آتا۔ کیونکہ جو الزام تھے اُسکی سزا دیدی گئی۔ اور اگر ناکردہ گناہ جعفر پر ظلم کیا گیا ہے تو اُسکی بھی امیر المومنین کو خبر ہے۔ مجھہ غریب کے دل جلانے سے کیا فائدہ ہی۔ امیر المومنین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا بیٹا جعفر! کس رتبہ کا شخص تھا ہنر، عقل، فیاضی، اور شجاعت مین کوئی اُسکا مثل نہ تھا۔ افسوس کہ جب ایسا فرزند جوان اور وہ بھی مظلوم مارا جاے تو اُسکی مان کا کیا حال ہوگا؟ اور وہ کیونکر زندہ رہسکتی ہے۔ میری زندگی یا سعادت جو کچھہ سمجھو اب اسمین ہے کہ مین بھی جعفر سے جاملون۔ جو معاملہ اب چھپا ہوا ہے روز محشر مین کیسے چھپا رہیگا امیر المومنین نے اپنی مہربانی بیچارہ نوازی او فیاضی سے یہ حکم دیا ہے کہ جو آرزو ہو لکھو۔ اس دنیا مین میری امید اور آرزو میرا وہی بیٹا تھا جسکو امیر المومنین نے مجھسے جدا کر دیا خداوند تعالی سے بہ تضرع وزاری اب یہی دعا ہے کہ مین بھی جعفر سے جاملون وھوالمامول للاجابۃ والقادر علیہ اگر امیر المومنین مجھہ ضعیفہ کی خدمات سابق پر لحاظ فرمائین

نوٹ [1] از تاریخ ضیاء الدین برنی صفحہ ۱۳۱

تو صرف ایک درخواست کرنا چاہتی ہون اور وہ یہ ہے کہ جاگیرات منضبطہ مین سے تھوڑی سی اراضی واگذاشت فرمائی جاے۔ جو میرے یتیم بچون کی پرورش کے واسطے کافی ہو۔ اور گدائی کی ذلت سے محفوظ رہین۔ کیونکہ یہ صدمہ میرے لیے مرنے کے بعد بھی موت سے زیادہ ہوگا امیرالمومنین کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے کہ مجھہ جیسا مصیبت زدہ نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ کیونکہ جیسا خدا نے مجکو عدیم المثال بیٹا دیا تھا۔ اب ویسی ہی عدیم النظیر مصیبت بھی دی ہے۔ جسنے میرے بیٹے کو ہلاک کیا اُسکے حقوق بھی مجھپر بہت ہین۔ اسلیے میرے دل سے بد دعا نہین نکلتی ہے۔ اور یہ مروت اور حق شناسی کا نتیجہ ہے کہ بدگوئی سے میری زبان بند ہے اور قیامت مین بھی میری طرف سے کوئی دعویٰ نہ پیش ہوگا۔"

خلیل بن ہشیم کہتا ہے کہ جب ہرون نے یہ خط پڑھا۔ بہت رویا۔ اور کہنے لگا کہ مجھپر خدا کی پھٹکار رہو۔ اور اُسدن پر بھی کہ جسدن مین نے جعفر کو قتل کیا تھا۔ اور فاطمہ سے کہلا بھیجا کہ مجکو اور آپ کو خدا جعفر مرحوم کا صبر مرحمت فرمائے۔ جو حال فراق جعفر مین آپ کا ہے وہی میرا ہے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ مسرور کی روایت ہے کہ ہرون الرشید نے اس خط کو مکرر پڑھا۔ مین اپنے دل مین ڈرتا تھا۔ کہ اس حالت بیقراری مین کہین میرے قتل کا حکم نہ دیدے۔ کیونکہ جعفر کا قاتل تو مین ہی تھا۔ جب کسی قدر تسکین ہوئی تو مجھے حکم دیا کہ خزانہ سے زر نقد۔ ظروف، اور کل اسباب واپس کر دے۔ اور حکم دیا کہ جعفر کی مان سے کہو کہ ہفتہ مین ایک مرتبہ مجھے اپنے حال سے اطلاع دیا کرین۔

زبیدہ بنت منیر مادر فضل کی موت

مادر فضل برمکی نے بحالت قید رقہ مین انتقال کیا - یہ ہرون الرشید کی رضاعی مان تھی جب اسکے انتقال کی خبر سنی تو رشید نے بہت افسوس کیا اور نہر فرات کے کنارے اسکا مقبرہ تیار کرا دیا یہ عالیشان عمارت سلطان محمود غزنوی کے زمانہ تک باقی تھی -

یحیی کی موت

زبیدہ کے انتقال کے بعد اسی قید مین یحیی برمکی نے بھی دنیا سے سفر کیا لیکن اپنی اولاد کو بدستور قید مین چھوڑ گیا - ابن خلکان کی روایت ہے کہ وقت انتقال کے یحیی کو کسی قسم کا عارضہ نہ تھا - لیکن متواتر صدمات اور ضعف بڑھاپے کی وجہ سے وہ تحلیل ہو گیا تھا - ایک مورخ لکھتا ہے کہ جب یحیی کی موت کا وقت قریب آگیا تو اُسنے اپنے قلم سے ایک رقعہ لکھا اور فضل کو وصیت کی کہ میرے بعد اسکو خلیفہ ہرون الرشید کے پاس بھیجدینا مضمون اسکا یہ تھا "قد تقدم الخصم الی موقف الفصل وانت علی الاثر واللہ حکم عدل وستقدم فتعلم" یعنی مدعی دادخواہی کے واسطے عدالت کے کٹہرہ مین جاتا ہے اور تو بھی پیچھے آنیوالا ہے - خدا عادل اور منصف ہے - وقت پیشی کے وہان معلوم ہو جائیگا" اور نثر کے ساتھ حسب ذیل اشعار لکھے - ؎

ستعلم فی الحساب اذا التقینا	قیامت کے دن حساب کے وقت جب ملاقات ہوگی -
غدا یوم القیامۃ من الظلوم	تو معلوم ہو جائیگا کہ کون ظالم تھا -

نوٹ [۱] ماخوذ از اعلام الناس - عقد الفرید - المستطرف - ابن خلکان - کامل اثیر - ضیا برنی -

وينقطع اللذ ذعن اناس	دنیا کی لذت منقطع ہوجائیگی۔
من الدنيا وتنقطع الهموم	اور غم کا خاتمہ ہو جائے گا۔
تنام ولو تنلو عنك المنايا	تم سو رہے ہو۔ لیکن موت نہین سوئی۔
تنبه للمنية يا نؤوم	اے سونے والے! موت کے لیے ہوشیار رہو۔
وحق الله ان الظلم لوم	خدا کے حق کی قسم ظلم کرنا کمینہ پن ہے۔
وان الظلم مرتعه وخيم	اور ظلم کی چراگاہ بُری ہے۔
الى ديان يوم الدين نمضى	قیامت کے دن بڑے بدلے دینے والے کے پاس ہم لوگ جائینگے
وعند الله تجتمع الخصوم	اور خدا ہی کے ہان خصوم کا مجمع ہوگا۔

موسیٰ عباسی کی روایت ہو کہ فضل نے بعد انتقال یحییٰ برمکی کے یہ رقعہ ہٰرون الرشید کے پاس بھیجدیا۔ مضمون پڑھکر وہ بہت رویا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم یحییٰ نے انتقال نہین کیا۔ بلکہ آج جود وسخا دنیا سے اُٹھ گئی۔ اور اس نظم کو اکثر اوقات پڑھا کرتا تھا۔"

یحییٰ کی رہائی کے واسطے فاطمہ ام جعفر کی کوششین

یحییٰ برمکی پر قید مین وہ سختی نہین تھی جو معمولاً قیدیونپر ہوتی ہے اور بمقام رقہ وہ بالکل آزاد تھا۔ لیکن فاطمہ کو جو یحییٰ کی غمگسار بی بی تھی اُسکا اس حالت مین بھی رہنا منظور نہ تھا۔ اسلیے یحییٰ کے انتقال سے پہلے اُسنے یہ کوشش کی تھی کہ عفو قصور ہوکر قید سے رہائی ملجائے۔ لیکن ہٰرون الرشید کی سنگدل طبیعت اس معاملہ مین بالکل نہ پسیجی۔ اور اُسنے یحییٰ کا بغداد مین آنا اور رہنا نامنظور کیا۔

سہل بن ہرون کی روایت ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید نے فاطمہ کا دودھ پیا تھا۔ اور اپنی اس رضاعی مان کی وہ بہت عزت کرتا تھا۔ اسی زمانہ مین جبکہ خاندان برامکہ معرض زوال مین تھا ہرون نے قسم کھا کر کہا تھا کہ "فاطمہ کے واسطے کسی قسم کی روک ٹوک نہین ہی وہ جب چاہین میرے پاس آسکتی ہین اور جو سفارش کرین وہ منظور ہوسکتی ہی" چنانچہ ہرون الرشید کی اجازت سے جب فاطمہ رقہ سے بغداد مین واپس آئی تو دار بانوقہ سے محل شاہی مین آنیکی اجازت چاہی۔ مگر جب اجازت کے ملنے مین دیر ہوئی تو گھبراہٹ مین بلا اجازت فاطمہ گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ اور ننگے پانون بلا نقاب محل شاہی تک آپہنچی۔ عبدالملک بن فضل حاجب نے اطلاع کی کہ "امیرالمومنین کی دایہ دروازہ پر حاضر ہے" اُسوقت ہرون نے گھبرا کر جلدی سے آنے کی اجازت دی اور برہنہ پا چلکر چند قدم کے فاصلہ پر خود استقبال کیا۔ اور پیشانی کا بوسہ لیکر اپنے قریب بٹھایا اور ہرون الرشید سے کہا کہ "امیرالمومنین! کیا زمانہ ہمپر اسی طرح سختی کیے جائیگا اور آپ کے خوف سے ہمکو لوگ یونہین ستائے جائینگے۔ اور ایسی ہی جھوٹی تہمتین لگائے جائینگے۔ مین نے اسی واسطے آپ کو دودھ پلایا تھا اور خدمت کی تھی کہ زمانہ، اور دشمنون کے ہاتھ سے امان ملیگی" فاطمہ کا یہ سوال سُنکر ہرون نے بطور تجاہل کے پوچھا کہ مادر مہربان کیا ہوا اور کس بات کی شکایت ہے؟ فاطمہ نے جواب دیا کہ "بعد مہدی عباسی کے یحیی کا درجہ ہے اور وہ بجاے آپ کے والد کے ہے اور جس[1] کا وہ شخص ہے اُس سے آپ خود واقف ہین کہ اُسنے کیسی کیسی مہربانیان کی ہین اور خاصکر

نوٹ[1] عقد الفرید صفحہ ۲۲ جلد ۳۔

ہادی کے مقابلہ مین جو کوشش کی ہے وہ توڑا ہر ہے" ہرون نے کہا کہ "ہان۔ لیکن جو حکم الٰہی تھا وہ جاری ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ایک خدا کا غضب تھا" فاطمہ نے کہا کہ "خدا کو بڑی قدرت ہے یمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہٗ ام الکتاب" ہرون نے کہا بیشک یہ سچ ہے کہ خدا جسکا چاہتا ہے قصور معاف کر دیتا ہے۔ لیکن یہ قصور ایسا نہین ہی جسکو خدا معاف کر دے۔ فاطمہ نے کہا کہ معاملات غیب کی تو انبیاے مرسلین کو بھی خبر نہ تھی۔ امیر المومنین کو کیسے معلوم ہو گیا کہ خدا معاف نہین کریگا" سہل بن ہرون کہتا ہے کہ یہ چُبھتا ہوا فقرہ سُنکر ہرون چُپ رہگیا۔ پھر کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

واذا المنیہ انشبت اظفارھا	جب موت اپنے ناخن چبھوتی ہے۔
الفیت کل تمیمۃ لا تنفع	تو کوئی تعویذ فائدہ نہین دیتا۔

لیکن فاطمہ نے بھی فی البدیہہ جواب دیا کہ "امیر المومنین مین تو یحیی کے حق مین تعویذ نہین ہون اور نہ میرا یہ دعوی ہے لیکن آپ اُسی شاعر کا یہ دوسرا شعر بھی پڑھیے۔

واذا افتقرت الی الذخائر لم تجد	جب تمکو سرمایہ کی ضرورت پیش آئے۔
ذخرا یکون کصالح الاعمال	تو کوئی سرمایہ اچھے اعمال سے بڑھکر نہین ملیگا۔

اور خداوند تعالی نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝" فاطمہ کی تقریر سُنکر ہرون الرشید نے سر جھکا لیا۔ پھر دیر تک جانبین سے اسی قسم کی عالمانہ گفتگو ہوتی رہی۔ اور فاطمہ نے گذشتہ اقوال اور معاہدے ہرون کو یاد دلائے لیکن ہرون پر کسی قسم کا اثر نہین ہوا۔ تب مجبور ہو کر فاطمہ نے

ایک ڈبہ زمرد سبز کا پیش کیا جسمین سونیکا قفل لگا ہوا تھا۔ ہرون نے اُسکو کھولا تو اُسی کے بال اور بچپن کے ٹوٹے ہوے دانت نکلے جو مشک مین ڈوبے ہوے تھے تب فاطمہ نے کہا کہ "مین ان چیزون کو اپنا شفیع بناتی ہون اپنے ہاتھ پیرون کے صدقے مین رحم فرما کر یحیی کو چھوڑ دیجیے" لیکن ہرون نے کچھ لحاظ نہین کیا۔ البتہ ان چیزون کو دیکھکر رونے لگا اور اُسکے درباری بھی اس غم مین شریک ہوے لیکن جب آنسو تھمے تو پھر ڈبہ بند کر دیا اور فاطمہ سے کہا "حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خوب ہی امانت کا حق ادا کیا ہے" فاطمہ نے جواب دیا تو مین اس صورت مین معاوضہ کی مستحق ہون۔ لیکن ہرون الرشید نے کوئی جواب نہین دیا اور ڈبہ کو بند کرکے واپس کر دیا۔ اور کہا کہ "خدا کا حکم یہی ہے کہ امانتین اُنکے مالکون کو واپس کیجائین"

اسکے بعد امین الرشید کے ذریعہ سے زبیدہ خاتون کو یحیی کی سفارش کے لیے آمادہ کیا۔ اور زبیدہ نے سفارش بھی کی لیکن ہرون نے یہ کہکر ٹالدیا کہ "یہ جرائم قابلِ معافی نہین ہین"

محمد برمکی کی موت

یحیی کے انتقال کے بعد فضل اور موسی اس خاندان مین باقی رہگئے تھے۔ محمد برمکی بھی مہینہ صفر ۱۹۰ھ ہجری مین انتقال کر چکا تھا۔ محمد کے انتقال مین دو روایت ہین بعض مورخین کا قول ہے کہ اگرچہ محمد کو کوئی ہمدردی اپنے خاندان سے نتھی تاہم بھائیکا قتل اور بھتیجونکی گرفتاری کا اُسکے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسی غم مین مرگیا۔ اور بعض کا قول ہے کہ یحیی برمکی کے طرفدارون نے جبکہ وہ اپنی حکومت سواد کو واپس جا رہا تھا زہر دیدیا۔ ہرون الرشید کو محمد کے انتقال کا بہت افسوس ہوا نماز جنازہ کی خود ہی پڑھائی

نوٹ لہ تاریخ ضیاءالدین برنی۔

اور تجہیز و تکفین مین شریک ہوا۔ اور رعایا کی تالیف قلوب کیواسطے حکومت سواد پر اُسکے بیٹے کو مقرر کردیا۔ برامکہ مین محمد برمکی سب سے زیادہ دولتمند تھا حتیٰ کہ لوگ اُسکو قارون ثانی کہتے تھے۔ چنانچہ ایک شاعر اُسکے مرثیہ مین لکھتا ہے

سالت الندی والجود مالی اراکما	مین نے جود و کرم سے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے مین تمکو دیکھتا ہون
تبدلتما عزا بذل مؤبد	کہ تمنے اپنی عزت ہمیشہ کی ذلت سے بدلدی ہے۔
وما بال رکن المجد امسی مهدما	اور یہ کیا بات ہے کہ آج عزت کا ستون گرا ہوا ہے۔
فقالا اصبنا بابن یحیی محمد	دونون نے جواب دیا کہ ہمپر محمد برمکی کے مرنیکی مصیبت پڑی ہے
فقلت فهلا متما بعد موته	اسپر مین نے کہا کہ تم بھی اسکے مرنیکے بعد کیون نہ مرگئے۔
وقد کنتما عبدیه فی کل مشهد	اور تم تو ہر موقع پر اُسکے ندیم رہتے تھے۔
فقالا اقمنا کی نعزی بفقده	دونون نے جواب دیا کہ ہم اسلیے ٹھہر گئے کہ اُسکو مرنیکا ہمکو پرسا دیا جائے
مسافة یوم ثم نتلوه فی غد	پھر کل ہم بھی اُس سے جا ملینگے۔

نوٹ سلہ اعلام الناس صفحہ ۶۶ و مستطرف جلد اول صفحہ ۱۴۴۔ محمد برمکی اگرچہ تمام خاندان مین سب سے زیادہ مالدار تھا۔ مگر کوئی واقعہ اُسکی فیاضی کا ہمکو تاریخون مین نہین ملا البتہ اُسکے بخل کا ذکر جا بجا ملا ہے۔ چنانچہ سید نعمت اللہ اپنی کتاب زہر الربیع مین تحریر فرماتے ہین کہ ایک بدو سے لوگون نے کہا کہ تو لباس کیواسطے محمد برمکی کے پاس کیون نہین جاتا ہے اُسنے کہا خدا کی قسم اگر اُسکا گھر سوئیون سے بھرا ہوا ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام مع تمام پیغمبرون کے شفیع ہون اور کل ملائکہ کی ضمانت دلوائین اور ایک سوئی مستعار مانگین کہ بعد سینے قمیص حضرت یوسف کے واپس کردونگا تب بھی وہ نہ دیوے۔ اور اسی مضمون کو اعرابی نے نظم مین اسطرح پر ادا کیا ہے ؎

لو ان دارك انبتت لك واحتشت	اگر تیرے گھر مین سوئی کی کھیتی اُگے اور
ابرا یضیق بها فناء المنزل	وہ کثرت ہو کہ صحن مکان مین کہین رکھنے کی گنجائش نہ ہے
واتاك یوسف یستعیرك ابرة	اور حضرت یوسف اپنے قمیص سینے کے لیے
لیخیط قد قمیصه لم تفعل	سوئی لینے آوین تو تو کبھی نہ دیگا۔

جلد اول صفحہ ۱۰۴ زہر الربیع مطبوعہ بمبئی۔

یحیی اور محمد برمکی کے انتقال کے بعد فضل کی حالت بھی نہایت خراب تھی کیونکہ وہ عارضہ ثقل باللسان مین مبتلا ہو رہا تھا۔ اور خلیفہ ہرون الرشید بھی اندرونی صدمات کے علاوہ جو اُسکے دل پر تھے۔ ملک کی ظاہری بدامنی سے نہایت پریشان تھا۔ علی بن عیسی گورنر خراسان کا زور شور ہنوز قائم تھا۔ اسلیے[۱] سنہ ۹۱ھ مین تنگ ہوکر اس گورنر کو معزول کر دیا اور اُسوقت جعفر کا قول یاد آیا جو اُسنے ایک موقع پر کہا تھا کہ بجاے ایک ایک درہم کے جو خزانہ مین اسوقت آیا ہے خلیفہ کے سو سو دینار خرچ ہونگے اور تب بھی ملکی فسادات فرو نہونگے اور بجاے علی کے ہرثمہ بن اعین کو خراسان کی حکومت سپرد کر دی اور ضبطی خزانہ کا حکم صادر فرمایا چنانچہ ہرثمہ نے اسنّی لاکھ رقم منضبطہ ایکہزار پانچ سو اونٹون پر لاد کر دارالخلافہ مین روانہ کر دی۔ اور اسکے بعد نہایت ذلت سے ایک اونٹ پر سوار کر کے علی بن عیسی کو بھی روانہ کیا۔ حسن بن عبداللہ کاتب کا بیان ہے کہ جب بعض اضلاع خراسان کی برہمی کے حالات ہرون الرشید نے سُنے تو سنہ ۹۳ھ مین پھر سفر کیا۔ اور بغداد مین امین الرشید کو اپنا جانشین بنایا۔ اور انتظام رقہ قاسم کے سپرد کر کے خراسان کو روانہ ہوگیا۔ چونکہ جرجان مین بیمار ہوگیا تھا اسلیے خراسان مین ایک مہینہ تک قیام کیا۔ جب کسیقدر افاقہ ہوگیا تو طوس کو روانہ ہوا۔ یہان پہنچکر عوارض شکم مین مبتلا ہوگیا۔ اور بیماری نے اسقدر طول کھینچا کہ اپنی زیست سے ناامید ہوگیا اور فضل کی علالت کی گرم خبرون نے ہرون کو اور بھی بیتاب کر دیا تھا۔ اسلیے فضل بن ربیع وزیر اعظم کو حکم دیا کہ جسقدر جلد

نوٹ [۱] واقعات سنہ ۹۱ھ و سنہ ۹۲ھ و سنہ ۹۳ھ کامل ابن اثیر صفحہ ۷۶، ۷۷، ۷۸ و ۷۹۔

ممکن ہو رقہ سے فضل طلب کیا جاوے۔ لیکن ربیع نے فضل کی طلبی مین بہت توقف کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اگر فضل برمکی ہرون الرشید تک پہنچگیا تو مجھے معزول کر کی فضل کو پھر وزیر مقرر کر دیگا۔ چنانچہ ہرون نے جب پوچھا کہ اب فضل کا کیا حال ہے تو یہی جواب دیا کہ وہ سخت بیمار ہے معلوم نہین کہ وہ زندہ بھی ہے یا مر گیا ہے۔ چنانچہ اُسی عارضہ

فضل کی موت

مین فضل برمکی نے بروز جمعہ وقت صبح ماہ محرم ۱۹۳ھ ہجری مین بمقام رقہ[1] انتقال کیا۔ عزیزون نے مکان کے اندر جنازہ کی نماز پڑھائی۔ پھر دوسری مرتبہ مجمع عام مین جماعت سے نماز پڑھی گئی۔ ناصر بن خلیل کہتا ہے کہ فضل اپنی بیماری مین بار بار ہرون الرشید کے مرنے کی خبر پوچھا کرتا تھا۔ ایک بار مین نے سوال کیا کہ آپ بار بار کیون ہرون کی موت کو دریافت کرتے ہین۔ تو جواب دیا کہ میری اور ہرون کی ولادت ایک ہی وقت اور ایک ہی ساعت کی ہے۔ اجرام فلکی کا اثر جو باعتبار علم نجوم کے ہے وہ ہم دونون پر یکسان ہے یعنی اگر وہ مر چکا ہے تو میری موت بھی قریب ہے۔ فضل کی موت کا تمام مُلک کو افسوس ہوا لیکن فضل ربیع کو سب سے زیادہ خوشی ہوئی کیونکہ فضل برمکی اُسکا دشمن تھا اور اس موقع پر جو خوف وزارت کے نکل جانے کا اُسکے دل مین تھا۔ اُس سے تو فی الجملہ تسکین ہوگئی۔ شعرا نے فضل کے انتقال پر جانگداز مرثیے لکھے ہین۔ چنانچہ رقاشی کے دو تین شعر و نیز ہم بھی اکتفا کرتے ہین۔ اور فضل سے رخصت ہوتے ہین۔

نوٹ [1] ابن خلکان صفحہ ۵۲۰ جلد ۲۔ و کامل اثیر صفحہ ۷۵ و ۷۹/۶۔ و تاریخ برنی صفحہ ۱۶۰

الا ان اسنرحنا واستراحت ركابنا	ہم اور ہماری سواریان آرام سے بیٹھ گیئن۔
وامسك من يجدی ومن كان يجتدی	اور دینے والا اور مانگنے والا۔ دونون رُک گیے۔
فقل للمطايا قد امنت من السری	اونٹنیون سے کہدو کہ اب راتون کے سفر۔
وطی الفيافی فدفدا بعد فدفد	اور صحراؤن کو طے کرنے سے تم سبکدوش ہوگئین۔
فقل للعطايا بعد فضل تعطلی	فضل کے بعد سخاوت سے کہدو کہ بیکار رہوجا۔
وقل للرزايا كل يوم تجددی	اور مصیبت سے کہدو کہ ہر روز نئی ہوتی جاے۔
الا ان سيفا برمكيا مهندا	ہان برمکی ہندی تلوار کو۔
اصيب لسيف هاشمی مهند	ہاشمی ہندی تلوار نے ضرر پہنچایا۔

ہرون الرشید کا انتقال

فضل کے انتقال کے بعد ۳۔ جمادی الاخری ۱۹۳ھ ہجری (شب شنبہ) مین بمقام طوس ہرون الرشید نے بھی انتقال کیا اور اُسی مقام پر دفن ہوا۔

امیر المومنین مامون الرشید کی خلافت۔ فضل بن سہل کی وزارت آل برمک کا قید سے رہائی پانا۔ اور ملکی عہدون پر مقرر ہونا۔

خلیفہ ہرون الرشید کے انتقال پر بغداد مین امین الرشید اور مرو مین مامون الرشید تخت خلافت پر بیٹھے۔ یہ دونون شہزادے مع اپنی اپنی پارٹی کے مستقل خلافت کی فکر مین تھے۔ لیکن بقول ایک فلسفی کے کہ "ایک جنگل مین دو شیر، اور ایک ملک مین دو بادشاہ نہین رہسکتے ہین" خیرخواہون

یہ فکر ہوئی کہ صرف ایک ہی خلیفہ بلا شرکت غیرے کل سلطنت پر حکمرانی کرے۔ اسلیے فضل ابن الربیع
نے جو تمام دربار کا مالک تھا امین الرشید کا ساتھ دیا۔ اور جسکی پر زور کوششوں کا یہ نتیجہ
بھی ہوا کہ دار الخلافہ بغداد مین فوج شاہی اور خزانہ عامرہ پر امین کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن فضل
بن سہل نے بھی حق رفاقت ادا کیا اور اس ناداری مین مامون کے ساتھ رہا۔ چنانچہ اس
وزیر کی دانائی اور طاہر ذو الیمینین (دو ہاتھون والا) کی بہادری سے بعد تین برس کی
خونریز لڑائیون کے ۱۹۸ھ ہجری مین مامون الرشید مستقل خلیفہ ہو گیا۔ اور فضل بن سہل جسکو
مامون الرشید نے ذو الریاستین کا لقب دیا تھا۔ وزارت اعظم کے درجے پر ممتاز ہوا۔
جب اس وزیر کو جو بلحاظ اقتدار حقیقت مین خلافت کرتا تھا۔ ان خانہ جنگیون سے فرصت
ہوئی اور ملک مین امن وامان کی عام منادی ہو گئی۔ تب اپنے قدیم سرپرست اور محسن خاندان
کا خیال[1] آیا یعنے آل برمک کو قید سے رہا کرانا چاہا۔ چنانچہ خلیفہ مامون الرشید سے تمام موجودہ
قیدیون کا قصور معاف کرا کر قید سے رہا کرا دیا۔ اور مامون الرشید نے بھی اپنی فیاضی سے
سب کو گرانمایہ خلعت اور انعامات سے مالامال کر دیا۔ اور جو جاگیرین اسوقت تک ضبطی مین تھین

نوٹ [1] فضل بن سہل اور حسن بن سہل (یہ دونون حقیقی بھائی تھے) نسباً و مذہباً مجوسی تھے۔ ۱۹۰ھ مین مامون الرشید کے ہاتھ پر فضل اسلام لایا تھا۔ جعفر برمکی نے ہرون الرشید کی خدمت مین اس تقریب سے اسکو پیش کیا تھا کہ شہزادہ مامون کی مصاحبت کے لائق ہے۔ لیکن جب ہرون نے امتحاناً دربار مین طلب کیا تو شاہانہ عظمت و جلال کا ایسا اثر ہوا کہ فضل حیرت زدہ رہگیا۔ اور آداب سلام کے معمولی الفاظ بھی ادا نہ کر سکا۔ ہرون نے متعجبانہ جعفر کیطرف دیکھا۔ فضل نے بڑھکر عرض کی "امیر المومنین! غلام کی سعادت کی بڑی دلیل ہے کہ آقا کی ہیبت سے متاثر ہو۔ ہرون پھڑک اُٹھا اور جعفر کی انتخاب کی تعریف کی ابتدا مین مامون کا ندیم خاص رہا۔ اور اب وزیر اعظم تھا نہایت فیاض مدبر۔ فرزانہ علم دوست تھا۔ المامون صفحہ ۲۵۹۔ اور کامل ابن اثیر کی روایت ہے کہ فضل کا باپ سہل خلیفہ مہدی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اور بعض کا قول ہے کہ فضل و حسن دونون یحیی کے ہاتھ پر مسلمان ہوے تھے۔ بہرحال اس خاندان کی رسائی دربار خلافت مین آلِ برامکہ کے طفیل مین ہوئی تھی دیکھو کامل صفحہ

وہ سب بحق برامکہ واگذاشت کردی گئین - اور جو نوجوان لڑکے اس خاندان مین باقی رہگئے تھے
اُنکو خلیفہ کے روبرو پیش کرکے حسب استعداد ملکی عہدونپر مقرر کرا دیا - چنانچہ مقام مرو سے جو خط
فضل بن سہل نے اپنے مخدوم زادون کے نام لکھا تھا وہ حسب ذیل ہے - جسکے پڑھنے سے معلوم
ہوتا ہی کہ حقیقت مین آل برمک پر اس وزیر نے بہت بڑا احسان کیا - اور یحییٰ وجعفر کے
حقوق نعمت سے سبکدوش ہوا -

فضل بن سہل کا خط بنام عباس بن فضل و موسی بن یحیی برمکی

یہ آپکو معلوم ہی ! کہ میری تعلیم و تربیت مین آپ کے آبا و اجداد نے کسقدر کوشش کی تھی خصوصًا
یحییٰ برمکی کی شفقتین اور احسانات مجھپر بہت ہین - میری تعلیم و تربیت مین جیسی محنت یحییٰ نے کی تھی
مین کہہ سکتا ہون کہ اپنے بیٹون کی پرورش ، تہذیب ، اور تادیب مین بھی اسقدر سختیان یحییٰ کو
نہ اُٹھانا پڑی ہونگی - علاوہ برین فضل و جعفر کے حقوق نعمت ہین - مین ان تمام حقوق کو فرو گذاشت
نہین کرسکتا ہون - مین جو کچھ آپ کے حق مین کوشش کرون وہ کم ہے - امیرالمؤمنین مامون الرشید کا اقتدار
بڑھتا جاتا ہی - تمام خراسان پر قبضہ ہوچکا ہی اور ہر شہر مین حکام مقرر ہوتے جاتے ہین - اب عراق کا قصد ہے
انشاء اللہ عنقریب تمام سلطنت عباسیہ کا مامون الرشید مالک ہونیوالا ہی اور مستقل خلافت مامون کے حق مین
ہوگی مین آپکو مژدہ سناتا ہون کہ تمام جاگیرات کے واگذاشت کا فرمان امیرالمؤمنین سے حاصل کر لیا ہے - اب
جسقدر جلد ممکن ہو دربار مین حاضر ہو - اور مین بھی خدا سے مدد کا امیدوار ہون کہ آپکے حق سے جلد ادا ہون

نوٹ لہ تاریخ ضیاء الدین برنی صفحہ ۱۶۶

عبداللہ بن عباس کی روایت ہو کہ خلیفہ مامون الرشید کے حضور مین سات آٹھ نوجوان فضل نے پیش کیے تھے۔ چنانچہ اُنمین سے عبداللہ بن یحییٰ کو سب سے زیادہ پسند کیا اور اپنے خاص ندیمون مین مقرر کیا۔ موسیٰ[۱] بن یحییٰ کو مدینہ[۱] اور عباس بن فضل کو خراسان کی گورنری مرحمت فرمائی۔ مامون الرشید کے اس انتظام سے رعایاے خراسان نہایت خوش ہوئی اور جو بغاوتین اور بدامنیان پھیلی ہوئی تھین وہ سب دور ہوگئین۔ اور جو خاندان جلاوطن ہوگئے تھے وہ سب ملک مین واپس آگئے۔ چنانچہ موسیٰ اور عبداللہ نے اپنے اپنے مقام حکومت پر انتقال کیا۔ خلیفہ ہرون الرشید نے جیسی آل برمک پر سختی کی تھی۔ مامون الرشید نے اُس سے بڑھکر اُنکے حال پر مہربانی فرمائی۔ لیکن موجودہ خاندان مین کوئی شخص جعفر یا فضل کے مثل باقی نہین رہا تھا اسوجہ سے عہد مامون مین اس خاندان کو وہ شہرت حاصل نہین ہوئی جو ہونا چاہیے تھی۔ جو لوگ باقی رہگئے تھے وہ عبرت کا نمونہ تھے۔ جو اُنکے دشمن تھے وہ خوش تھے۔ اور جو دوست تھے وہ اُنکے افسانے سُنکر اور مرثیے پڑھکر غم کے آنسو بہاتے تھے خصوصاً جعفر برمکی جو حسن وجمال اور فضل وکمال مین اپنا آپ نظیر تھا وہ بہت یاد آتا تھا۔ اور انصاف یہ ہے کہ آل برمک مین جعفر اس شعر کا مصداق تھا۔ "حالی"

قیس سا پھر کوئی اُٹھا نہ بنی عامر مین
فخر ہوتا ہو گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

نوٹ [۱] موسیٰ اور عباس کے تقرری کے حالات کامل ابن اثیر وغیرہ تاریخون مین نہین ہین کیا عجب ہے کہ یہ چند روزہ انتظام ہو۔ البتہ علامہ بلاذری نے لکھا ہے۔ کہ موسیٰ منصورہ (سندھ) کا گورنر تھا۔ دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۴۴۵

ملک کی نوحہ خوانی برامکہ کی تباہی اور فیاضی پر

جعفر کے قتل اور برامکہ کی تباہی کو اگرچہ عہد ماموں الرشید تک گیارہ یا بارہ برس کا زمانہ ہوچکا تھا
مگر جو لوگ برامکہ کے دلدادہ اور اُنکی فیاضیوں سے امیر الامرا بنگئے تھے اُنکے دلوں مین ہنوز یہ اثعات
تازہ تھے اور جس طرح وہ عہد ہرون مین بلا خوف و خطر برامکہ کے قصص و حکایات بیان کیا
کرتے تھے۔ اسیطرح پر آج بھی وہ اُنکے حال پر آنسو بہاتے تھے چنانچہ مسرور کی روایت ہی کہ

منذر بن المغیرہ دمشقی[1] دربار ماموں الرشید مین

ایک روز بوقت شب مجکو خلیفہ ماموں الرشید نے طلب کیا۔ اور
کہا کہ چند آدمیون نے مجھسے یہ رپورٹ کی ہی کہ ایک بوڑھا
شخص ہر روز آدھی رات یا پچھلے پہر کو برامکہ کے مسمار شدہ
مکانات مین آکر رویا کرتا ہے اور اُنکے مرثیے پڑھکر اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ لہذا
تو اسیوقت علی بن محمد اور دینار بن عبداللہ کو اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہو۔ جب وہ بوڑھا اپنے
کاموں سے فارغ ہو تو بلا تامل میرے سامنے پیش کر۔ چنانچہ ہملوگ اُس مقام پر پہنچے اور
دیوارون کی آڑ مین چھپکر بیٹھے۔ صبح ہوتے ہوے ایک حبشی غلام آیا۔ اور ایک لوہے کی کرسی
بچھا کر چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد ایک بوڑھا آیا اور اُس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اول اُسنے برامکہ کی
مدح و ثنا مین بہت سے اشعار پڑھے پھر نوحہ و زاری شروع کی جب رو چکا تو اُٹھ کھڑا ہوا۔
لیکن ہم لوگون نے اُسکو فوراً گرفتار کر لیا۔ تب اُسنے گھبرا کر پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟

نوٹ [1] ماخوذ از مستطرف جلد اول صفحہ ۱۰۱۔ کتاب فرج بعد الشدۃ صفحہ ۲۹۰۔ اعلام الناس صفحہ ۱۸۱۔

مین نے کہا کہ امیر المومنین کا خادم ہون۔ چلیے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ یہ سُنتے ہی اُسکے ہوش اُڑ گئے۔ اور کہا کہ بس اب پیمانۂ حیات لبریز ہوچکا ہے۔ مجھے اسقدر مہلت دو کہ وصیت کرلون مین نے کہا کوئی تردد کی بات نہین ہے۔ اطمینان سے چلیے۔ چنانچہ ایک دوکان کھلوا کر لکھنے کا سامان منگایا۔ اور وصیت نامہ لکھکر غلام کو دیدیا۔ اور ہمارے ساتھ ہولیا۔ جسوقت مامون الرشید کا سامنا ہوا۔ تو اُسنے بوڑھے سے پوچھا کہ "تو کون ہے۔ اور برامکہ کا تجھپر کیا حق ہے کہ اُنپر رویا کرتا ہے۔ جو سچی بات ہو عرض کر۔" اُسنے کہا کہ مین امیر المومنین سے برامکہ کے احسانات اور فیاضیان کیا عرض کرون۔ اُنکی کوئی حد و انتہا نہین ہے۔ تاہم اگر آپ اجازت دین تو مین صرف اپنا ایک ابتدائی واقعہ عرض کرون۔ خلیفہ نے کہا ہان اجازت ہے۔ کہو۔ تب اُسنے کہا کہ امیر المومنین! میرا نام منذر ہے۔ مغیرہ دمشقی کا بیٹا ہون۔ میرا خاندان حسب و نسب مین ممتاز تھا۔ اور مین نے عیش و آرام کی گود مین پرورش پائی تھی۔ لیکن زمانہ کی عادت کے موافق میرے خاندان پر بھی تباہی آگئی۔ اور راحت و ثروت دونون نے ساتھ چھوڑ دیا۔ نوبت باینجا رسید کہ مردون کی پگڑیان اور عورتون کی چادرین بک گئین تب مجھے لوگون نے صلاح دی کہ برامکہ کی خدمت مین جاؤ۔ چنانچہ ملک شام سے مین بغداد مین آیا۔ میرے ساتھ مرد و عورت ملاکر سب تیس ۳۰ آدمی تھے۔

جب مین مدینۃ السلام بغداد مین پہنچا ہون اُسوقت اتنا بھی سہارا نہ تھا کہ کچھ بیچ کر یا رہن کرکے کھانے پینے کی فکر کرون اسلیے ایک مسجد مین ٹھہر گیا۔ اور ایک جوڑہ کپڑا جو میرے ساتھ تھا اُسکو پہنکر باہر نکلا۔ اور اہل و عیال کو اسی حالت مین چھوڑ دیا۔ چنانچہ برامکہ کا پتہ پوچھتے پوچھتے

ایک مسجد کے دروازے پر جا پہنچا - یہ نہایت عالیشان مسجد تھی - دروازہ پر خوبصورت نقش و نگار تھے - اور صحن مین نفیس پرتکلف فرش بچھے ہوے تھے - دروازہ پر دو خادم کھڑے ہوے تھے اور اندر دیرینہ سال بزرگون کا مجمع تھا - چنانچہ مین بھی انہین جا کر بیٹھ گیا - پھر یہ ارادہ کیا کہ اُن لوگون سے اپنا حال کہون - لیکن سوال کی ذلت سے مجھے پسینہ آگیا اور خاموش بیٹھا رہا اتنے مین ایک خادم آیا - اور سب سے کہا کہ دوسرے مکان مین تشریف لے چلیے چنانچہ سب کے ساتھ مین بھی اُٹھ کھڑا ہوا - اور ایک رفیع الشان محل کے دروازہ پر پہنچا - یہ بڑی لمبی چوڑی عمارت تھی - صحن سے ملا ہوا پائین باغ تھا اسمین ایک زرنگار تخت پر یحییٰ بن خالد برمکی بیٹھا تھا - اور داہنے بائین دس نوجوان سبزہ آغاز بیٹھے ہوے تھے - اور تخت کے چارون طرف ہاتھی دانت کی مرصع چوکیان بچھی ہوئی تھین - ہملوگ اُسپر جا کر بیٹھ گئے - پھر ایک خادم نے حاضرین مجلس کو شمار کیا تو سب ایکسو ایک آدمی تھے - پھر بقدر تعداد مذکورہ خادم آئے جنکی کمر مین زرین پٹکے بندھے تھے - اور ہر ایک کے ہاتھ مین نقرئی انگیٹھی تھی جسمین عود اور لوبان سلگ رہا تھا - چنانچہ سب مہمانون کے کپڑے بخورات سے بسائے گئے - اُسکے بعد ایک نوجوان، نہایت خوبرو، موزون اندام، سبزہ آغاز آیا - اور یحییٰ کے قریب آنکر بیٹھ گیا - اُسوقت قاضی نے یحییٰ نے کہا کہ آپ میرے بھتیجے کا عقد میری بیٹی عائشہ سے کر دیجیے - چنانچہ قاضی نے خطبہ پڑھا اور نکاح ہو گیا - چارون طرف سے مبارکباد کی صدائین بلند ہوئین - اور یحییٰ اپنے جوش مسرت سے مشک و عنبر کی گولیان لوگونپر پھینکین - امیر المومنین! خدا کی قسم مین نے تو اس لوٹ مین اپنی آستین بھر لی - جب بچھاور ہو چکی تو پھر ایکسو ایک خادم آئے - ان سب کے

ہاتھ مین ایک ایک نقرہ طبق تھا۔ اور ہر طبق مین ایک ہزار دینار تھے۔ چنانچہ سب کے سامنے ایک ایک رکھدیا۔ ان لوگون نے دینار اپنی آستینون مین رکھ لیے اور طبق بغل مین دبا لیا اور رخصت ہوگئے۔ اب مین اکیلا رہگیا۔ چونکہ مال زیادہ تھا اسوجہ سے میری جرأت نہوتی تھی کہ مین بھی بے دیکھے چلتا ہوجاؤن اور نہ مفلسی کیوجہ سے یہ ہوسکتا تھا۔ کہ یہ رقم چھوڑکر خالی ہاتھ چلا جاؤن۔ جب مجھے اس ششں و پنج مین ایک خادم نے دیکھا تو اشارہ کیا کہ دونو چیزین لیکر چلا جا۔ چنانچہ مین اُٹھا کر چلا لیکن مجھے یقین نہ آتا تھا کہ مین گھر تک اسکو لیجاؤنگا بلکہ میرا خیال تھا۔ کہ یہ نوکر مجھسے چھین لینگے۔ اسلیے پھر پھر کر پیچھے دیکھتا جاتا تھا۔ میری ان حرکتون کو خود یحییٰ نے دیکھا تھا اسلیے جب پہلے دروازہ کے قریب پہنچا اور مین نے چاہا کہ پردہ ہٹا کر باہر نکلجاؤن کہ اتنے مین ایک خادم نے مجھے روکا۔ اور یحییٰ کے پاس لے گیا۔ تب مجھے یقین آگیا کہ ضرور یہ دینار چھین لیے جائینگے۔ لیکن یحییٰ نے مجھے اپنے پاس بُلاکر بٹھایا اور مفصل حالات پوچھے۔ مین نے سارا قصہ بیان کردیا۔ اور جسوقت مین نے کہا کہ میرے اہل وعیال بھوکے پیاسے فلان مسجد مین بیٹھے ہین۔ اُسوقت اپنے بیٹے موسیٰ کو بُلایا۔ اور میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ شخص عالی خاندان ہے۔ اور کسی زمانہ مین صاحب ثروت تھا۔ اب حوادث ایام سے پریشان ہے۔ اسکو اپنے گھر لیجاؤ اور مہانداری کرو۔ چنانچہ ایک شبانہ روز مین موسیٰ کا مہمان رہا۔ بڑی تکلف کی دعوتین کھائین لیکن اہل وعیال کی فکر سے طبیعت بیچین تھی۔ مین نے موسیٰ سے اُنکا حال پوچھا تو جواب دیا کہ خدا اُنکے رزق کا خود کفیل ہے۔ بعدہٗ ایک خلعت فاخرہ دیکر مجھے رخصت کیا۔ اور اپنے

بھائی عباس کے سپرد کیا اور کہا کہ مجھے امیرالمومنین نے یاد فرمایا ہے۔ یہ ایک ہمارے مہمان ہین۔ آج آپ شرط مہمانداری ادا کیجیے۔ چنانچہ عباس نے بھی میری ویسی ہی خاطر کی جیسی موسیٰ نے کی تھی۔ چنانچہ یکی بعد دیگرے ایک ایک بھائی کا مہمان ہوا۔ دسوین دن جعفر کی باری آئی۔ ایک روز یہان بھی رہا۔ گیارھوین دن ایک خادم نے کہا کہ اب چلکر اپنے اہل وعیال سے ملیے۔ مین نے اپنے دل مین کہا کہ مین ناحق دس روز یہان پڑا رہا۔ کچھ نقد بھی ہاتھ نہ لگا۔ اور جو انعام یحیی کے یہان سے ملا تھا وہ بھی چھن گیا۔ کاشکی! مین اُسی دن چلا جاتا تو اچھا تھا۔ غرض کہ اُسی دُھن مین خادم کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا کہ اُسنے ایک مکان کے دروازہ پر لیجاکر کھڑا کر دیا اور کہا کہ یہی تمھارا مکان ہے۔ مجھے اس مکان کی رفعت وشان اور سازوسامان دیکھکر حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہو۔ چنانچہ چار درجے طے کرکے مین مکان کے اندر پہنچا۔ وہان مین نے اپنے اہل وعیال کو دیکھا کہ ریشمی کپڑے پہنے ہوے ادھر ادھر پھر رہے ہین اور ایک لاکھ درہم دس ہزار دینار کا عطیہ بھی موجود ہے اسکے بعد خادم نے دو موضع کی معافی کا قبالہ میرے حوالہ کیا۔ اور کہا کہ یہ مکان مع اسباب کے تمھارا ہے۔ امیرالمومنین! اسی شان وشان وشوکت سے مین تیرہ۱۳ برس تک برامکہ کا خدمتگزار رہا۔ اُنکی فیاضیون اور مہربانیون سے کسی کو یہ تمیز نہین ہوسکتی تھی کہ آیا مین بھی آل برمک سے ہون یا کوئی غیر۔ اور اب بھی جو کچھ ہے اُنھین کے خوانِ کرم کا صدقہ ہے لیکن جب خلیفہ ہرون الرشید نے اس خاندان کو برباد کر دیا تو مجھپر بھی سخت مصیبت پڑی اور جو میری معافی تھی اُسپر عمرو بن مسعدہ نے لگان تشخیص کر دیا۔ اب اُسکین

کچھ منافع نہین ہی۔ اور بعد ادای لگان سرکاری کے مجھے کچھ نہین بچتا ہے۔ اب مین برامکہ کو یاد کرتا ہون اور اُنکے حق مین دعا کرتا ہون۔ مامون الرشید بھی یہ حال سُنکر متاثر ہوا۔ اور اُسی وقت عمرو بن مسعدہ کی طلبی کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو پوچھا کہ اس شخص کو پہچانتے ہو کون ہے؟ عمرو نے کہا ہان۔ واقف ہون۔ یہ برامکہ کا ایک جاگیردار ہے۔ اور اسکی معافی بمع تشخیص کیدیگئی ہے۔ چنانچہ مامون الرشید نے اُسی وقت حکم دیا کہ بندوبست سے آج تک جو رقم وصول ہوئی ہے وہ سب واپس کیجاے۔ اور بدستور معافی رہے۔ مامون الرشید کا یہ حکم سُنکر منذر دمشقی خوب رویا۔ مامون الرشید نے پوچھا کہ اب رونیکا کیا موقع ہی۔ دیکھو مین نے تمھارے ساتھ کیسا سلوک کیا ہی۔ منذر نے کہا امیرالمومنین کا ارشاد صحیح ہے لیکن ھذا ایضًا من صنائع البرامکہ یعنی یہ فیاضی بھی برامکہ ہی کی بدولت ہے نہ مین اُنکے حال پر روتا، نہ آپ کو خبر ہوتی، نہ یہانتک پہنچتا، نہ یہ صلہ ملتا۔ ابراہیم بن مہدی کہتا ہے کہ مامون الرشید نے بھی تسلیم کیا اور کہا لعمری ھذا من صنائع البرامکہ بیشک برامکہ کے احسان اور فیاضی پر جسقدر تو آنسو بہاے۔ تجھکو سزاوار ہے اور جسقدر غم کرے وہ تھوڑا ہے۔ اُسوقت سے منذر کا قول ضرب المثل مین داخل ہوگیا۔ اور عرب مین ایسے ہی موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔

فضل برمکی کی فیاضی کا ایک خاص واقعہ

یحیی بن سلام الابرش بروایت اپنے باپ کے بیان کرتا ہے۔ کہ خاندان برامکہ کی تباہی کے بعد ایک دن خلیفہ ہرون الرشید بہ قصد شکار جارہا تھا کہ برامکہ کے کھنڈرات کیطرف جانکلا۔

ایسے ویرانہ مقامات پر لوگونکی عادت ہو کہ کچھ نہ کچھ لکھدیا کرتے ہین چنانچہ ایک دیوار پر یہ اشعار لکھے دیکھے

یا منزلاً لعب الزمان باهله[1]	اے گھر اجسکو رہنے والونکو ساتھ زمانہ نے مذاق کیا۔
فاباد هم بتفرق لا یجمع	سو اسطرح انکو بکھیر کر مٹا دیا کہ پھر یکجا نہونگے۔
ان الذین عهدتهم بك مرة	مین نے ایک دفعہ یہان جن لوگون کو دیکھا تھا
كان الزمان بهم یضر و ینفع	زمانہ انھین کے ذریعہ سے لوگون کو فائدہ و نقصان پہنچاتا تھا
اصبحت تفزع من رآك وطالما	تجھکو اب جو دیکھتا ہے وہ چیخ اُٹھتا ہے۔
كنا الیك من المها ول نضرع	حالانکہ مدتون ہم مصیبتون مین تیری طرف رجوع کرتے تھے
ذهب الذین یعاش فی اكنافهم	وہ لوگ چلے گئے جنکے زیر سایہ زندگی بسر کیجاتی تھی
وبقی الذین حیاتهم لا تنفع	اور وہ رہگئے جنکی زندگی بیفائدہ ہے۔

ہرون الرشید یہ اشعار پڑھکر بہت متاثر ہوا۔ پھر علامہ اصمعی سے جو ہمراہ رکاب تھا۔ پوچھا کہ کچھ برامکہ کے حالات بھی جانتے ہو۔ اصمعی نے عرض کیا۔ کہ امیر المؤمنین امان دیجیے تو عرض کرون۔ چنانچہ ہرون الرشید نے امان دی۔ تب اصمعی نے اسطرح پر اپنا چشم دید قصہ بیان کرنا شروع کیا کہ امیر المؤمنین مین ایک دن فضل بن یحییٰ کے ہمراہ شکار مین تھا۔ چارونطرف خیمے لگے ہوے تھے کہ لشکر مین ایک بدو اونٹ پر سوار جنگل کیطرف سے آیا۔ فضل نے مجھسے کہا کہ یہ بدو میرے پاس آیا ہے۔ چنانچہ جب لشکر کے اندر پہنچ گیا تو خیمون کی دھوم دھام اور لوگون کا مجمع دیکھکر سمجھا کہ یہ امیر المؤمنین کا لشکر ہے۔ چنانچہ وہین

[1] ماخوذ از مراۃ الجنان یافعی و اعلام الناس۔

اونٹ پر سے اترا۔ اور اونٹ کو باندھ دیا پھر فضل کی طرف بڑھکر کہا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤمِنِیْن" فضل نے کہا کہ چپ رہ کیا کہتا ہی؟ تب کہا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم اَیُّھَا الاَمِیر وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" فضل نے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا جب بدو فضل کے قریب بیٹھا تو دونوں میں حسب ذیل گفتگو شروع ہوئی

ایک بدو سے فضل کا مکالمہ

فضل - آپ کس قبیلہ سے ہین۔ اور اُنمین کونسا درجہ ہے۔ اعلیٰ یا ادنےٰ۔

بدّو - مین قبیلۂ **قضاعہ** سے ہون اور درجۂ اعلےٰ مین ہون۔

فضل - عراق سے ارض قضاعہ تک کیا مسافت ہے؟

بدّو - جہانتک مجھے علم ہے دو ہزار چار سو میل ہے۔

فضل - یہ فرمائیے کہ ایسی کٹھن اور اتنی بڑی منزلین طے کر کے یہان آنے کی کیا ضرورت تھی؟

بدّو - جناب امجکو یہانتک اُن بزرگون کی شہرت کھینچ لائی ہے۔ جنکی فیاضی اور نیکی تمام ملکون مین تعریف ہو رہی ہے۔

فضل - آخر وہ ہین کون؟ جو ایسے مشہور و معروف ہین۔

بدّو - "برامکہ"

فضل - آپ سچ فرماتے ہین لیکن برامکہ تو ایک خاندان کا نام ہے اُنمین چھوٹے بڑے بہت سے آدمی ہین۔ اور ہر ایک کا جداگانہ خاصہ ہے۔ آپنے اُس خاندان مین کسکو انتخاب کیا ہی جس سے حاجت برآری کی امید ہے۔

بدّو - اطولھم باعاً واسمھم کفاً۔ یعنے مین نے اُسکو انتخاب کیا ہی جو سب سے بڑھکر فیاض

فضل۔ آخر اُسکا نام بھی جانتے ہو؟

بدّو۔ ہان اُسکا نام فضل ہے۔ وہ یحیی کا بیٹا۔ اور خالد کا پوتا ہے۔

فضل۔ بیشک سچ کہتے ہو۔ لیکن وہ بڑا جلیل القدر اور مقتدر آدمی ہے۔ جب وہ مجلس عام مین بیٹھتا ہے تو اُسکے ساتھ علما، فقہا، ادبا، شعرا، کتاب اور مناظرین علم و فن کا بڑا مجمع ہوتا ہے۔ اب فرمایئے کہ آپ کون ہین؟ عالم، یا ادیب، یا ماہر ایام العرب؟

بدّو۔ نہین، جناب! مین تو ایک معمولی آدمی ہون۔ نہ عالم ہون نہ ادیب۔

فضل۔ اچھا عالم فاضل نہ سہی کوئی فضل کے نام سفارشی خط لائے ہو۔

بدّو "نہین"

فضل تعجب ہو کہ پھر کس ذریعہ سے فضل جیسے بڑے آدمی کی ملاقات ہوسکتی ہے۔

بدّو اے امیر! خدا کی قسم۔ میرے پاس کوئی وسیلہ نہین ہے۔ البتہ اُسکی مدح مین مین نے دو شعر لکھے ہین وہ اُسکے حضور مین پڑھونگا امید ہو کہ اُسکی فیاضی مجھے محروم نہ رکھے گی۔

فضل بہتر ہے۔ آپ وہی اشعار پڑھ دیجیے گا۔ لیکن پہلے مجھے سنایئے اگر وہ عمدہ ہونگے تو مین فضل کی ملاقات کی صلاح دونگا اور اگر معمولی ہوے تو جو کچھ مجھسے ہوسکیگا آپ کی نذر کرونگا۔ اور آپ کو اسی مقام سے رخصت کر دونگا۔

بدّو بہت خوب عرض کرتا ہون۔ سُنیے!

الو ترَان الجود من عهد آدم	تمنے دیکھا و سخاوت حضرت آدم کے زمانہ سے۔
تحدّر حتّی صار ینمط الفضل	اُترتی چلی آئی۔ یہان تک کہ فضل کے پاس پہنچی۔
ولو ان امّا مسها جوع طفلها	کسی بچہ کو اگر بھوکھ ستے لگے۔
غذته باسم الفضل لاغتذی الطفل	اور اُسکی مان فضل کا نام لے تو بچے کی غذا ہو جائیگی

فضل۔ سبحان اللہ کیا خوب مضمون ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اشعار فلان شاعر کے ہین۔ اور وہ فضل کی مدح کرکے صلہ بھی پا چکا ہے تب کیا کہوگے۔

بدّو۔ اُسوقت مین یہ شعر پڑھونگا۔

قد کان آدم حین حان وفاته	آدم نے جان دیتے وقت۔
اوصاک وهو یجود بالحوباء	تجھکو وصیت کی تھی۔
ببنیه ان ترعاهم فرعیتهم	کہ میرے بچون کا خیال رکھنا۔
وکفیت آدم عولة الابناء	سو تونے اس وصیت کا خوب پاس کیا۔ اور آدم کی اولاد فاقہ سے محفوظ رہی

فضل۔ بہت خوب ہے۔ لیکن اگر فضل نے امتحاناً کہا کہ یہ اشعار آپ نے لوگون سے سُن سُنا کر پڑھ دیے ہین۔ اُسوقت کیا کہوگے۔ اور وہ دربار کا موقع ہوگا کہ جہانپر چار ونطرف سے آدمیون کی نظرین پڑینگی اُسوقت فی البدیہہ کہنا پڑیگا۔

بدّو اگر ایسا اتفاق ہوا تو مین خاموش نہین رہونگا اور یہ شعر پڑھونگا۔

ولو قیل للمعروف نادِ اخا العلا	اگر "بھلائی" سے کہا جائے کہ صاحب حوصلہ کو پکار
لنادی باعلی الصوت یا فضل یا فضل	تو نہایت اونچی آواز سے پکاریگی کہ ای فضل فضل"

ولو انفقت جداواك من رمل عالج	اگر تیری سخاوت۔ ریتی کو خرچ کرنے لگے۔
لاصبح من جداواك فلا نفذ الرمل	تو تیری سخاوت سے۔ ریت بھی ختم ہو جائیگی۔

فضل واہ واہ! کیا اچھا مضمون ہی۔ لیکن اگر معترض اسپر بھی وہی اعتراض کرے۔ تب کیا کہوگے

بدّو اُسوقت مین برجستہ یہ کہونگا۔

وما الناس الا اثنان صب وباذل	آدمی دو قسم کے ہین مشتاق۔ اور فیاض
واني لذاك الصب والباذل الفضل	سو مشتاق تو مین ہون اور فیاض فضل
على ان لي مثلا كما ذكر الورى	لیکن یہ فرق ہو کہ مجھ جیسے دنیا مین اور بھی ہین
وليس لفضل في سماحته مثل	اور فضل جیسا سخاوت مین کوئی بھی نہین۔

فضل بہت ہی اچھا مضمون ہے۔ لیکن اگر فضل آپ کے اشعار سُنتے سنتے گھبرا جاے اور یہ کہے کہ الکنایۃ ابلغ من التصریح" یعنی میری مدح مین ایسے اشعار پڑھو جسمین بصراحت نام نہو بلکہ صرف کنیت ہو۔

بدّو اگرچہ بکثرت ایسے اشعار ہین۔ لیکن مین صرف دو بیت پر اکتفا کرونگا۔

الا يا ابا العباس يا واحد الورى	اے ابو العباس۔ اے یکتاے زمانہ!
ويا ملكا خد الملوك له نعل	اے وہ بادشاہ کہ بادشاہون کے چہرے اُسکی جوتیان ہین۔
اليك تسير الناس شرقا ومغربا	لوگ پورب پچھم سے تیرے ہی طرف آتے ہین۔
فرادى وازواجا كانهم نحل	تنہا تنہا اور کئی کئی۔ شہد کی مکھی کی طرح۔

فضل بس کافی ہے۔ لیکن اگر فضل نے اسکے بعد بھی یہ کہا کہ قافیہ بدلکر کنیت اور نام کو

چھوڑ کر اشعار سُنا دتب بھی کچھ کہہ سکتے ہو۔

بدّو (غصّہ ہوکر) باوجود اسقدر امتحان کے بھی اب اگر فضل میرا امتحان کریگا تو صرف چار شعر پڑھونگا۔ لیکن وہ ایسے ہونگے کہ جسپر کوئی عربی یا عجمی سبقت نہ لیجائیگا اور اگر اسپر بھی نہ مانا اور پھر فرمایش کی تو یاد رہے کہ فضل کی ... ہی اور میرے ناقہ کے چاروں پیر۔ زیادہ کیا کہوں اور بلا حصول مطلب قضاعہ کو لوٹ جاونگا۔

فضل۔ (شرمندہ ہوکر) امید نہیں ہے کہ فضل اسقدر سختی سے امتحان لے۔ لیکن مین بہت مشتاق ہوں۔ آپ وہ چاروں شعر سُنا دیجیے۔

بدّو۔ سُنیے جناب!

ولائمۃ لامتك یا فضل فی الندا	ایک ملامت کرنیوالی نے فضل کو ملامت کی فیاضی کے بارہ مین
فقلت لہا ہل یقدح اللوم فی البحر	تو مین نے اس سے کہا کہ ملامت دریا کو کچھ نقصان پہنچاسکتی ہے
اتنہین فضلا عن عطایاہ للغنی	کیا تو فضل کو سخاوت سے روکتی ہے۔؟
فمن ذا الذی ینہی السحاب عن القطر	بادل کو بھی کوئی بارش سے روک سکتا ہے۔
کان نوال الفضل فی کل بلدۃ	فضل کی بخششین ہر شہر مین اسطرح ہین۔
تحدر ہذا المزن فی مہمہ قفر	جسطرح اس بادل کا برسنا ویرانہ مین۔
کان وفود الناس فی کل وجہۃ	لوگ ہر طرف سے فضل کے پاس چلے آتے ہین
الی الفضل لاقوا عندہ لیلۃ القدر	گویا انکو فضل کے پاس شب قدر ملجاتی ہے۔

جب اعرابی یہ اشعار سُنا چکا تو پھر کوئی سوال نہین کیا گیا۔ لیکن بدوکی بات نیم

فضل کو ہنسی آگئی۔ اور ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ پھر بدّو سے کہا اے عرب! خدا کی قسم! فضل بن یحییٰ برمکی مین ہون۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ فضل کا نام سُنکر دہقانی کے ہوش اوڑ گئے۔ اور کہا خدا کے واسطے۔ سچ بتائیے آپ مجھسے مذاق تو نہین کرتے ہین۔ فضل نے کہا نہین۔ تب بدّو نے بکمال ادب درخواست کی کہ میری گستاخانہ اور غیر مہذب فقرے کو معاف فرمائیے۔ فضل نے کہا خدا معاف کریگا۔ اب تو اپنی حاجت بیان کر۔ اُسنے کہا کہ مجھے دس ہزار درہم کی ضرورت ہے۔ فضل نے کہا کہ درخواست منظور ہے اور حکم دیا کہ ۱۰۰۰۰×۱۰۰۰۰ دیا جاے۔ اسقدر کثیر رقم دیکھکر فضل کے سکرٹری سے نہ رہا گیا اور عرض کیا کہ خداوند نعمت! یہ فیاضی نہین ہے۔ بلکہ اسراف ہے۔ ایک بدّو کو جسنے چوری کے اور نیز ادھر اُدھر کے اشعار آپ کو سنائے اسقدر انعام دینا مناسب نہین ہے۔ فضل نے کہا کہ میرے نزدیک یہ اس عطیّہ کا مستحق تھا کیونکہ وہ ایک بڑی مسافت طے کرکے مجھ تک آیا ہے۔ جب سکرٹری نے دیکھا کہ میری بات کارگر نہین ہوئی تو دوسری چال چلا اور فضل کو قسم دیکر کہا کہ حضور عالی! مین کمان مین تیر جوڑ کر دیتا ہون آپ اس بدو پر نشانہ لگائیے۔ اگر اُس وار کو یہ بدّو کسی عمدہ شعر کی سپر سے روک لے تو مال اُسکا ہے ورنہ کچھ دیکر رخصت کر دیا جائیگا۔ چنانچہ فضل کمان مین تیر جوڑ کر چاہتا تھا کہ بدو پر نشانہ لگاے کہ اُسنے برجستہ یہ شعر پڑھا

لقوسك قوس المجد والوتر والندا		تیری کمان۔ بزرگی، دشمنی، اور سخاوت کی کمان ہے
وسهمك سهم العز فارم بفقري		اور تیرا تیر عزت کا تیر ہے۔ تو اس سے میری مفلسی پر نشانہ لگا

بدو کا یہ شعر سنکر فضل بہت خوش ہوا - اور ایک لاکھ درہم یہ کہکر دیے کہ خدا نے مجکو تیرے ناقہ کے شر سے بچا لیا - جب بدو انعام پا چکا تو رخصت ہوا - لیکن اسوقت اُسکے آنکھون سے آنسو جاری تھے - فضل نے پوچھا کہ اب کیون روتا ہی - کیا کوئی اور خواہش باقی ہے؟ اُسنے جواب دیا کہ مین اس بات پر روتا ہون کہ جب تجھ ایسے فیاض شخص کو موت ہمسے چھین لیگی اُسوقت ہم جیسے غریبون پر کون فیاضی کریگا - اور کسی شاعر کے یہ اشعار پڑھے

لعمرک ما الرزیۃ فقد مال	مصیبت اِسکو نہین کہتے کہ مال گم ہو جاسے -
ولا فرس یموت ولا بعیر	یا گھوڑا یا اونٹ مر جاسے -
ولکن الرزیۃ فقد حرٍّ	مصیبت اُسکا نام ہی کہ ایسا شریف آدمی گم ہو جاسے
یموت لموتہ خلق کثیر	جسکے مرنے سے ایک عالم مر جاسے -

جب اصمعی خلیفہ ہرون الرشید سے یہ واقعہ بیان کر چکا تو خلیفہ نے کہا اسمین کوئی شک نہین ہے کہ خاندان برامکہ ایسا ہی فیاض تھا - افسوس مین نے اُنکو ناحق قتل کیا - اور یہ وہ واقعات ہین جو مجکو تمام عمر یاد رہین گے"

۳ خلیع[1] شاعر راوی ہے کہ ایک دن فضل[2] برمکی نے مجکو بلایا - اور یہ وہ زمانہ تھا کہ فوجی خدمات فضل کے سپرد تھین - اور لوگون نے میری بہت سی چغلیان بھی فضل سے کھائین تھین

نوٹ [1] ابو علی حسین بن ضحاک بن یاسر متخلص بہ خلیع - طبقۂ اول کے شعرا مین ہے سنہ ۱۶۲ھ مین پیدا ہوا - بصرہ کا رہنے والا تھا - باوجود علم و فضل کے مزاج مین مسخرہ پن زیادہ تھا - اعزاز و مرتبہ مین اسحاق موصلی کا ہم رتبہ تھا - امین الرشید کا مصاحب خاص تھا - ابو نواس کے ساتھ اسکے اکثر مباحثے ہوا کرتے تھے - سنہ ۲۵۰ھ مین فوت ہوا -

[2] مرآۃ الجنان یافعی - و تاریخ نگارستان صفحہ ۴۸ مطبوعہ بمبئی -

اسلیے مین ڈرگیا کہ دیکھیے آج کیا معاملہ پیش آتا ہے۔ لیکن زندگی سے نا امید ہوکر مین فضل کے مکان پرگیا۔ وہان دیکھتا ہون کہ صحن مین بیٹھا ہوا ہے۔ تین سو مغنیہ کنیزین جمع ہین۔ اور عیش کی مجلس جمی ہوئی ہے۔ مین نے سلام کیا کچھ جواب ندیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اُٹھایا۔ اور میرے سلام کا جواب دیا۔ اور مجھسے مخاطب ہوکر کہا کہ "خلیع مین نے تمھین ایک کار خیر مین طلب کیا ہے۔ آج محل مین بیٹا ہوا ہے۔ اُسکی تہنیت مین دو مصرعہ مین نے لکھے ہین۔ چاہتا ہون کہ تم اُسکو پورا کردو" چنانچہ مین نے پڑھنے کی فرمایش کی تب فضل نے یہ ایک شعر پڑھا۔

وتفرح بالمولود من آل برمك
آل برمک کے ہان بچہ ہونے پر ہمکو خوشی ہوتی ہے

بغاة الندى والسيف والرمح والفضل
جوکہ سخاوت۔ تلوار۔ نیزہ۔ اور فضیلت کے طالب ہین۔

مین نے فی البدیہہ جواباً عرض کیا۔

وتنبسط الامال فيه لفضله
اور اُسکی عنایت کی توقع مین امیدین وسیع ہوتی ہین

ولا سيما ان كان والده الفضل
اور خصوصاً اگر اس بچہ کا باپ فضل ہو۔

فضل یہ شعر سُنکر بہت خوش ہوا۔ اور بارہ ہزار درہم صلہ مرحمت فرمایا۔ پھر مجھے جعفر کے پاس بھیجدیا مین نے وہ اشعار جو بھتیجے کی تہنیت مین لکھے تھے پڑھکر سُنائے بارہ ہزار درہم وہان سے ملے۔ پھر اسی قدر یحیی نے دیا۔ غرضکہ ٣٦ ہزار درہم ایک شعر کا صلہ لیکر گھر کو واپس آیا۔ یہ واقعہ اُنکے عروج کے زمانہ کا ہے۔ لیکن بعد تباہی اس خاندان کے مجھے مصر جانیکا اتفاق ہوا۔ اور ایک دن مین ایک حمام مین نہانے گیا وہان ایک نوجوان لڑکا میری خدمت

کے واسطے حاضر ہوا۔ اور میری حجامت بنانے لگا۔ اُسوقت اتفاقیہ میری زبان سے یہ مصرعہ نکل گیا "و نفرح بالمولود من آلِ برمکٍ" اس مصرعہ کے سُنتے ہی اُس نوجوان کی حالت متغیر ہوگئی ہاتھ کانپنے لگے اور اُسترہ ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ اور غش کر گیا۔ مجھے اسکی حالت پر بہت تعجب ہوا۔ جب ہوش مین آیا تو مین نے پوچھا کہ "اے عزیز یہ کیا واقعہ تھا" اُسنے کہا کہ "آپ ہی کے طفیل مین میری یہ نوبت پہنچی ہے۔ جو مصرعہ آپ نے پڑھا ہے اسکا شان نزول مین ہون۔ کسی شاعر نے میری ولادت کے وقت یہ مصرعہ کہا تھا یہ سُنکر مین سناٹے مین رہگیا۔ اور انقلاب زمانہ پر مجھے نہایت تعجب ہوا۔ اور اُس نوجوان سے کہا کہ "اے عزیز وہ بدنصیب شاعر مین ہون۔ اِسکے بعد مین نے اُس نوجوان کے سامنے ایک معقول نذرانہ پیش کیا۔ لیکن اُسنے اپنی فیاضی سے کچھ نہ لیا اور اُٹھکر چلا گیا"

برامکہ کی تباہی کے قصص وحکایات اس کثرت سے تاریخون مین پائے جاتے ہین کہ فیصدی پانچ کا بھی انتخاب ہم نہین لکھ سکتے ہین اور نہ فی نفسہ ایسے واقعات سے قوم کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ لہذا اس عنوان کو ہم ختم کرتے ہین۔

برامکہ کا مذہب

کسکی ملت مین گنون آپکو بتلا ای شیخ
تو کہے گبر مجھے گبر مسلمان مجکو

برمک اعظم گبر تھا اور آتشکدۂ نوبہار کا مذہبی پیشوا۔ لیکن مسلمان ہوجانیکے بعد پورے طور پر مذہب اسلام کا پابند رہا۔ اور اُسکا بیٹا خالد برمکی تو اسلامی ہیرو زمین ایک نامور ہیرو تھا اسلیے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ اسلامی خاندانون مین برامکہ بھی ایک معزز اور متقدر خاندان تھا اور باعتبار عقائد یا مذہبی تفریق کے مؤرخین نے برامکہ کو شیعہ لکھا ہے۔ لیکن اُس عہد مین شیعہ پن کا جوش صرف سلطنت کے لباس مین تھا۔ سوائے اسکے اور کچھ نہ تھا۔ اور جو حد فاصل آج ہمارے زمانہ کے سنّی و شیعہ گروہ مین ہے اسکا اُس عہد مین نام و نشان تک نتھا سنّی، شیعہ، معتزلہ کے مذہبی پیشوا ایک دوسرے کے پیچھے نمازین پڑھتے تھے۔ اور سنّیون کے امام شیعون سے حدیثین روایت کرتے تھے (دیکھو کتب احادیث واسماء الرجال)

اور چونکہ فلسفہ کا اثر مذہب سے بالاتر تھا۔ اسلیے حقیقتًا برامکہ کو شیعہ سنی وغیرہ کے خانہ بر انداز

نوٹ [۱] حصہ اول کے صفحات ۲۰۔۳۰۔۳۱ مین مختصر حالات اس آتشکدہ کے ہم لکھ چکے ہین۔ لیکن ایک جغرافیہ نویس نے چند ضروری نوٹس دیے ہین لہذا صرف وہ حصہ اضافہ کیا جاتا ہے۔ "نوبہار کا متولی خود مختار والی تھا اور اسکی حکومت نوبہار سے اکیس میل تک تھی جس مین وہ شاہانہ اختیارات برتتا تھا۔ اور آتشکدہ کی عظمت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ عجم کا پیغمبر (بقول مجوسیان) زردشت اس آتشکدہ مین مدتون معتکف رہا ہے۔ اور عجم کا مشہور بادشاہ لہراسپ جب بوڑھا ہوگیا تو اسنے سلطنت اپنے بیٹے گشتاسپ کو سپرد کردی اور خود نوبہار کا مجاور بن گیا۔ چنانچہ گشتاسپ نامہ مین استاد دقیقی لکھتا ہے ؎

چو گشتاسپ را داد لہراسپ تخت — فرود آمد از تخت و بربست رخت
بہ بلخ گزین شد بدان نوبہار — کہ یزدان پرستان آن روزگار
مر آن خانہ را داشتندے چنان — کہ مر مکہ را۔ تازیان، این زمان

جغرافیہ گنج دانش صفحہ ۱۱۴ حالات بلخ۔ مطبوعہ طہران سنہ ۱۳۰۵ ہجری مصنفہ معتمد السلطان محمد تقی خان بہادر۔

جھگڑون سے چندان بحث بھی نہ تھی۔ اور اسی فلسفہ پسندی کا اثر تھا کہ برامکہ زنادقہ مشہور ہوگئے تھے۔ بہرحال اُنکے عقائد جس درجہ کے ہون۔ ہم اُنکو تاریخی حیثیت سے شیعہ کہتے ہین لیکن شیعی مُورخون کی نظرون مین برامکہ کا تشیع مشتبہ سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ یہ لکھتے ہین کہ خاندان برامکہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کا باعث ہوا ہے۔ اور انھین لوگون نے امام صاحب کو زہر دلوایا ہے۔ جو بہ حیثیت شیعہ ہونے کے نہایت بعید ہے"۔

چونکہ یہ بحث طول دینے کے قابل نہین ہے لہذا اسی مضمون پر ہم اپنی کتاب کو ختم کرتے ہین اور برامکہ سے رخصت ہوتے ہین ؎

کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے

تیسرا حصہ تمام ہوا

۴۸۶

ضمیمہ

الہرون

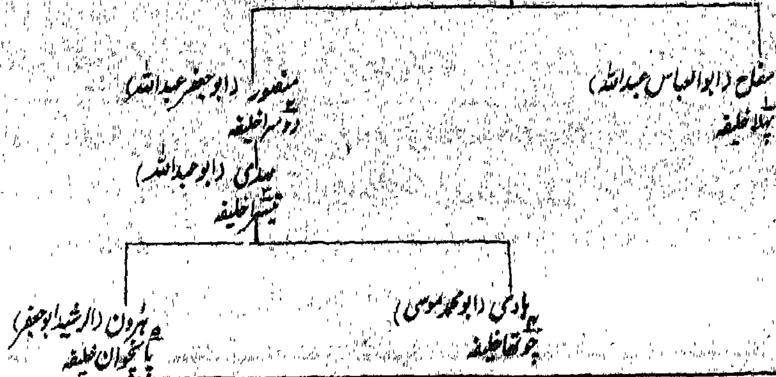
زشرح قصۂ بارفتہ خواب از چشم خاصان را
شب آخر گشتہ وافسانہ از افسانہ میخیزد

تمہید برامکہ کے جسقدر حالات لکھنا مقصود تھے۔ وہ ہم لکھ چکے۔ لیکن سچ پوچھیے! تو ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ کیونکہ برامکہ ایک وزارت کے خاندان کا نام ہے۔ وزارت کے ساتھ جبتک سلطنت کے کارنامے نہ دکھلائے جائین تو یہ سمجھنا چاہیے کہ گویا مصور نے یک رخی تصویر کھینچی ہے اسلیے البرامکہ کے خاتمہ پر مختصر تذکرہ خلیفہ ہرون الرشید کا لکھا جاتا ہے کیونکہ رائل ہیروز آف اسلام (نامور فرمانروایان اسلام) مین جس عظمت و شان سے اس نامور خلیفہ نے سلطنت کی ہے وہ بھی تاریخی یادگار ہے۔ اگرچہ چند صفحات مین ہم امیرالمومنین ہرون الرشید کی پوری سوانح عمری نہین لکھ سکتے ہین۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس ضمیمہ سے ایک اجمالی نقشہ اس نامور شہنشاہ کی سلطنت کا معلوم ہو جائیگا۔ اور انشاءاللہ پھر کسی موقع پر یہ ضمیمہ مستقل لائف

کی صورت مین شائع کیا جائیگا۔ فی الحال مالایدرک کلہ لایترک کلہ کے مقولہ پر عمل کیا جاتا ہے۔

نسب نامۂ آل عباس

حضرت عباس رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم تھے اور جنگ بدر مین ایمان لائے تھے۔ اور حضرت نے آپکے حق مین ایک طولانی دعا مانگی تھی جسکا ایک ٹکڑہ یہ بھی تھا کہ "واجعل الخلافۃ باقیۃ فی عقبہ" یعنی عباس رضہ کے خاندان مین خلافت باقی رہے۔ حضرت عباس رضہ کی کئی صاحبزادے تھے لیکن ان سب مین حضرت عبد اللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین۔ یہ تمام صحابہ مین اپنی بینظیر قابلیت کیوجہ سے اسدرجہ ممتاز تھے کہ حضرت فاروق اعظم باوجود کبرسنی کے تعظیم فرماتے تھے اور خلفائے عباسیہ کا سلسلہ نسب انھین حضرت تک منتہی ہوتا ہے۔ اور جس خلیفہ کے حالات ہم لکھنا چاہتے ہین وہ اسی سلسلہ کا پانچوان تاجدار ہے۔ چنانچہ ذیل کے شجرہ سے نسب و خلافت کی ترتیب معلوم ہوگی۔



خلافت عباسیہ کا مختصر تذکرہ

دولت بنی امیہ کے زوال پر ابو العباس عبداللہ سنہ ۱۳۲ھ[۱] ۷۴۹ء مین کل ممالک مفتوحہ اسلام کا پہلا خلیفہ ہوا۔ چونکہ فطرتاً خونریز تھا اسلیے سفاح لقب ہوا۔ چار برس حکومت کر کے بعارضہ چیچک سنہ ۱۳۶ھ ۷۵۳ء مین فوت ہوگیا۔ اور اُسکا جانشین ابو جعفر منصور ہوا۔ یہ خلیفہ مدبر، منتظم، اور حامی علوم و فنون تھا۔ مؤرخین نے اسکو فاتحۃ الخلفا کا لقب دیا ہے۔ اسکے عہد خلافت مین فوج، خزانہ، صیغہ تعلیم اور حدود سلطنت مین بہت وسعت ہوئی۔ دربار مین بجاے عربون کے ترکون کا زور ہوا۔ جسکا نتیجہ آگے چلکر نہایت خراب ہوا۔ ۲۲ برس بڑی شان و شوکت سے حکمرانی کر کے سنہ ۱۵۸ھ ۷۷۵ء مین انتقال کیا۔ بعدہٗ اُسکا بیٹا ابو عبداللہ مہدی تخت نشین ہوا اسکے عہد کے مشہور واقعات مین سے حکیم المقنع (کوتاہ قامت۔ یکچشم۔ باشندہ مرو) کا واقعہ ہے۔ جسنے خدائی کا دعوی کیا تھا۔ اور اپنے علمی کمالات سے چاہ نخشب سے مصنوعی چاند نکالا تھا۔ جسکی روشنی چھ میل تک پہنچتی تھی لیکن بمقام ماوراء النہر سنہ ۱۶۱ھ مین جب اسنے علم بغاوت بلند کیا اور خلیفہ کا لشکر مقابلہ مین صف آرا ہوا تو قلعہ بند ہوکر خودکشی کرلی۔ مہدی نے دس برس کئی مہینے حکومت کی اور سنہ ۱۶۹ھ ۷۸۵ء مین فوت ہوا۔ اُسکے انتقال کے بعد بڑا بیٹا ابو محمد موسی ہادی سر آراے خلافت ہوا۔ لیکن سوا برس کے بعد سنہ ۱۷۰ھ ۷۸۶ء مین اسنے بھی سفر آخرت قبول کیا۔ اور چھوٹے بھائی کے واسطے جگہ خالی کر گیا۔

تبصرہ [۱] سال ہجری پندرھوین یا سولھوین تاریخ ماہ جولائی سنہ ۶۲۲ء سے شروع ہوتا ہی اور شمار اسکا چاند کی حرکتون پر ہے اور سال عیسوی کا حساب سورج کی گردش پر ہے اسلیے سنہ ہجری سے سنہ عیسوی معلوم کرنا چاہو تو سنہ ہجری مین سے فیصدی ۳ عدد منہا کر کے باقی کو ۶۲۱٫۵ مین جمع کردیا۔ سنہ ہجری کو ۰٫۹۷ مین ضرب دیکر حاصل ضرب کو ۶۲۱٫۵ مین ملاؤ ان دونون صورتون مین جو حاصل جمع آوے وہ سنہ عیسوی ہوگا۔

چونکہ واقعات مذکورہ سے ترتیب خلافت کی معلوم ہوچکی ہے لہذا اب خلیفہ ہرون الرشید کے
واقعات زندگی لکھے جاتے ہین۔

ہرون الرشید کی ولادت اور تعلیم و تربیت

اخیر ذی الحجہ ۱۴۵ھ (۷۶۲ع) مین بمقام "رے"، یہ نامور خلیفہ پیدا ہوا۔ کیونکہ خلیفہ مہدی اس زمانہ مین یہانکا گورنر تھا۔ اور بعض مورخ لکھتے ہین کہ یکم محرم الحرام ۱۴۹ھ مین یہ خلیفہ پیدا ہوا۔ اسکی مانکا نام خیزران (ام ولد) تھا۔ اور چونکہ خوش قسمتی سے ابوجعفر منصور (دادا) بھی زندہ تھا اسلیے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ ہر فن کے مجتہدین جدا جدا پڑھاتے تھے۔ اور عام نگرانی یحیی بن خالد برمکی کے سپرد تھی۔ علمی ذوق وشوق خدانے بچپن سے دیا تھا۔ علامہ سیوطی نے قاضی فاضل سے نقل کیا ہو کہ آج تک کسی بادشاہ نے حصول علم کے لیے سوائے خلیفہ ہرون الرشید کے سفر اختیار نہین کیا۔ چنانچہ یہی خلیفہ ہے جو امام مالک کی خدمت مین موطا پڑھنے کیواسطے حاضر ہوا۔ موطا کا وہ نسخہ جسمین ہرون الرشید نے پڑھا تھا۔ مدت تک مصر کے کتب خانہ مین موجود تھا۔ امام مالک کی شاگردی کے علاوہ خلیفہ مہدی، منصور، اور مبارک بن فضالہ سے جو اپنے زمانہ کے شیخ الحدیث تھے علم حدیث کو خاص طور پہ حاصل کیا تھا۔ صرف، نحو، لغت ادب اور تمام فنون مین جو عربیت کے عنصر ہین اسکی طبیعت نہایت موزون واقع ہوئی تھی اغانی اور عقد الفرید وغیرہ علم ادب کی کتابین اسکے فصیح و بلیغ خطبات، حکیمانہ اقوال، اور دلکش اشعار سے مالامال ہین۔ فن شعر مین ہرون الرشید کو کامل دستگاہ تھی۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق وہ شعرا کو غلطیان بتادیتا تھا کہ یہان یون ہونا چاہیے۔ لیکن خود بہت کم شعر کہتا تھا

اور شاعری کو (بہ حیثیت ایک مقتدر شہنشاہ کے) ذریعۂ فخر نہ سمجھتا تھا۔ چنانچہ اپنے بیٹے مامون الرشید کو جبکہ اسنے اراکین دربار کی فرمایش سے ایک موقع پر ذیل کا قطعہ لکھکر پیش کیا۔ تو بطور نصیحت کے جواباً لکھا ہو کہ "ای جان پدر! تمکو شعر سے کیا کام۔ شعر عام آدمیون کے لیے باعث فخر ہے۔ مگر عالی رتبہ لوگون کے لیے کچھ عزت کی بات نہین ہے۔

مامون الرشید کا قطعہ

یا خیر من دبت المطی بہ	اے اُن سب لوگون سے بہتر جنکو سواریان لیکر چلتی ہین
ومن تقدی لسرجہ الفرس	اور وہ جسکے گھوڑے پر ہمیشہ زین رہتا ہے۔
هل غایة فی المسیر نعرفها	سفر کا کوئی وقت ہے۔ جسکو ہم لوگ جان سکین
ام امدنا فی المسیر ملتبس	یا یہ امر ہمارے لیے مبہم رہیگا۔؟
ما علم هذا الا الی ملک	اس بات کا علم صرف اُس بادشاہ کو ہے۔
من نوره فی الظلام نقتبس	جسکے نور سے ہم لوگ تاریکی مین روشنی حاصل کرتے ہین

ہرون الرشید کی ولیعہدی

۱۶۶ھ / ۷۸۲ء مین مہدی عباسی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ بعد ہادی کے رشید تاج وتخت کا مالک ہو گا۔ لیکن بعد تجربہ کے معلوم ہوا کہ بمقابلہ ہادی کے رشید مین سلطنت کی قابلیت زیادہ ہے۔ تب مہدی نے اُسکو لکھا کہ فوراً دار الخلافت مین حاضر ہو۔ لیکن ہادی نے خلاف امید قاصد کو نہایت ذلت سے پٹوایا۔ اور اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ تب مجبوراً مہدی نے جرجان کا سفر کیا۔ لیکن ماسبذان تک پہنچا تھا کہ پیام اجل آگیا اور موافق عہد سابق کے ہادی باپ کا جانشین ہوا۔ اور رشید نے بھی

نہایت تحمل سے ہادی کی خلافت کو تسلیم کیا۔ لیکن ہادی نے بدنیتی اور چالاکی سے بھائی کو محروم کرکے اپنے نابالغ بیٹے جعفر کو ولیعہد کرنا چاہا۔ لیکن یحییٰ برمکی کی حکمت عملی سے ہادی کو اخیر وقت تک کامیابی نہوئی اور سنہ ۱۷۰ھ مین خود ہی دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس موقع پر پہنچکر ایک شاعر حسرت سے لکھتا ہے ؎

تاریخ جہان کہ قصۂ خورد و کلان — درج ست درو چہ شیر مردان چہ یلان
در ہر ورقش بخوان کہ فی عام کذا — قدمات فلانٌ و فلانٌ و فلان

ہرون الرشید کی خلافت

خلیفہ ہادی کے انتقال کے بعد شنبہ کی رات سولھوین تاریخ ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ مین بڑی دھوم دھام سے بمقام عیسیٰ آباد (۲۲ برس کی عمر مین) ہرون الرشید تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا۔ جس رات کا یہ واقعہ ہے وہ رات بھی عجیب وغریب تھی کہ ایک خلیفہ نے وفات پائی۔ دوسرا مسندِ خلافت پر بیٹھا۔ اور تیسرا وارث تاج و تخت (مامون الرشید) پیدا ہوا۔ اور اسی شب کو خزیمہ بن خازم نے جعفر بن ہادی کو گرفتار کیا۔ وہ بیچارہ حواس باختہ ہو کر خواب غفلت سے چونک پڑا۔ تب خزیمہ نے کہا کہ "اگر تم علی رؤس الاشہاد اپنی خلافت سے باز دعوی داخل کرکے ہرون الرشید کی خلافت کو تسلیم نکروگے تو علی الصباح قتل کر دیے جاؤگے"۔ چنانچہ تلوار کے زور اور جان کے خوف سے جعفر نے دعوی خلافت سے ہاتھ اُٹھایا۔ اور صبح کو مجمع عام مین ہرون سے بیعت کی۔ جن لوگون نے پیشتر ہادی کے دباؤ سے جعفر کی بیعت کی تھی اُنھون نے بھی سبکدوشی حاصل کی۔ اور بلا شرکت غیرے ہرون الرشید مستقل خلیفہ قرار پایا۔ چنانچہ خلیفہ نے

عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لیکر کل سفید و سیاہ کا یحییٰ برمکی کو مالک کر دیا - اور یہ اُسکی کارگزاریون کا صلہ تھا جو حصول خلافت مین بمقابلہ ہادی کے کی گئی تھین -

اس سال کے تاریخی واقعات مین سے امین الرشید اور مامون الرشید کی ولادت - اور افریقہ و مدینہ منورہ کے گورنرون کی تبدیلی کے سوا اور کوئی خاص بات نہین ہی - یعنی بہ سبب فوت ہوجانے یزید بن حاتم مہلبی کے افریقہ مین اُسکا بیٹا داؤد مقرر کیا گیا - اور مدینہ کا گورنر عمرو بن عبدالعزیز العمری معزول کیا گیا - اور بجاے اُسکے اسحق بن سلیمان عباسی مقرر ہوا -

عمال کا عزل و نصب یہ عنوان اسقدر وسیع ہی کہ جسکی تفصیل کے لیے کئی جزو درکار ہین لیکن مختصر یہ ہی کہ ۱۷۱ھ سے ۱۷۴ھ تک خراسان، موصل، سندھ، مکران کے گورنرون کا انتظاماً تبادلہ کیا گیا - جسمین سوای معمولی نظم و نسق کے اور کوئی بات نہ تھی - البتہ ۱۷۶ھ مین عبداللہ بن الحسن علوی کے خروج کے سبب سے بعض بعض گورنرون کے خیالات بھی بگڑ چلے تھے - اسلیے ہرون الرشید نے تمام صوبون پر ایک خاص نظر ڈالی اور جسکی نسبت شُبہہ ہوا وہ علٰحدہ کر دیا گیا - چنانچہ موسی بن عیسیٰ گورنر مصر کی نسبت دارالخلافہ مین یہ خبرین پہُنچ رہی تھین کہ وہ خلیفہ کا دشمن ہی اور انقلاب حکومت پسند کرتا ہے - اسلیے غصہ ہوکر خلیفہ نے یہ قسم کھائی کہ بجاے موسی کے مین مصر کی گورنری ایسے شخص کو دونگا جو نہایت ہی ذلیل و ادنیٰ درجہ کا ہوگا اور جعفر برمکی کو حکم دیا کہ اس خدمت کے واسطے کوئی شخص تجویز کیا جاے - چنانچہ وزیرالسلطنۃ نے عمر بن مہران کو پیش کیا - یہ شخص نہایت بدشکل اور عجیب الخلقۃ تھا - اور آنکھین اسکی بھینگی (احول) تھین اور شکل و صورت کے ساتھ لباس بھی بےڈھنگ کا

پہنتا تھا جس قسم کا امیدوار خلیفہ کو منظور تھا چونکہ یہ شخص ٹھیک ویسا ہی تھا۔ اسلیے عطا ہی سند
گورنری کے واسطے دربار عام مین بلایا گیا۔ جب خلیفہ نے گورنری مصر کا مژدہ سنایا۔ تو اسنے
یہ شرط پیش کی کہ جسوقت مین مصر کے انتظام سے فارغ ہو جاؤن تو واپسی کے لیے دربار خلافت
سے اجازت کی ضرورت نہ رہے۔ بلکہ جب میرا دل چاہے چلا آؤن"خلیفہ نے یہ شرط منظور کر لی اور
قاعدہ کے موافق رخصت کر دیا۔ کامل ابن الاثیر کی روایت ہے کہ جب یہ حضرت دارالامارۃ مصر
مین پہنچے ہین اُسوقت موسیٰ کا دربار لگا ہوا تھا۔ ارباب حاجت عرض معروض مین مصروف تھے
جب سب رخصت ہو گئے تو اخیر مین انکی باری آئی۔ موسیٰ نے سائل سمجھکر پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟
جواب دیا کہ مصر کی حکومت۔ تب تو موسیٰ حیران ہو گیا۔ کبھی سائل کو دیکھتا تھا اور کبھی اُسکی
درخواست پر غور کرتا تھا۔ کہ عمر بن مہران نے امیرالمومنین کا دستخطی مہری پروانہ نکالکر سامنے
رکھدیا۔ موسیٰ نے مضمون پڑھکر پوچھا کہ جناب ابوحفص (خدا اُنکو زندہ رکھے) تشریف لائے ہین
انھون نے جواب دیا کہ ابوحفص میری کنیت ہے۔ لیکن موسیٰ کو باوجود ملاحظہ پروانہ کے ابوحفص
کی بات کا یقین نہ آتا تھا۔ اور اسی حیرانی مین سرنگون تھا۔ آخر مجبورًا یہ فقرہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا۔
اور عمر بن مہران کو چارج دیدیا "لعن اللہ فرعون حیث قال الیس لی ملک مصر"
یعنی فرعون پر خدا کی لعنت ہو اسی ملک مصر کے غرور پر خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ
کیا مین مصر کا مالک نہین ہون"

کیا خدا کی شان ہے ایک زمانہ سلطنت اسلام کے جاہ وجلال کا یہ تھا کہ ایک شہنشاہ نے مصر
کی گورنری کو اسدرجہ معمولی اور ذلیل سمجھا تھا کہ سب سے بدترین شخص کو اسپر مامور کیا تھا۔ اور

ایک زمانہ آج ہی کہ ملک مصر پر دنیا کا ہر بڑے سے بڑا بادشاہ قبضہ رکھنے کو اپنی سلطنت کیلیے سرمایۂ فخر سمجھتا ہے ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا +

مصر کے انتظام کے بعد ۱۷۶ھ سے ۱۸۱ھ تک افریقیہ اور خراسان کے گورنرون کے تبادلے ہوتے رہے۔ اور ۱۸۲ھ سے ہرون الرشید کے انتقال تک بہت زیادہ ردوبدل نہین ہوا۔ چنانچہ تمام سلطنت کے مشہور صوبون کے گورنرونکی فہرست ہم ذیل مین درج کرتے ہین جس سے اگرچہ سنہ وسال کا اندازہ تو نہو سکیگا لیکن پھر بھی اس عہد کے معزز طبقہ کی فہرست معلوم ہوجائیگی جو فائدہ سے خالی نہین ہے۔

فہرست گورنران صوبہ جات عہد خلافت ہرون الرشید

نام صوبہ	نام گورنر
مکہ معظمہ	عباس بن محمد بن ابراہیم۔ سلیمان بن جعفر بن سلیمان (۲ مرتبہ) موسی بن عیسی۔ عبداللہ بن محمد بن ابراہیم۔ عبداللہ بن قثم (۲ مرتبہ) عبداللہ بن محمد بن عمران۔ عبیداللہ بن محمد بن ابراہیم۔ عباس بن موسے۔ علی بن موسی۔ محمد بن عبداللہ عثمانی۔ حماد بربری۔ فضل بن عباس بن محمد۔ احمد بن اسمٰعیل
مدینہ منورہ	اسحق بن علی۔ عبدالملک بن صالح بن علی۔ محمد بن عبداللہ۔ موسی بن عیسی۔ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم۔ علی بن عیسی۔ محمد بن ابراہیم۔ عبداللہ بن مصعب۔ بکار بن عبداللہ بن مصعب۔ محمد بن علی۔ وہب بن ہشیم
کوفہ	موسی بن عیسی (چار مرتبہ) محمد بن ابراہیم۔ عبیداللہ بن محمد بن ابراہیم۔ یعقوب بن ابوجعفر۔ عباس بن عیسی (۲ مرتبہ) اسحق بن الصباح الکندی۔ جعفر بن ابوجعفر۔

بصرہ	محمد بن سلیمان بن علی سلیمان بن ابوجعفر عیسیٰ بن جعفر (۲ مرتبہ) خزیمہ بن خازم۔ جریر بن یزید (۲ مرتبہ) جعفر بن سلیمان۔ جعفر بن جعفر عبدالصمد بن علی (۲ مرتبہ) مالک بن الخزاعی اسحق بن سلیمان۔ سلیمان بن جعفر حسن بن جمیل۔ اسحق بن عیسیٰ بن علی۔
خراسان	ابوالعباس طوسی۔ جعفر بن محمد بن الاشعث۔ عباس بن جعفر۔ غطریف بن عطاب۔ سلیمان بن راشد۔ علی الحراج حمزہ بن مالک۔ فضل بن یحییٰ برمکی۔ منصور بن یزید۔ جعفر بن یحییٰ برمکی۔
افریقہ	روح بن حاتم مہلبی۔ یزید بن حاتم۔ داؤد بن یزید۔ فضل بن روح بن حاتم۔ ہرثمہ بن اعین محمد بن مقاتل بن حکم۔ ابراہیم بن اغلب۔ عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب۔

علاوہ ان صوبوں کے اگر تاریخ کی ورق گردانی کیجائے تو بحرین۔ اہواز۔ فارس۔ موصل جزیرہ۔ ارمینیہ۔ سندھ وغیرہ کے ولاۃ کی بھی ایک فہرست تیار ہوسکتی ہے۔ مندرجہ بالا فہرست کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کا سب سے بڑا حصہ ہمیشہ عباسیوں کے ہاتھ میں رہا ہے۔

امین و مامون کی ولیعہدی

امین الرشید کی ولیعہدی زبیدہ خاتون اور فضل برمکی، اور عیسیٰ بن جعفر (امین کا ماموں) کی کوششوں سے ۱۷۵ھ میں ہوچکی تھی۔ لیکن چونکہ امین کی طبیعت عیش پسند واقع ہوئی تھی اسلیے ہارون الرشید ہر موقع پر مامون کو ترجیح دیتا تھا۔ اور اُسکا میلان طبعی یہی تھا کہ وہی خلافت کا مستقل مالک ہو۔ اسلیے ۱۸۲ھ میں مامون کی ولیعہدی پر لوگوں سے بیعت لی۔ اور صوبہ خراسان و ہمدان کا گورنر مقرر کردیا۔ تاہم عمائد بنی ہاشم اور ارکان فوج کے خوف سے جو امین کے طرفدار تھے۔ ۱۸۶ھ میں

ہرون الرشید نے بمقام مکہ معظمہ دونون شہزادون سے جدا جدا معاہدے لکھوائے- اور خانۂ کعبہ کے اندر لیجا کر خاص طور پر فہمایش کی- صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہو کہ اس تقسیم کی رو سے جو ممالک ماموں الرشید کو ملے اُسمین کرمان شاہ، نہاوند، قم، کاشان، اصفہان، فارس، کرمان، رے، قومس، طبرستان، خراسان، زابل، کابل، ہندوستان، ماوراء النہر اور ترکستان داخل تھے- امین کو بغداد، واسط، بصرہ، کوفہ، شامات، سواد عراق، موصل، جزیرہ، حجاز، مصر اور مغرب کی انتہائے حدود تک کی حکومت ملی- اور دستاویزات بعد تکملہ کے حرم کعبہ مین آویزان کردی گئین-

اسکے بعد ۱۸۶ھ مین اپنے تیسرے بیٹے قاسم (موتمن) کو جزیرہ ثغور اور عواصم کی حکومت دی اور ماموں الرشید کو اختیار دیا کہ اگر قاسم لائق نہ ثابت ہو تو وہ اسکو معزول کر سکتا ہے لیکن چوتھے بیٹے معتصم کو خلافت سے اس بنیاد پر محروم رکھا کہ وہ جاہل ہے- لیکن یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ زوال سلطنت عباسیہ تک معتصم کی اولاد مین خلافت وسلطنت باقی رہی- ہرون الرشید نے بنظر رفع خانہ جنگی اپنے بیٹون مین سلطنت کو تقسیم کر دیا تھا-

علامہ سیوطی لکھتے ہین کہ یہی تقسیم گویا خانہ جنگی کی بنیاد تھی جیسا کہ ہرون الرشید کے انتقال کے بعد واقعات پیش آئے-

ملکی بغاوتین

خلیفہ ہرون الرشید کے عہد مین جو بغاوتین ہوئین وہ عمال کی بے عنوانیان رعایا کی ناراضی کا ثمرہ یا سادات وعلوئین کی فتنہ پردازیون کا نتیجہ تھا- چنانچہ منصور عباسی کے زمانہ مین محمد بن عبداللہ بن حسن نے جو سیدنا امام حسنؑ کے پرپوتے تھے

علماے مدینہ کے فتوی کے موافق خروج کیا تھا اور بہت خونریزی کے بعد وہ شہید ہوسے تھے۔
اور اُنکے بھائی یحیی بن عبداللہ اس زمانہ سے روپوش ہوگئے تھے۔ لیکن ۱۷۵ھ مین جب اُنکی
طرف رجوعات زیادہ ہوگئی تو دیلم مین خروج کیا۔ اور بڑی شان وشکوہ سے خلیفہ کے مقابلہ کو
اُٹھے۔ لیکن فضل برمکی کی حکمت عملی نے فورًا اس فتنہ کو دبا دیا۔ بعدہ سادات نے پھر سر نہین
اُٹھایا۔ البتہ اسی سال مین دمشق (شام) مین بہت بڑی فساد کی آگ مشتعل ہوئی جسمین طرفین
کے ہزارون آدمی کام آگئے۔ اس فتنہ کا بانی ابوالہیذام تھا جسکا اصلی نام عامر بن عمارہ ہے
اور سبب اسکا یہ ہوا کہ خلیفہ کے ایک عامل نے سجستان مین اسکے بھائی کو مار ڈالا تھا۔
اسنے وہان تو کچھ نہین کیا۔ لیکن شام مین آکر جمعیت بہم پہنچائی اور پورزا قوت کے ساتھ مقابلہ
کو اُٹھا۔ آخر اسدرجہ سخت لڑائیان ہوئین کہ کتنے ہی قبائل عرب کے فنا ہوگئے۔ اور یہ فساد
اُسوقت تک نہین مٹا جب تک ابوالہیذام ۱۸۲ھ مین مر نہین لیا۔ اسکے بعد موصل مصر۔ اور ارمنیہ
وغیرہ مین عمال کی جانب سے جو بغاوتین ہوئین وہ قابل ذکر نہین ہین۔ کیونکہ یہ سب جھگڑے
بہت جلد رفع کر دیے گئے۔ اور ایسے معمولی تھے کہ جسکا کوئی اثر سلطنت پر نہین پہنچا۔

فتوحات

خلیفہ ہرون الرشید اُن اولوالعزم خلفا مین سے ہے جسکے ایک ہاتھ مین قلم اور
دوسرے مین تلوار تھی۔ لیکن قلم کا پلہ بمقابلہ تلوار کے بھاری تھا۔ اسیلیے اگر ممالک
مفتوحہ کی طولانی فہرست ہم نہ لکھ سکین تو کوئی تعجب نہونا چاہیے۔ تاہم ۲۳ برس کی حکومت
مین باوجود سادات اور عمال کی فتنہ پردازیون کے فتوحات کا نمبر خلیفہ منصور و مہدی سے
کم نہین ہے۔ جنگ وجہاد کا شوق اس خلیفہ مین پیدایشی تھا۔ چنانچہ شاہزادگی کے زمانہ مین

(سنہ ۱۶۵ھ) عہد مہدی ۹۵۰۹۳ کی جمعیت سے روم پر فوج کشی کی اور پے درپے فتحین حاصل کرتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک پہنچگیا۔ اور اسقدر لوٹ ہاتھ آئی کہ گھوڑا ایک ایک درہم (چار آنہ) کو بک گیا۔ اور ملکہ ایرینی نے ستر ہزار دینار سالانہ خراج دینا تسلیم کیا اور صلح کرلی اس لڑائی مین ۵۴ ہزار رومی قتل ہوے۔

...جب تخت نشین ہوا تو قلعہ صفصاف، قلعہ صقلیہ (سسلی)، قلعہ فلقونیہ اور شہر دلسر فتح کیا... پر کئی مرتبہ حملہ آور ہوا اور آخر کو باج گزار بنا لیا۔ قبرس فتح کیا پھر منہدم کرکے آگ لگا دی اور سولہ ہزار آدمی گرفتار کرلایا۔ غرضکہ ملکی حدود اسقدر وسیع کردیے کہ دولت عباسیہ مین کبھی نہین ہوے تھے۔

ہرون الرشید کے کل فوجی کارنامے تفصیل سے دکھلانا تو مشکل ہے لیکن اہل روما کے ساتھ جو واقعات پیش آئے وہ مختصراً لکھے جاتے ہین جنمین خلیفہ خود سپہ سالار بنکر گیا تھا۔ چنانچہ ...اہ واقعہ ہو کہ جب ملکہ ایرینی فرمانروائے روم نے سرکشی کی تو شہزادہ قاسم کی ماتحتی مین ...م پر فوج کشی ہوئی اور ...شہزادہ نے قلعہ سنان کا محاصرہ کرلیا۔ اسوقت ملکہ نے تاب مقابلہ دیکھکر اداے خراج پر صلح کرلی ...لیکن اسکی معزولی کے چند مہینے بعد نقفور (نیکفورس یا ناسفورس) ...ت نشین ہوا تو اسنے اداے خراج سے ... انکار کیا اور ارکان سلطنت کے مشورہ سے ہرون الرشید کو ...ط لکھا کہ "ملکہ سابق نے جو کچھ کیا تھا و... اسکی کمزوری اور حماقت تھی۔ اب مین تخت نشین ہوا ہون ...ے لکھتا ہون کہ جسقدر خ... ...راج ابتک سلطنت روم سے وصول کیا ہے وہ فوراً واپس کردو ورنہ ...ہ تلوار ...ے فیصلہ کیا جائیگا"۔ نقفور کی گستاخانہ تحریر پڑھتے ہی ہرون الرشید آپے سے باہر ہوگیا ...سکا چہرہ غصہ سے آگ ہوگیا۔ امرا اور وزرا کے حواس جاتے رہے۔ کسی مین آنکھ اُٹھاکر دیکھنے کی بھی مجال نہ تھی۔ چہ جائیکہ کوئی گفتگو کرسکتا۔ اسلیے خط کی پشت پر خود ہی اپنے قلم سے

یہ الفاظ لکھے من ھرون امیر المؤمنین الی نقفور کلب الروم - قد قرأت کتابک

یا ابن الکافرہ والجواب ما تراہ دون ما تسمعہ" یعنی یہ خط امیر المومنین ہرون الرشید

کی طرف سے نقفور (سگ رومی) کے نام ہے اے کافرہ کی اولاد میں نے تیرا خط پڑھا - جواب اسکا

تو سُنیگا بلکہ آنکھون سے دیکھ لیگا" اور اُسی وقت فوج کی تیاری کا حکم دیدیا - اور اس تیزی سے

جا پڑا کہ نقفور حیرت زدہ رہگیا - جب پایہ تخت ہرکلی (ہرقلہ) بہت کچھ تباہ ہوگیا - تب نقفور

نے معافی مانگی اور شرائط سابق پر صلح کرلی - لیکن سنہ ۱۹۰ھ مین نقفور کی پھر نیت بدل گئی - اور

معاہدہ توڑ ڈالا - جب بغداد مین اسکی خبر پہنچی - تو عبداللہ بن یوسف اور ابو العتاہیہ نے چند شعرون

مین یہ واقعہ لکھا اور پیش کردیا - چونکہ شاہ روم نے تین مرتبہ چند سال کے عرصہ مین معاہدہ فسخ

کردیا تھا - اسلیے ہرون الرشید نے اس مرتبہ ایک لاکھ پینتیس ہزار فوج نظامی

مطتوعہ (والنٹیر کے) دار السلطنت پر حملہ کیا اور فوج کو تمام ملک روم مین

کے بہت سے مشہور قلعے فتح ہوگئے - اسوقت نقفور کا نشہ اُترا - اور بہت سے مصر - ماوراء النہر

لیکن خلیفہ نے ہرکلی کو بالکل برباد کردیا - اور بزور یہ شہ مین - کیونکہ یہ سب جھگڑے

سلطنت پر نہین پہنچا -

وسعت سلطنت سالانہ خراج تعداد فوج واسلحہ

خلیفہ ہرون الرشید

ہوسکتا ہے کہ وہ جس ملک کا ہاتھ مین قلم او

اور تاتار سے بحر اوقیانوس تک پھیلی ملک

اور کل اسلامی دنیا تابع فرمان تھی یورپ جسپر ناز کرسکتا تھا وہ صرف روم و یونان کا ملک

اور یہ دونون سلطنت عباسیہ کے باجگزار تھے -